التماس مترجم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین

آجکل کا زمانہ بھی عجب زمانہ ہے کہنے کو تو کونسی شے ہے جسمیں موجودہ زمانہ میں ترقی نہیں ہوئی جو باتیں متقدمین کے کبھی خواب خیال میں بھی نہ گذری ہونگی وہ آجکل آنکھوں سے نظر آتی ہیں علم کائنات کی جو شاخ لیجیے اُسکی تحقیقات کا پایہ بہت ہی بلند نظر آئیگا صنعت میں وہ ایجادیں ہوئیں کہ جنسے عقل دنگ رہجاتی ہے صناعان چین کی صناعیاں جو کسی زمانہ میں ضرب المثل تھیں اب گرد نظر آتی ہیں علم الافلاک کو دیکھیے تو بہت سے نئے سیاروں و ستاروں کا ذخیرہ نظر سے گذریگا جو قدما کے خزانہ میں موجود نہ تھا خلاصہ یہ کہ ہر شے ترقی کا دم بھرتی ہے لیکن اگر بنظر تعمق دیکھا جائے تو جسقدر اور علوم و فنون میں ترقی ہوئی ہے اُسی قدر اخلاقی اور مذہبی پہلو انحطاط کی جانب گرتا چلا گیا ہے سائنٹفک دنیا میں یورپ کے لوگ سب سے زیادہ مہذب مانے جاتے ہیں لیکن اخلاقی جرائم کا جس قدر یورپ کے لوگ حصہ لیتے ہیں شاید دوسرے ممالک میں اُسکی نظیر مشکل سے ملیگی جسکا ادنےٰ ثبوت یہ ہے کہ یورپ کے بچوں کی تعداد کے پورا کرلے میں ایسے بہت سے بچے شامل ہوتے ہیں جنکے باپ کا پتہ نہیں اسکو بھی جانے دیجئے شراب خواری کیا کم ہے جسکو تمام اخلاقی بُرائیوں کی جڑ کہنا کچھ مبالغہ نہیں چنانچہ اسی واسطے اسکو ام الخبائث کا لقب دیا گیا ہے خلاصہ یہ کہ نئی تہذیب کا جسقدر زیادہ حصہ کسی ملک نے لیا ہے اُسی قدر اسمیں اخلاقی بُرائیاں زیادہ شایع ہیں یہی حالت کیا اسلام اور کیا دیگر مذاہب جنھوں نے تہذیب اخلاق کا ذمہ لیا ہے سب پر قریب قریب صادق آتی ہے کوئی مذہب والا یہ نہیں کہہ سکتا کہ ہمارے مذہب کی آب و تاب کا پایہ بلند ہے۔ بظاہر اگر آپ کوئی ایسا مذہب انتخاب کریں گے تو شاید عیسائیت کا نام لیں گے لیکن اگر آپ عیسائیوں کے خیالات ٹٹولیں گے تو جنکو عہد عتیق و عہد جدید کے موافق عیسائی کہا جاسکے ایسے لوگوں کی بہت ہی کم تعداد ملیگی جدید سائنس کی بدولت بہت کچھ دہریت کا حصہ آپ انکے خیالات میں شامل پائینگے سائنس کے مقابلہ میں موجودہ مذاہب میں سے بہتیرے تو ٹھیر ہی نہیں سکتے اور اگر کوئی مذہب ٹھیر سکتا ہے تو وہ یا تو اسلام ہوگا یا وہ مذہب جسمیں اسی کی قریب قریب باتیں مانی جاتی ہیں بلکہ یہ کہنا بھی بیجا نہیں کہ دنیا بھر میں ایک مذہب اسلام ہی ایسا مذہب ہے جو سائنس کے ہم پہلو ہو کر چل سکتا ہے چنانچہ دہریت کا خراب اثر

جتنا کہ دیگر مذاہب پر پڑا اسقدر شاید اسلام پر نہیں پڑا اور جسقدر کہ بظاہر معلوم ہوتا ہے اُسکی وجہ یہ نہیں کہ اسلام میں محقق
سائنٹفک اصول کے خلاف کوئی بات مانی جاتی ہے بلکہ اُسکی صرف یہ وجہ ہوئی کہ مسلمانوں میں سے جن لوگوں نے علوم کا نشا
اور فلسفہ جدیدہ کو حاصل کیا انمیں اکثر ایسے اشخاص شامل ہوے جو اپنے مذہب سے بالکل ناواقف تھے یا وہ اسقدر واقفیت
نہ رکھتے تھے جو اسلام اور سائنس کو پہلو بہ پہلو چلنے کے لیے کافی ہوتی چنانچہ یہی وجہ ہے کہ اکثر تعلیم یافتہ اشخاص اس بلا
میں پھنسکر عجب مخمصہ میں گرفتار ہوگئے بعضوں نے تو یہ کہکر اپنا جی سمجھا لیا کہ مذہب کو سائنس سے کوئی علاقہ نہیں اور بعضوں
نے اپنے سچے مذہب کے مقابلہ میں سائنس کی اسقدر حد سے زیادہ وقعت کی کہ انھوں نے اسلام کے وہ مسلم الثبوت مسائل
جو بانی اسلام کے زمانہ سے لیکر آجتک اسلامی دنیا میں برابر مانے گئے تھے اور عقلاً و نقلاً مدلل ہوچکے اُنکا انکار کردیا۔ اور اسکا
باعث صرف یہ ہوا کہ جدید فلسفہ کی مزاولت کی وجہہ سے اسلامی صحیح مسئلہ کو اسلامی لباس میں نہ پہچان سکے اور اسی بنا پر
اُنہیں سائنٹفک اصول کے وہ خلاف معلوم ہوا ورنہ اگر کوئی جامع شخص وہ مسئلہ اُنکو سائنٹفک لباس پہنا کر دکھاتا تو بیدھڑک
اُسپر ایمان لے آتے پس اسی وقت کے رفع کرنے کے لیے بہت سخت ضرورت تھی کہ کوئی ایسا شخص ہو جو ہمارے تعلیم یافتہ
بھائیوں کو اسلامی مسائل سائنٹفک لباس میں دکھا سکے چنانچہ خدا تعالےٰ نے اسکا غیب سے سامان کردیا اور مولانا
حسین افندی الجسر طرابلسی کو ایک ایسی عربی کتاب جسکا نام حمیدیہ ہے لکھنے کی توفیق دی جو فلسفہ جدیدہ کے موافق بالکل
سائنٹفک اصول پر تالیف کی گئی ہے اور جو جو شبہات ہمارے نوجوان تعلیم یافتہ اشخاص کو اسلامی مسائل میں پیدا ہوتے
تھے قریب قریب اُن سب کا علوم جدیدہ کے موافق شافی جواب دیا ہے۔

وہ کتاب ہمارے بزرگ حضرت اقدس مقتدانا و مولانا جناب حاجی حافظ قاری شاہ مولوی محمد اشرف علی صاحب تھانوی
مدظلہ العالی کے ملاحظہ سے گذری چونکہ مولانا صاحب موصوف کو اپنے دینی بھائیوں کی اصلاح دل سے مدنظر تھی آپنے
اس عاجز کو اُسکے ترجمہ کرنے کا ارشاد کیا یہ ہیچمدان اگرچہ اس قابل نہ تھا لیکن بمقتضائے "الامر فوق الادب" خدا پر بھروسہ
کرکے اس پر آمادہ ہوگیا اور جناب موصوف ترجمہ کو من اولہ الی آخرہ بنظر التصحیح ملاحظہ فرماتے رہے اور جو مقام کتب سابقہ سے
نقل بشارات کا اس کتاب میں تھا اُسکو غایت اہتمام کے لیے مولوی رحم الٰہی صاحب کو بھی عاجز نے سنا دیا اور اُنکی رائے سے
اُنکی کتاب براہین رحمیہ سے بعض حواشی مفیدہ بھی چڑھا دیے مولوی صاحب کو اس بحث خاص میں کامل دستگاہ حاصل ہے
اور بشارات کتب سابقہ کے باب میں مولوی صاحب کی کتاب براہین رحمیہ بھی اپنی آپ نظیر ہے۔

خدا کا شکر ہے کہ وہ ترجمہ اختتام کو پہنچ گیا ترجمہ کرنے کی جن صاحبوں نے کبھی دقت اُٹھائی ہوگی وہ اندازہ کرسکیں گے
کہ عاجز کو کس قدر کلفتیں برداشت کرنا پڑی ہونگی خصوصاً جبکہ اسکا بھی لحاظ کیا گیا ہو کہ عبارت حتی المقدور بامحاورہ رہے اور مصنف
کا اصل مطلب بھی فوت نہونے پاے عاجز نے اپنے مقدور بھر کوشش کرنے میں اگرچہ کوئی کوتاہی نہیں کی لیکن بمقتضائے
الانسان مرکب من الخطاء والنسیان غلطیوں کا واقع ہونا خصوصاً مجھ ایسے کم استعداد طالب علم سے کچھ مستبعد نہیں مگر تاہم
ناظرین سے اُمید ہے کہ یہ سمجھکر کہ مسلمانوں میں سے ایک ادنےٰ درجہ کے طالب علم نے اپنے دینی بھائیوں کی خدمت کرنیکے
لیے کوشش کی ہے مسامحات سے قطع نظر کرکے اس ناچیز ترجمہ کو محبت کی نظر سے دیکھیں گے اور اصلی مقصود کا لحاظ رکھینگے

اور باوجود اسکے جو بزرگوار ملت اُسکی بابت کوئی نیک مشورہ دینگے نہایت شکریہ کے ساتھ قبول کیا جائیگا اور انشاء اللہ آیندہ اُسکا لحاظ رکھا جائے گا۔

میں اہل اسلام سے عموماً اور تعلیم یافتہ پارٹی سے خصوصاً اس بات کا ملتجی ہوں کہ اصل کتاب کو یا کم سے کم اسکے ترجمہ کو من اوّلہ الی آخرہ ضرور ملاحظہ فرمائیں علاوہ تحقیقات مسائل اسلامیہ کے اسمیں بہتیری فلسفہ جدیدہ کی دلچسپ بحثیں نظر سے گذریں گی جو فائدہ سے خالی نہیں۔ کاش اس کتاب کا ترجمہ کوئی بہی خواہ قوم انگریزی زبان میں کرتا تو زیادہ مفید ثابت ہوتا مجھ میں تو اسقدر قابلیت نہیں کہ میں اسکا ترجمہ ایسی انگریزی میں کرسکوں جو آپ لوگوں کے دیکھنے کے قابل ہوسکے ورنہ میں اُردو کی طرح اس سے بھی ہرگز باز نہ رہتا لیکن اُمید ہے کہ ہمارے گریجویٹ بھائیوں میں سے کوئی صاحب اس بات پر کمر ہمت باندھیں گے اور موجودہ اور آیندہ اسلامی نسلوں کو اس بلائے بے درماں سے بچائیں گے اور ہمدردی قوم کا عملی ثبوت دینگے فقط والسلام خیر ختام

سید اسحق علی عفی عنہ
مدرسہ جامع العلوم کانپور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا محمد رسول اللہ وعلی آلہ وصحبہ اجمعین

بعد حمد وصلوٰۃ کے واضح ہو کہ جامع علوم عقلی ونقلی حسین بن محمد الجسر طرابلسی مؤلف رسالہ حمیدیہ نے اپنے دیباچہ میں وجہ تالیف٭ اور وجہ تسمیہ تحریر کی تھی لیکن چونکہ یہ دونو امر چنداں مفید اور باعث دلچسپی نہ تھے اسلیے اسکو چھوڑ کر اصل مقصود سے ترجمہ شروع کیا گیا ناظرین معاف فرماویں وھو ھذا۔

ایک شہر کے سارے لوگوں میں سے ایک آدمی کھڑا ہوا اور اُسکی حالت یہ ہے کہ اپنی ابتدائے پیدائش سے تمام لوگوں میں سچائی اور امانت داری کے ساتھ معروف ومشہور ہے۔ نہ کبھی اُسنے کوئی جعلسازی کی نہ کبھی ناحق حیلہ بازی اُس سے دیکھی گئی اسی طرح لوگوں کو یہ بھی خوب معلوم ہے کہ وہ ناخواندہ محض ہے کچھ لکھا پڑھا نہیں تو پھر بھلا دوسرے کے خط کی نقل کرنا تو درکنار اور نہ کبھی اُسنے شاہی قوانین اور قاعدے ہی بنانے کی مشقت اُٹھائی جنمیں عام رعایا کی مصلحتوں کی رعایت ہوتی ہے۔ پس کھڑے ہو کر اُس شخص نے باآواز بلند سارے لوگوں میں ایک آواز دی اور اُسنے کہا کہ اے لوگو اُس لوک میں تمھارے پاس تمھارے بادشاہ کی طرف سے سفیر بنکر آیا ہوں بادشاہ کا مجھے حکم ہے کہ اُسکا پیغام تمھیں پہنچادوں اور اُسکے اُن قوانین کی جنھیں اُسنے تمھارے لیے حال ہی میں جاری کیا ہے بخوبی تشریح کردوں۔ اُسکا حکم ہے کہ تم لوگ ان قوانین کے مقتضی پر چلو اور اُنکے مضمون کے موافق عملدرآمد کرو۔ اور یہ کوئی نئی بات تو ہے ہی نہیں اُسنے تو گذشتہ زمانہ میں بھی میرے علاوہ تمھارے پاس متعدد سفیر بھیجے تھے اور اُنھوں نے اُس زمانہ کے مناسب جو قوانین تھے تمھیں بادشاہ کی جانب سے پہنچائے بھی تھے لیکن اب بادشاہ حکم دیتا ہے کہ اُن پرانے قوانین میں سے بہت سے منسوخ ہو گئے ہیں اُنھیں چھوڑ دو کیونکہ جو زمانہ اُنکے مناسب تھا وہ گذر گیا اب تمھارے ذمہ یہ ضروری ہے کہ ان نئے قوانین کی پیروی کرو جو اُسنے میرے ساتھ کر دیے ہیں۔ اسی طرح اُسکا یہ بھی حکم ہے کہ اُن رسموں کو ترک کر دو جو تمنے اپنے آبا واجداد سے سیکھی ہیں یا اپنی خواہش سے اختراع کر لیں ہیں کیونکہ اُسنے اُنکا کسی وقت میں حکم نہیں کیا اور سچ پوچھو تو وہ ہیں ہی بُری رسمیں اور قبیح عادتیں جنسے عقل انکار اور طبیعت نفرت کرتی ہے اور نیز تمھارا سراسر ضرر ہی ضرر ہے اور اُنمیں سے بہتیری رسمیں تو ایسی ہیں جنسے بادشاہ کی بیشمار نعمتوں کی ناشکری ہوتی ہے اور اُسکی ضعیف رعیت پر ظلم پس بادشاہ کا حکم سمجھکر میری تصدیق کرو اور میری راہ چلنا اپنے اوپر لازم کر لو تاکہ تمھیں بتادوں کہ بادشاہ کس بات سے خوش ہوتا ہے اور کس سے ناراض ہوتا ہے۔ یہ سُنکر سب لوگوں نے اُسے جواب دیا اور اُس سے کہنے لگے کہ اے مقام عظیم اور منصب عالی کے دعویدار۔ ذرا ٹھیرا تو نے تو اپنے اس دعوے سے ہمیں ایسی راہ چلنے کی تکلیف دی ہے جسپر چلنا ہمیں سخت دشوار معلوم

٭ وجہ تالیف کا خلاصہ یہ ہے کہ کسی انگریز نے عیسائیوں اور مسلمانوں کے عقائد میں تطبیق دینی چاہی تھی اور اسلامی مسائل کی تحقیق کا ارادہ کیا تھا لیکن چونکہ اُسکی تحقیقات ناکافی تھی۔ اور اسوجہ سے اطمینان بخش بھی نہو سکتی تھی۔ اسلئے یہ رسالہ تالیف کیا گیا۔ اور وجہ تسمیہ تو خود رسالہ حمیدیہ کے نام ہی سے ظاہر ہے کہ سلطان معظم سلطان عبدالحمید خاں لازالت ایام دولتہ الباہرہ وسلطنتہ القاہرہ کے اسم مبارک کیطرف منسوب ہے۔ ۱۲ مترجم

ہوتا ہے اور ہماری نفوس اُس سے نفرت کرتی ہیں عقلیں منقبض ہوتی ہیں اور ہماری فکریں اسکے تحمل کے خیال سے مضطرب ہوئی
جاتی ہیں۔ ہاں جب ہمارے نزدیک یہ بات تحقق ہوجائے کہ ہمارا بادشاہ جسکے ہمپر بکثرت احسانات ہیں اور جو ہماری جانوں کو اپنی
بخشش سے غلام بنائے ہوئے ہے وہی اُسکا حکم کرتا ہے اور اُسی نے ہمارے لیے یہ ساری باتیں پسند کی ہیں تو اُسوقت تو
سوائے اطاعت کرنے کے ہمیں کوئی گنجایش نہ رہیگی۔ اور تیری بات ماننا تیری سفارت کی تصدیق کرنا اور تیری پیروی کرنے پر متوجہ
ہوجانا ہمیں ضروری ہوجائے گا۔ ایک تو اسوجہ سے کہ ہمارے بادشاہ کو ہمپر احکام نافذ کرنے کا استحقاق حاصل ہے اور اُسکی ہمپر
زوردار حکومت بھی ہے اور دوسرے اسوجہ سے کہ ہمیں خوب معلوم ہے کہ وہ ہمارے لیے ایسی ہی چیز پسند کرتا ہے جسمیں ہماری
سراسر ظاہری و باطنی مصلحت ہی مصلحت ہو لیکن یہ تو بتا کہ تیرے دعوے کے صحیح ہونے کی کوئی برہان کوئی دلیل بھی ہے؟
جو ہمیں تیرے سامنے پست ہوجانے اور تیری بات کے یقین کرنے پر مجبور کردے تو اُس شخص نے کہا کہ ہاں اے عقلمند وہ ہے
اور بھلا عقلمند کو کیا یہ زیبا ہے کہ بلا کسی حق تک پہنچانے والی دلیل کے کسی کے دعوے کی تصدیق کرلے؟ لو دیکھو بادشاہ
کے خط کا۔ بادشاہ کی مہر کا۔ بادشاہ کی طرز تحریر کا جسے تم بھی پہچانتے ہو میرے پاس ایک فرمان ہے اُسمیں وہ کہتا ہے کہ فلاں
شخص یعنے میرے اِس فرمان کا حامل فلاں فلاں صفات سے آراستہ جو معاینہ کرنے کے وقت اُسمیں ظاہر ہیں جو کچھ میری طرف
سے تمھیں پہنچائے سب میں سچا ہے اور میں نے تمھارے پاس اُسے سفیر بناکر بھیجا ہے تاکہ اُن قوانین کی تمھارے لیے تشریح
کردے جنھیں مینے تمھارے نفع کے لیے مقرر کیا ہے پس اُسکے حکموں کی تعمیل کرو اور اُسکے منہیات سے بچتے رہو۔ تو اُن لوگوں
نے کہا کہ اچھا تو پھر وہ فرمان جسکا تو دعوے کرتا ہے ہمارے روبرو پیش کر کہ ہم دیکھیں تاکہ تیرا جھوٹ سچ کھلجائے اور ہمارا شبہ مٹجائے
پس اُسوقت اُسنے وہ فرمان نکالا اور اُسکے سامنے ڈالدیا اور ہر ادنے اور اعلے اُسمیں غور کرنیکے لیے جمع ہوگئے اور سب کے سب نے
اُسمیں غور کیا اُسکو پڑہا اُسکے معانی سمجھے تو بادشاہ کی طرف سے اُسکے کہنے کے موافق لوگوں کے لیے صاف یہی فرمان نکلا
کہ یہ شخص میرے اِس فرمان کا حامل فلاں فلاں علامات سے آراستہ جو اُسمیں ظاہر ہیں تمھارے پاس میرا سفیر بنکر آتا ہے اور
جو چھوٹی بڑی بات میری طرف سے تمھیں پہنچائے سب میں سچا ہے اُسکے حکموں کو مانو اور اُسکی منہیات سے بچو اور جو قوانین
میں نے تمھارے لیے جاری کیے ہیں اُس سے سیکھو اسی طرح جس جس بات کا وہ دعوے کرتا تھا کہ بادشاہ نے فلاں فلاں
کام میرے سپرد کیے ہیں اُسمیں اول سے آخر تک سب کے سب نکلے اور چونکہ وہ سب لوگ قوت ادراک اور طرق استدلال
کی شناخت میں متفاوت تھے اسلیے کئی فرقوں میں منقسم ہوگئے کیونکہ یہ بات معلوم ہے کہ سارا علم شخص واحد کے پاس نہیں
مل سکتا البتہ پوری جماعت کے پاس مل سکتا ہے چنانچہ اُنمیں سے ایک فرقہ کے لوگ شاہی خط کو کماحقہ پہچانتے تھے اور سمجھ
دہوکا نہ کھا سکتے تھے اور اسکا بھی اُنھیں یقین تھا کہ وہ شخص نقل نہیں کرسکتا پس جب اُنھوں نے یہ فرمان دیکھا تو کہنے لگے
یہ تو ہمارے بادشاہی کا خط ہے اسلیے ہونہو بلاشبہ یہ اُسی کا بھیجا ہوا فرمان ہے لو ہمنے تو جو کچھ اُسمیں ہے پورے
طور سے اُسکا یقین کرلیا اور اِس شخص کے دعوے میں اِسکی تصدیق کرلی۔
اور اُنمیں سے ایک فرقہ کے لوگ شاہی مہر پورے طور سے پہچانتے تھے اور یہ بھی اُنھیں خوب معلوم تھا کہ یہ شخص نقل نہیں
کرسکتا پس جونہیں اُنھوں نے اُس فرمان کو دیکھا تو وہ بول اُٹھے کہ بیشک یہ ہمارے بادشاہ ہی کی مہر ہے اسمیں کسی طرح کا جعل

نہیں ہو سکتا پس ہمنے بھی اِس شخص کی بلاچون وچرا تصدیق کرلی۔

اور اُنمیں سے ایک فرقہ کے لوگ بادشاہ کی انشاپردازی اُسکے شاہی طرز تحریر اور سلطانی خطابات سے بخوبی واقف تھے جسکی بلاغت سے اور لوگ عاجز محض ہیں پس وہ لوگ کہنے لگے کہ ہمیں کچھ شک نہیں کہ اِس فرمان کا طرز تحریر ہمارے بادشاہی کا طرز تحریر ہے اور ہمیں خوب معلوم ہے کہ یہ طرز اُسی کے ساتھ خاص ہے اور یہ خطاب بھی اُسی کا ساخطاب ہے جسکو ہمنے اُسے اپنی رعایا کی مخاطبات میں استعمال کرتے ہوے بارہا دیکھا ہے اسلیے ہمنے بھی اِس شخص کی اُسکے دعوے میں تصدیق کرلی۔

اور اُنمیں سے ایک فرقہ کے لوگ امور مذکورہ بالا میں سے تو کچھ بھی نہ جانتے تھے لیکن اُنھیں یہ معلوم تھا کہ ہمارے بادشاہ کے پاس قسم قسم کی نایاب چیزوں کے ذخیرے ہیں کہ اُسکے سوا بڑے بڑے مالداروں اور بادشاہوں کے پاس بھی نہیں مل سکتے تو وہ لوگ اِس شخص سے کہنے لگے کہ ہمارے نزدیک تو تیرے بھیجے ہوے کی یہی دلیل ہے کہ اُسکے خزانہ خاص کی فلاں فلاں نادر اشیا بادشاہ کے پاس سے لاکر حاضر کردے تو اُسنے اُنھیں جواب دیا کہ انشاء اللہ میں یہ بھی کرونگا اور پھر تھوڑی مدت کے بعد جو کچھ اُنھوں نے مانگا تھا اُسنے لاکر حاضر کردیا اور لوگوں نے اُسے دیکھا اور پہچان لیا اور اُنہیں یہ بھی خوب معلوم تھا کہ بادشاہ کی اجازت اور ارادہ کے بغیر اُن نادر اشیار کا حاضر کردینا بالکل ناممکن ہے کیونکہ وہ سب انتہا درجہ کی حفاظت کے ساتھ اُسکے خزانوں میں محفوظ ہیں پس اُسوقت اِس فرقہ نے اُس شخص کے دعوے کی کامل طور پر تصدیق کرلی۔

اور اُن میں سے ایک فرقہ بولا کہ ہمارے بادشاہ نے گذشتہ زمانہ میں کچھ سفیر بھیجے تھے اور اُس زمانہ کے مناسب قوانین اُنکے ساتھ کردیے تھے جو اُس زمانہ کی ضرورت کے لیے بالکل کافی تھے اور اُنھوں نے اپنے دعوے کے ثابت کرنے والے دلائل قایم کرکے یہ امر مدلل کردیا تھا کہ اُنہیں بادشاہی نے بھیجا ہے اور وہ یہ بھی کہتے تھے کہ بادشاہ اِس بات کو ٹھان چکا ہے کہ ہمارے اِس زمانہ کے بعد وہ ایک اور سفیر بھیجیگا اور ایسے قوانین اُسکے ساتھ کردیگا جو تمھارے حالات کی اصلاح کے پورے کفیل ہونگے اور جس زمانہ میں اُسے بھیجیگا اُسکے مناسب اور اُسکی ضرورتوں کے کافی طور پر ذمہ دار ہونگے۔ اور اِس سفیر میں فلاں فلاں علامتیں موجود ہونگی چنانچہ وہ ہمیں بہت سی علامتیں بتلا بھی گئے تھے کہ جن سب کا اجتماعی طور پر دو شخصوں میں بھی پایا جانا عقل نہیں مان سکتی پس اب ہم جو کچھ یہ شخص لایا ہے اور جسکی نسبت اِسکا دعوے ہے کہ ہمارے بادشاہ کے پاس سے اُسے ملا ہے اُسمیں غور کرتے ہیں اگر یہ سفیران گذشتہ کے قول کے موافق نکلا اور اِس شخص میں اُن سفیروں کی بتلائی ہوئی علامتیں پائی گئیں تو ہم جان لیں گے کہ یہ اپنے دعوے میں سچا ہے اور اگر معاملہ بالعکس ہوا تو بے کھٹکے اِسکے دعوے کو الگ کریں گے پس یہ کہکر جب اُنھوں نے اُن قوانین میں تامل کیا جنکی نسبت اُسکا دعوے تھا کہ بادشاہ کے بھیجے ہوے ہیں تو اُسے سفیران گزشتہ کی خبر کے سراسر موافق پایا اور جب اُن سفیروں کی بتلائی ہوئی علامتوں کی تفتیش کی تو بلاکسی بناوٹ کے کھلم کھلا اُسمیں نظر آئیں پس جب اُنھوں نے ہر طرح سے اپنا اطمینان کرلیا تو اُسوقت وہ بھی اُسکے دعوے کے مصدق بنگئے اور اُنھوں نے بھی کامل طور پر اُسکی پیروی اختیار کرلی۔

اور اُنمیں سے ایک فرقہ کے لوگ کہنے لگے کہ احتیاط کی بات یہ ہے کہ اِس شخص کے اوامر و نواہی میں ہم غور کریں اور اُن قوانین کو سوچیں جنکے بادشاہ کے پاس سے ہونے کا یہ مدعی ہے اگر ایسی چیزوں کا حکم کرے جنکو ہم بادشاہ کی مرضی کے موافق سمجھتے ہیں

اور ایسی ہی چیزوں سے منع کرے جسکو اُسکی مرضی کے خلاف جانتے ہیں اور اُسکے لائے ہوئے قوانین کو بھی ہم اُنھیں قوانین کی طرح جنکو ہم شاہی قوانین سمجھتے ہیں اصلاح کا متکفل اور لوگوں سے مشقت کی خرابیوں کا دفع کرنے والا دیکھیں خصوصًا جب کہ ہم یہ بات دیکھ لیں کہ کسی ایسی شے کا حکم نہیں کرتا جسکا نفع اُسی کی ذات کے ساتھ خاص ہو بلکہ اُسکے مقاصد کا مآل کار تمام فرقوں کے لیے عام طور پر نفع پہنچانا ہو تو ہم جان لیں گے کہ اپنے دعوے میں سچا ہے اور اگر معاملہ بالعکس ہوا تو ہم سمجھ لیں گے کہ وہ اپنے دعوے میں جھوٹا ہے پس جب یہ کہکر اُنھوں نے اُسکے احکام میں نظر کی تو اُنھیں اُن احکام کے بالکل موافق پایا جنھیں وہ اپنے بادشاہ کی مرضی کے موافق سمجھتے تھے۔ اور اسی طرح اُسکے قوانین کو بھی ممالک کی اصلاح اور لوگوں کی کامیابی اور رفع فساد کا پورا متکفل دیکھا اور اُسکے تمام اوامر و نواہی میں کوئی ایسی بات نظر نہ آئی جسکا نفع اُسی کی ذات کے ساتھ خاص ہوتا بلکہ اُسکی ساری باتیں ایسی ہی دیکھنے میں آئیں کہ جنسے عام نفع حاصل ہو اور ضرر دفع ہو اور اُسمیں یہ تعلیم بھی تھی کہ وہ اپنے بادشاہ کے انعامات کا شکر ادا کیا کریں اور حقیقت میں اُس شکر کا نفع آخر کار اُنہیں کو ملنے والا ہے پس اسوقت تو اُن لوگوں نے اُس شخص کے صادق ہونے کا یقین کر لیا اور اُسکے سامنے پورے طور سے فروتنی اختیار کر لی۔

اور اُنمیں سے ایک فرقہ کے لوگ کہنے لگے کہ یقینی بات ہے کہ ہم لوگوں میں جن جن باتوں کا یہ دعوےٰ کرتا ہے اور جو قوانین یہ شایع کر رہا ہے اور آیندہ شاہی رعایا کے لیے جو کچھ جاری کرنیکا یہ ارادہ کرتا ہے ہمارے بادشاہ کو ضرور اسکی خبر پہنچے گی اور یہ ناممکن ہے کہ اس بات کی اُسے اطلاع نہو کیونکہ یہ بات تو کیا عام اور کیا خاص سب میں شایع ہو چکی ہے اور ایسی بات تو دور و دراز مقامات کے لوگوں سے بھی نہیں چھپ سکتی سو اگر اسکا دعوےٰ صحیح ہوگا تو بادشاہ اسکو اسکے کاموں پر بحال رکھیگا اور کسی ایسے کو نہ بھیجیگا جو اسکی غلط بیانی ظاہر کرکے اسکی تکذیب کرے اور اسکو مع اسکے ساتھیوں کے گرفتار کرے اور ان سب کو سخت سزا دے اور اگر یہ جھوٹا ہوگا اور بادشاہ پر اسکے خط کا۔ اسکی مکر کا جال باندھا ہوگا اور اُسکی رعیت کو اپنی خواہشوں کا کھیل بنا رکھا ہوگا تو اسمیں کچھ شک نہیں کہ بادشاہ خبر پاتے ہی بہت جلد کسی ایسے کو بھیجیگا جو اسکی تکذیب کرے اور اسکو مع اُسکے ساتھیوں کے گرفتار کرے اور ان سب کو بڑی عبرتناک سزا دے ایسلیے کہ ایسا جعل اور ایسی افترا پردازی ہمارے دانا اور عاقل بادشاہ کے نزدیک کوئی چھوٹی بات نہیں ہے بلکہ وہ بڑی ہی سخت بات ہے۔ ممکن نہیں کہ ایسی بات کو وہ سنا کرے یا تساہل اور چشم پوشی سے کام لے پس یہ سوچکر یہ لوگ ایک کافی زمانہ تک توقف کیے رہے تاکہ بادشاہ کو اسکی خبر معلوم ہو جائے اور اتنا زمانہ گذر گیا کہ کسی طرح اُتنے زمانہ تک بادشاہ سے اُس خبر کا مخفی رہنا عقل میں نہیں آسکتا اور باوجود اسکے بادشاہ کی جانب سے کوئی نہ آیا جو اُس شخص کی تکذیب کرتا اور اُسکو اُسکے ساتھیوں سمیت گرفتار کر لیتا اور اُنکو سزا دیتا اور لوگوں کو اُسکے شایع کردہ قوانین پر عمل کرنے سے باز رکھتا بلکہ روز بروز اسکے ساتھی بڑھتے ہی گئے اور وقتًا فوقتًا اسکی حالت میں ترقی ہوتی رہی جب اُن لوگوں کا سب طرح سے اطمینان ہو گیا تو اُنھوں نے بھی اُس شخص کی تصدیق کر لی اور اُسکے پورے پورے پیرو بن گئے۔

اور اُنہیں سے ایک فرقہ کی سمجھ میں یہ ساری دلیلیں تو آئی نہیں لیکن اُنھوں نے اس شخص کی اور اُسکے ساتھیوں کی حالت میں غور کرنا شروع کیا اور اُن دلیلوں کو سوچنے لگے جنکی وجہ سے یہ سارے فرقے اُس شخص کی اطاعت پر کمربستہ ہو گئے تھے

پس وہ یہ کہنے لگے یہ سب لوگ تو بڑے دانشمند ہیں نہ معلوم انھوں نے محض اس شخص کی تصدیق کے پیچھے اپنی آبائی رسمیں
اور قدیم شاہی قوانین کیوں چھوڑ دیے بیشک یہ بڑا مشکل امر ہے کیونکہ وہ خوب جانتے ہیں کہ اگر پہلے بادشاہ کے قانون کا
چھوڑنا اسکی مرضی کے خلاف پڑا تو انپر بڑی مصیبت نازل ہو جائے گی ہو نہو یہی بات ہے کہ اس شخص کی راستی کی دلیلیں
انھیں خاطر خواہ معلوم ہوگئی ہیں جنپر بھروسا کر بیٹھے ہیں ورنہ انھیں کیا ہوا تھا جو اپنی عادتوں کو چھوڑتے اور ایسی جرات
کر کے ناحق خطرہ میں پڑتے اور انکی عقلیں انھیں اسکی اجازت دیتیں پس بیشک اس شخص کی راستی پر ان سب کا اتفاق کر لینا
اسکی سچائی کی کافی دلیل ہے اور یہ کہنا کہ ساری دلیلوں کا جمع ہو جانا اور ان سب کا اتفاق کر لینا اتفاقی بات ہے عقل میں
کسی طرح نہیں آتا اور اسکا کوئی سمجھ دار قائل نہیں ہو سکتا اسلیے ہمارے نزدیک تو اس شخص کی راست بازی پورے طور سے
ثابت ہو گئی اور ہمنے اسکی تصدیق کر لی اور بلا تردد اسکی سفارت کا اقرار کر کے اسکے مطیع بنگئے اور انمیں سے ایک فرقہ ایسے
دنیاوی کاروبار میں پھنسا ہوا تھا اور لذتوں میں ایسا مستغرق تھا کہ انھیں اسکی خبر ہی نہ تھی کہ لوگوں کا کوئی بادشاہ بھی ہے
اور اسکو پورا غلبہ حاصل ہے اور انصاف کو مدنظر رکھکر انکے ساتھ جو معاملہ چاہے کر سکتا ہے اور چونکہ اسکے لوگ دل و جان
سے مطیع ہوتے ہیں اسلیے اگر وہ چاہے تو بہت کچھ مال بھی جمع کر سکتا ہے اور انکی قوتوں کو یکجائی طور پر کام میں لا سکتا ہے
پس اس وجہ سے اسکی کوئی برابری نہیں کر سکتا اور اپنی غفلت سے وہ یہی سمجھتے تھے کہ لوگوں کے کاروبار یونہیں چل رہے
ہیں اور سارے قانون اور قاعدے انکے ہاتھوں میں ہیں کسی بادشاہ یا حاکم کا کوئی انتظام نہیں ہے بلکہ انکا یہانتک گمان
تھا کہ یہ سب معاملات بطور عادت کے زمانہ کی گردش کے موافق جاری ہیں گویا کہ یہ ایک قدرتی قانون بنگیا ہے جسکے خلاف
ہو ہی نہیں سکتا پس وہ اسی قابل تھے کہ انھیں شاہی سفیروں اور سلطانی قوانین اور اختیارات کی اطلاع نہو لیکن جب انھوں
نے اس شخص کا علی الاعلان دعوے سنا اور لوگوں کو دیکھا کہ پہلے تو اسے جھٹلاتے تھے پھر اس سے گفتگو کر کے اسکے پیرو
بنگئے تب تو یہ لوگ چونکے اور انکے کان کھڑے ہوے اور کہنے لگے کہ اس بات کا تحقیق کرنا نہایت ضروری ہے اگر فی الواقع
لوگوں کا کوئی بادشاہ ہوا جو انپر حاکم ہے اور اسی نے اس شخص کو بھیجا ہے تاکہ ہم اسکا کہا مانیں اور پھر بھی ہم غفلت میں
پڑے رہیں اور اسکی بات نہ سنیں تو بیشک ہمارا برا انجام ہوگا کیونکہ یہ شخص ضرور ہماری بے پروائی کی خبر پہنچا دیگا اور پھر وہ بادشاہ
ہماری ایک نہ سنے گا اور بڑی سخت سزا دیگا اسلیے ہماری بہتری اسی میں ہے کہ ہم اسکے دعوے اور ان لوگوں کی حالت
میں غور کریں جو پہلے اسکے مخالف تھے اور پھر اسکے ساتھی بنگئے کیا عجب کہ ہمیں حقیقت حال کا پتہ چلجاوے پھر اگر وہ سچا
ہوگا تو مان لینگے ورنہ اسکی کھلم کھلا تکذیب کرینگے یہ کہکر وہ سوچنے لگے اور بڑی غور و فکر کے بعد انھوں نے نتیجہ نکالا جسکا
خلاصہ یہ ہے کہ اگرچہ ہم بادشاہ کو نہیں جانتے اور نہ ہمکو اسکے خط یا مہر یا اسکی طرز تحریر کی خبر ہے اور نہ اسکے قانون سے ہم آگاہ
ہیں جن سے اس شخص کے قانون کا مقابلہ کریں اور نہ پہلے سفیروں کی تبلائی ہوئی علامتیں ہی ہمیں معلوم ہیں تو کیا ہم اس
سے بھی گذر گئے کہ ان تمام لوگوں کی شہادت پر اعتبار کر لیں جنھوں نے کہ ان سب باتوں کی تحقیق کر کے اسکی پیروی اختیار
کر لی ہے لہذا ہمارے لیے اس شخص کی راستی پر اتنے دانشمندوں کا اتفاق کر لینا اور بلا تردد تمام دلیلوں کا یقین کر لینا اور
اپنی آبائی رسموں کو چھوڑ بیٹھنا کافی دلیل ہے کیونکہ یہ سب باتیں اتفاقی نہیں ہو سکتیں اور نہ یہ کاہلی یا اور کسی غرض سے

ظہور میں آسکتی ہیں اور اچھا اگر ہم یہ سب دلیلیں اور اتنے لوگوں کی شہادت بھی جانے دیں تو یہ تو نہیں ہو سکتا کہ اس شخص کے
لائے ہوئے شاہی تحفوں کا بھی جو بغیر اُسکی اجازت کے نہیں مل سکتے تھے کچھ خیال نہ کریں کیونکہ یہ تو یقینی بات ہے کہ
اسکے پاس تو ایسے تحفے نہیں پائے جاسکتے تھے ہاں کوئی ایسا ہی ذی اختیار ہو جو لوگوں کے جان و مال میں جیسے چاہے
تصرف کر سکے اُسکے پاس ہو سکتے ہیں پس اس شخص کے یہ تمام تحفے حاضر کر دینے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ کوئی ایسا شخص
ضرور ہے جس میں یہ سب باتیں پائی جاتی ہیں جسکا نام یہ "بادشاہ" بتلاتا ہے اور موجود ہو اسی نے اسکو یہ تحفے دیکر ہمارے پاس
بھیجا ہے پس ان سب باتوں پر اعتماد کر کے ہمنے تو یقین کر لیا کہ لوگوں کا ضرور کوئی بادشاہ ہے جسنے اس شخص کو ہمارے
پاس بھیجا ہے اور وہ بھی اُسکے پورے پورے پیرو بنگئے۔ اب اور سنئے ان سب فرقوں میں چند متکبر اور اپنی آبائی رسموں پر جان
دینے والے لوگ بھی تھے اور بعض اپنی قوم کے سردار تھے اُنھوں نے خیال کیا کہ اگر ہمنے اس شخص کے دعوے کو مان لیا
تو اس سے دبکر رہنا پڑے گا اور یہ ہم پر حکومت کریگا یہ سوچکر بظاہر تکذیب ہی کرتے رہے اگرچہ اُنکے دل اسکی تصدیق کے مضمون
سے پُر تھے اور اُنکی خواہشوں نے اُنکی عقلوں سے بازی جیت لی اور اُنکو شاہی انتقام آسان معلوم ہونے لگا اور کیوں نہ ہو
ایسے بہتیرے احمق ملیں گے جو تکبر یا تعصب کی وجہ سے یا غصہ اور غیرت کے مارے حق سے آنکھیں بند کر کے ناحق باتوں
کی حمایت کرنے لگجاتے ہیں پھر آخر کار انہیں پشیمان ہونا پڑتا ہے جس سے پھر کوئی نفع نہیں ہوتا خلاصہ یہ کہ ان لوگوں نے عناد
کے مارے اُن دلیلوں کی طرح طرح کی تاویلیں شروع کیں کبھی مہمل اور ساقط الاعتبار باتوں سے کامیابی حاصل کرنی چاہی
کبھی دہوکے بازیوں سے کام نکالنا چاہا اور وہ ایسی ایسی ظاہر باتوں سے انکار کرنے لگے جن کو ہر عامی آدمی بھی سمجھ سکتا ہے
اسی کو لیجیے کہ اگر تمام دلیلوں کی علیحدہ علیحدہ تاویل اُنکی خاطر سے مان بھی لیجاوے تو عقل سلیم اور آزاد طبیعت اسے کیوں ماننے لگی
کہ ساری دلیلیں اتفاق سے جمع ہو گئیں اور یہ شخص تمام غلط دلیلوں کو کیسے صحیح دلائل کا جامہ پہنا سکا اور اتنے لوگوں کو دہوکا
دیکر اپنی راستبازی اور حقانیت کا کیونکر یقین دلا سکا اور طرہ تو یہ ہے کہ بہتیری دلیلیں اُسکے اختیار سے باہر تھیں نہ اُسنے انھیں
قایم کیا نہ اُنکے جمع کرنے کی کوشش کی بلکہ لوگوں کو غور و فکر کرنے سے خود ہی معلوم ہو گئیں انہیں علامتوں کو دیکھیے جو پہلے سفیر بیان کر گئے
تھے بھلا یہ ساری علامتیں وہ اپنے بس کیونکر پیدا کر لیتا اور پھر امتحان کرتے وقت سب کی سب ٹھیک اُتریں خوبی تو یہ ہے
کہ ان لوگوں کو اتنی بھی سمجھ نہیں کہ چند چیزیں جب مجتمع ہو جاتی ہیں تو اُنکا کچھ اور ہی اثر ہو جاتا ہے اور علیحدہ علیحدہ یہ بات نہیں ہوتی
اجتماعی قوت کی کچھ بات ہی اور ہے اور یہ قاعدہ تو محسوسات اور معقولات دونوں میں مسلم ہے جماعت کثیر کی شہادت سے جو بات
ہوتی ہے وہ ایک شخص سے نہیں اگر کسی دعوے پر بہت سی دلیلیں قائم ہو جائیں تو اُسمیں ذرا بھی شبہ نہیں رہتا اور ایک دو دلیلوں
سے یہ بات نہیں پیدا ہوتی پس جب یہ ہم مان بھی لیں کہ شاید اس شخص نے شاہی خط کی نقل کر لی ہوگی تو عقل میں یہ سب باتیں
کیسے آنے لگیں کہ سلطانی مہر کی نقل بھی اُتارنا اُسے آسان ہو گیا شاہی طرز تحریر بھی اُسنے سیکھ لیا اُسکے قوانین بھی شاہی قوانین
کے موافق ہو گئے اور اُسے وہ تحفے بھی مل گئے جو بے سلطانی اجازت کے دستیاب نہیں ہو سکتے اور پہلے سفیروں کی بتلائی
ہوئی علامتیں بھی اُسمیں سب آپ سے آپ جمع ہو گئیں اور اسکا حال گو زمانہ بھر میں شایع ہو گیا تھا لیکن تاہم بادشاہ کو اتنی کافی
مدت گذرنے پر بھی نہ معلوم ہوا اور نہ بادشاہ نے اُسکو سزا دینے اور اُسکی تکذیب کرنے کے لیے کسی کو بھیجا اسلیے حق تو یہ ہے کہ ان

اور یہی تباہی تاویلوں کا وہی قائل ہوگا جو اپنی بڑائی مارنے پر تلا بیٹھا ہو۔ اور ان سب باتوں کے اتفاقی طور پر جمع ہونے کا وہی اعتقاد
کرے گا جسے تعصب نے اندھا بنا دیا ہو ایسا آدمی گفتگو کے لایق نہیں اور نہ ایسے کو جواب دینا مناسب ہے اور اُن لوگوں میں
ایک ایسا بیفکرا گروہ بھی تھا جسنے اِس شخص کے صدق و کذب کے بارہ میں اپنی عقل سے کام ہی نہیں لیا بڑی بات اُنھوں نے
یہ کی کہ وہ اپنی آبائی رسموں پر اندھوں کی طرح جمے رہے اور یہی کہتے رہے کہ ہم تو اِن رسموں کو نچھوڑیں گے اور جب اُن سے کوئی
یہ کہتا تھا کہ اگر یہ آدمی اپنے دعوے میں سچا نکلا تو اُسکی نافرمانی کی وجہ سے بادشاہ کہیں تمسے انتقام نہ لے ذرا اِس سے توڈرو تو
اُنکا یہ جاہلانہ جواب ہوتا تھا کہ اجی وہ تو جھوٹا ہے ہم اُسکی بات نہیں مانتے ایسا جواب دینا سراسر اُنکی بے عقلی اور نافہمی نہیں تھی
تو اور کیا تھا اب یہ تو بتلاؤ کہ ایسے لوگوں سے انتقام لینے پر بھی کیا بادشاہ ظالم قرار دیا جا سکتا ہے؟ تم جو چاہو کہو ہم تو قسمیہ کہہ سکتے
ہیں کہ جب بادشاہ اِنہیں سزا دینے لگے اور اُس سے کوئی یہ کہے کہ یہ بیچارے تو اِس سفیر کے ماننے میں معذور ہیں کیا کریں اُنکو
اُسکی راستی کی کوئی دلیل ہی نہیں ملی تو وہ بیشک یہ جواب دے سکتا ہے کہ اگر یہ اپنی معاش کے بارہ میں بے شعور ہوتے
اور اُسے نہ سمجھ سکتے تو البتہ میں انہیں معذور سمجھتا اور انکی خطا سے درگزر کرتا میں تو انہیں صاف دیکھتا ہوں کہ اپنے کاروبار
نفع و نقصان کے سمجھنے میں بڑے بیدار مغز اور دانشمند ہیں اِنہیں اپنی حاجتوں اور ارادوں میں کامیاب ہونے کے لیے بڑی
کافی عقل ہے پھر اُنھوں نے اپنی اُنھیں قوتوں کو جنسے اپنے معاملات میں کام لیتے ہیں اُس شخص کے صدق اور کذب دریافت
کرنے کے لیے کیوں نہیں استعمال کیا اور جیسے کہ وہ جھگڑے کے وقت اپنے معاملے والوں کے سامنے اپنے اغراض ثابت
کرنے کے لیے استدلال پیش کرتے تھے ویسے ہی اِن قوتوں کو اِس شخص کے بارہ میں برتا ہوتا میرے نزدیک تو وہ اب معذور
نہیں ٹھیر سکتے بلکہ اُنھوں نے میرے سفیر کی بات سننے میں کاہلی کی اور اسی وجہ سے اُنکی آنکھوں پر پردے پڑ گئے اور اُنھوں نے
اسکی تکذیب کی لہذا بیشک وہ سزا کے مستحق ہیں اور انصاف کے موافق میں اُنسے ضرور انتقام لوں گا پھر اِس سفیر کے اتنے آدمی مطیع
ہوگئے تب بھی وہ ہمیشہ اسی فکر میں لگا رہا اور سعی بلیغ کرتا رہا کہ کسی طرح اِن ضدی متکبر واہی تباہی باتیں بکنے والے اور حیلہ باز منکر
فرقوں کا بھی اطمینان کر دیا جائے اور خیر خواہی کے مارے طرح طرح کی دلیلیں اُنکے سامنے پیش کرتا رہا اُنکی بھلائی کی باتیں اُنھیں
سمجھا کر متنبہ کرتا رہا اور وہ تھے کہ اُنکی ضد اور نفرت دن بدن بڑھتی گئی آخر کو یہانتک نوبت پہنچی کہ وہ سفیر اُنکو سمجھاتے سمجھاتے تھک
گیا اور اُسکو اُنکے اصلاح پذیر ہونے سے مایوسی ہوگئی اور یہ یقین ہوگیا کہ اب سمجھانے سے کام نہ چلے گا اور وہ لوگ اُسکی اور اُسکے
ساتھیوں کی عداوت پر کمر باندھ چکے اور اُنکی ایذا رسانی کے لیے موقع و محل کے منتظر ہیں آخر ناچار اپنے بادشاہ کی اجازت سے
وہ بھی لڑائی پر آمادہ ہوگیا اور اُسنے بھی تلوار کھینچ لی کیونکہ ظاہر ہے کہ جب آدمی کو نصیحت کارگر نہیں ہوتی اور وہ باز نہیں آتا تو اُسکے روکنے
کے لیے مار پیٹ سے کام لینا پڑتا ہے پس اُس شخص نے اپنے ساتھیوں سے مدد لیکر دشمنوں کا مقابلہ کیا اور آپس میں بڑی گرما گرمی
سے لڑائی ہونے لگی پھر کچھ دنوں یونہی ہوتا رہا کہ کبھی میدان اِنکے ہاتھ رہا اور کبھی اُنکے ہاتھ جیسا کہ خدا کے یہاں کا قاعدہ ہے آخر کو
اُسی سفیر کی فتح ہوئی اور کیوں نہو پرہیزگاروں کا انجام اچھا ہی ہوتا ہے خلاصہ یہ کہ جب اُسنے سوائے قتل کے اُنکی ایذا رسانی
مسدود کرنیکا کوئی چارہ نہ دیکھا تو اُسنے بعضوں کو قتل کیا کیونکہ عقل کا یہی فتوی ہے کہ مفسد اور موذی قتل کیے جائیں تاکہ باقی
کے اور لوگ ہلاکت سے نجات پائیں اسلیے کہ بیمار عضو کا کاٹ ڈالنا نہایت ضروری ہے اگر اُس سے آدمی کی جان بچتی ہو اور اُسنے بعضوں کو

گرفتار کرکے غلام بنالیا کہ پھر نہ اٹھا سکیں اور بادشاہ سے بغاوت کرنے کی اچھی طرح سزا پائیں اور بعضوں کو اپنا مطیع بنالیا تاکہ اسی
طرح اسکی اور اسکے ساتھیوں کی ایذا رسانی سے باز رہیں۔ اور اس خیال سے کہ کہیں اسکے ساتھی دیکھا دیکھی گڑبڑ نہ مچائیں
اور اسکی شان و شوکت میں فرق نہ آنے پائے اسنے کھلم کھلا تکذیب کرنے سے منع کردیا اور یہ حکم دیدیا کہ وہ اپنی کمائی کا بہت
تھوڑا حصہ دیتے رہیں تاکہ اس سے کچھ مدد ملتی رہے اور ملک کے انتظام میں خلل نہ پڑنے پائے اور بادشاہ کی روبکاری تک
اسنے انکی بھی سزا مقرر کی۔ اور بعض اس ملک سے نکلکر قلعوں اور پہاڑوں میں جاکر پناہ گزین ہوئے وہ اسنے اس امید پر کہ
کہیں اب بھی اسکی تصدیق کرنے لگیں اور اس خیال سے کہ مبادا وہ موقع پاکر اسپر چڑھائی نکر بیٹھیں لڑتا رہا اور ڈراتا رہا کہ سمجھ لو کہ اگر
تم اب قلعہ بند ہونے کی وجہ سے مجھسے محفوظ بھی رہے لیکن بادشاہ جب آموجود ہوگا اور چڑھائی کریگا تو اس سے ہرگز نہیں
بچ سکتے وہ عدل اور حکمت کے موافق بغیر سزا دیے نہیں رہیگا اور انہیں سے بعض خوف یا لالچ کے مارے محض اوپر کے دل
سے تصدیق کرنے لگے اور جی میں اسے جھوٹا سمجھتے تھے۔ اسنے انہیں بھی اپنے ساتھیوں کے زمرہ میں داخل کرلیا اور وہی
برتاؤ انکے ساتھ بھی برتا کیونکہ اسکا تو یہ قول تھا کہ جو کوئی بظاہر اطاعت کرے بادشاہ کا حکم ہے کہ اسے بھی اپنے ساتھیوں میں
داخل کرلو اسلئے کہ تفتیش کرنے سے بہتیرے سچے لوگ بھی کھٹک جائیں گے اور دشمنوں کو یہ کہنے کا موقع ملے گا کہ اسکو اپنے
ساتھیوں پر اطمینان نہیں انکی نسبت شک کیا کرتا ہے اور بادشاہ پر جب حال کھلیگا کہ یہ لوگ محض خوف یا طمع کی وجہ سے بظاہر
مطیع بنے ہوئے تھے اور انکا دلی ارادہ یہ تھا کہ موقع پاکر اسکو اور اسکے ساتھیوں کو خوب ایذا دیں تو وہ خود انکو خوب سزا
دیگا اور انکو انکے بغض و عداوت کا مزہ اچھی طرح چکھادے گا کیونکہ یہ لوگ اوروں سے عداوت میں بڑھے چڑھے ہوئے اور
گھر کے بھیدی تھے اور ہر وقت انسے کھٹکا لگا رہتا تھا۔ اور بعض لوگ گو دل میں جھوٹا سمجھتے تھے لیکن اس مال کی طمع سے جو وہ
شخص ملک کی اصلاح کے لیے جمع کرتا تھا بظاہر اسکے مطیع بن گئے اور اس طرح انہیں اسکی جانچ کا موقع ملا اور جب اسکے
معاملات اور قوانین کو راستی پر مبنی پایا اور دیکھا کہ وہ بھلی باتیں بتلاتا ہے اور برائی سے منع کرتا ہے تو انکے جی کو یہ سب باتیں لگ گئیں
اور دل کھول کے ظاہر و باطن سے اسکی تصدیق کرنے لگے اور اس طرح اسکے خیر خواہ اور مددگار بنگئے پھر جب آپ کو یہ معلوم ہوگیا
کہ طرفداری اور تعصب کی پابندیوں سے چھوٹی ہوئی اور آزاد عقل ایسے شخص کی سفارت میں ذرا بھی شک نہ کرے گی اور اسکے
سفیر ہونے کا بلاتردد یقین کرے گی کیونکہ دانا اور بیدار مغز کے نزدیک یہ سب دلیلیں اتفاقی طور پر جمع نہیں ہوسکتیں تو آپ سنیے
کہ محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تشریف آوری کی خبر ہمکو تواتر سے معلوم ہوئی تواتر تو ایک اصطلاحی لفظ
ہے اسکے معنے سمجھ لیجیے یعنے آپ کی خبر اتنے زیادہ آدمیوں کے نقل کرنے سے ہم تک پہنچی کہ ان سب کا جھوٹ پر متفق
ہوجانا عقل میں نہیں آتا اور یہ نہیں ہوسکتا کہ آپ تشریف نہ لائے ہوں اور سب آدمی جھوٹے ہوں یہ ایسی ہی بات ہے
کہ اگر مکہ یا لندن موجود نہوتا تو اتنے بہت سے آدمی اسکے موجود ہونے کی خبر بالاتفاق نہ دیتے چلے آتے پس اسی طرح اسکو
بھی سمجھ لیجیے کہ آپ کے احوال سے بھی بیشمار لوگ ہر زمانہ میں یہ انسے اور وہ انسے سنتے کہ آخر میں ان لوگوں سے خبر دیتے
چلے آئے جنھوں نے اپنی کھلی آنکھوں سے آپ کو دیکھا تھا اور آپ کے جملہ حالات کی انکو خبر تھی اور جو کچھ آپ کو مختلف فرقوں
کے ساتھ اپنی زندگی بھر پیش آیا تھا اس سے بھی وہ بخوبی واقف تھے بہرحال ہمکو یقینی طور پر یہ خبر پہنچی کہ آپ ان لوگوں میں جا بسے

ساتھ بھی فصاحت و بلاغت میں لگا کہا سکے چنانچہ ایسا ہی ہوا گو عربی زبان کے ایسے کاملین موجود تھے کہ فصاحت و بلاغت
جنکے قبضۂ اقتدار میں تھی اور وہ اُسکے مالک کہلانے کے مستحق تھے بلکہ انہیں ایسے لوگ بھی ملتے تھے جنکو اس فن میں دستگاہ
کامل حاصل تھی اور تمام لوگ اُنکے مقابلہ سے عاجز تھے اور انسانی قوت کے لیے اس سے بڑھکر کوئی مرتبہ حاصل کرنا ممکن نہ تھا
تاہم کسی کو یہ جرأت نہوئی کہ قرآن کی بہت چھوٹی سورت کی مثل بھی بنا لیتے پھر اس حیص بیص کے بعد تمام لوگ حضرت محمد
علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ہونے لگے اور آپ کے مطیع ہوکر انھوں نے آپ کا دین اختیار کرنا شروع کیا اور گروہ کے
گروہ آپ کے پیرو بنکر آپ کو خدا کا رسول ماننے لگے ہاں وہی لوگ اس سے محروم رہے جنھیں خدا نے نہ چاہا جن قوموں کا
معاملہ آپ کے ساتھ پڑا - چونکہ ہمکو اُنکے حالات کی جہانتک کہ اخبار صحیحہ سے معلوم ہوسکا یا عقل نے تجویز کیا تمثیل دینا
مقصود تھی اسلیے ہمنے آپ کے ساتھ اُن لوگوں کے معاملات غور کیے تو وہ لوگ اپنی عقلوں کی بلند پروازی اور کم فہمی
کے اعتبار اور استعدادوں کے اختلاف سے مختلف فرقے نظر آئے اُمنیں سے بعض عربی فصاحت و بلاغت میں طاق
نکلے جسکا اُس زمانہ میں ملک عرب میں بہت کچھ رواج تھا اور جنکو وہ اپنے علوم میں سب سے زیادہ شریف سمجھتے تھے او
جنکو انھوں نے اپنا مایۂ ناز بنا رکھا تھا اور وہ لوگ فصاحت و بلاغت کے جملہ اسلوب سے بخوبی واقف تھے اور
اُسکے اسرار کو خوب جانتے تھے یہانتک کہ اُسکے اُن سارے مرتبوں پر پورے طور سے حاوی تھے جسقدر کہ انسانی
طاقت میں آسکتے ہیں اور یہی نہیں بلکہ اُنکے بڑے زور شور کے خطبے اور قصیدے بھی ہوتے تھے بہرحال یہ سب کچھ تھا
لیکن اُسوقت اُنسے کچھ بھی نہ بن پڑا جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے قرآن شریف کی چھوٹی سی چھوٹی سورت پیش کرکے
اُنکے عجز کا بڑے شد و مد سے دعوے کیا اور عام طور سے خصوصًا اُنکے جلسوں میں اُسکی تشہیر شروع کی کہ تم سب
ملکر چاہے کتنی ہی کوشش کیوں نکرو لیکن اس کلام کی مثل لانے سے ہمیشہ عاجز اور قاصر رہو گے اور صرف اسی پر
اکتفا نہیں کیا بلکہ اُنکی بُری رسموں کی قباحت دکھا دکھا کر انھیں بیوقوف بنایا اُنکے باطل خداؤں کی خوب ہجو کی اُنکی
پرستش میں طرح طرح کے نقص ثابت کیے اور ہر طرح سے اُنھیں غیرت دلائی کہ کسیطرح قرآن کے مثل لانے کی سعی
کریں لیکن ہونا کیا تھا آخر کو قرآن میں غور کرنے کے لیے جھک پڑے اور زباندانی کے اصول کے موافق اُسکی خوب
جانچ پڑتال کی اور اُسے خوب اُلٹ پھیر کے دیکھا اور بڑی غور و فکر سے پرکھا یہانتک کہ اُسکے امتحان میں کوئی دقیقہ
فروگذاشت نہیں ہونے پایا بالآخر انھوں نے متفق یہ رائے قایم کی کہ قرآن شریف فصاحت و بلاغت کے اعتبار سے ایسے
عالی مرتبہ پر پہنچا ہے کہ وہانتک انسانی قوت کی کسی طرح رسائی نہیں اور جس کسی نے اپنی بڑائی کے زعم میں کچھ لکھا بھی
تو وہ قرآن کے سامنے بالکل پھیکا کلام ثابت ہوا اور خود انہیں لوگوں نے اُسکی ہذیان سے زیادہ قدر نہیں کی کیونکہ ظاہر
ہے کہ کوئی چیز فی نفسہ کیسی ہی عالی کیوں نہو لیکن جب اُسکا کسی ایسی چیز سے مقابلہ کیا جائے جو اس سے بدرجہا بڑھی چڑھی
ہو اور شرف و فضل میں اُسکا پایہ بلند ہو تو خواہ مخواہ وہ نظر دل سے گر جائیگی اور عقل اُسے دنی اور خسیس سمجھنے لگے گی
پس یہ معاملہ قرآن شریف کے سامنے اُنکے زیادہ سے زیادہ فصیح و بلیغ کلام کا ہوا اور اچھی طرح سے ثابت ہوگیا کہ وہ فصاحت
بلاغت میں فرد ہے اور سارے کلام اُسکے مقابل میں گرد نظر آتے ہیں اور اُسکی چھوٹی سی سورت کی مثل بھی لوگ نہیں بنا سکتے

ف
لوگوں کا اپنی اپنی عقل اور طریقہ استدلال کے اعتبار سے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں مختلف فرقوں میں منقسم ہوجانا ۱۲

ف
فصحاء و بلغاء کا قرآن کے معارضہ سے رہنا اور اُسکی حقانیت تسلیم کرلینا ۱۲

اختیار کیا ہے اور اُسپر بھی عقلوں کے نزدیک پسندیدہ ۔ دلکش شیریں اور پیارا کلام ہے اور کانوں کو تو اُسکے ساتھ کچھ ایسی اُلفت معلوم
ہوتی ہے کہ جوں جوں سُنیے قند مکرر کا مزہ آتا ہے اور اُسے کوئی کیوں نہ پڑہے لیکن اُسکی قدر و قیمت میں کیا مجال کہ ذرا فرق آجاوے
اور ہاں خدا اگر سمجھ دے تو کوئی نہیں کہہ سکتا کہ یہ سب باتیں اتفاق سے جمع ہوگئی ہونگی کیونکہ صحیح اور آزاد عقل میں ان سب باتوں کا
اتفاقیہ جمع ہوجانا ہرگز نہیں آتا پس جب اُن لوگوں نے قرآن کے یہ اوصاف دیکھے تو بول اُٹھے کہ سارے آدمی مل کیوں نہ جائیں
لیکن ایسا کلام بنانا اُنکی قوت سے باہر ہے اور یہ بات تو عادۃً محال ہے کہ ایسا کلام کوئی بڑا بھاری عالم نہایت ہی ماہر فلسفی بڑا تاریخ
داں اور امور مملکت میں اعلےٰ درجہ کا مدبر بھی بنا سکے اور جب یہ ٹھہری تو محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایسے اَن پڑھے لکھے شخص کا ایسے لے آنا
اِس بات کی کھلی کھلی دلیل ہے کہ خدا نے آپ کو رسول بنا کر بھیجا ہے اور یہ کلام آپ کا معجزہ قرار دیا ہے پس ہمنے آپ کی رسالت کی
تصدیق کی اور آپ جو کچھ فرمائیں بجا اور درست ہے اِس طرح یہ لوگ بھی آپ کے مطیع بنگئے ۔ اور انہیں سے ایک فرقہ کا یہ حال تھا کہ نہ
وہ فصاحت و بلاغت سے واقف تھا اور نہ اُس میں اتنی قوت تھی کہ قرآن شریف کے مضمون میں غور و فکر کرکے سمجھتا کہ اتنی صفات
آدمی کے کئے نہیں جمع ہوسکتیں اسلئے یہ خدا کے پاس سے آیا ہے لیکن اُن لوگوں نے یہ سارا قصہ اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا
کہ محمد علیہ السلام نے اپنے رسول ہونے کا دعوےٰ کیا اور قرآن شریف کو خدا کے پاس سے تبلایا اور اُسکی چھوٹی سے چھوٹی
سورت پیش کرکے کھلے خزانہ یہ ظاہر کردیا کہ اسکی مثل کوئی نہیں لا سکتا اور عام لوگوں میں اہل فصاحت و بلاغت کو ایسے
کلام کے مثل لانے سے عاجز اور قاصر ثابت کرکے اُنکے برسر بازار لتے لیے اور بعضوں کو دیکھا کہ کہنے کو تو فصاحت و بلاغت
میں اُنکا مرتبہ بہت بڑھا ہوا تھا لیکن اُسکے مقابلہ سے اُنھوں نے منصفانہ اپنے عجز کا اقرار کرلیا اور اپنے آبائی مذہب اور
قدیم رسموں کو چھوڑ بیٹھے اور محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دین کی پیروی کے پیچھے ایسی راہ اختیار کرلی کہ اگر اُنھیں آپ کی رسالت
کا یقین کامل نہوتا تو اُنھیں یہ طریق نہایت ہی دشوار گذار نظر آتا اور نیز اُنھوں نے بعضوں کو دیکھا جنھیں کھوٹے کھرے کی
اچھی پرکھ تھی اور کلام کی عمدہ صفات کو خوب پہچانتے تھے کہ اُنھوں نے اِس بات کی کافی شہادت دی کہ اگر یہ قرآن خدا
کے پاس سے نہوتا تو اتنی کامل اور عمدہ صفات پر اسکا حاوی ہونا ناممکن تھا اور اِس بنا پر اُنھوں نے محمد صلعم کی تصدیق کی اور
اپنا طریق چھوڑ کر آپ کے پیرو ہوگئے ۔ اور بعضوں کی یہ حالت دیکھی کہ گو وہ فصحا و بلغا کے نزدیک فصاحت و بلاغت کے اعتبار سے
مسلم الثبوت تھے لیکن قرآن کے سامنے اُنکی ہمت پست ہوگئی اور اُسکے مقابلہ سے اُنھیں جان چُرانتے ہی بن پڑا اگرچہ رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اُسکی چھوٹی سے چھوٹی سورت پیش کرکرکے اُنکا عجز ثابت کرتے رہے اور کیا جلسہ خاص کیا مجمع عام دونوں
میں پکار پکار کر غیرت دلاتے رہے کہ کسی طرح ایسا کلام لے آؤ اُنسے یہ تو نہو سکا ضد کے مارے لڑنے پر آخر مجبور ہوگئے
اور یہ گوارا کرلیا کہ اُنکی خونریزی کیجائے اُنکا مال لوٹ لیا جائے اُنکے بال بچے قید کرلیے جائیں اُنکے گھر بار اُجاڑے جائیں
اور اپنا وطن چھوڑ کر مارے مارے پھریں بھلا سمجھو تو سہی کہ اگر اُنکی وسعت میں یہ ہوتا کہ قرآن کی چھوٹی سے چھوٹی سورت کی مثل
بھی بنا سکتے تو بہانہ لاتے اور اِس سے کیوں باز رہتے اور بیٹھے بٹھلائے اپنے کو مصیبت میں پھنساتے یہ تو بڑی آسان بات
تھی کہ قرآن کی کسی چھوٹی سے چھوٹی سورت کی برابر کوئی فصیح و بلیغ کلام بنا کر محمد صلے اللہ علیہ وسلم سے کہدیتے کہ لیجیے صاحب
ہمنے آپ کے قرآن کا مقابلہ کرلیا اور آپ کی دلیل باطل کردی بہت کہا کرتے تھے کہ قرآن کا ایسا کلام تم نہیں لاسکتے دیکھو کیسے

ف
تیسرا فرقہ جسے فصحا و بلغا
اور مضمون شناس فرقہ کی
کا اعتبار کرکے آپ کی تصدیق
کی اور نیز اُسکو اسنے دیکھا
کہ جتنے فصحا و بلغا
مصیبت میں پڑے
قرآن کا مثل نہ لا سکے

بنا لاوے اور یہ بات کہل گئی کہ قرآن کی طرح آدمی بھی بنا سکتا ہے اور حق تو یہ ہے کہ اُنسے ہو ہی نہ سکا کیونکہ اگر اُسکا ایسا لو کیا اُسکے قریب
فیر سبھی اگر کوئی کلام کبھی لائے ہوتے تو بہلا یہ بات ممکن تھی کہ اتنے طرفداروں کے ہوتے یہ بھی ہم تک خبر نہ پہنچتی لوگ اُسے ضرور
نقل کرتے جس طرح اور سب باتیں نقل کی ہیں مثلاً اُنھوں نے آپ کی ہجو کی آپ پر اتہام باندہا آپ کے ساتھ سفاہت اور درشتی
سے پیش آئے آپ کے مقابلہ کے شاعروں اور خطیبوں سے مقابلہ کیا۔ وہ کیا کریں اس بات میں مجبور تھے ورنہ اتنی بڑی مصیبت میں
کیوں گرفتار ہوتے اور اپنے کو خطرۂ عظیم میں ڈالتے کچہ نا سمجہ تو تھے ہی نہیں عقلمند تھے پہر بہلا اُنکی عقلیں ایسے آسان رستہ
کو چھوڑکر نہایت مشکل اور خطرناک راہ کو اختیار کرنے کی کیوں اجازت دیتیں علاوہ بریں دنیا میں کون عاقل ایسا کرے گا
کہ بلا کسی ضرورت شدیدہ کے جس سے کہ اُسکا بس چل ہی نہ سکے اور خواہ مخواہ مصیبت اُٹھانا ہی پڑے اپنی جان و مال
اور بال بچوں کو ہلاکت میں ڈالے گا اور اپنے گھر بار کی خرابی اور ترک وطن کو لیسند کریگا ہاں جب اور کچہ بن ہی نہ پڑے تو بیشک
ایسا ہی کرے گا بقول شخصے ؎ وقتِ ضرورت چو نماند گریز ۔ دست بگیرد سرِ شمشیر تیز ۔ پس یہاں بھی اگر وہ مجبور نہ تھے
تو اپنے کو آفت میں ڈالنے پر کیوں آمادہ ہو گئے بس یہی ہے کہ اُنھوں نے اپنے کو قرآن کے مقابلہ کرنے سے عاجز پایا اور
اُنکی ہٹ دہرمی نے جس سے وہ بدبخت ہو رہے تھے اِس بات کی اُنکو اجازت نہ دی کہ اپنے عجز کا اقرار کر لیتے۔
پس جب اُن لوگوں نے ان تینوں فرقوں کے حالات میں غور کیا تو خوب سوچ سمجھکر یہ کہنے لگے کہ ایک فرقہ جو بڑا فصیح و بلیغ
تھا جسکی نسبت بے پرواہی اور کاہلی کا گمان ہو ہی نہیں سکتا قرآن کے مقابلہ سے آخر اپنے عجز کا اقرار کر کے محمد صلے اللہ علیہ وسلم
کی تصدیق کر ہی چکا اور دوسرے فرقہ نے بھی جو مضمون شناسی میں دستگاہ کامل رکھتا تھا اِس بات کو مان لیا کہ قرآن میں اتنی
صفات کمالیہ موجود ہیں جو سوائے خدا کے اور کسی کے جمع کیے نہیں جمع ہو سکتیں اور یہ کہکر سوائے اطاعت کرنے کے کوئی چارہ
نہ دیکھا اب رہا تیسرا فرقہ جسکی فصاحت و بلاغت میں تو کچہ بھی کلام نہ تھا اُسنے اپنے کو عاجز پاکر قرآن کے معارضہ سے تو کنارہ
کشی کی اور تعصب نے اقرار عجز کی اجازت نہ دی آخر کو مجبور ہوکر اپنے کو مصیبت میں ڈالنا گوارا کیا پس یہ کہنے لگے ہو نہ ہو محمد
صلے اللہ علیہ وسلم ضرور سچے رسول ہیں اور اُن تینوں فرقوں کا تصدیق کر لینا ہمارے لیے کافی دلیل ہے اب میں کچہ کہتا ہوں
اسے بھی سن لیجیے اہل عرب کے قرآن کے مقابلہ سے عاجز ہو جانے سے جاحظ رحمہ جس طرح استدلال اپنی کسی کتاب میں بیان کیا
ہے اُسی طرز پر اِس فرقہ نے بھی اپنا مطلب حاصل کیا چونکہ انکا کلام جی کو لگتا ہوا ہے اور اُس سے سارے شبہے دفع ہو جاتے
ہیں تو اس موقع پر اُسکا ذکر کرنا فائدہ سے خالی نہیں وہ کہتے ہیں کہ خدا نے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو اُس زمانہ میں بھیجا جبکہ عرب کی
شاعری اور خطبہ گوئی نہایت عروج پر تھی اُنکی لغت کو بہت کچہ استحکام حاصل ہو چکا تھا سارے ساز و سامان سے درست تھے
پس آپنے تشریف لاکر اُنکے ادنے اور اعلے کو خدا کی وحدانیت اور اپنی رسالت کی تصدیق کی طرف متوجہ کیا اور دلیلیں قائم
کر کے اپنا دعوے ثابت کر دیا اور سارے شبہے دفع کر دیے اور اُنکے لیے ناواقفی کے عذر کرنے کا کوئی موقع نچھوڑا اب اُنکا
اعراض کرنا محض ہوا و ہوس یا ناحق طرفداری کی وجہ سے رہگیا اور پھر آپسمیں لڑائی ٹھن گئی اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے
اُنکے عالم اور فاضل اور کنبے والوں کو قتل کیا اور آپ اُنسے رات دن یہی کہا کرتے تھے اگر میں جھوٹا ہوں تو تم اِس قرآن کی سی ایک
سورت یا چند آیتوں ہی کی مثل لے کیوں نہیں آتے اور آپ جب کبھی اِس طرح انہیں عاجز کرتے تھے تو کوئی دلیل تو اُنسے بیان

علم کیمیا (یعنے کیمسٹری) جاننے والوں کے اختیار میں ہے تو پھر خدا کا کیا پوچھنا ہے وہ تو کیا عناصر اور کیا علم کیمیا اور کیمیا داں سبھی
کا پیدا کرنیوالا ہے۔ اور اسی طرح بہت سی خارق عادت باتیں لوگوں کے درخواست کرنے پر آپ سے صادر ہوئیں جنکی ہمکو معتبر ذریعہ
سے خبر پہنچی ہے اگرچہ ہمیں ایسی خبریں بھی ہیں کہ تہا حد تواتر کو نہیں پہنچیں لیکن اسمیں تو ذرا بھی شک نہیں رہا کہ سب ملکر تواتر کے
مرتبہ سے کسی طرح کم نہیں ہیں بلکہ ہم بلا تردد کہہ سکتے ہیں کہ محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے درخواست کرنے پر خوارق عادات کا صادر
ہونا اجمالاً متواتر ہی ہے اور ایسے تواتر کو تواتر معنوی کہتے ہیں جسکے معتبر ہونے پر محققین عقلاء کا اتفاق ہے اور اسکا انکار وہی
کر سکتا ہے جسکو بدیہی باتوں کے انکار سے بھی شرم نہ معلوم ہوتی ہو اور لوگوں میں اپنی وقعت ثابت کرنے کی غرض سے بیدھڑک
بدیہیات کا انکار کر بیٹھتا ہو پس اِس گروہ نے جب یہ دیکھا کہ محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خوارق عادات اور اُن قوانین کے خلاف
کر دکھایا جنکے خلاف کرنے پر سوائے خدا کے کوئی قادر نہیں ہے تو اُنھیں یقین ہو گیا کہ ہو نہو درخواست کرنے پر خدا ہی نے
آپ کی تصدیق کے لیے ایسی باتیں آپ سے کرادی ہیں اور پھر آپ کی تصدیق کر لی اور آپ کی رسالت کے معتقد ہو گئے آسکو
خوب سمجھ لیجیے کہ ایسے معجزات صرف اُنھیں لوگوں کی عقلوں کے سمجھانے کے لیے ہیں جنکے افہام معجزات ادبیہ کے سمجھنے سے قاصر
ہیں اور اسکی قابلیت نہیں رکھتے ورنہ سمجھ داروں کے لیے تو معجزات ادبیہ ہی موزوں ہیں جیسا کہ قرآن کے احوال میں اُنکا کچھ
تو ذکر ہو بھی چکا ہے اور آیندہ بھی اُنکا بیان آئیگا جہاں کہ شریعت محمدیہ کے حسن انتظام کی شان دکھائی ہے اور ظاہر کیا ہے
کہ خدا کے پاس سے ہونے کی اسمیں فلاں فلاں دلیلیں موجود ہیں اور رہا یہ کہ محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر متقدمین کی کتابوں میں
جو علامتیں مذکور ہیں منطبق کر دکھائی ہیں اور ہمیں اُن لوگوں سے جو اپنے ادراک کو معجزات ادبیہ کی طرف متوجہ کرتے ہیں یہ امید ہے
اِس خیال سے کہ یہ اُنکے اُن علوم کے مخالف ہیں جنکو اُنھوں نے اپنے اسکولوں میں حاصل کیا ہے اور اُنکی عقلیں اُنھیں قبول
نہیں کرتیں دھوکے میں نہ پڑینگے اور معجزات حسیہ کو اپنے ایمان کے طریق میں سد راہ نہ بنائینگے بلکہ اُنکی شان کے لحاظ سے حق اور
اور اُنکی حزم و احتیاط کے مناسب تو یہ امر ہے کہ اِن خوارق کو اُنھیں لوگوں کے سمجھانے کے لیے خیال کریں جنھیں معجزات ادبیہ کے
ادراک کا سلیقہ نہیں اور خود ایسی اشیاء اختیار کریں جنھیں اُنکی عقلیں قبول کرتی ہوں اور پھر اگر کوئی ایسی چیز پیش آئے جو اُنکی عقلوں
میں نہیں آتی اور یقینی دلیل عقلی کے خلاف ہو تو ایسا طرز اختیار کریں جو نقل اور عقل کا جامع ہو اور تاویل کر کے دونوں کو موافق بنائیں
جیسا کہ آیندہ ذکر ہوگا کہ شریعت محمدیہ کا یہ عام قاعدہ ہے کہ اگر کوئی چیز اُنکے یہاں منقول ہو اور بظاہر یقینی دلیل کے خلاف ہو
تو اُسمیں تاویل کر دیتے ہیں کیونکہ اگر ایسا نہ کریں تو اُنکی حالت اُس شخص کی سی ہو جائے گی جو دن کو پھر آفتاب کو دیکھ رہا ہے
اور گمان کرے کہ اسوقت رات موجود ہے اسلیے کہ اُسکو یہ خیال بندھ گیا ہے کہ کہیں نکلے ہوئے ستارے کو وہ دیکھ رہا ہے
پس وہ دن کے موجود ہونے کی واضح دلیل کو یعنے آفتاب جو صاف نظر آرہا ہے چھوڑ دے اور اِس خیالی ستارہ کو جسکا کہیں پتہ
بھی نہیں لے بیٹھے۔ ایسا آدمی غلطی کے اسباب میں سے کسی نہ کسی سبب سے ستارہ کے دیکھنے اور اُسکو موجود سمجھنے میں بسا اوقات
غلطی کر سکتا ہے ایسی حالت میں چاہیے یہ تھا کہ اگر ستارہ کے ہونے کا اُسکو یقین بھی ہوتا ہم اپنے دیکھنے کی کوئی تاویل ضرور
کرے اور اس آفتاب درخشاں کو جو دن کے وجود کی کھلی دلیل ہے مہمل نہ جانے دے اصل یہ ہے کہ خدا جسے چاہتا ہے
اُسی کو راہ راست دکھاتا ہے اور اُنھیں سے ایک فرقہ یہ کہنے لگا کہ اللہ تعالے نے گذشتہ زمانہ میں بھی رسولوں کو بھیجا تھا

اور اُنکی شریعت اُنکے زمانہ کے مناسب اور ہماری اصلاح کی پوری پوری ذمہ دار تھی وہ خود بھی کہتے تھے اور انکی باتوں سے
بھی کچھ ایسا ہی معلوم ہوتا تھا کہ خداوند تعالےٰ کچھ زمانہ کے بعد تمام لوگوں کی طرف ایک رسول بھیجیگا اُسکی شریعت بھی اُسکے
زمانہ کے مناسب اور مضامین اصلاح پر کافی طور سے حاوی ہوگی اور اُس رسول میں فلاں فلاں علامتیں موجود ہوں گی
جنمیں سے بہت سی علامتیں ابتک بھی اُن کتابوں میں پائی جاتی ہیں جو اُن رسولوں کی جانب منسوب ہیں پس آؤ ہم محمد صلے اللہ
علیہ وسلم کے حالات میں غور کریں اگر اُنکی شریعت اُن رسولوں کے کہنے کے موافق ہوگی اور اُنمیں اُنکی بتلائی ہوئی علامتیں بھی موجود
ہوں گی تو ہم یقیناً سمجھ لینگے کہ یہ اپنے دعوے میں سچے ہیں اور اگر یہ بات نہ نکلی تو اُنکے دعوے کو الگ کرینگے اور اُنکی بات بھی نہ
سنیں گے اسکے بعد جب اُن لوگوں نے آپ کے سارے احوال میں غور کیا تو انھیں معلوم ہوا کہ آپ کی شریعت جیسا کہ چاہیئے
اُسی طرح لوگوں کی اصلاح کی کفیل ہے جیسا کہ آپ کو اسکے بعد والے فرقہ کے بیان میں معلوم ہوگا اور اُن لوگوں نے ایسی
اُن رسولوں کی بتلائی ہوئی علامتیں بالکل صاف طور پر دیکھیں جنکے پائے جانے میں اُس شخص کو تو ذرا بھی شک نہیں رہ سکتا
جو اپنے تعصب کو چھوڑ دے اور واہی تباہی تاویلوں کے درپے نہو اور وہ چاہتا ہو کہ حق بات واضح ہوجائے اور انجام بد سے
اُسے نجات ملے اور اپنے نفس کے ساتھ خیر خواہی کرے اور اِس مقصد میں اپنی قوم کی ملامت اور لعن وطعن کی ذرا بھی پروا
نہ رکھتا ہو اور یہ علامتیں اُن کتابوں میں آجتک برابر ملتی چلی آئی ہیں اب لیجئے اُنکی تفصیل سُنیئے اوّل تو یہ کہ اشعیا علیہ السلام نے
محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے بارے میں جو کنایہ کیا تھا آپ پر منطبق ہوگیا اشعیا کا قول یہ ہے (۱) بیشک رب فاران کے پہاڑوں سے
ظاہر ہوا اور ہزاروں پاک لوگ اُسکے ہمراہ ہیں اور اُسکی آنکھ میں آتشی طرز ہے اور یہ کنایہ ایسا ہی ہے جس طرح اشعیا کے کلام میں
سینا طور سینین سے رب کی آمد موسےٰ علیہ السلام سے کنایہ ہے اور رب کا ساعیر میں روشن ہونا عیسےٰ علیہ السلام سے کنایہ ہے
اب آپ کے اوپر اشعیا کے قول کا انطباق دیکھئے کیسا صاف ہے کیونکہ فاران کے پہاڑ سے مراد مکہ ہے جیسا کہ سفر تکوین میں
حالات اسمٰعیل علیہ السلام میں منقول ہے کہ وہ فاران میں رہتے تھے (۲) اور اُنکا اشعیا کا یہ قول کہ ہزاروں پاک لوگ اُسکے
ساتھ ہیں" آپ کے ساتھ والوں سے کنایہ ہے جو تمام عیبوں سے پاک تھے جیسا کہ لوگوں نے اُنھیں مشاہدہ کیا ہے (۳) اور اُنکا
یہ قول کہ اُسکی آنکھ میں آتشی طرز ہے" آپ کی شریعت میں جہاد کے مشروع ہونے سے کنایہ ہے اور آپ پر جو کچھ تثنیہ میں ہے وہ بھی صادق
آتا ہے یعنے (۴) رب اُسکو اُنکے (یعنے بنی اسرائیل کے) بھائیوں میں سے نبی بنا کر اُٹھا کھڑا کریگا اور ظاہر ہے کہ بنی اسرائیل کے بھائی

عہ یہاں یہ شبہ نکرنا چاہیئے کہ بنی اسرائیل کے بھائی بنی اسمٰعیل کے مثل بنی عیص اور بنی ابنائے اعمام علیہم بھی ٹھیر سکتے ہیں پس اُس نبی کی تخصیص بنی اسمٰعیل ہی میں پیدا
ہونے کی کیا دلیل ہے کیونکہ تخصیص دوسری آیات سے ہوگئی ہے بنو عیص اس عموم سے بوجہ مبغوضیت اور منافی بعض وجہ کے خارج ہوئے اور سند مبغوضیت
کے پولس کا قول ہے رومیوں کا نواں خط درس ۱۳ جیسا لکھا ہے کہ میں نے یعقوب سے محبت رکھی اور عیص سے عداوت اور نیز اسوجہ سے کہ عیص نے اپنے حصۂ [illegible]
کو جو بوجہ بڑائی کے اُنکو حاصل تھا یعقوب کے ہاتھ بیچ ڈالا سند اسکی کتاب پیدایش باب ۲۵ درس ۳۱ تب یعقوب نے کہا آج ہی اپنے پہلوٹے ہونیکا حق میرے ہاتھ بیچ درس ۳۲
عیسو (عیص) نے کہا دیکھ میں تو مرنے جاتا ہوں پہلوٹا ہونا میرے کس کام آئیگا۔ درس ۳۳ تب یعقوب نے کہا آج ہی مجھ پاس قسم کھا اُسنے اُس پاس قسم کھائی اور اُسنے اپنے پہلوٹے
ہونیکا حق یعقوب کے ہاتھ بیچا اور نیز اسلئے کہ یعقوب علیہ السلام نے عیص علیہ السلام کا ما بقے حق بھی اسحٰق علیہ السلام سے لے لیا اور سند اسکی وہ قصہ ہے جو کتاب پیدایش باب ۲۷
میں پہلے درس سے لیکر ۴۰ درس تک مذکور ہے خلاصہ اُسکا یہ ہے کہ اسحاق علیہ السلام نے اپنے بڑے بیٹے عیص علیہ السلام کو کہا کہ تو میرے لئے شکار کر لا اور مجھے لذیذ کھانے کھلا تاکہ میں تجھے برکت بخشوں

اگرچہ انکو جنکی اولاد میں آپ ہیں بنی اسرائیل حقیر سمجھتے تھے اسلیئے کہ آپ ہاجرہ کی نسل سے ہیں اور انکی اولاد بنی اسمٰعیل کو بنی اسرائیل
حقارت کی نظر سے دیکھتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ یہ لوگ کنیزک زادے ہیں اور خدا نے انھیں میں سے آپ کو نبی بنا دیا اور
جو کچھ مشاہدات انجیل میں ہے وہ بھی آپ پر بخوبی صادق آتا ہے (۳۶) اور یہ کہ آپ کی حکومت بڑے بڑے فرقوں پر ہوگی اور
آپ لوہے کی چھڑی سے انکی نگہبانی کرینگے کیونکہ سب جانتے ہیں کہ آپ کی ایسی حکومت ہو چکی ہے جس سے بڑی متکبر قومیں آپ کے
سامنے گردن جھکاتی تھیں اور لوہے کی چھڑی یہی آپ کی تلوار ہے جس سے آپ کجکی کرنے والوں کو ڈانٹتے ڈپٹتے تھے (۳۷)
اور جب ہم آپ کے لائے ہوئے قرآن میں غور کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ بھلائی کی راہیں بتلاتا ہے اسلیئے اسکو وہی صبح کا ستارہ
سمجھنا چاہیئے جو آپ کو ملنے والا تھا (۳۸) اور مزامیر میں یہ جو ہے کہ حبشہ آپ کے سامنے گھٹنوں کے بل گر پڑے گا وہ بھی آپ پر
صادق ہے کیونکہ حبشہ کا بادشاہ نجاشی آپ پر ایمان لے آیا تھا (۳۹) اور سلاطین یمن قربانیاں لیکر آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے
(۴۰) اور تمام قومیں آپ کی اطاعت اختیار کرتی تھیں (۴۱) اور یہ کہ آپ مظلوم بیچاروں کو قوی لوگوں سے چھڑا دینے والے ہونگے
کیونکہ آپ کے نزدیک زبردستوں کا کمزوروں پر ظلم کرنا گناہ ہے اور آپ اس سے بہت سختی سے منع فرماتے تھے اور ظالم کو ظلم کرنے سے
ہر طرح سے باز رکھتے تھے (۴۲) اور یہ کہ آپ ایسے کمزوروں کو جن کا کوئی یار و یاور نہ ہو (ظلم وغیرہ سے) چھڑائینگے چنانچہ سب
جانتے ہیں کہ آپ ایسے ہی تھے (۴۳) اور یہ کہ آپ ضعیفوں اور مسکینوں کے ساتھ نہایت شفقت سے پیش آتے ہونگے جیسا
کہ آپ کے حالات سے ظاہر ہے اور آپ کو انسے نہایت محبت تھی یہانتک کہ اپنے آپ کو مسکینوں ہی میں شمار کرتے تھے اور اپنے
رب سے یہ دعا مانگا کرتے تھے یا اللہ مجھے زندگی میں بھی مسکین ہی بنائے رکھ اور مرتے دم بھی مجھے مسکین ہی رکھیو اور قیامت میں
بھی مجھے مسکینوں ہی کے زمرہ میں اٹھائیو (۴۴) اور یہ کہ آپ لوگوں سے سود لینا چھڑا دینگے چنانچہ آپ سود سے نہایت سختی کے
ساتھ ممانعت فرماتے تھے اور اسکا باعث حاجتمندوں کے حال پر شفقت فرمانا تھا جنکو قرض لینے کی ضرورت پڑتی ہے اور
دولتمندونکو اس بات پر برانگیختہ کرنا مقصود تھا کہ یہ اہل حاجت کو قرض دے دلا کر انکے ساتھ سلوک کیا کریں اور آپ نے اپنے بعض
خطبوں میں یہانتک فرمایا کہ تمام سود میرے قدموں کے تلے پامال ہیں (۴۵) اور یہ کہ آپ شہر سبا کا سونا جو یمن کے اطراف میں
کسی طرف واقع ہے لوگوں کو دینگے اور یہ اس طرح صادق ہوا کہ آپ کے پاس اسکا خراج آیا کرتا تھا (۴۶) اور یہ کہ آپ کے لیے
روز مرہ برکت کی دعا کیجائے گی جیسا کہ یہ آپ کے مطیعین کی عبادت میں داخل ہے چنانچہ وہ روزانہ اپنی نماز میں بیس مرتبہ سے
بھی کچھ زیادہ پڑھا کرتے ہیں السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ یعنے اے نبی آپ کو ہمارا سلام پہنچے اور آپ پر خدا کی نوازش
اور برکتیں نازل ہوں اور ہر روز دس بار سے بھی زیادہ خدا سے یہ دعا کرتے ہیں کہ بارک علے محمد وعلے آل محمد یعنے اے خدا محمد
صلے اللہ علیہ وسلم اور انکے کنبے والوں پر برکت نازل کر (۴۷) اور یہ بات ہم صاف طور پر مشاہدہ کر رہے ہیں کہ جس دن سے آپ نے
نبوت کا دعوےٰ کیا ہے اس دن سے لیکر آج تک برابر آپ کے متبعین سبزہ کی طرح روئے زمین پر بڑھتے چلے جاتے ہیں جو مضمون
اشعیا میں آپ کی نسبت واقع ہے وہ بھی بخوبی آپ پر صادق آتا ہے (۴۸) کہ آپ مؤید اور پسندیدہ ہونگے اور سکینہ اس طرح لگتا
ہے کہ روز بروز آپ کا عروج ہوتا چلا جاتا ہے (۴۹) اور یہ کہ جس دین کو آپ خدا کا دین کہیں گے اسکے اظہار میں نہ گھبرائینگے
نہ اکتائینگے اور اشعیا میں جو آپ کی نسبت جسمانی علامتیں مذکور تھیں وہ بھی آپ میں بخوبی ظاہر تھیں (۵۰) یعنے کبوتر کے بیضہ کے برابر

علامتیں آپ کے حالات پر منطبق پائیں اور علامتیں بھی ایک دو نہیں ستر سے بھی کچھ زیادہ اور پھر ستر کا عدد بھی کثرت کے اظہار میں
بہت کچھ بڑھا ہوا ہے یہاں تک کہ مبالغہ کے موقع میں زبان زد ہے تب تو اُن میں سے ایک دوسرے سے یوں کہنے لگا کہ جب سے
کہ یہ علامتیں کتب سابقہ میں بیان کی گئی ہیں اُس زمانہ سے آج تک کوئی ایسا رسول محمد صلے اللہ علیہ وسلم سے قبل نہیں گذرا
کہ جسمیں آپ کی طرح ساری علامتیں موجود ہوتیں اگرچہ بعض رسولوں میں کچھ کچھ علامتیں پائی بھی گئیں لیکن اُسکے ساتھ ہی یہ بھی
ہے کہ بعض علامتیں باقی بھی رہ گئی ہیں اور یہ نوبت نہیں آنے پائی کہ ساری علامتوں کے جامع ہونیکا اطلاق اُنپر ہو سکے
کیونکہ اُنکے حالات اور اُن علامات میں کچھ نہ کچھ مخالفت اور منافات ہمیشہ پائی گئی مثلاً یہ بات پائی گئی کہ نیکی کو پسند اور گناہ کو ناپسند
کرتے تھے لیکن سلاطین اُنکے مطیع نہیں ہوئے اور نہ اُنھوں نے لوہے کی چھڑی سے لوگوں کو راہ راست پر چلایا اور نہ وہ
دشمنوں سے بڑے لڑنیوالے نکلے اسی طرح اور علامتوں کا حال سمجھیے اور پھر اُن سب علامتوں کا باوجود اپنی کثرت اور
گوناگوں ہونے کے محمد صلے اللہ علیہ وسلم میں محض اتفاقی طور پر جمع ہو جانا کسی طرح عقل میں نہیں آتا اور کوئی منصف اِن سب کے
اتفاقی طور پر مجتمع ہونے کا ہرگز قائل نہیں ہو سکتا ہاں کوئی اپنی وقعت ثابت کرنے کے لیے یا عداوت کی راہ سے کہدے تو بات
ہی دوسری ہے۔ پھر بعد اسکے کہ اتنی زیادہ علامتیں محمد صلے اللہ علیہ وسلم میں مجتمع ہو جائیں اور اسبات کا کوئی عقلی یا عرفی
مانع بھی نہ پایا جاوے اور نہ عادت یا شرع کی مخالفت لازم آوے کہ جنکی نسبت یہ علامتیں بتلائی گئیں تھیں وہ آپ ہی ہیں
تو اب بھی اگر کوئی یہ کہے کہ شاید وہ کوئی دوسرے شخص ہوں گے جو ابھی آئے نہیں آیندہ آوینگے تو یہ بات ناعاقبت
اندیشی اور عداوت پر مبنی نہیں تو اور کیا ہے اور ایسا کہنا محض لغو اور سراسر بے سود ہے اور یہ کہکر ایسے شخص کی اطاعت
سے جسمیں کہ ساری علامتیں متحقق ہو چکیں روگردانی کرنا اور کسی دوسرے کا انتظار کرنا جسکی آمد مشکوک اور محض ایک گمان ہی
گمان ہو نہایت بے عقلی کی بات ہے بھلا غور تو کیجیے کہ اگر کوئی شخص اپنے نوکر کو ایک خط دیکر اُس سے یہ کہدے کہ اُس
شخص کو دیدینا جو تھوڑے عرصہ میں تیرے پاس آئیگا اور کہے گا کہ میں ہی وہی شخص ہوں جسکے تیرے مالک نے خط
دلوایا ہے اور اُسکو اُس شخص کی چند علامتیں بھی بتلادے جنکا دو آدمیوں میں بھی مجتمع ہو جانا عقل کے نزدیک مستبعد خیال
کیا جاتا ہو اور پھر وہ شخص نوکر کے پاس آکر اُسکے مالک کے بتلانے کے موافق وہ خط طلب کرے اور نوکر اُسمیں اپنے مالک کی
بتلائی ہوئی علامتیں دیکھنے پر بھی اُسے خط نہ دے اور اِس اندیشے کی وجہ یوں بیان کرے کہ شاید میرے مالک کا بتلایا ہوا
شخص تو نہیں ہے کوئی اور ہو گا اب بتلائیے کہ کونسا ایسا عاقل ہو گا جسے اسبات میں ذرا بھی شبہ ہو کہ اِس نوکر نے اپنے مالک کے
کہنے پر عمل نہیں کیا اور سزا کا مستحق ٹھیرا اور محقق بات کو چھوڑ کر ایک امر موہوم کا منتظر ہو بیٹھا جسکی وجہ سوائے اسکے وسوسہ یا ایسی ہی
کوئی دوسرے شے کے اور کیا ہو سکتی ہے پس جو لوگ بھی محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر ساری علامتیں منطبق ہونیکے بعد بھی اگر آپ کا اتباع
نہ کریں اور کسی دوسرے کا انتظار کرنے لگیں (خصوصاً ایسی حالت میں کہ جب سیکڑوں برس کا زمانہ گذر بھی گیا ہو اور کوئی دوسرا آ

ف۵ مترجم کہتا ہے کہ علاوہ علامات مذکورہ کے کتب سابقہ دیگر سے بعثت محمد مصطفے صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کا پتہ بھی لگتا ہے چنانچہ جناب مولوی
رحم الہی صاحب نے اپنی کتاب براہین جمیعہ کے باب اول فصل سوم میں صفحہ ۶۲ سے لیکر ۷۰ تک اس بحث کو نہایت تفصیل کے ساتھ لکھا ہے اور متعدد دلائل سے
زمانہ بعثت رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کو بخوبی ثابت کر دکھایا ہے بخوف طوالت میں اُسکو یہاں نقل نہیں کر سکتا شائقین اُسمیں دیکھ لیں ۱۲ مترجم

آیا ہو تو بیشک عقل سلیم ہمکو بھی اسی لوکر کی طرح راہ راست سے منحرف ہونیوالا ٹہیرانے میں تامل نہ کرے گی پس اگر بعد اسبات کے
بھی کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم صادق ٹہیر چکے اور اُن میں ساری علامتیں بھی ہم لوگوں نے دیکھ لیں ہم آپ کی تصدیق نہ کریں
اور کسی دوسرے کے انتظار میں رہیں تو بتلائیے کہ اپنے رب کو ہم کیا جواب دے سکتے ہیں. کیا اللہ سبحانہ کے سامنے جس سے ایک
ذرہ بھی مخفی نہیں یہ کہہ سکینگے کہ آپ کی بتلائی ہوئی علامتیں محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر منطبق نہیں ہوئیں اور اس طرح جھوٹ بول کر
نجات پا جائیں گے؟ یا ہم یہ کہہ سکیں گے؟ کہ ہمنے تو انکی تصدیق اسوجہ سے نہیں کی تہی کہ ہمیں انتظار تہا کہ انکے بعد کوئی دوسرا
شخص آئیگا اور پہر اگر خدا ہم سے پوچھنے لگے کہ ایسا تمنے کیوں کیا اور کس دلیل سے تم انکی تصدیق چھوڑ کر کسی دوسرے کے منتظر
بن بیٹھے تو بھلا سوائے اسکے ہم کیا جواب دے سکتے ہیں کہ صاحب اب تو ہمنے ایسا ہی کیا محقق امر کو چھوڑ دیا اور امر موہوم کا انتظار
کرنے لگے اور کیا ایسا جواب دینا ہمیں نجات دلانے کے لیے کافی ٹہیر سکتا ہے؟ ہر گز نہیں پس ہمارے حق میں ٹہیک بات
یہی ہے کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا اتباع اختیار کریں اور آپ کے دعوے کو سچ جانیں اور اگر اسطور پر جیسے کہ حق پر استدلال کرنیکے لیے
کبھی محال بھی فرض کر لیا جاتا ہے ہم یہ بھی فرض کر لیں کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم وہ شخص نہیں ہیں جنکی خدا اور اُسکے رسولوں نے علامتیں
بتلائی تہیں اور آپ میں علامتیں جمع ہونے پر ہم چوک بھی جائیں تو بیشک ہمکو عذر کرنے کا موقع مل سکتا ہے اور ہم اسوقت اپنے رب
سے یہ کہہ سکتے ہیں کہ اے ہمارے رب تجہے تو سب کچھ معلوم ہے تو سچے اور جھوٹے رسولوں سے بھی خوب واقف تھا اور
سارے آیندہ واقعات کی بھی تجہے پوری پوری خبر تہی پس جب تو یہ جانتا تہا کہ اس سچے رسول سے پہلے جنکی علامتوں سے
تو نے ہمیں اپنے رسولوں کے ذریعہ سے مطلع کیا تھا کوئی جھوٹا مدعی نبوت بھی ہوگا کہ جسمیں ساری بتلائی ہوئی علامتیں پائی جائینگی
تو کیا تیری حکمت کاملہ اور مہربانی اور رحمت کا یہ مقتضے نہ تہا کہ انہیں رسولوں کے ذریعہ سے اس جھوٹے شخص سے بھی آگاہ
کر دیتا اور زیادہ نہ سہی ایک ہی آدہ کوئی ایسی علامت بتلا دیتا جس سے ہم سمجھ لیتے کہ یہ شخص سچا رسول نہیں ہے اور ہمیں سچے اور جھوٹے
کا پتہ لگ جاتا اچہا اسے بھی جانے دیجیئے وہ رسول جہاں انھوں نے اور ساری علامتیں بتلائی تہیں اتنا اور کہہ دیتے کہ ایک
جھوٹا مدعی نبوت بھی ہوگا جسمیں یہ سب علامتیں موجود ہوں گی اس سے ذرا ہوشیار رہنا پس اے ہمارے رب جب ان باتوں
سے ہمکو کچھ بھی نہیں بتلایا گیا تو تیری حکمت کا تو صاف یہی مقتضے ہے کہ تو مواخذہ کرنے سے ہمکو معاف رکہیگا اور اپنے
مقصود کے خلاف اس دوسری رسول کی اطاعت کرنے سے ہمکو عذاب نہ دیگا کیونکہ ہمارا تو کہلا ہوا عذر ہے. لیکن یہ بات
تو ہو ہی نہیں سکتی خدا لوگوں کو دہوکے میں ڈالنے سے پاک اور مبرا ہے اسلیے کہ دہوکے میں ڈالنا اسکی حکمت کے نقصان کا
باعث ہے اور اسکی حکمت میں سارے نقصانات محال ہیں پس نتیجہ یہ نکلا کہ خدا کا بندوں کو دہوکے میں ڈالنا بھی محال ہے
اور کسی طرح نہیں ہو سکتا پس اگر ان علامات سے سوائے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے کسی اور کا بتلانا مقصود ہوتا تو ہم ایسی حالت
میں ضرور دہوکے میں پڑتے اور ابھی ثابت ہو چکا ہے کہ خدا کا بندوں کو دہوکے میں ڈالنا ممکن ہی نہیں پس یقینی طور پر معلوم
ہو گیا کہ سوائے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے کوئی اور مراد نہیں ہو سکتا آپ ہی مراد ہیں جسمیں ذرا بھی شک و شبہ نہیں پس ہمنے ان دلیلوں
پر نہایت اطمینان سے اعتماد کر کے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کر لی اور آپ کے مطیع بن گئے کیونکہ ان دلیلوں کو دیکھ کر ہماری
صریح عقلوں نے صاف یہی حکم دیا کہ آپ کسی طرح جھوٹے نہیں ہو سکتے۔

اور سخت لڑائی کے سامنے دشمن بھاگ کھڑے ہوں گے (۸۸) اور یہ کہ قیدار کی عظمت جو عرب کے مورث اعلےٰ ہیں نیست و نابود ہو جائے گی اور ان کمانوں کی تعداد گھٹ جائے گی اور یہ بات آپ کی امت کے غالب ہونے سے صادق ہوئی جن کی باہم اعانت کرنے کی بنا محض اتحاد دین ہے نہ علاقۂ قومیت اور آپ پر یہ بھی صادق ہے کہ (۸۹) آپ کی وجہ سے اندھی آنکھیں اور بہرے کان کھل جائیں گے اور اس سے آپ کی شریعت کی بدولت ان جاہل قوموں کا ہدایت پانا مراد ہے (۹۰) اور یہ کہ خشک صحراؤں میں چشمے پھوٹ نکلیں گے اور میدانوں میں نہریں جاری ہو جائینگی اور بجائے ریگستانوں کے باغ لہلہاتے ہوں گے اور جن میدانوں میں لوگ پیاسوں مرا کرتے تھے وہاں پانی کے چشمے بہیں گے اور یہ اسطرح صادق ہے کہ خلفائے نے راہ حجاز میں تالاب تعمیر کرائے اور نہریں جاری کیں (۹۱) اور یہ کہ وہاں ایک کوچہ یا راہ ہوگی جو مقدسہ کہلائے گی یہ اسطرح کہ اسکے مذہب کے موحد جو شرک سے مقدس اور پاک ہیں اسمیں گذرتے ہیں۔ (۹۲) اور یہ کہ اسمیں کوئی ناپاک نہ چلنے پائے گا چنانچہ مشرکین کو اسکی اجازت نہیں ہے (۹۳) اور اسمیں چلنے والا اسوجہ سے کبھی راستہ نہ بھولے گا کہ اسمیں بہت سے نشانات ہونگے اور حاجیوں کے آثار پائے جائیں گے جو ہزاروں کے ہزاروں ہی ہر سال بغرض حج اسمیں چلیں گے (۹۴) اور یہ کہ اسمیں اللہ کے مہمان چلیں گے اور یہ لوگ کعبہ کا حج کرنیوالے اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی قبر کی زیارت کرنیوالے ہیں جنکا ہر سال مجمع ہوتا ہے (۹۵) اور یہ کہ لوگ وہاں سے لوٹتے ہوئے صیہون کو آئیں گے اور وہ بلاد قدسیہ کے شہروں میں سے ایک شہر ہے جو داؤد علیہ السلام کی بادشاہت میں داخل تھا اور اس سے سرحد کے وہ حاجی مراد ہیں جو حجاز کے شہروں سے لوٹ کر اپنے شہروں میں آتے تھے اور انھیں میں سے صیہون بھی ہے اور اس طرح کی واپسی اسوقت نہایت ہی ظاہر ہو جاتی ہے جب ان حاجیوں کو لیا جائے جو بلاد قدسیہ کی جانب واپس ہوتے وقت مزریب سے ہو کر آتے تھے جیسا کہ تاریخ سے پتہ لگتا ہے اور اسکے آثار میں سے بڑی بڑی حوضیں جو قدس اور حبرون کے قریب دیکھنے میں آتی ہیں ہمیشہ پائی گئی ہیں۔

(۹۶) اور وہ لوگ گاتے ہوں گے" اور ان کا گانا بھی اپنے مولا کی احسانات پر یاد کرنا ہے کہ اسنے انکو حج کا فرض ادا کرنے اور اپنے نبی کی قبر کی زیارت کرنے کی توفیق دی ہے (۹۷) اور یہ کہ وہ لوگ ابدی خوشی میں ہوں گے اور اس بات سے ہر وہ شخص بخوبی واقف ہے جسے اسلامی فرقہ سے ملنے جلنے کا اتفاق ہوتا ہو کیونکہ وہ دیکھتا ہے کہ حاجیوں کو انتہا درجہ کی مسرت ہوتی ہے جسکا مقابلہ کوئی خوشی نہیں کر سکتی یہانتک کہ بہتیروں کے نزدیک تو اسکے مقابلہ میں شادی کی خوشی بھی کوئی حقیقت نہیں رکھتی اور لوٹتے وقت حاجیوں کے دل اور اسکے ساتھ ہی انکے عزیز واقارب اور دوست واحباب کے دل بھی سرور سے معمور نظر آتے ہیں وہ ہدیے تقسیم کرتے ہیں دعوتیں کھلاتے ہیں خلاصہ یہ کہ ہر شخص اپنی حسب حیثیت دل کھول کر خیرات اور صدقات کرتا ہے اور حاجیوں کے دل سے تو یہ خوشی مرتے دم تک نہیں جاتی اسی وجہ سے اسکا نام ابدی خوشی رکھا گیا اور جتنی مشقتیں سفر حج میں اٹھائی ہوتی ہیں اتنا ہی اس مبارک سفر کو یاد کر کے حاجی لذت حاصل کیا کرتے ہیں اور خدا سے دعا کرتے ہیں کہ دوبارہ بھی اس نعمت عظمےٰ سے بہرہ یاب ہوں اور اگر دوبارہ بھی وہ کامیاب ہو گئے تو تیسری بار بھی انہیں یہی تمنا ہوتی ہے بہرحال انکا کبھی جی نہیں بھرتا۔

اگر کوئی کسی حاجی سے جب وہ دوبارہ حج کرنے کا ارادہ کر رہا ہو یہ کہے کہ صاحب آپ تو ایک مرتبہ حج کر چکے بس کافی ہے آپ کا

فرض تو ادا ہوچکا تو وہ اس بات کو نہایت تعجب کی نظر سے دیکھے گا اور بے ساختہ کہہ اُٹھے گا کہ واہ جناب کیا یہ ایسی چیز ہے جس سے آدمی کا جی بھر جائے اور گویا ایسا چشمہ ہے جس سے تشنہ کو سیرابی حاصل ہو جائے اور پھر جی تقاضا نہ کرے۔

اب آپ نے سُن لیا کہ اپنے نبی کی قبر اور کعبہ کی زیارت کی خوشی میں اسلامی فرقہ کا تو یہ حال ہے کہ باوجود اسکے کہ انہیں گراں بار ہونا پڑتا ہے اور قرنطینہ کی مصیبتیں برداشت کرنا پڑتی ہیں اور اُنکے مصارف بڑھ جاتے ہیں۔ بکثرت آدمی تلف ہوجاتے ہیں یا ڈاکو کہائیوں سے نکلکر مار ڈالتے ہیں پھر بھی تمام اطرافِ عالم سے رجیسے کہ کاشغر۔ بخارا۔ خوارزم۔ افغانستان۔ بلچستان۔ ہند۔ جاوی داغستان۔ کرج۔ قوقاز۔ فارس۔ رومی۔ انضول۔ بلاد روس عراق۔ عرب۔ یمن۔ سوڈان اندر و نی افریقہ۔ مصر اور شام وغیرہ سے گروہ کے گروہ چلے آتے ہیں۔

دن کو گرمی کی شدت سہتے ہیں راتوں کو سونا حرام کرتے ہیں میدانوں میں جلنا گوارا کرتے ہیں بحری سفر کی تکلیفیں اُٹھاتے ہیں اپنے اہل وعیال سے جدائی اختیار کرتے ہیں خلاصہ یہ کہ حج کے پیچھے اپنے کو بڑے بڑے خطرات میں ڈالنا بھی اُن کو بہت ہی آسان معلوم ہوتا ہے اور بعض بعض پر یہاں تک نوبت گذر جاتی ہے کہ دو دو سال کے بعد اپنے گھر واپس ہونا نصیب ہوتا ہے اور اتنی مدت کے بعد دوستوں کی صورت نظر آتی ہے اور بہتیرے پیادہ پا بادیہ پیمائی اور دشت نوردی کرکرکے حج کو جاتے ہیں اور یہ ساری مصیبتیں محض خدا کی رضا اور مغفرت کی طلب میں جھیلنا گوارا کرتے ہیں اور اُنکو اسبات کا فخر حاصل ہے کہ وہ پکے دیندار ہیں (۹۸) اور انہیں صہیون کی جانب لوٹنے والوں کی نسبت اون کا یہ قول ہے کہ اُنکے سروں کے اوپر ابدی سرور پایا جائے گا جو حاجیوں کی اُس مسرت پر بخوبی صادق آتا ہے جو اُنکو اپنی نبی علیہ السلام کی قبر اور کعبہ مکرمہ کی زیارت سے حاصل ہوتی ہے کیونکہ وہ لوگ خدا کی اِس عطا سے نہایت ہی ہشاش بشاش نظر آتے ہیں اور اُنکا یہ قول بھی کہ (۹۹) اُن کا غم دور ہوجائے گا ظاہر ہے یعنے اِس مبارک زیارت کے حاصل ہونے سے پہلے جو اُن کے دل میں غم والم ہوگا دور ہو جائے گا چنانچہ ایسا ہی ہوتا ہے۔ اور اُن کا یہ قول بھی صادق آتا ہے (۱۰۰) کہ اُنکی بے سروسامانی جاتی رہے گی یعنے وہ بے سروسامانی جو ناداری یا دیگر موانع کی وجہ سے قبل حج اُنہیں لاحق ہو رہی تھی۔ پس یہ پوری سو علامتیں ہیں کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم اور اُنکی اُمت کے احوال پر منطبق ہوگئیں اور اہل نظر کے لیے اُنکا انطباق سپیدۂ صبح کی طرح ظاہر و باہر ہوگیا جسمیں تردد کی ذرا بھی گنجایش باقی نہیں رہی۔

میں کہتا ہوں کہ اگر یہ لوگ اس زمانہ تک بھی باقی رہتے تو اُنہیں محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے صدق پر انہیں کتب سابقہ سے نہایت ہی واضح طور پر استدلال کرنے کا موقع ملجاتا۔ بیان اسکا یہ ہے کہ اُنہیں کتابوں میں یہ مضمون بھی واقع ہوا ہے جیسا کہ زبور میں موجود ہے کہ منافقوں کی راہ باری جائے گی اور سارے جھوٹ بولنے والے ہلاک ہوجائیں گے اور رب کا اسی جانب رخ ہوگا کہ بُرے عمل کرنیوالوں کا ذکر زمین سے بالکل مٹا دیگا اور خطا کرنیوالوں کی کلائیاں ٹوٹ جائینگی وہ لوگ ہلاک ہو جائیں گے اور رب کے دشمن جب بڑھنے اور بزرگ ہونے لگیں گے۔ نابود ہو جائینگے اور دھوئیں کی طرح فنا ہوکر رہ جائیں گے" اب دیکھیے کہ اگر محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو باوجودیکہ تیرہ صدیاں گذر چکی ہیں لیکن کس دن آپ کا ذکر مٹ گیا آپ کی اُمت میں سے آپ کے نام لینے والے تو ہزاروں بلکہ لاکھوں ہی موجود ہیں جو اطراف عالم میں مشرق سے لیکر مغرب تک کیا خشکی اور کیا تری قریب قریب ہر قریہ اور ہر شہر میں نماز اور اسکے علاوہ بہتیری عبادتوں میں رات دن برابر آپکا ذکر کیا کرتے ہیں اور کوئی منبر یا اذان گاہ ایسی ملیگی جسپر آپکا نام پکارا جاتا ہو بلکہ ایسا اتفاق بہت ہی کم ہوتا ہے کہ خدا کے نام کے ساتھ آپکا نام لیا جاتا ہو

اور وہ بھی یونہیں نہیں اُنکے ساتھ ہی آپ کے اسم مبارک کی بڑی تعظیم وتکریم کیجاتی ہے۔ آپ کے لیے بھلائی کی دعا مانگی جاتی ہے
آپ کی تعریف زبان پر اور محبت دل میں جاگزین ہوتی ہے لوگ اپنی جانیں آپ کے اسم شریف پر فدا کرنا اپنا فخر سمجھتے ہیں بہرحال آپکے
منصب ومقام کی نگہداشت میں بڑی حفاظت اور رعایت سے کام لیا جاتا ہے اور بہرحال حضرت کی قبر شریف پر سلاطین
امراء ذوی عزت دولتمند اور فقراء خلاصہ یہ کہ ہر درجہ کے لوگ ہزاروں ہی حاضر ہوتے ہیں۔ آپ پر سلام بھیجتے ہیں آپ کی شفاعت
کے طالب ہوتے ہیں آستانۂ عالی کو بوسہ دینا اپنے لیے برکت کا باعث خیال کرتے ہیں اور وہاں کی خاک پاک کو اپنے درد کی
دوا سمجھتے ہیں شاعروں کے مدحیہ قصیدے اور فصحا کی تعریفیں آپ کے اوصاف حمیدہ اور حسن وخوبی کے ذکر سے مزین کی جاتی
ہیں اور آپ کے حضور میں اُنکی نذر گزرانی جاتی ہے۔ آپ کی شریعت کو دیکھئے کہ ہمیشہ ذی عزت اور بلند مرتبہ رہی ہے اُسکے مددگار ہوئے
بکثرت پائے گئے ہیں تمام فرقے اُسی کے خوشہ چین رہے ہیں اُسی کے چمکتے ہوئے آفتابوں کی روشنی کے طفیل عرب وعجم کو راستہ سوجھا
ہے۔ آپ کے متبعین کی طرف نظر اٹھائیے تو خدا کے فضل سے ساری زمین اُن سے معمور دکھلائی دیتی ہے جو کچھ آپ نے سنت وفرض کے
لیے مقرر کردیا ہے سب اُسکی پیروی میں لگے ہوئے ہیں اگرچہ کہیں کہیں باہم کسیقدر اختلاف کی جھلک بھی معلوم ہوتی ہے لیکن یہ بات
مقصود کی توضیح کرتے وقت اسطرح پیدا ہوگئی کہ آپ کی شریعت کے بعضے احکام کو لوگ مختلف طرح سے سمجھے ورنہ خدانخواستہ اصول
میں اون میں اختلاف نہیں سب متفق ہیں خدا کی توحید کے قائل ہیں قرآن کی تصدیق کرتے ہیں حشر ونشر کو مانتے ہیں جنت ودوزخ
کو تسلیم کرتے ہیں۔ باوجودیکہ اتنا زمانہ گذر گیا لیکن اُنکے دل آپ کی محبت اور تعظیم سے مملو پائے جاتے ہیں پس جب یہ حال ہے تو فرمائیے
کہ مسلمان کدھر سے ہلاک ہوئے کیونکر اُن کی کلائیاں ٹوٹیں اور وہ دھوئیں کی طرح کس طرح فنا ہوئے غایت سے غایت یہ ہوا کہ کبھی اُنکو
اس عالم میں کچھ آزمائش اور مصیبت سے سامنا کرنا پڑا جو خدا کی عادت کے اعتبار سے اس عالم کا خاصہ ہے اور خدا کی عادت تو
بدل ہی نہیں سکتی جو یہ اس سے مستثنے ہو جاتے۔

اب رہی یہ بات کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے صدق پر اس فرقہ کا کیونکر استدلال ہو سکتا ہے اُسکی تقریر یوں سمجھیے کہ اگر وہ لوگ
اس زمانہ تک رہتے تو اسطرح کہتے کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم اور ان کے متبعین اگر اُن خطاکار جھوٹوں اور رب کے دشمنوں کے مصداق
ہوتے جنکا کہ مزامیر کے کلام میں ذکر ہے تو ضرور یہ ساری مصیبتیں اُنکو پیش آتیں خدا اُنکے ذکر کو نیست ونابود اور اُنکو ہلاک کر دیتا وہ دھوئیں
کی طرح فنا ہو جاتی اور اُنکی کلائیاں ٹوٹ جاتیں ورنہ لازم آئیگا کہ داؤد علیہ السلام کی زبانی رب نے جو خبر دی تھی اُسکے خلاف واقع ہو
لیکن ظاہر ہے کہ خدا نے ان باتوں میں سے اُنکے ساتھ کچھ بھی نہیں کیا پس اب بیشک یہ بات معلوم ہوگئی کہ یہ لوگ (یعنے مسلمان) اُن
خطاکاروں وغیرہ کے ہرگز مصداق نہیں ہو سکتے اور جب یہ لوگ اُسکے مصداق نہ ہوئے تو ضرور مطیع سچے اور خدا کے دوست ہو گئے
اب اسوقت اگر ہم اُنکی تکذیب کرینگے اور جو کچھ محمد صلے اللہ علیہ وسلم لائے ہیں اُسکو توڑینگے تو بلاشک خدا سے لڑائی کرنیوالے ٹھہرینگے
جس طرح کہ یہود کے معلم عمالائیل نے حواریین کے حق میں کہا ہے جیسا کہ اعمال رسل میں مذکور ہے کہ اگر وہ (یعنے حواریین کی رائے اور انکا
عمل) خدا کی جانب سے ہوگا تو اُسکے توڑنے پر ہرگز قادر نہ ہوگے تاکہ تم خدا سے لڑائی کرنیوالے نہ ٹھیرو۔

اور جب اس فرقہ کا استدلال اس طرح مرتب ہوگیا تو تم اُنکو ضرور خیال کروگے کہ وہ بڑے کامل ایمان والے ہیں جنھوں نے اپنے دل کے
شبہے مٹا لیے اور یہ کہنے لگے کہ خدا تعالے شیطان اور خواہش نفسانی کا برا کرے ہم تعصب سے کیسے چھوٹ گئے ورنہ ہم اپنے

خیالات سابقہ کی پابندی کے پیچھے لکیر کے فقیر ہی بنے رہتے۔ بھلا حق ہی کوئی شرمانے کی چیز ہے عقل ایسی چیز کو کیونکر اختیار کر سکتی تھی جو شے اگرچہ سر دست ہی ملجائے لیکن بالکل بیقدر اور فانی ہو اور ایسی چیز کا ترک کر دینا کیسے مستحسن سمجھ سکتی ہے جو چاہے کچھ دنوں بعد ہی ملے لیکن نہایت ہی نفیس اور باقی رہنے والی شے ہو یہ کس طرح زیبا تھا کہ ہم انجام کو نہ دیکھتے اور ناحق طرفداری کے پیچھے غفلت میں پڑے رہنا گوارا کرتے؟ یہ بات ایسی ہے کہ جسے ذرا بھی عقل ہوگی اسے کبھی پسند نہ کریگا۔ اور ہمارا تو ملجا و ماویٰ خدا ہی کے پاس ہے پھر ہم کیونکر اسکی طرف متوجہ نہوتے اور یہ بھی ایک کہنے کی بات ہے ورنہ اصل تو یہی ہے کہ خدا ہی راہ راست دکھلاتا ہے کسی دوسرے کی کیا مجال ہے جو کچھ دعوے کر سکے۔

اور انھیں سے ایک گروہ کے لوگ اخلاق و آداب کے فلاسفر[عہ] تھے شرایع سابقہ سے بخوبی واقف تھے انکے اسرار و فوائد کی شناخت میں ان کی نظر نہایت ہی دقیق تھی بڑے باریک بین تھے انکو فطرت سلیمہ کا بھی بہت کچھ حصہ ملا تھا جسکی بدولت برے بھلے کاموں میں اچھی طرح تمیز کر سکتے تھے انتظام ملکی اور دیگر مختلف اوصاف و امور کے حسن و قبح کو خوب پہچانتے تھے وہ لوگ کہنے لگے کہ یہ تو ظاہر بات ہے کہ خدا کے ہر رسول کے صدق ثابت کرنے کے لیے دو قسم کی دلیلیں ہوتی ہیں ایک تو وہ دلائل جنکے سمجھنے میں بہت کچھ عقل درکار ہوتی ہے۔ اسی وجہ سے اگر انکو عقلی کہا جائے تو نہایت ہی سزاوار ہے کیونکہ انکو وہی لوگ سمجھ سکتے ہیں۔ جو نہایت دانشمند اور فہیم ہوتے ہیں اور یہ باتیں نہایت ہی پاکیزہ اصول پسندیدہ طریقے عمدہ حالات فتح پانے والے علوم اور مضبوط دلیلیں ہیں جو رسولوں کے لیے ثابت ہوا کرتی ہیں دوسری قسم معجزہ یا خارق عادت امور ہیں جنکا حواس سے ادراک ہوتا ہے اسکے طلب کرنیوالے دوسری قسم کے لوگ ہوا کرتے ہیں یا تو وہ جو پاکیزہ عقلی اصول وغیرہ کے سمجھنے کا سلیقہ نہیں رکھتے اور اس سے قاصر ہوتے ہیں اسوجہ سے ایسی چیز کے طالب ہوتے ہیں جسکو وہ اپنے حواس سے دریافت کریں یا وہ لوگ ہوتے ہیں جو باوجود اس نقص کے عناد پر بھی کمر باندھ لیتے ہیں اور انکا مقصود محض یہ ہوتا ہے کہ ناحق جھگڑا کریں پس وہ اس رسول سے لا یعنی باتوں کی فرمایش کیا کرتے ہیں کہتے ہیں کہ ہم آپ پر یوں تو ایمان نہیں لائینگے ہاں یا تو آپ زمین سے پانی کا چشمہ جاری کر دیجیے یا آپ ایسے باغ کے مالک بنجائیں جسمیں کھجوروں اور انگور کے درخت لگے ہوں جا بجا نہریں بہ رہی ہوں ورنہ آپ ہمارے اوپر آسمان ہی گرا دیجیے یا خدا اور فرشتوں کو بلا لائیے یا تو ہم دیکھیں کہ آپ کا مکان سونیکا بنجائے یا اور کچھ نہیں تو آسمان ہی پر چڑھ جائیے اور آپکے چڑھنے کو بھی ہم جب مانیں گے کہ آپ وہاں سے کوئی کتاب لیتے آئیے تاکہ ہم اسے پڑھ بھی لیں اور ان معاندوں کا جواب رسول کے پاس یہ ہوتا ہے کہ سبحان اللہ میں تو ایک آدمی ہوں خدا نے مجھے رسول بنا دیا ہے مجھسے یہ مہمل سوال کیسے؟ مطلب یہ ہے کہ آدمی ہونے کی حیثیت سے میں عاجز ہوں یہ سب باتیں خدا کے اختیار میں ہیں خدا ہی جب چاہتا ہے اس قبیل کی چیزوں کو ایجاد کر کے میری تائید کر دیتا ہے اور جب اسے منظور نہیں ہوتا تو کچھ بھی نہیں کرنا یہ ضرور ہے کہ اسنے مجھے منصب رسالت عطا کیا ہے میرا کام اتنا ہے کہ جو کچھ اسنے مجھے حکم دیا ہے تمہیں پہنچا دوں سو وہ میں کر چکا اب تمہیں اختیار ہے جو چاہو کرو۔

پھر وہ کہنے لگے کہ ہم لوگ تو خدا کے فضل و کرم سے رسولوں کی ان علامات کے سمجھنے سے کسی طرح قاصر نہیں ہیں جو عقلی دلائل کے قبیل سے شمار کیجاتی ہیں بلکہ ہم تو دانشمندوں اور سمجھ داروں کے زمرہ میں داخل ہیں کچھ تو عمدہ اوصاف جو ان رسولوں میں ہوا کرتی ہیں

عہ یہ فلاسفہ اخلاق کا مقصد ہے ۱۲

جنھیں خدا خلق کی ہدایت کے لیے بھیجتا ہے ہم محمد صلے اللہ علیہ وسلم میں دیکھ ہی چکے ہیں مثلاً آپ کا شریف النسب ہونا خوبصورت اور
خوش اخلاق ہونا نہایت تیز اور زود فہم ہونا۔ آپ کی دلیل کا قوی ہونا اور آپ کے طریق کا مستقیم ہونا اب ہمیں مناسب یہ ہے کہ
آپ کے دعوے کو سوچیں اور آپ کی شریعت میں غور کریں پس اگر آپ کی شریعت میں یہ سب باتیں
پائی جائیں گی کہ وہ ہمکو ایسے صحیح عقیدوں کے یقین کرنے کا حکم دیتی ہوگی جو صحیح دلیل عقلی کے موافق ہوں اور اُنسے
یقینی باتوں کے خلاف نہ ماننا پڑتا ہو اور اُسکی یہ تعلیم ہوگی کہ ہم اخلاق حسنہ اور آداب مرضیہ کے ساتھ اپنے کو مزین کریں عمدہ
صفات اپنے میں پیدا کریں۔ ایسے عمدہ عمل اور تدبیریں اختیار کریں جن سے ہمارے باہم معاشرت کرنے کے انتظام میں
خلل نہ آنے پائے اور ہماری عبادتیں ایسی ہوں جنسے خالق اکبر کی نعمتوں کا شکر نہایت خوبی سے ادا ہوتا ہو
(اور بات یہ ہے کہ ان سب باتوں کے واجب کرنے میں مختلف حکمتیں ملحوظ ہوتی ہیں جنکا نفع آخر کو ہمیں لوگوں کو ملتا ہے جیساکہ
رسولوں کی سکھلائی ہوئی عبادتوں میں اِس راز کی ضرور رعایت کیجاتی ہے کیونکہ خود خدا کو انکی کیا حاجت ہے وہ تو ان سب چیزوں
سے بالکل بے پرواہ ہے) اور آپ کی شریعت محض خرافات اور غلط عقیدوں سے روکتی بھی ہوگی جس سے آدمی کو خواہ مخواہ ایسی
باتیں ماننی پڑتی ہیں جو مشاہدہ اور یقینی دلائل کے بالکل خلاف ہیں۔ اور بُری عادتوں سے منع کرتی ہوگی اور ایسی باتوں کو جائز نہ کہتی
ہوگی کہ آدمی بجائے آداب کے ساتھ موصوف ہونے کی ایسی رذیل اوصاف میں آلودہ ہوجائے جو نہایت معیوب اور
مذموم خیال کیے جاتے ہیں اور ایسی بات اختیار کرے جس سے ہماری باہم معاشرت میں رخنہ پڑے اور انتظام درہم و برہم ہوجائے
اور ہمکو ایسی عبادتوں کی تکلیف نہ دیتی ہوگی جس سے ہم اپنے رب کی ناشکری کریں اور بے ادب ٹھیریں اگر یہ سب کچھ ہوگا تو بیشک
آپ یقینی اللہ کے بھیجے ہوئے ہیں کیونکہ رسولوں کی یہی شان ہوتی ہے اور انکی شریعتوں کا یہی حال ہوتا ہے خصوصاً اسصورت
میں جبکہ آپ کی شریعت میں کوئی ایسی بات بھی نہ ہو جس میں آپ کا کوئی ذاتی نفع ہو اور عام مصلحت کے خلاف ہو پس اسوقت ہم
آپ پر ایمان لے آئیں گے اور آپ کی تصدیق کرینگے اور اگر کہیں اسکے خلاف ثابت ہوا تو آپ کے دعوے کو الگ کرینگے اور پھر
نہایت سختی سے مقابلہ پر آمادہ ہوجائینگے یہ کہکر وہ آپ کی شریعت کی باتوں میں غور کرنے لگے اور انتہا درجہ کی تفتیش اور آزمائش کی
بعد انھوں نے دیکھا کہ آپ کی شریعت انہیں واقعی اعتقادات کو بتلاتی ہے جو خرافات اور بے اصل باتوں سے بالکل الگ ہیں
اور اُنکے ماننے سے کسی یقینی بات کی مخالفت بھی نہیں لازم آتی اور اُسکا یہ بھی حکم ہے کہ آدمی کو چاہیے کہ اپنے میں پسندیدہ اخلاق
پیدا کرے آداب اور صفات حسنہ کے ساتھ موصوف ہو۔ اعلےٰ درجہ کی تدبیروں کو اختیار کرے جس سے انتظام عالم میں خلل نہ پڑنے
پائے اور وہ رخنہ اندازی سے محفوظ رہے اہل عالم کو فائدہ پہنچے اور اُسکے نقصانات سے اُنکی حفاظت ہو جن عبادتوں کا اُنسے
حکم کیا ہے وہ بھی ایسی ہیں جنسے خدا کی نعمتوں کا نہایت خوبی سے شکر ادا ہوتا ہے۔ انہیں اور بھی بہت سی حکمتیں نظر آئیں جن سے
لوگوں کو قرار واقعی نفع حاصل ہوسکتا ہے۔ وہ بے اصل اور غلط عقیدوں سے جو یقینی امور کے خلاف ہیں منع کرتی ہے۔ آداب
سے بے بہرہ ہوکر بُری اوصاف اور معیوب خصلتوں کے اختیار کرنے کی اجازت نہیں دیتی۔ اور نہ ایسے بے تدبیری کے کاموں کو
جائز کہتی ہے جن سے عالم کا انتظام مختل ہو۔ اور ایسی باطل عبادتوں سے روکتی ہے جن سے خدا کے ساتھ بے ادبی لازم آئے
اور ناشکری اُن کا ثمرہ ٹھیرے اسکی تفصیل یہ ہے کہ شریعت محمدیہ کا یہ حکم ہے کہ خدا کو ذات و صفات اور افعال کے اعتبار سے منفرد

ہو گیا کہ کہیں یہ اعتدال سے بڑھکر بجائے نفع کے نقصان کا باعث نہو جائیں اور زیادہ ضرر رساں نہ ثابت ہوں پس
اب مصلحت اِسی کی مقتضی ہوئی کہ ان قوتوں کی جولانی کی ایک حد مقرر کر دیجائے اور اُنسے باقاعدہ کام لیا جائے تاکہ ضرر کا
اندیشہ جاتا رہے اور نفع حاصل کرنا آسان ہو جائے اِسی وجہ سے خدا نے رسولوں کو بھیجا تاکہ وہ اُنسے باقاعدہ کام لینا
اور اُن کے بیموقع جوش و جولانی کو روکنا سکھائیں یہانتک کہ وہ ایسی حد پر آ جائیں جسنے اُنکا ضرر رفع ہو جائے اور نفع ہی حاصل
ہوتا رہے اور اِسی طرح سے اخلاق سیئہ بھی اخلاق حسنہ بنجائیں اس کام کے لیے وہ رسول دو مؤثر ذریعوں سے کام لیتے
ہیں لوگوں کو رغبت دلانا اور اُنکو ڈرانا اور اُسکے ساتھ ہی وہ عمدہ چیزوں کی خوبی اور قبیح اشیا کی بُرائی ثابت کرنیکے لیے
دلائل بھی قایم کرتے ہیں جس سے اِن دونو طریقوں کی اور بھی تقویت ہو جاتی ہے اسکو ایک مثال میں آپ اسطرح سمجھیے
کہ لالچ ایک بڑا وصف ہے لیکن اگر یہ نہ ہوتا تو لوگ کسب معاش کرنے باغ لگانے اور مکانات بنانے وغیرہ کی تکلیف
ہرگز نہ اُٹھاتے اور اِسکے ساتھ ہی یہ بات بھی ہے کہ جب لالچ بے اعتدالی کے ساتھ ظاہر ہوتی ہے تو طرح طرح کے جھگڑے
اور بُرائیاں پیدا ہو جاتی ہیں پس رسول کی شریعت کا کام یہ ہے کہ اِس قوت سے باقاعدہ کام لینا لوگوں کو تعلیم کرے اور یہ
سکھائی کہ بجائے زیادہ مال جمع کرنے اور دوسرے کے نقصان پر اپنے نفع کو مقدم رکھنے کے اِس قوت کو زندگی کی ضروریات
کے حاصل کرنے اور مناسب امور کی کوشش میں استعمال کریں اسطرح سے اسکی ترقی کی رفتار میں فرق بھی نہ آنے پائیگا اور بلا کسی
ضرر کے دنیا کی آبادی کا باعث ہوگی چنانچہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے اِس قول سے کہ ''میں مکارم اخلاق کی تکمیل کے
لیے بھیجا گیا ہوں،، اِسی بات کی طرف اشارہ کیا ہے۔ پھر خدا نے رسولوں کی فطرت میں یہ بات رکھدی ہے کہ وہ نہایت
کامل صفات کے ساتھ موصوف ہوں۔ سچائی امانت داری اُنکا شعار ہو۔ ہر حال میں حق کے حامی لوگوں کے خیر خواہ اور اُنکے
ساتھ نیکی اور سلوک سے پیش آنیوالے ہوں اور جو امور منصب رسالت کے خلاف ہوں اُس سے مبرا اور پاک رہیں اسی بنا پر
دا ہی تباہی باتیں اُنمیں نہیں پائی جاتیں گناہ نہیں کرتے اور نہ اُن میں کوئی ایسا امر ہوتا ہے جس سے لوگوں کو اُن سے نفرت ہو
اور اُنکی طرف توجہ نہ کریں اور جہاں کہیں اُنسے کوئی بات معصیت کے مشابہ سرزد ہو گئی ہے اور خدا نے اُسپر معصیت کا اطلاق
کیا ہے وہ حقیقت میں معمولی امور ہیں جنسے نہ اُنکا مرتبہ ہی گھٹتا ہے اور نہ اُنکی شان میں کچھ کمی آتی ہے اور خدا کا ایسے امور پر
معصیت کا اطلاق کرنا اور اُسکے جانب سے اُنسے بازپرس ہونا محض اُنکے منصب عالی اور مقام رفیع کے لحاظ سے ہے۔ رہی
یہ بات کہ اُنسے ایسے امور صادر ہونے میں حکمت کیا ہے وہ یہ ہے تاکہ لوگ اِس بات سے متنبہ ہو جائیں کہ خدا ایک ہے
اور وہی اکیلا علی الاطلاق کمالات کے ساتھ موصوف ہو سکتا ہے کوئی مخلوق کیسی ہی اعلی کیوں نہ ہو لیکن خدا کے ہم پلہ
نہیں ہو سکتی خلاصہ یہ کہ وہ ساری معاصی سے مبرا ہیں کیونکہ گناہ سے تو ادنے ادنے متقی پرہیز کیا کرتے ہیں رسولوں کا تو
مرتبہ ہی بہت بڑا ہے وہ تمام لوگوں میں کامل اور برگزیدہ ہوا کرتے ہیں پھر کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ معاصی سے محفوظ نہ ہوں
پس بدکاری کرنا اپنے لوگوں کی آبروریزی کرنا بیجا عورتوں سے خلا ملا کرنا جھوٹ بولنا دغابازی کرنا کفر کرنا بت پرستی کرنا
یا اور ایسے ہی گناہ اِن سب سے رسول بالکل پاک وصاف ہیں۔ شریعت محمدیہ اِس بات کا حکم دیتی ہے کہ ہم تمام رسولوں

عـــہ الفاظ حدیث یہ ہیں بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَکَارِمَ الْاَخْلَاقِ ۱۲

اور بدون کسی ظالمانہ کارروائی کے مال حاصل کرے ۔ مال اچھے موقعوں پر خرچ کیا کرے ۔ غصہ کو ضبط کرے ۔ خدا کے ساتھ سچی اور
بندگی سے پیش آئے آزادی اختیار کرے اور وہ شہوتوں اور خواہشوں کی پابندیوں سے اپنے نفس کو آزاد رکھنے کا نام ہے
اپنے نفس کا حساب لیتا رہے ۔ اور اسکی جانچ کیا کرے اور نازیبا امور سے ملامت کرتا رہے خلاصہ یہ کہ جتنے خصائل حمیدہ ہیں
شریعت نے سبھی کا حکم دیا ہے پس آدمی کو چاہیے کہ ان عمدہ خصائل کو اختیار کرکے اپنے نفس کا ہمیشہ علاج کرتا رہے
اور یہاں تک کوشش کرے کہ کمال کی حد تک پہنچ جائے اسی طرح یہ شریعت برائیوں سے بھی روکتی ہے چنانچہ وہ کفر کی اجازت
نہیں دیتی ۔ عبادت میں کسی کو خدا کا شریک ٹھیرانا ناجائز قرار دیتی ہے بدکاری سے منع کرتی ہے اسکا حکم ہے کہ خدا کے اوامر و
نواہی کی مخالفت نہ کی جائے ۔ خواہش نفسانی کی پیروی سے آدمی باز رہے ۔ ریا کو چھوڑ دے یعنے لوگوں کے دکھلانے کی
غرض سے عمل نہ کرے بلکہ محض خدا کے لیئے اپنے کو بُرا نہ سمجھے کینہ نہ رکھے ۔ خود بینی سے کنارہ کش رہے اور خود بینی یہ ہے
کہ آدمی عمل کرکے اپنے کو کچھ سمجھنے لگے حالانکہ چاہیے تو یہ کہ اسکی نظر خدا کے فضل پر ہو جسنے اُسے عمل کرنیکی توفیق عنایت
کی حسد نہ کرے اور وہ دوسرے سے نعمت زائل ہو جانے کی آرزو کا نام ہے لوگوں کی مصیبتوں پر خوش نہ ہوا کرے کسیکی
عداوت پر اقدام نہ کرے ہاں جو محض خدا کے لیے ہو اُسکا مضایقہ نہیں تہور سے باز رہے اور وہ ایسی شے پر جراُت کے
قابو کی نہ ہو بیجا دلیری کر بیٹھنے کا نام ہے خدا کے ساتھ بدگمانی نہ کرے ۔ بدشگونی اور بدفالی جسکی شریعت میں کوئی سند نہیں
نہ کیا کرے بخل کو چھوڑ دے نہ لالچ کے مارے خرچ میں انتہا درجہ کی تنگی کرے اور نہ فضول خرچی اور روپیہ اُڑانے پر آمادہ
ہو جائے ۔ نازیبا امور کے لیے مال سے محبت نہ کرے ۔ کاہلی اور بیکار پڑے رہنے سے احتراز کرے جلد بازی سے بچے
سنگدلی اور درشتی اختیار نہ کرے بے شرمی اور بیحیائی کے پاس نہ پھٹکے بے استقلالی نہ کرے کسی کی نعمتوں کے ساتھہ
انکار اور ناشکری سے پیش نہ آئے غضب وغصہ کی عادت نہ ڈالے علماء سے عداوت نہ رکھے خدا کے مقابلہ میں دلیری نہ کرے
اُسکے غصہ اور عذاب سے بیخوف نہ ہو ۔ امور دنیا میں سے اگر کوئی چیز فوت ہو جائے تو بہت افسوس نہ کرے دین کے معاملہ
میں ڈھیلا نہ ہو سبکی اور اوچھے پن سے اپنے آپ کو بچاتا رہے ناحق کسی کی الزام دہی کے درپے نہ ہو ۔ حق بات
جان بوجھ کر انکار نہ کرے اور نہ اپنی بڑائی کے زعم میں اُسکے مقابلہ پر آمادہ ہو ۔ سرکشی اور انکار کرنے سے باز رہے لالچ اور
حرص نہ کرے پژمردہ دلی سے علحدہ رہے گناہوں پر اصرار نہ کرے بیموقع غصہ نہ کرے خدا کے دین کی حمایت کے سوا جوش
میں نہ آجائے ۔ خدا کی رحمت سے نا اُمید نہ ہو ظالموں اور مجرموں سے محبت نہ رکھے نیکوں سے عداوت نہ کرے ۔ ایسا دل
سخت نہ کرلے کہ کسی مضطر کی مدد نہ کرسکے ۔ زبان کی بہتیری آفتیں ہیں جنسے آدمی کو چاہیے کہ ہمیشہ بچتا رہے مثلاً چغلخوری نہ
کرے یعنے کسی کی ایسی بات ظاہر نہ کردے جسکا ظاہر ہونا اُسے ناگوار ہو کسی کا راز فاش نہ کرے مسخرہ پن اور دل لگی بازی
نہ کرے لوگوں کی سبکی اور تذلیل کے درپے نہ ہو لعن طعن اور گالی گلوج کرنے سے اپنے کو محفوظ رکھے بیہودہ چیزوں کو کھلے
کھلے الفاظ میں نہ کہہ بیٹھا کرے ۔ لوگوں کے حسب و نسب میں عیب نہ نکالا کرے ۔ ناحق نہ جھگڑے یعنے دوسرے کی بات
میں بلا اس قصد کے کہ حق ظاہر ہو جائے خواہ مخواہ اعتراض نہ کرے محض دوسرے کے تنگ کرنے کے لیے گفتگو نہ
کرے ۔ بیجا باتوں میں دخل نہ دیا کرے ۔ منہ دیدہ پن نہ کرے ہاں جو بھوکوں مرنے لگے وہ معذور ہے ۔ منہ دیکھی باتیں نہ کرے

لوگوں سے دو فصلی باتیں نہ کہے۔ بے موقع سفارش نہ کرے۔ نیکی سے منع اور برائی کا حکم نہ کرے۔ سخت کلامی اور درشتی سے باز
رہے۔ مانگنے سے بچے۔ لوگوں کے عیبوں کی تفتیش نہ کرے۔ ظالم کی زندگی کی دعا نہ مانگے۔ مسجدوں میں دنیاوی باتیں نہ کرے
لوگوں کے نام بگاڑ بگاڑ کے نہ لیا کرے۔ خدا کی سوائے کسی کی قسم نہ کہائے زیادہ قسم کہانے سے اگرچہ سچی بات پر کیوں نہ ہو خدا کے
نام کی عظمت قائم رکھنے کے لیے احتراز کرے۔ اپنے بھائی کی معذرت قبول کرے رد نہ کرے۔ قرآن شریف کی من گھڑت
تفسیر نہ کرے۔ بغیر کسی مصلحت شرعی کے دوسرے کی بات نہ کاٹے ہر شخص جسکے ماتحت ہو اُسکے کلام کے قبول کرنے سے
جب تک کہ شرع کے خلاف نہ ہو انکار نہ کرے اور اُسکی مخالفت سے بچے کسی تیسرے کے سامنے دو شخص سرگوشی نہ کریں جس
سے اُسے رنج ہو۔ پرائی جوان عورت سے باتیں نہ کرے جو گناہ کرنیکا ارادہ کرتا ہو اُسکو گناہ کا راستہ نہ بتائے ایسی خوش طبعی
نہ کرے جسکی شرع نے اجازت نہ دی ہو یا جس سے شر اٹھ کھڑا ہو۔ لا یعنی باتوں کے تکلم سے علیحدہ رہے۔ غلام کو اُسکے مالک سے
اور عورت کو اُسکے شوہر سے بہکا کر برگشتہ خاطر نہ کرے۔ جھوٹی شہادت نہ دے۔ سچی گواہی دینے سے جان نہ چرائے بھولی
پارسا عورتوں کو تہمت نہ لگائے۔ مردوں کو گالیاں نہ دے۔ بادشاہوں کو دشنام سے یاد نہ کرے اُنکی صلاحیت کی دعا سے باز
نہ رہے۔ علم نہ چھپائے۔ جان بوجھکر خدا اور رسول پر جھوٹ نہ باندھے۔ مفسدہ پردازی کی باتوں سے اجتناب کرے تاکہ لوگ ضرر
سے محفوظ رہیں۔ بیحیائی کی باتوں میں بہت نہ رہا کرے جس سے کہ لوگ اندیشناک ہو جائیں۔ مانگنے میں ایسا ہی الحاح نہ کرے جس سے
دینے والے کو ایذا پہنچے۔ خیرات کرکے احسان نہ جتائے۔ مخلوق کے احسان کی ناشکری نہ کرے جس سے کہ خدا کی نعمتوں کا
ناشکر ٹھیرے۔ مریض پر جو کچھ قرض ہو اُسے نہ چھپائے بلکہ صاف اقرار کر دے۔ کسی کے نسب کا نہ جھوٹا اقرار ہی کرے اور نہ
اُس سے انکار کرے۔ لوگوں کی آبرو ریزی میں زباں درازی نہ کرے۔ اپنا باپ چھوڑ کر دوسرے کو باپ نہ بنائے۔ امر بالمعروف
ونہی عن المنکر ترک نہ کرے۔ غیبت سے بچے اور وہ کسی کی نسبت اُسکی غیبوبت میں ایسی بات کہنا ہے جو اُسے بُری معلوم ہو
اور یہ زبان کی ایسی آفت ہے کہ لوگ اسمیں اکثر مبتلا ہو جاتے ہیں اور اس سے ضرر بھی نہایت ہی عظیم ہوتا ہے اِسکے علاوہ
اور بہتیرے قبیح اعمال وافعال سے بھی شریعت منع کرتی ہے۔ مثلاً وہ عہد کو توڑنے اور وعدہ خلافی کرنے سے ممانعت کرتی ہے
دغابازی اور مکاری اور دھوکے بازی کی اجازت نہیں دیتی فتنہ پردازی کی سخت مخالف ہے اور وہ لوگوں میں گڑبڑ مچا دینے
کا نام ہے خلل اندازی اور بغیر کسی دینی مصلحت کے اختلاف کرنے کو جائز نہیں رکہتی خونریزی خودکشی حرام کاری اور لواطت
کو اگرچہ اپنی ہی عورت کے ساتہ کیوں نہ ہو ناجائز بتلاتی ہے کیونکہ ان امور میں خداوندی حکمت کی مخالفت لازم آتی ہے اور
انسانی نسل گھٹتی ہے خصوصاً زنا سے تو لوگوں کے نسب محفوظ نہیں رہتے جسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ باہم ہمدردی نہیں رہتی نسب کے
بارے میں لوگ دہوکا کہاتے ہیں مال ومتاع کے ایسے لوگ مالک بنائے جاتے ہیں جنکا ذرا بھی استحقاق نہیں بچہ اس وجہ سے کہ اُسکا
پورے طور سے کوئی پرورش کرنیوالا نہیں ہوتا جلد ضایع ہوتا ہے خلاصہ یہ کہ اسمیں طرح طرح کی قباحتیں پائی جاتی ہیں کہانتک
کوئی بیان کرے شریعت میں اسکی اجازت نہیں ہے کہ پرائی عورت کو کوئی چھوئے یا تنہائی میں اُسکے پاس ٹھیرے کیونکہ اس سے
ناجائز تعلق کا اندیشہ ہے علیٰ ہذا القیاس بے ریش لڑکے کے بارہ میں بھی یہی کہا جاسکتا ہے اسی طرح اُسکا حکم یہ بھی ہے
کہ عورتوں کے معمولی ایام میں اُنسے مقاربت نہ کیجائے اسلیے کہ اسمیں سراسر گندگی ہے۔ اور نہ کسی عورت کو ایسی جگہ سفر کرنیکی

اجازت ہے جہاں اُسے اپنی آبرو کے جانے کا اندیشہ ہو۔ مردوں کو عورتوں کی اور عورتوں کو مردوں کی وضع اختیار کرکے
روکتی ہے اور اسبات کا امر کرتی ہے کہ صحبت کے وقت ذرا بھی بے پردگی نہ ہونے پائے اور اُسکے حکم کے موافق جو نکاح
پر قدرت رکھتا ہو اور اُسکو کوئی وجہ عذر کی نہ ہو تو وہ بے نکاح نہیں رہ سکتا کیونکہ اسمیں نسل کی افزایش کے اعتبار سے خدا کی
حکمت کی مخالفت لازم آتی ہے اگر کسی کے اختیار میں کوئی عورت ہو یعنے وہ اُسکا ولی ہو تو نکاح کرنیسے اُسے ہرگز نہ روکے
مرد اپنی عورت کا اور عورت اپنے مرد کا راز فاش نہ کرے بن سنور کر کوئی عورت نہ نکلے کوئی مرد اپنی عورت کے معاملہ میں بیغیرتی
نہ اختیار کرے۔ اسی طرح کوئی پرائی مرد اور عورتوں میں متوسط نہ بنے کوئی نشہ نہ پئے کیونکہ اسمیں عقل ایسی افضل نعمت جو خدا نے
انسان کو عنایت کی ہے جاتی رہتی ہے اور نشہ باز جو کچھ نہ کر گذرے تھوڑا ہے کسی گناہ یا فعل شنیع سے بند نہیں۔ پھر اُسکے
نقصانات کے مقابل میں جو کچھ اُس سے نفع خیال کیا گیا ہے کیا حقیقت رکھتا ہے۔ کوئی قمار بازی نہ کرے کیونکہ اس سے
مال ناحق خطرہ میں پڑ جاتا ہے اپنے اسباب کی نکاسی کے لیے کوئی جھوٹی قسمیں نہ کھایا کرے۔ ناپ تول میں کمی نہ کرے صاحب
وسعت باوجود مطالبہ کے کسی کا حق نہ ٹالا کرے بیجا موقعو نپر مال نہ اُڑائے اپنے پڑوسی کو اگرچہ غیر مذہب والا کیوں نہ ہو کسی قسم
کی تکلیف نہ دے۔ چوری ڈاکہ زنی نہ کرے سود نہ لے کیونکہ سود لینے سے دائن جو قرض دیکر لوگوں کے ساتھ احسان کرتا تھا
اور حاجتمند کا اس طرح پر آسانی سے کام نکل جاتا تھا اُسکا دروازہ بالکل بند ہو جاتا ہے۔ تجارتی مال لانیوالوں سے بالا بالا
ملکر دام نہ توڑ لیا کرے۔ اگر کوئی کچھ سودا چکار رہا ہو تو اُسپر بہاؤ نہ کرنے لگ جایا کرے۔ آپس میں شرکا ایک دوسرے سے خیانت
نہ کریں مالک کی بلا اجازت عاریت میں کوئی بیجا تصرف نہ کرے۔ مزدور سے کام کرا کر اُسکی مزدوری نہ مارے بلکہ اُسکے
ادا کرنے میں دیر بھی نہ لگائے جن چیزوں کی عام طور پر یا کسی خصوصیت کے ساتھ اجازت ہو اُس سے لوگوں کو نہ روکے
کسی خاص راستہ میں مالک کی بلا اجازت کوئی تصرف نہ کرے۔ اسیطرح عام رستوں میں کوئی ایسا امر نہ کرے جس سے لوگونکو
تکلیف پہنچے۔ امانت میں خیانت نہ کرے جانداروں کی نہ تصویر کھینچے اور نہ اُنکی تصویروں کو اپنے مکان میں رکھے تاکہ حیوانات
اور اُنکی تصویر کی پرستش کرنیوالوں کی مشابہت سے بچا رہے کھانا اتنا زیادہ بھی نہ کھائے کہ جس سے صحت میں فرق
آجائے اور ضرر پہنچے ظلم اور تعدی کی راہ سے اپنی کئی عورتوں میں سے بعض کو بعض پر ترجیح نہ دے ناراض ہو کر کسی مسلمان
سے تین دن سے زیادہ بول چال نہ چھوڑے۔ آپس میں بگاڑ کرنے اور عداوت کرنے سے باز رہے۔ اپنے بال بچوں کو
ضایع نہ ہونے دے بلا اجازت شرعی نہ کسی کو مارے اور نہ کسی کو ہتھیار سے دھمکائے۔ جادو کے سیکھنے سکھانے اور اُسکے
عمل پر کچھ لینے سے باز رہے۔ فال گوئی اور نجوم سے پرہیز کرے اور اسکے جاننے والوں کی طرف رجوع نہ ہو۔ اپنے حاکم سے
بغاوت نہ کرے اور نہ کسی دنیاوی غرض کے فوت ہونے کی وجہ سے اُس سے عہد شکنی کرے۔ ایسی حالت میں ہرگز حکومت
نہ قبول کرے جب یہ جانتا ہو کہ مجھسے ضرور خیانت ہوگی۔ اسیطرح کوئی انتظام کسی ظالم یا فاسق کے ہرگز سپرد نہ کرے کسی لایق شخص
کو معزول کرکے اُس سے کم درجہ والے کو مقرر نہ کرے۔ ذی اختیار لوگ ظلم نہ کریں کوئی حاکم ایسے موقع پر اجلاس نہ کرے
جہاں مستغیثوں کو رسائی مشکل ہو نہ اپنے مذہب والے پر اور نہ کسی غیر مذہب والے پر ظلم کریں مثلاً ضرب و شتم سے نہ پیش آئیں
کوئی حاکم ہونے پر کسی ایسے کا نذرانہ قبول نہ کرے جس سے اِس قسم کے پہلے سے مراسم نہ ہوں۔ اسیطرح اُس عورت میں شریک

نہ ہو جس میں اسکی خصوصیت مدنظر رکھی گئی ہو کسی سے خواہ وہ حق پر ہو یا باطل پر رشوت نہ لے ایسے ہی وہ شخص جو دغابازی کے درپے
ہو رشوت نہ دے ہاں جو شخص حق پر ہو اور وہ اپنی پریشانی دفع کرنے کے لیے مجبوراً کچھ دے دلا کر کام نکال لے تو کچھ گناہ نہیں رشوت
کی لینے دینے میں دلالی نہ کرے ۔ اگر مظلوم کی مدد کرنے کی قوت ہو تو اس سے علیحدگی نہ اختیار کرے ۔ فضیحت کرنیکے لیے کسی کی
عیوب کی جستجو اور پردہ دری کے درپے نہ ہو ۔ بغیر اذن کے کسی کے گھر کی دیکھ بھال نہ کرے ۔ یہانتک کہ دراز سے بھی جہانکے
ایسے لوگوں کی باتیں نہ سنے جو اسکو سنانا پسند نہیں کرتے جب دشمن اگر سر ہی پر آ پڑے تو اسوقت کم ہمتی نہ کرے امر بالمعروف
اور نہی عن المنکر کو نہ چھوڑے ۔ جو لوگ عہد و پیمان کر کے مسلمانوں کی امان میں آ گئے ہوں عہد شکنی کر کے نہ انہیں قتل کرے اور نہ کسی
قسم کا امر ظلم روا رکھے ۔ فنون حرب سیکھ کر نہ بھلا دے ۔ ایسے شخص کو اختیارات نہ سپرد کرے جسے جانتا ہو کہ اپنی جہالت یا
ظلم کی وجہ سے کار منصبی کے ادا کرنے میں قاصر رہیگا ناحق نہ جھگڑے اپنے مقابل پر قابو حاصل کرنے یا ستانے کے لیے جھوٹ
نہ بولے براہ عناد اپنے مقابل کو ہرا دینے کی غرض سے جھگڑا نہ کرے بانٹنے میں تقسیم کرنیوالا بے انصافی نہ کرے ۔ اسیطرح
اشیاء مشترکہ کی قسمت لگانے میں بے انصافی سے بچے ۔ بدوضع اور آوارہ لوگوں کے پاس نہ بیٹھے کسی بار دار درخت کے نیچے
یا دریا یا نہر کے کنارہ قضائے حاجت نہ کرے گناہوں سے توبہ کرتا رہے توبہ سے باز نہ رہے خلاصہ یہ کہ جتنی چیزیں نظام عالم
جان و مال عقل یا آبرو کو ضرر پہنچانیوالی ہیں سب کی سب ممنوع ہیں کہانتک کوئی بیان کرے کیونکہ اگر ان سب کو مع ان
دلائل کے جو قرآن و حدیث سے معلوم ہوسے ہیں بیان کیا جائے تو کتنی ہی ضخیم جلدیں بھر جائیں اور پھر بھی ختم نہ ہوں ۔

ف – شریعت محمدیہ کی عبادتوں کی جو شان ہے اور جو انکی حکمتیں ہیں ان پر ظاہر ہوئیں انکا اجمالی بیان

اسکے بعد ان لوگوں نے ان عبادتوں میں غور کرنا شروع کیا جو محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے مطیعین پر واجب کی ہیں پس انہوں
نے دیکھا کہ اسمیں ایسے اعمال پائے جاتے ہیں جن سے خالق کی سراسر عظمت ظاہر ہوتی ہے اسکی بیشمار نعمتوں کا تھوڑا بہت شکر
ادا ہوتا ہے علاوہ بریں انمیں اسرار حکمتیں اور طرح طرح کے فائدے بھی موجود ہیں جنکی بدولت عبادت کرنیوالے کو کامیابی اور سعادت
کے بڑے سے بڑے مرتبے تک رسائی نصیب ہوتی ہے اسکی صورت یہ ہے کہ وہ اپنے نفس کو مہذب بناتا ہے اخلاق ذمیمہ
ترک کر کے عمدہ خصلتیں اختیار کرتا ہے جو اسکی زینت کا باعث ہوتی ہیں ۔ اپنے خالق کی یاد میں لگا رہتا ہے تاکہ شواغل دنیوی
جو اسکے دلکو گھیرے رہتے ہیں کہیں اسکو غضب میں نہ ڈال دیں جسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ گناہ سے بچتا ہے اور شیطانی امیدوں
کو الگ کرتا ہے وہ اسبات کا دھیان کیا کرتا ہے کہ اسکا کوئی نہایت ہی شفیق نگہبان ہے جو گویا ہر وقت اسکے قریب ہی رہتا
ہے ۔ ان عبادتوں میں یہ فائدہ بھی مدنظر رکھا گیا ہے کہ اوقات عبادات میں تمام لوگ یکجا جمع ہو جایا کریں جس سے آپسمیں محبت
بڑھے ایسے لوگوں کے حالات معلوم ہوں جنکو مدد کی ضرورت ہے حاجتمندوں کی مدد کرنے میں سہولت ہو انکے دردناک
حالات معلوم ہو سکیں تاکہ از راہ شفقت و احسان انکے کام نکال دیے جایا کریں رسل سابقہ اور انکے کنبہ والوں کے حالات
یاد آیا کریں جنھوں نے کہ اپنے رب کی عبادت کی ہے اسکے حکموں کو مانا ہے اسکے منہیات سے احتراز کیا ہے تاکہ اسی طرح سے
لوگوں کو انکی اقتدار کرنے کی رغبت پیدا ہو اور یہ بھی انہیں کی سی روش اختیار کریں ۔ پھر انکی اور انکے مطیعین کی تعریف کرتے
رہیں مسلمانوں کی جماعت بڑھانے میں کوشش کر سکیں مخالفین کو راہ راست دکھائیں ۔ خداوندی دین کی اشاعت کریں ۔
اسیطرح ہر ان عبادات میں جا بجا طرح طرح کے اثرات مفیدہ اور تدابیر نافعہ موجود ہیں جنہیں ہر شخص نہیں سمجھ سکتا انکا سمجھنا کچھ اہل علم

ہی کا منشا ہے جو شخص ان عبادتوں پر ظاہری نظر ڈالے اور انکے حکم۔ اسرار اور فوائد سے غافل رہے تو اُسکی ایسی ہی مثال ہے
جس طرح کہ کوئی نفیس موتیوں سے بھری ہوئی سیپ کو ٹھیکر کا ٹکڑا خیال کرکے بے توجہی سے پھینک دے اور اُسکی کچھ قدر نہ کرے یا انکی
نظروں کو اُسکے ساتھ کچھ بھی دلچسپی نہو۔ اسمیں کچھ شک نہیں کہ ایسا نادان بڑی قیمتی شے کو جسکے حاصل کرنے میں سیکڑوں روپے
صرف ہوتے ہیں بے وقعتی کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور اپنے ہاتھ سے ضایع کرتا ہے بہتیرے نادان ایسے ہی ہیں گے
جنہیں تمیز تو خاک نہیں لیکن ان عبادتوں میں نقص نکالنے کے لیے آمادہ ہیں انہیں خوبیاں بھی عیب نظر آتی ہیں ایسے لوگوں کی
ٹھیک مثال اُس مریض کی سی ہے جسکو پانی بھی بدمزہ معلوم ہوتا ہو اور شیرینی کو تلخ بتلاتا ہو کاش یہ لوگ بھی جب انہیں عبادتوں
کی خوبیاں نظر نہ آئیں تو اسی مریض کی طرح کریں جو کڑوی دوا کو سفید سمجھکر زبردستی گلے سے اُتار ہی جاتا ہے اگرچہ
اس میں کچھ کلفت ہی کیوں نہ اُٹھانا پڑے خدا اس جہالت کا بُرا کرے سارے گل اسی کے کھلائے ہوے
ہیں ان لوگوں کو تو اُس نے اپنا کھلونا بنا رکھا ہے اسی کی وجہ سے انکو طرح طرح کے نقصانات اُٹھانا
پڑتے ہیں۔

اب آئیے آپ کو اس فرقہ کے لوگوں کو جو شریعت محمدیہ کی عبادتوں کے اسرار نظر آئے ہیں اُس کی تھوڑی سی تفصیل
کہہ سنائیں پہلے تو اُنھوں نے دیکھا کہ یہ ہر عاقل بالغ کو منجملہ اور عبادات کے ایک عبادت ادا کرنے کا جسے نماز کہتے ہیں
حکم دیتی ہے نماز چند مخصوص اقوال و افعال کے مجموعہ کا نام ہے جو خدا کی عظمت کے اظہار یعنے تکبیر سے شروع
ہوکر سلام پر ختم ہوجاتی ہے نماز پڑھنے والا اسکو اس طرح پر ادا کرتا ہے گویا کہ وہ خدا کے سامنے حاضر ہے اُسنے
مقرر کیا ہے کہ جب نماز کا وقت آئے تو ایک منادی یعنے مؤذن سارے نمازیوں کو نہایت فصیح الفاظ میں بُلایا
کرے چنانچہ اس کے حکم کے موافق وہ چار مرتبہ خدا کی عظمت کا اعلان کرتا ہے گویا وہ کہتا ہے کہ اے لوگو تم جو دنیوی
اور اخروی مرغوبات میں پھنسے ہوے ہو یہ بھی خبر ہے کہ خدا نہایت ہی بڑا اور اسبات کا زیادہ مستحق ہے کہ سارے مرغوبات کو
چھوڑکر اسکی جناب کی طرف راغب ہوجاؤ پھر دو مرتبہ گواہی دیتا ہے کہ خداوند تعالےٰ معبود کیا ہے اُسکے سوا کوئی عبادت کے لائق
نہیں گویا وہ یہ بتلاتا ہے کہ تمہاری دنیوی اور اخروی حاجتوں کو وہی پورا کرسکتا ہے کہ جو معبود حقیقی ہو اور اپنے ماسوا سے
بے نیاز ہونے میں یکتائی اُسکے خص اوصاف میں شمار ہو اور ساری خلق اُسی کی محتاج ہو اور ایسا معبود اللہ ہی ہے جسکی ذات
واقعی معبودیت کے شایاں اور اس امر یکتائی کے ساتھ موصوف ہے پس تمہیں چاہیئے کہ اپنی ساری حاجتیں خواہ دنیوی
ہوں یا اخروی سب اسی کی جناب میں لیجاؤ اور اُسی کی درگاہ کی طرف رجوع کرو۔ پھر دو بار محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی شہادت
دیتا ہے گویا وہ یہ کہتا ہے کہ یہی رسول تمہارے اور تمہارے ذی عظمت معبود کے درمیان میں واسطہ ہیں انہیں کے ذریعہ سے تمہیں
اپنی دنیوی اور اخروی مصلحتوں کی اطلاع ہوئی ہے اپنی کھلی آنکھوں سے دیکھ چکے ہو ورنہ کم سے کم دلیل سے تو ضرور تمہیں اسبات کا
یقین ہوچکا ہے کہ یہ تمہارے بڑے ہی خواہ اور تمہیں بھلائی کے طریق سکھانیوالے ہیں پس اب تمہیں چاہیئے کہ تم اُس عبادت کے
ادا کرنے میں بدل وجان کوشش کرو جو اُنھوں نے تمہارے لیے مقرر کی ہے اور جسمیں تمہارا سراسر نفع متصور ہے۔ اسکے بعد وہ دو
دفعہ نماز کی طرف متوجہ کرتا ہے اسکو اس مضمون کی تفریع سمجھنا چاہیئے جسکی طرف وہ تکبیر و تشہد میں اس سے پہلے اشارہ کرچکا ہے

کہ اِس ذی عظمت خدا کی درگاہ میں تمہیں ضرور التجا کرنا چاہیے۔ یا یوں سمجھیے کہ پہلے کلام کا یہ نتیجہ ہے گویا وہ یہ کہتا ہے کہ جب
یہ خدا سارے بڑوں سے بڑا اور معبودیت اور تمام خلق کی حاجت برآری کے اعتبار سے یکتا ٹھہرا اور اِس خیرخواہ رسول نے تمہیں
اُسکی عبادت کی تعلیم کی اور یہ وعدہ کیا کہ تم اُسکی بدولت اپنی اُمیدیں حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے تو تمکو چاہیے کہ نماز کی طرف ضرور
متوجہ ہو جاؤ خدائے جلیل کی درگاہ میں حاضر ہو اور نماز ادا کرکے اِسکے وسیلہ سے خدا کی درگاہ میں اپنی چھوٹی بڑی حاجتوں کی
درخواست پیش کرو پھر وہ نماز کے فوائد و ثمرات کی طرف اجمالی طور پر "حی علی الفلاح" یعنے کامیابی اور رستگاری کی طرف دوڑو کہکر
اشارہ کرتا ہے گویا وہ یہ کہتا ہے کہ آدمی کے لیے فلاح ساری مرغوبات سے بڑھکر ہے اور فلاح خواہ دنیوی ہو یا اُخروی اسی عبادت
سے حاصل ہوتی ہے کیونکہ اِس سے اخلاق درست ہوتے ہیں خلاق کی عظمت کا نقشہ پیش نظر ہو جاتا ہے۔ قیامت میں اسکی
جزا کے ملنے کی اُمید ہو جاتی ہے پس اِس فلاح و کامیابی کو غنیمت سمجھو۔ اور اُسکی طرف متوجہ ہو جاؤ اِسکے بعد وہ مرغوبات
میں سے جو نہایت ہی کامل شے ہے اُسکی طرف نمازیوں کے خیالات کو متوجہ کرتا ہے اور اسبات پر اُنکو متنبہ کرتا ہے کہ وہ جب اِس
عبادت کی طرف متوجہ ہوں تو کہیں خدا کے سوا کوئی دوسری چیز کو مقصود اصلی نہ ٹھیرالیں بلکہ اُنکی مشتاق نظریں اُسی کی جناب کبریائی پر
رہیں اُسی کا تقرب مدنظر ہو اور اُنکا مقصد اصلی اور مدعائے دلی کیا دنیا اور کیا آخرت دونوں میں خدا ہی خدا ہو اِسی وجہ سے وہ اسموقع
پر دو مرتبہ تکبیر کہتا ہے اور خدا کی معبودیت کے لحاظ سے یکتائی ظاہر کرتا ہے یہ تو موذن کی کیفیت تھی اب لیجیے سننے والے کیا
کرتے ہیں وہ لوگ بھی موذن کے اقوال کو دُہراتے جاتے ہیں گویا کہ وہ اُسکی ہر بات میں تصدیق کرتے ہیں اور اسبات کی تصریح
کرتے ہیں کہ وہ بھی اُسکے ساتھ متفق ہیں لیکن جب وہ اُنکو نماز اور فلاح کی طرف بُلاتا ہے تو اُسکے الفاظ کو نہیں دُہراتے کیونکہ
بلانیوالے کے الفاظ جواب میں یہی کہنا تو مسخرہ پن کی بات ہے اِسلیے وہ لاحول ولاقوۃ الا باللہ پڑھا کرتے ہیں گویا وہ کہتے ہیں
کہ نماز میں داخل ہو کر اِس خیر عظیم کا حاصل کرنا اور فلاح کا پا لینا سوائے خداوندی مدد اور قوت کے کسی اور طور پر ممکن نہیں
ہم تو اُسی کی مدد کے طلبگار ہیں اور اُن کا یہ قول بطور استکراہ و تنفر کے نہیں ہوا کرتا جیسا کہ بعض ناواقف یہ سمجھکر اعتراض
کیا کرتے ہیں۔ پھر جب اُس موقع پر جو کہ اِسی عبادت کے ادا کرنے کے لیے مخصوص ہوتا ہے لوگ جمع ہو جاتے ہیں تو پھر اکہرا
مزید تاکید کے لیے اُنہیں الفاظ کا اعادہ کرتا ہے تاکہ یہ سب باتیں لوگوں کے خوب ذہن نشین ہو جائیں اور وہ شخص بھی سن لے
جسنے اذان نہیں سنی تھی اور بلا اذان سنے ہی آ گیا تھا یہانتک کہ اِس بارگاہ عالی کی حضوری کے وقت یہ سارے مضامین
پورے طور سے پیش نظر ہوں اِسی واسطے وہ اب کے مرتبہ الفاظ سابقہ ہی پر اکتفا نہیں کرتا بلکہ "قد قامت الصلوۃ" اور بڑھا دیتا
ہے یعنے اب نماز قائم ہو گئی۔

ف — نماز کے لیے طہارت کے شروط مقرر ہونیکی حکمت

شریعت نے اِس عبادت کے ادا کرنے کے لیے جو شرطیں لگائی ہیں اور جو آداب مقرر کیے ہیں وہ بھی سُن لیجیے چنانچہ اُسنے
یہ مقرر کیا ہے کہ نماز پڑھنے والے کا بدن پاک ہو اُسکا لباس طاہر ہو اُس مکان میں جہاں وہ نماز ادا کرے گا کسی قسم کی نجاست
نہ پڑی ہو اُسکا بدن حکمی ناپاکی سے بھی پاک ہو اور اِس سے ایسے حالات مراد ہیں جو حدث کے نام سے موسوم ہوتے ہیں اور اُنکا
اُسوقت اعتبار کیا جاتا ہے جب بدن سے کسی قسم کی نجاست نکلے۔ اور اِس طہارت سے نمازی کو اسبات پر متنبہ کرنا مقصود
ہوتا ہے کہ اُسکا نماز میں داخل ہونا گویا اپنے مولے کے سامنے اور اُسکی بارگاہ عالی میں اُسکے احسان کا اُمیدوار بنکر شکر کے

لیے حاضر ہوتا ہے پس جسطرح کہ شاہان دنیا میں سے کسی کے دربار میں جب جانا مقصود ہوتا ہے تو اسبات کا بڑا اہتمام کیا کرتے
ہیں کہ کہیں بادشاہ کی نظر کسی چیز پر نہ جا پڑے جو اُسے ناگوار خاطر ہو اسی طرح یہاں بھی یہ نہایت ضروری امر ہے کہ خداوندی
دربار میں حاضری کے وقت سارے اعضا تمام ایسے ناپسندیدہ اعمال سے بالکل پاک وصاف ہوں جنکا منشا خواہ اُنکی
خواہش نفسانی اور میلان طبع ہو یا دوسروں کی وسوسہ اندازی سے اُنکا مرتکب ہوا ہو اور جملہ اخلاق ذمیمہ سے اسکا دل بھی
پاک ہو یہانتک کہ سارے میل کچیل کو توبہ اور پشیمانی کے پانی سے دہو دہلا کر صاف وستھرا نکیا ہو علاوہ بریں بدن کو
پانی سے دہونے کی وجہ سے جس خوشی کا اثر روح تک پہنچتا ہے وہ بھی مخفی نہیں کیونکہ روح اور بدن میں جو علاقہ
پایا جاتا ہے اُسکا کوئی انکار نہیں کرسکتا اسی لیے جب ان دونوں میں سے ایک میں بھی کوئی چیز اثر کرتی ہے تو دوسرے
میں اُسکا اثر نمایاں ہو جاتا ہے چنانچہ روح بدن دہونے کے وقت کیسی شاداں وفرحاں نظر آتی ہے اور اُسکی ساری
کسلمندی دور ہو جاتی ہے گویا کسی نے اُسکے سارے بندہن کھولدیے جنمیں وہ جکڑی ہوئی تھی خصوصاً اُسحالت میں
جبکہ عورتوں سے صحبت کرنے کے بعد غسل کیا جائے اور طبی فوائد اسکے علاوہ ہیں جو کسی پر چنداں مخفی نہیں۔
شریعت نے اُن اعتباری حالات سے طہارت حاصل کرنے کو جو حدث کے نام سے موسوم ہیں دو قسموں پر منقسم کیا ہے
ایک کا نام طہارت کبریٰ ہے جس سے سارے بدن کا دہونا یعنے غسل مراد ہے دوسرے کو طہارت صغریٰ یا وضو کہتے ہیں
جس سے مقصود یہ ہے کہ بعض اعضا کو دہو یا جائے اور بعض کا مسح کیا جائے۔
اب اُسنے سارے بدن کا دہونا اُسوقت واجب کیا ہے جب منی نکلے چاہے حکماً ہی کیوں نہ ہو (اور حکماً منی نکلنے کی یہ
صورت ہے کہ جماع کرنے سے منی نکلنے کا پتہ نہ لگے) یا جب عورت کے رحم سے حیض یا نفاس کا خون جاری ہو۔ چونکہ
ان نجاستوں کا کچھ نہ کچھ حصہ سارے بدن سے آتا ہے اسلیے شریعت نے بھی اُس اعتباری حالت یا نجاست کے ساتھ
جو انکے نکلنے سے پیدا ہوتی ہے سارے بدن کو ملوث قرار دیا اور اسیوجہ سے اُنکا نام حدث اکبر رکھا گیا پس گویا سارے
بدن کے دھونے اور پاک کرنے سے اسبات کی طرف اشارہ ہے کہ اُن سارے گناہوں سے توبہ کرکے پاک ہونا چاہیے
جنکو تمام بدن سے علاقہ ہے نہ کسی خاص عضو سے خصوصاً اخلاق سیئہ سے پاک ہونا تو اور بھی ضروری ہے۔ دوسری
حکمت اسمیں یہ بھی ہے کہ یہی چیزیں ہیں جنسے بچہ بنتا ہے چنانچہ منی حمل ٹھیرنے اور بچہ کی صورت بننے کا مادہ ہے اور خون
رحم سے بچہ کو غذا پہنچتی ہے اور اُسکو نمو حاصل ہوتا ہے اور ظاہر ہے جو بچہ اِس سے پیدا ہوا کرتا ہے وہ کبھی نیک بخت ہوتا
ہے اور کبھی بدبخت۔ بچہ کے نیک بخت ہونے کے لحاظ سے بچہ کا پیدا ہونا شرعاً قابل تعریف اعمال میں سے شمار کیا جاسکتا
ہے اور یہ امید ہوسکتی ہے کہ اِن دونوں میاں بی بی کو جنکی مباشرت سے نیک بچہ ہوا ہے بہت عمدہ جزا ملے خصوصاً اُسوقت
جبکہ اُن دونوں کی نیت بھی نیک ہو اور یہ مقصود ہو کہ اِسطرح نسل میں خدا کے مطیع موحدوں کی ترقی ہو اور بچہ کے نیکبخت ہونیکے
لحاظ سے ان چیزوں کے خارج ہونے کے وقت مکلف کے لیے گویا یہ اشارہ نکلتا ہے کہ یہ شے جو تیرے بدن سے خارج
ہوئی ہے اور جسمیں تیرا سارا بدن شریک ہے بچہ کے پیدا ہونے کا مادہ ہے اور ممکن ہے کہ اِس سے ایسا بچہ پیدا ہو جو
خدا کی نافرمانی اور اُسکے ساتھ کفر کرے بس سارے بدن کے دہونے سے اسبات پر آگاہی حاصل کرنا چاہیے کہ ایسے امر سے

بھی توبہ کرنا مناسب ہے جنہیں گناہ کی سببیت کا احتمال ہی ہو۔ اور وہ گویا زبان حال سے یہ کہتا ہے کہ ان چیزوں کے خارج ہونے سے
جنمیں میرا سارا بدن شریک ہے مجھے اسباب کی تشخیص ہوگئی کہ اگر ایسا بچہ پیدا ہوا جو تیری نافرمانی کرے تو میں ضرور اسکا سبب
ٹھیروں گا اسلیے میں اپنا سارا بدن دہوئے ڈالتا ہوں اور میں اسکو اپنی اُس توبہ کا عنوان قرار دیتا ہوں جو مجھے اس سببیت سے
تیرے سامنے کرنا چاہیئے اور یہ بات گناہ سے انتہا درجہ کی علٰحدگی اور توبہ میں نہایت ہی مبالغہ اور اہتمام کرنے پر مبنی ہے اگرچہ
حقیقۃً یہ کوئی گناہ نہیں ہے محض گناہ کا امکان اور اندیشہ ہے اب رہیں ایسی نجاستیں جو تمام بدن سے نہیں آتیں خواہ وہ حقیقۃً
خارج ہوں جیسے کہ بدن سے خون ہے یا قضائے حاجت کے دونوں مقاموں میں سے کسی سے سوائے منی خون حیض یا نفاس
کے کوئی اور شے خارج ہو اور خواہ حکماً اُنکا خروج پایا جائے جیسے کہ اسطرح سونے کے وقت جب اعضاء ڈھیلے ہو جائیں اعتبار
کیا جاتا ہے پس انکے پائے جانے کے وقت شریعت نے اُس اعتباری نجاست سے جو حدث اصغر کے نام سے موسوم ہے خاص
خاص اعضا کو ملوث قرار دیا ہے گویا اس طہارت صغرٰے کے حکم سے جسے وضو کہتے ہیں (اور وہ بعض اعضاء کے دہونے اور
بعض کے مسح کرنے کا نام ہے) اُسکا یہ اشارہ ہے کہ انہیں خاص خاص اعضاء کے گناہوں سے توبہ کرنا چاہیے اور اُن
اعضاء کی تخصیص اور اُس ترتیب میں جو اُنکی طہارت میں اعتبار کی گئی ہے عجیب نکتہ کی رعایت مدنظر ہے بیان اُسکا یہ
ہے کہ سارے بدن میں یہی ایسے اعضاء ہیں جو مخالفت کرنیکے لیے نہایت سرعت کے ساتھ حرکت کرتے ہیں اسلیئے اُنکے
دہونے سے اُنکی طہارت باطنی کے اہتمام پر تنبیہ ہو جائے گی اور مقصد اس سے یہ ہے کہ اُنکے کثیر الوقوع گناہوں سے توبہ
کیجائے۔ اعضاء کے دہونے میں جو ترتیب اختیار کی گئی ہے اس میں یہ لحاظ ہے کہ جو عضو مخالفت میں نہایت سرعت سے حرکت کرتا
ہو وہی کو سب سے مقدم کیا جائے پھر اسکے بعد اس سے کم اسیطرح آخر تک سمجھنا چاہیے پس سب سے پہلے چہرہ کے دہونیکا
حکم ہے جسمیں منہ ناک اور آنکھیں پائی جاتی ہیں اور چہرہ میں سے پہلے مُنہ سے دہونا شروع کیا جاتا ہے اسلیے کہ تمام اعضاء میں سے
زبان مخالفت کرنے میں زیادہ چلتی ہے کیونکہ اُسی سے کلمہ کفر کا کہا جاتا ہے اُسی سے غیبت چغلخوری کیجاتی ہے فحش بکا جاتا ہے
اسکے علاوہ بھی زبان کی بہت سی آفتیں ہیں جنمیں سے کچھ پہلے بھی بیان ہو چکی ہیں پس منہ کے دہونے سے جب یاد آجاتا ہے کہ
طہارت ظاہری سے باطن کی تطہیر کی طرف اشارہ ہے تو خدا کی طرف وہ توبہ کرنے لگ جاتا ہے اور زبان سے جو کچھ اُسنے
بیجا کہا تہا اُس سے کنارہ کشی اختیار کرتا ہے اسیطرح ناک میں پانی ڈالنے کے وقت یاد کرکے اُن چیزوں سے جنکو اُسنے بلا اجازت
شرعی سونگھا ہے توبہ کرتا ہے اسی طرح اُن چیزوں سے بھی توبہ کرتا ہے جنکا دیکھنا حرام تہا اور اُسنے اُنہیں دیکھا ہے چہرہ کے بعد
کہنی تک دونو ہاتھوں کے دہونے کا حکم ہے اسلیے کہ جہاں زبان سے کوئی بات نکلی اور کسی پر نظریں پڑیں تو فوراً دست درازی کرنیکے
لیے ہاتھ بڑہتا ہے اور کسی نہ کسی موقع پر جا ہی لگتا ہے پس جب اُن دونوں کی نوبت آئیگی تو خواہ مخواہ اُنکی طہارت باطنی کا بھی خیال
پیدا ہوگا اور اپنی دست درازیوں سے توبہ کرے گا اسکے بعد سر کے مسح کرنیکا حکم ہے اور غسل کا حکم نہیں دیا گیا اور محض مسح ہی گویا
اسلیئے کافی سمجھا گیا کہ نفس سر سے تو کوئی مخالفت سرزد نہیں ہوتی تہی اگر ہوئی تہی تو زبان اور آنکھ سے ہوئی تہی جو سر سے ملی
ہوئی ہیں اسیوجہ سے سر کے لیئے متوسط درجہ کا حکم یعنے مسح تجویز کیا گیا اور غسل کا حکم نہیں دیا۔ اسیطرح چونکہ کان میں بسا اوقات

ع‌ یعنے کلی کیجاتی ہے اور کلی سے پہلے جو ہاتھ گٹے تک دہوئے جاتے ہیں وہ اصل میں کلی ہی کرنے کے لیے صاف کرلیے جاتے ہیں ۱۲ مترجم

با قصد کوئی بات آپڑتی ہے اُسکے لیے بھی مسح ہی پر اکتفا ہوا اور غسل کی طرح اب مسح کرتے وقت بھی توبہ کی یاد آجائے گی کانوں
نے جو کچھ بیجا سنا ہوگا اور سر سے بباعث مجاورت اِن اعضا کے جو کچھ سرزد ہوا ہوگا اُس سے بھی اپنے کو پاک کرے گا گردن
کے مسح کی نسبت بھی اسی طرح کہا جا سکتا ہے۔ اسکے بعد پیروں کے دہونے کا حکم ہے اسلیے کہ جب آنکھیں دیکھہ چکتی ہیں زبان سے
کچھ باتیں ہو جاتی ہیں ہاتھہ بڑہ چکتے ہیں کانوں میں آواز آلیتی ہے اُسوقت پیروں کی باری آتی ہے اور آدمی اُسطرف چلتا ہے پس
مخالفت میں سب سے پیچھے پیر ہی ٹھیرے ایسلیے سب سے پیچھے اُنکے دہونیکا حکم ہوا اور اُنکے دہونے سے بھی پیروں کے
لحاظ سے باطنی طہارت کی فکر ہوتی ہے اور جہاں کہیں اُس سے بیجا قدم اُٹھا ہوتا ہے اُس سے توبہ کرتا ہے۔ پھر اعضا کے تین
تین مرتبہ دہونے میں ایک عجیب دقیق نکتہ پایا جاتا ہے گویا کہ توبہ کے تینوں ارکان کا پورا پورا مقابلہ ہے اور توبہ کے تینوں رکن
یہ ہیں (۱) جو گناہ ہو چکا ہو اُسپر نادم ہو (۲) اُس گناہ سے باز آئے اور (۳) اسبات کا پختہ قصد کرلے کہ آیندہ اُسکا مرتکب
نہ ہوگا پس ہر مرتبہ دہونے سے توبہ کے ایک ایک رکن پر تنبیہ ہوتی ہے۔ وضو کرنے والا جب وضو سے فارغ ہو چکتا ہے
اور توبہ کر کے طہارت باطنی حاصل کر لیتا ہے تو اُسے مناسب ہے کہ یہ دعا پڑہے «اللھم اجعلنی من التوابین واجعلنی من المتطہرین
یعنے الٰہی اب مجھے توبہ کرنے والوں اور پاک وصاف بننے والوں کے زمرے میں کر دے اِسمیں اُسکے لیے گویا یہ اشارہ پایا جاتا ہے
کہ خدا سے وہ یہ استدعا کرے کہ اُسنے جہاں توبہ اور تطہیر باطن کی توفیق دیکر اُسپر احسان کیا ہے اُسے قبول بھی کرلے۔ اور جب نمازی
کو پانی کا میسر آنا مشکل ہو یا بوجہ مرض کے اُسکے استعمال پر قدرت نہو تو اُسوقت شریعت نے بجائے غسل یا وضو کے تیمم مقرر کیا
ہے اور وہ کسی پاک چیز سے جو کہ مٹی کے قبیل سے ہو بنیت تطہیر کے ساتھ چہرہ اور دونوں ہاتھوں کے کہنیوں تک مسح کرنے کا
نام ہے اور یہی ایسے اعضا ہیں کہ انسان کو جنکے پاک کرنے کی اور اعضا سے زیادہ حاجت ہوتی ہے اور اِسمیں گویا بندہ
کے لیے یہ اشارہ پایا جاتا ہے کہ جب اُسپر توبہ کے سارے ارکان ادا کرنا دشوار ہوں اور اُن کے حاصل کرنے کی اُسے
توفیق نہو تو اس سے تو گیا گذرا نہو کہ اپنے گناہ دیکھہ کر عجز اور انکسار کرنے لگے کیا عجب کہ اِسی بہانہ خدا اُسکے گناہ بخشدے
چنانچہ کہا کرتے ہیں کہ جو گناہ عجز و انکسار پیدا کرے وہ ایسی اطاعت سے تو اچھا ہی ہے کہ جس سے آدمی عجب و تکبر کرنے لگے علاوہ
بریں جب اس مسح کے اِس اشارہ کی طرف لحاظ کیا جاتا ہے تو یہ بھی کچھ بعید نہیں معلوم ہوتا کہ اُسپر اب توبہ کے تمام ارکان
کا حاصل کرنا بھی آسان ہو جائے اور وہ حقیقۃً توبہ بھی کرلے پھر چونکہ اعضائے وضو میں سے پیروں کے دہونے میں زیادہ پانی
صرف ہوتا تھا اور کچھ مشقت کا بھی اندیشہ تھا اسوجہ سے اگر چرمی موزے پہن لیے جائیں تو بغرض آسانی خاص شرطوں کے
ساتھہ اُنپر پانی سے مسح کرنا بھی جائز رکھا گیا اور اسطرح پر اُنکے گناہوں سے توبہ کرنے کی طرف اشارہ بھی فوت نہیں ہونے پایا
شریعت نے یہ بھی مقرر کیا ہے کہ نماز ننگے ہو کر نہ پڑہی جائے بلکہ نمازی بدن ڈہانک لیا کرے اور اِس سے جو کچھ ادب کی رعایت
پائی جاتی ہے وہ تو ظاہر ہی ہے علاوہ اِسکے اِسمیں یہ بھی اشارہ ہے کہ بندہ کو گناہوں اور اخلاق ذمیمہ سے اگر پورے
طور پر توبہ کر کے پاک وصاف بننا نصیب نہ ہو تو جب نماز پڑہنے لگے یا یوں کہیے کہ اپنے مولے کی بارگاہ میں حاضر ہونے لگے
تو کم سے کم باقتضائے ادب اتنا تو کرے کہ اِن ساری مخالفتوں کو دبائے رکھے تاکہ اُنکا زور و شور گھٹتا رہے اور اُنکی یہ حالت
ہو جائے کہ گویا اُنہیں پردہ میں چھپا دیا ہے اگر چہ خدا سے کوئی چیز چھپ نہیں سکتی اور وہ سب کچھ جانتا ہے۔

ستر کا چھپانا بھی نماز میں شرط ہونا اور عورت کو نسبت مرد کے زیادہ بدن چھپانے کا حکم ہونا

بدن چہپانے میں ایک یہ بھی فائدہ ہے کہ جب اُسکی نظر اعضا پر نہ پڑے گی تو ادہر اُدہر جی نہ بہکنے پائیگا۔ اور چونکہ عورتوں کے
سارے بدن میں یہ قباحت پائی جاتی تہی کہ اُسپر نظر پڑنے سے طبیعت بگڑتی تہی اِسلیے اُسے حکم ہے کہ سارا بدن چہپائے
ہاں آزاد عورت کے لیے اتنے بدن کے کہولنے کی اجازت ہے جسکے کہولنے کی اکثر احتیاج پڑتی ہے جیسے چہرہ۔ کلائی
تک دونوں ہاتھ اور قدم اِن کا چہپانا ضروری نہیں اور وہ عورت لونڈی ہو تو چونکہ کام کاج کرنے میں ان اعضا کے علاوہ
اور اعضا بھی اکثر کہلجاتے ہیں اور اُنکے چہپانے کے واجب کرنے میں حرج متصور تہا اِسلیے اُسکو اُنکے علاوہ بھی کسی قدر اور بدن
کہلا رہنے کی اجازت دیگئی۔

ف نماز میں کعبہ کیطرف منہ کرنیکی حکمت اور نیز اسکا بیان کہ منہ کرنے سے مقصود خدا ہی کی عبادت ہوتی ہے نہ کعبہ کی۔

شریعت نے یہ بھی مقرر کیا ہے کہ نمازی کعبہ کی طرف منہ کرکے نماز پڑہے اِسلیے کہ انسان کے لیے کئی جہت پائی جاتی ہیں
جنکا کہ وہ اپنے کاروبار میں عادی ہے اور اُن جہتوں کے نام یہ ہیں۔ آگے پیچہے دہنے بائیں۔ اوپر نیچے پس اگر اُسے اختیار
دیدیا جاتا کہ جدہر چاہے منہ کرکے نماز پڑہے حالانکہ نماز میں مقصود یہ ہے کہ خدا کی طرف یکسو ہو جائے اور اپنے خیالات
کو مجتمع کرکے خدا ہی کے کام میں لگا دے تو اُسکا جی پریشان ہوجاتا اور کچھ کرتے دہرتے نہ بن پڑتا اور اسی حیرت میں رہجاتا
کہ کدہر منہ کروں کدہر نہ کروں معلوم نہیں کہ خدا کی طرف متوجہ ہونے کے لیے لایق تر کونسی جہت ہے کہ جس سے میری دعا
مقبول ہوجائے۔ پس خدا نے بنظر لطف انسانی عقل و فطرت کا لحاظ کرکے کعبۂ مکرمہ کو مقرر کر دیا کہ اُسکی طرف منہ کرکے نماز پڑہی
جائے کیونکہ خدا نے اِس قطعۂ زمین کو مشرف و مکرم بنا دیا ہے اور خدا کو اختیار ہے کہ اپنی ملک میں سے جس شے کو چاہے
فضیلت دیکر معظم و مکرم بنا دے اِسلیے کہ وہ فاعل مختار اور تمام چیزوں کا علے الاطلاق مالک ہے۔ خدا نے کعبہ کا بیت اللہ
یعنے خدا کا گہر نام رکہا ہے اگرچہ خدا کو مکان کی کچھ ضرورت نہیں بلکہ وہ اِس سے بالکل پاک و منزہ ہے لیکن اِس تعین سے
مقصود یہ ہے کہ نمازی کا دل خدا سے عرض و معروض کرتے وقت یکجا رہے اور اُسکے جی کو اِسبات کا اطمینان ہوجائے
کہ خدا کی طرف متوجہ ہونے کے اعتبار سے اُسنے تمام جہتوں میں سب سے افضل اور نہایت ہی مناسب جہت اختیار کی ہے
جس سے اُمید ہے کہ اُسکی دعا ضرور مقبول ہوجائے گی پس یہاں سے یہ بات بخوبی ظاہر ہوگئی کہ نماز اور جو کچھ کہ نماز میں شامل
رکوع و سجدہ وغیرہ کے پایا جاتا ہے اگرچہ اُسوقت منہ کعبہ کی طرف رہتا ہے لیکن اُس سے مقصود جناب باریتعالے ہی ہے
کعبہ ہرگز مقصود نہیں اِسلیے کہ جو شخص خدا پناہ میں رکہے اپنے سجدہ سے غیر خدا کو قصد کرے اُسکی نسبت شریعت کفر کا حکم دیتی ہے
پس اِس عبادت سے کعبہ کی مقصودیت کا گمان کرنا نہایت درجہ کی ناواقفی پر مبنی ہے۔

ف نماز کے تکبیر سے شروع ہونے اور شروع کرتے وقت ہاتھ اُٹھانیکی حکمت۔

پہلے بہی معلوم ہوچکا ہے کہ نماز خدا کی تعظیم و تکبیر سے شروع ہوتی ہے اور اُس سے مقصود بندہ کا اللہ اکبر کہنا ہے اور اُسوقت
نمازی اگر مرد ہوتا ہے تو اپنے کانوں تک ہاتھ اُٹھاتا ہے اور عورت اپنے مونڈھوں تک ہاتھ اُٹھاتی ہے اللہ اکبر کہنے میں
اول تو تعظیم پائی جاتی ہے دوسرے اِسطرح بارگاہ شاہی میں گویا تحیت و سلام عرض کیا جاتا ہے اور حاضری کی اجازت مانگی
جاتی ہے اور باوجود ان باتوں کے اِسمیں یہ بھی اشارہ ہے کہ بندہ کو یہ مضمون پیش نظر رکہنا چاہیئے کہ اُسکا مولیٰ جسکے سامنے
وہ حاضر ہوا ہے وہ تمام چیزوں سے بڑا ہے کوئی شے اُسکی کبریائی و عظمت کو نہیں پہنچ سکتی پس مناسب ہے کہ اپنے مولے
کے سوا خواہ دنیوی تعلقات ہوں یا اُخروی مرغوبات سب سے اپنے دل کو پاک کرکے اُسکے حضور میں حاضر ہو اور دونوں ہاتھو

اُسپر ہوتا رہا خیال کرکے اُسکی ذات عالی کی جو کہ تمام اعلے سے اعلےٰ محامد کی شایاں ہے تعریف کرتا ہے اور اُس کے کامل احسانات
کی توصیف میں مشغول ہوتا ہے جنمیں سے سب سے بڑا احسان یہ ہے کہ خدا اُسکو فنا ہونے سے بچاتا ہے اور ظاہری و باطنی رزق
برابر جاری رکھکر اُسکی پرورش کرتا ہے۔

پھر یہ عـ دیکھکر کہ بہتیرے لوگ اُسکی اُس نعمت کی بیقدری کرتے ہیں اور اُسکا کما حقہٗ شکر ادا نہیں کرتے اور اِس خوف سے کہ کہیں اُسکا
بھی اُنہیں لوگوں میں شمار نہ ہونے لگے خداوندی رحمت کی طرف متوجہ ہوکر التجا کرنے لگتا ہے اور اپنے رب کو رحمت کے ساتھ موصوف
کرکے اسبات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ تیری وسیع رحمت کے سوا اُن لوگوں کا کوئی کارساز نہیں ہوسکتا۔ اور یہ عـ خیال کرکے
کہ بعض لوگ ایسے بھی پائے جاتے ہیں کہ جب اُنپر احسان ہوتا ہے تو اور زیادہ اترانے لگتے ہیں اور جب تک کہ اُنکے ساتھ عدل
نہ برتا جائے اور اُن کی تادیب نہ کیجائے اُنکی اصلاح نہیں ہوسکتی اِسلئے اُسکی صفت جلال کو یوں ظاہر کرتا ہے کہ وہ انصاف
وجزا کے دن کا بادشاہ اور مالک ہے پس جسطرح کہ بندہ کو خدا سے انتہا درجہ کی اُمید کرنا چاہیے اِسیطرح یہ بھی ضرور ہے کہ اُس سے ڈرتا
بھی زیادہ رہے اب عـ اپنے رب کے حضور میں اپنی عبادت کو جو کہ اُسکی نعمتوں کا تھوڑا بہت شکر ہوا کرتا ہے پیش کرتے وقت دو ضروری امور کا لحاظ کرتا ہے اول تو یہ کہ وہ اپنے
کو حق عبادت ادا کرنے میں قاصر خیال کرتا ہے اسلئے اپنے اُن موحد بھائیوں کی عبادت کے ساتھ ملا کر اپنی عبادت کو پیش کرتا
ہے جنمیں سے اکثروں نے نہایت خلوص کے ساتھ اپنی پوری انسانی طاقت صرف کرکے عبادت میں کوشش کی ہے
تاکہ اُنہیں کے طفیل سے کیا عجب کہ اُسکی عبادت بھی خدا کی درگاہ میں مقبول ہوجائے۔

دوسرے وہ یہ دیکھتا ہے کہ مشرکوں نے اس خدا کی عبادت میں جسکے سوا کوئی عبادت کے شایاں نہیں بہتیرے شریک بھی
ٹھیرائے ہیں اسلئے وہ اپنی عبادت پیش کرتے وقت اِس طور پر بیان کرتا ہے کہ جس سے محض خدا ہی کے لیے عبادت کا
انحصار معلوم ہو پھر جب اِس موقع پر اُسکی نظر اپنے حال کی طرف جاتی ہے تو اپنے کو عبادت اور اُس شکر کے ادا کرنے سے
نہایت ہی عاجز پاتا ہے ہاں اُسوقت وہ کچھ کرسکتا ہے جبکہ خدا اُسکی مدد کرے اور اُسکے کاموں کو درست کردے اُسکے دل میں
اُسکی رغبت پیدا کردے اور سارے موانع دور کردے اور چونکہ یہ بات خدا ہی کی قدرت میں ہے اِسلیے وہ اُس سے اسطور پر
مدد کا طلبگار ہوتا ہے جس سے یہ بھی معلوم ہوجائے کہ خدا کے سوا کسی اور کی اعانت اُسے مطلوب نہیں۔

پھر عـ اسبات کا خیال کرکے کہ خدا کو وہی کام پسند آتے ہیں جو کہ راستی کے ساتھ کیے جائیں اور اُسمیں کجروی کو دخل نہ دیا جائے وہ
خدا سے راہ راست کی رہنمائی کی درخواست کرتا ہے تاکہ اِس ذریعہ سے اُسکی عبادت کو مقبولیت کا اعلےٰ درجہ حاصل ہوجائے
اور وہ کامیاب ہو۔

اب چونکہ لوگ تین قسم کے پائے جاتے ہیں بعض عـ تو وہ جنہوں نے اعتقاد اور عمل دونوں کی حیثیت سے راہ راست کو پالیا اور
اسطرح سے وہ فائز المرام ہوگئے اور بعض عـ عمل میں کجروی کو دخل دیکر خدا کے مورد غضب بن گئے اور بعض عـ نے اپنے عقیدے
درست نہ رکھے اور اسطرح سے حق سے بھٹک گئے پس نمازی کو راہ راست کی درخواست کے بعد یہ رغبت بھی پیدا ہوئی کہ یہ بھی

عـ یہ الرحمن الرحیم کی حکمت ہے ۱۲ مترجم عـ یہ مالک یوم الدین کی حکمت ہے ۱۲ مترجم عـ ایاک نعبد و ایاک نستعین ۱۲ مترجم عـ یہ اہدنا الصراط المستقیم کہنے
کی حکمت ہے ۱۲ مترجم عـ یہ صراط الذین انعمت علیہم سے مراد ہیں ۱۲ مترجم عـ یہ غیر المغضوب علیہم سے مراد ہیں ۱۲ مترجم عـ یہ ولا الضالین سے مراد ہیں ۱۲ مترجم

انہیں لوگوں میں سے ہو جائے جو اپنے عقیدے اور عمل درست کر کے خدا وند ہی نعمتوں سے مالا مال ہو گئے تاکہ اِس ذریعے سے یہ
بھی اُنکے انوار و ثمرات سے خوشہ چینی کر کے بہرہ یاب ہو اِسمیں یہ اشارہ بھی نکلتا ہے کہ آدمی کے لیے کوئی نہ کوئی ضرور رہنما ہونا چاہیے
کہ جو اُسکو راہ راست سے آگاہ کرے اور نافرمانوں اور گمراہوں سے علیحدگی اختیار کرنے کی ترغیب دے پس گویا نمازی یوں
کہتا ہے کہ اے رب میں اپنے موحد بہائیوں سمیت تجھسے اُسی فرقہ کی راہ راست کا طالب ہوں جنپر تو نے عقیدے اور عمل دونو
کے درست ہونے کی وجہ سے اپنی نعمتیں نازل کیں تاکہ ہم لوگ بھی اُنہیں کے زمرہ میں داخل ہو کر اُنکی نیک صحبت کی برکت سے
کامیاب ہو جائیں اور اُن لوگوں کے طریقہ سے بچے رہیں جنپر اسوجہ سے کہ اُنھوں نے بُرے عمل کیے تو غضبناک ہوا یا جو غلط
عقیدوں کی وجہ سے راہ راست سے بہک گئے اے ہمارے رب اِن لوگوں سے ہمیں بچائے ہی رکھنا کہیں ہم بھی اسی
آفت میں نہ مبتلا ہو جائیں اور پھر اُنہیں کی طرح ہمکو بھی نقصان اُٹھانا پڑے اب وہ مقبولیت کی درخواست پر اپنی اِس دعا کو ختم
کرتا ہے چنانچہ اِسی لیے وہ اِس موقع پر لفظ آمین کہتا ہے یعنے اے رب اب ہماری دعا کو قبول کرلے کیونکہ تو نے تو اپنے رسول
کی زبانی ہمسے وعدہ کر کے ہمیں اُمیدوار بنا رکہا ہے اور تیری تو عادت ہی ہے کہ دعا کرنیوالے کی بہت جلد سُن لیا کرتا ہے
پھر چونکہ قاعدہ ہے کہ جب طبیب سے کوئی شخص علاج کراتا ہے تو اُسکے لیے وہ جو دوا تجویز کر دیتا ہے اُسکو استعمال کرتا ہے
اور اُسکے حکم کی تعمیل اپنے ذمہ ضروری سمجہا کرتا ہے اسیطرح پر یہاں بھی سمجہیے کہ بندہ کا خدا سے راہ راست کی رہنمائی کا طالب
ہونا گویا کہ اپنے بیجا اعمال اور بُرے عقیدوں کے امراض کے لیے دوائے شافی مانگنا ہے پس گویا خدا کی جانب سے اُسکے
جواب میں یہ ارشاد ہوتا ہے کہ تمہارا علاج یہی ہے کہ تم میرے کلام کی تلاوت کرو اور اِسمیں سے جو کچھ پڑھ سکو پڑھا ہو اِس سے تمکو
شفا حاصل ہوگی کیونکہ یہی کلام ایسی شافی دوا ہے کہ جس سے فسق۔ شرک۔ ریا۔ کبر۔ حسد۔ کینہ وغیرہ سارے مرضوں کو صحت
حاصل ہوتی ہے اِسلیئے کہ اُسمیں کافی طور پر دلائل بیان ہوئے ہیں پوری پوری نصیحتیں کی گئی ہیں پس اگر تم اِسے پڑھو گے تو
تمہیں تمہاری بیماری سے شفا حاصل ہو جائے گی اور تمہارا مرض زائل ہو جائیگا۔ اِسوجہ سے نمازی بعد سورہ فاتحہ کے کہ جو بمنزلہ
مرض بیان کرنے کے تہی اپنے طبیب کی بتلائی ہوئی دوا کے طور پر قرآن میں سے تہوڑا بہت اُسکے سوا کچھ اور بھی پڑھ لیا کرتا ہے پ
اِس دوا کو استعمال کر کے یعنے کلام اللہ سے کچھ پڑھکر وہ اپنی کمزوری اور عاجزی پر نظر ڈالتا ہے اور اِس دوا کی واقفیت و شفا حاصل
کرنے کے لیے اپنے آپ کو اپنے مولٰے کا محتاج پاتا ہے اور یہ بھی دیکھتا ہے کہ یہ بات سوائے خدا کے اور کسی کے قبضۂ قدرت
میں نہیں پس اُسوقت اپنی ہیئت سے بھی اپنا عجز ظاہر کرنے کے لیے اپنے مولٰے کی بڑائی بیان کرتا ہوا اُسکے سامنے جھک جاتا
ہے اور اِسی کو رکوع کہتے ہیں۔ پھر وہ اِسی حالت میں اپنے باعظمت مولٰے کی کہ جو سب سے بے نیاز ہے اور جسکے کہ سب محتاج
ہیں پاکی بیان کرتا ہے اور بعد اسکے کہ اُسنے اپنی ہیئت سے بھی اپنی عاجزی ظاہر کر دی اُسکی طرف اپنے محتاج ہونے کا اقرار
بھی کر لیا اُسکی عظمت و جلال کی تعظیم بھی کر چکا وہ اپنے اِس مالک کا شکر ادا کرنیکے لیئے سیدھا کھڑا ہو جاتا ہے۔ جسنے کہ دوا
شافی عنایت کر کے اُسپر بڑا احسان کیا ہے اور اپنے جی کو اسطرح سمجہاتا ہے کہ اگرچہ وہ نہایت ہی کمزور اور بڑا ہی ذلیل ہے اور
اُسکا مالک بہت ہی بڑی عظمت و جلال والا ہے لیکن اسکے ساتہہ ہی وہ لوگوں کی سُنتا بھی ہے اور اُنکی دعائیں قبول کرتا ہے اور جو
اُسکی تعریف کرتا ہے وہ اُسے بہی سُن لیتا ہے۔ پس اِسی وجہ سے اپنے جی کو اطمینان دلانے کے لیئے "وہ سمع اللہ لمن حمدہ" کہا کرتا ہے

ف فاتحہ کے ساتھ ضم سورہ کی حکمت ۱۲

ف رکوع اور تو سادہ کی جو کلمات اوس میں مشروع ہیں انکی حکمت ۱۲

یعنے جو خدا کی تعریف کرتا ہے خدا اُسکی سُن لیتا ہے۔ اور پہر وہ اپنی تعریف وحمد اللھم ربنا لک الحمد کہکر پیش کر دیتا ہے۔
اسکے بعد جب یہ خیال کرتا ہے کہ خدا کی نعمتیں تو بے پایاں اور غیر محصور ہیں اور وہ اگر ابد تک بہی اطاعت اور عاجزی کرتا رہے جب
بہی سو حصوں میں سے ایک حصہ بہی شکر کا ادا نہیں ہو سکتا پس اِس موقع پر گویا زبان حال سے وہ یہ کہنے لگتا ہے کہ اے میرے
رب میں تو تیری نعمتوں کے شکر ادا کرنے سے بہت ہی قاصر ہوں اور تو تمام چیزوں سے بے نیاز ہے پہر میں کونسا کام
کروں کہ تیرے بڑے بڑے احسانوں کا بدلہ ہو سکے تیری شان جو نہایت ہی عالی ہے میں ہزار کوشش کروں لیکن بہلا مجہہ
بیچارے سے کیا ہو سکتا ہے سب سے بڑہکر تیرے مقابلہ میں جو کچہ کر سکتا ہوں وہ یہی ہے کہ میں اپنے اعضا میں سے جو نہایت
ہی شریف اور باعزت ہے اور وہ میرا چہرہ ہے تیری عظمت وجلال کی تعظیم کرنیکے لیے زمین پر تیرے سامنے رکہدوں اگرچہ
میں جانتا ہوں کہ تیری کبریائی وعظمت میں اِس سے کچہ زیادتی نہو جائے گی کیونکہ تو سب بڑوں سے بڑا ہے پس وہ اپنے
مولے کی تعظیم کرنے کے لیئے اللہ اکبر کہتا ہوا سجدہ میں گر پڑتا ہے اور اپنی پیشانی اُسکے سامنے زمین پر رکہدیتا ہے اور سجدہ
میں اپنے کو نہایت ہی پستی کی حالت میں پاتا ہے اور چونکہ اُسنے یہ حالت اپنے ایسے مولے کی تعظیم کی غرض سے اختیار
کی ہے جو سب بڑوں سے بڑا ہے اسلیئے وہ سُبحان ربی الاعلے کہنے لگتا ہے یعنے میرا رب جو جملہ چیزوں سے عالی ہے تمام
عیبوں سے پاک ہے اور پہر یہ خیال کرکے کہ اگر وہ تمام عمر بہی خدا کے سامنے عاجزی کرتا رہے جب بہی اُسکی تعظیم کا پورا پورا
حق ادا کرکے سبکدوش نہیں ہو سکتا اللہ اکبر کہتا ہوا اپنا سر سجدہ سے اُٹہا لیتا ہے گویا وہ اِس امر کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ
اُسکی عظمت وکبریائی کے سامنے تمام لوگوں کی تعظیم وتکریم ہیچ ہے اُسکا کما حقہٗ کوئی حق ادا ہی نہیں کر سکتا پہر سجدہ سے
سر اُٹہانے کے بعد وہ دیکہتا ہے کہ سجدہ کی حالت تو میری نہایت ہی شرف وبزرگی کی حالت تہی اور ابہی تو اس مقصد عالی سے
میرا ادا حاصل ہی نہیں ہوا ہے اور یہ بہی یاد کرتا ہے کہ شیطان نے تو اپنی بدبختی کی وجہ سے ایک سجدہ بہی نہیں کیا تہا خدا کا شکر
ہے کہ مجہے سجدہ کرنا تو نصیب ہوا ہے سجہکر شیطان کے خلاف پہر اُس بارگاہ عالی میں اپنے مولے کی عظمت ظاہر کرنے کے
لیے سر کو سجدہ میں رکہدیتا ہے اب بعد اسکے سجدہ سے سر اُٹہا کر نماز کے بقیہ اعمال وافعال کے پورا کرنے میں مصروف ہو جاتا ہے
اور اسی طرز سابق سے جیسیں کہ طرح طرح کی حکمتیں اور راز پائے جاتے ہیں اپنی نماز کی تکمیل کے درپے ہوتا ہے اگر اُن سب کا بیان
کیا جائے تو کلام نہایت ہی طویل ہو جائے پہر وہ اپنے ضروری کاروبار کے انتظام اور دوسری عبادتوں کی بجاآوری کے لیے
اِس بارگاہ عالی سے باہر آنے پر آمادہ ہوکر غلاموں کی طرح باادب دوزانو بیٹہہ جاتا ہے اور اپنے مولے کے حضور میں جو کہ زمین
وآسمان کا مالک ہے التحیات للہ والصلوات والطیبات کہکر تحیت وسلام عرض کرنے لگتا ہے ٹہیک اسیطرح سے جیسے کہ شاہی
دربار سے باہر آتے وقت آداب بجالایا کرتے ہیں اب وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے مرتبہ کو یاد کرتا ہے جنکے ذریعہ سے اُسکو
اس بارگاہ عالی میں باریاب ہونا نصیب ہوا ہے پس وہ آپ پر سلام بہیجتا ہے اور آپ کے لیے برکت ورحمت کی دعا کرتا ہے
اسی لیے اِس موقع پر السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہتا ہے پہر اُسے یہ رغبت پیدا ہوتی ہے کہ جہاں خدا نے
اُسے اس عبادت کے فوائد سے بہرہ یاب کیا ہے وہ اُسکو اور اُسکے موحد بہائیوں کو امن وامان میں بہی رکہے پس وہ السلام علینا
کہکر اس رغبت کو خدا کے حضور میں ظاہر کرتا ہے پہر اُسے اپنے اُن بہائیوں کی یاد آتی ہے جنکی عبادت کے ساتہ ملاکر اُسنے اپنی

ف سجدہ اور اُسکے متعلقات کی حکمت ۱۲

ف قعدۂ اخیرہ اور جن چیزوں پر وہ مشتمل ہے سب کی حکمت ۱۲

عبادت خدا کی درگاہ میں بامید قبول پیش کی تہی اور اسوجہ سے اُنکا حق اُسکے اوپر کسی قدر خصوصیت کے ساتھ ثابت ہوگیا تہا چنانچہ
خدا نے جو کچہ نعمتیں اُنہیں دی تہیں اُنکے لیے بہی حفاظت کی دعا کرتا ہے اور وعلی عباد اللہ الصالحین کو اور بڑہا دیتا ہے پہر
گویا کہ یہ بات اُسکے پیش نظر ہوجاتی ہے کہ منعم حقیقی خداوند تعالیٰ ہی اور اس بہلائی تک جنکے ذریعہ سے رسائی ہوئی ہے
وہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک ہے پس صدق دل سے اللہ تعالیٰ کی معبودیت کے اعتبار سے یکتا ہونیکی
شہادت دیتا ہے اور اپنی کلمہ کی انگلی اُٹھا کر اسی یکتائی کی طرف اشارہ کرتا ہے تاکہ اعتقاد، قول اور فعل جملہ اعتبار سے موحد بنجائے
اور اسمیں یہ بہی اشارہ پایا جاتا ہے کہ معبودیت کے لحاظ سے وہی یکتا خیال کیا جاسکتا ہے جو احسان و انعام کرنے کے اعتبار
سے بہی فرد ہو۔ اسکے بعد محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے خدا کی عبودیت کی جوکہ نہایت ہی کامل مرتبہ ہے اور رسالت
کی جو بہت ہی شریف منصب ہے شہادت ادا کرتا ہے۔ اور اشہد ان لا الہ الا اللہ و اشہد ان محمدا عبدہ و رسولہ کہتا ہے۔
اب اُسکا اسبات کی دعا کی جانب میلان ہوجاتا ہے کہ خدا محمد صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے کنبے والوں پر خلق کی رہنمائی کے
بدلے میں رحمت و برکت نازل فرمائے جسطرح کہ خدا نے ابراہیم علیہ السلام اور اُنکے گہر والوں پر پہلے لوگوں کی رہنمائی کے
عوض میں رحمت و برکت نازل کی تہی اور یہ خیال کرکے کہ اُسکو خواہ دنیوی خواہ اُخروی ساری ضرورتوں میں خدا ہی کیطرف
احتیاج ہے اسلیے اپنی حاجتوں کے لیے بہی درخواست کرتا ہے۔ اب چونکہ اسبات کا وقت آپہنچتا ہے کہ اس بارگاہ عالی سے
باہر اگر دوسری عبادتوں کے ادا کرنے میں مشغول ہو اور اپنی معاش وغیرہ کی تحصیل کی فکر کرے جیسا کہ خدا نے اُسکے ذمہ ضروری
کر دیا ہے کیونکہ اُسنے اس عالم کا یہی قاعدہ مقرر کر رکہا ہے کہ تمام چیزوں کے کچہ نہ کچہ سبب ہوا کرتے ہیں اور وہ اشیاء بذریعہ
اپنے سبب ہی کے حاصل ہوا کرتی ہیں۔ اسلیے اس درگاہ سے وہ اس طرح علیحدہ ہوتا ہے کہ اپنے دل کو اُسی طرف رہنے
دیتا ہے اور فقط چہرہ اِدہر اُدہر پہیر لیتا ہے گویا کہ اپنی زبانِ حال سے اس مضمون کو ادا کرتا ہے کہ اگر مجہکو ضرورت نہ درپیش
ہوتی تو اس بارگاہ عالی سے کبہی جدا نہوتا اور اسکی جدائی کا صدمہ نہ اُٹہاتا جہاں کہ طرح طرح کی عبادتوں سے بہرہ یاب ہوا ہوں
اور وہ عبادتیں خدا کی یاد کرنا، اُس سے دعا مانگنا، اُسکی تعظیم کرنا، اُسکے سامنے رکوع و سجدہ کرنا عاجزی اور فروتنی سے پیش
آنا ہیں۔ اب وہ اپنے مسلمان بہائیوں اور فرشتوں کی طرف جنکی جانب اتنی دیر تک ملتفت نہ رہا تہا۔ "السلام علیکم و رحمۃ اللہ"
کہکر متوجہ ہوجاتا ہے اور اپنے کاروبار میں مصروف ہوتا ہے۔

پہر چونکہ انسان جب سو کر جاگتا ہے تو گویا وہ مرکر زندہ ہوتا ہے کیونکہ سونا بہی اس اعتبار سے کہ آدمی کے حواس احساس کرنے سے
معطل رہتے ہیں مرنے ہی کی نسل ہے اور وہ دیکہتا ہے کہ خدا نے اُسکو اُس حالت سے جو موت کے مشابہ ہے اُٹہا کہڑا کیا اور
اپنے کاروبار میں ہاتہہ پیر ہلانے اور دماغی قوت سے کام لینے کی وجہ سے جو کچہ اُسکی قوتوں میں ضعف ہو چلا تہا اس نیند سے
اُسکی تلافی کر دی کہاں تو وہ بالکل تہکا ماندہ سویا تہا اور اُٹہنے کے وقت اُسکا سارا کسل دور ہوگیا طبیعت خوش اور نشاش ہوگئی
علاوہ اسکے خدا نے اُسکو سونے کی حالت میں تمام موذی چیزوں سے بہی محفوظ رکہا اور اُسکا کہانا بخوبی ہضم کرکے اُسکو ایسی
عجیب وغریب صورت سے جسکے سمجہنے میں عقل چکر میں آجاتی ہے جزو بدن بنا دیا اور اُسکو اسکا پتہ بہی نہ لگا کہ فعل انہضام
نے کیونکر انجام پایا اور اُس سے اُسکو کیا کیا فائدے پہونچے اور کون کون سی مضر چیزیں دفع ہوئیں اُسکی غایت درجہ کی کوشش تہی

کہ اُسنے کہانا نگلکر معدہ میں پہنچایا تہا اور اسطرح سے اُسنے کہانے کی لذت حاصل کرلی تہی اسکے بعد ہضم وغیرہ کا خیال بہی اُسکے
دل میں نہ گذرا تہا صرف ان فوائد پر کیا موقوف ہے نیند سے اور بہی بہتیرے فائدے حاصل ہوتے ہیں اور خدا کی کتنی ہی بیشمار
نعمتیں پائی جاتی ہیں کہ جو سب تحریر و تقریر میں آ ہی نہیں سکتیں اسلیے اُسکے ذمہ یہ بات ضروری ہوگئی کہ بیدار ہونے کے ساتہ
ہی خدا کا شکر ادا کرنے کی غرض سے نماز پڑہے چنانچہ وہ اسی وجہ سے صبح کی نماز ادا کرتا ہے پہر جب آدہا دن گذر جاتا ہے اور
خدا کے اُسپر بڑے بڑے احسانات ہو لیتے ہیں مثلاً یہ کہ خدا زمین کو تاکہ اُسے اپنی معاش کی راہیں صاف نظر آنے لگیں روشن
کر دیتا ہے اُسکے حواس کو تقویت پہنچا دیتا ہے جنکے ذریعہ سے وہ نافع اور مضر چیزوں میں تمیز کر لیتا ہے اُسپر کسب معاش کے
ذریعے آسان ہو جاتے ہیں اُسکو غذا مل چکتی ہے کوئی کہانتک بیان کرے اسکے علاوہ بہی بےانتہا احسانات خدا کی جانب
سے اُسپر ہو لیتے ہیں اُسوقت بہی اُسکے ذمہ خدا کا شکر کرنا لازمی امر ہو جاتا ہے پس وہ ظہر کی نماز ادا کرتا ہے پہر جب دیکہتا ہے
کہ دن چلنے لگا اور ختم ہونے کے قریب آگیا اور اس عرصہ میں خدا کے بڑے بڑے احسانات اُسپر ہو چکے اور اُسنے اپنے
کاموں سے فارغ ہوکر اپنے مکان کی طرف لوٹنے کا ارادہ کیا تو اُسوقت بہی اُسپر اس خدمت کی بجا آوری واجب ہو جاتی ہے
اور پہر وہ عصر کی نماز ادا کرتا ہے اسکے بعد جب دیکہتا ہے کہ دن ختم ہوگیا اور رات آپہنچی جسمیں کہ اُسے راحت نصیب ہوگی اور یہ
بات نہ ہوئی کہ ہمیشہ دن ہی رہتا جسمیں اُسے راحت و آرام کرنے کا موقع ہی نہ ملتا بلکہ وہ بخیر و خوبی ختم ہوگیا تو اُسپر اُسوقت
بہی یہ امر ضروری ہو جاتا ہے کہ خدا کی عبادت کی طرف پہر متوجہ ہو جائے جو کہ اسکے لیے عین سعادت کا باعث ہے پس وہ
نماز مغرب ادا کرتا ہے پہر جب چاروں طرف تاریکی چہا جاتی ہے اور سونیکا وقت آپہنچتا ہے اور وہ خیال کرتا ہے کہ جو نعمتیں صبح
سے لیکر اب تک اُسپر ہوتی رہیں اُنکا شکر ادا نکر سکا اور جو کچہ عبادت اُسنے کی بہی اُس سے سو حصوں میں سے ایک حصہ
بہی شکر کا ادا نہیں ہوا اور دیکہتا ہے کہ خدا کا اُسوقت کو پیدا کرنا بہی کہ جسمیں بہت اچہی طرح سے آرام کیا جاسکتا ہے اُسکی
بیشمار نعمتوں سے ایک بہت ہی بڑی نعمت ہے اور وہ بہی اُس حالت میں جبکہ اُسے کسی کا خوف نہ ہو اور اپنے مکان میں نہایت
ہی نرم بچہونے پر اُسے آرام کرنا نصیب ہو پس وہ عشا کی نماز ادا کرنے لگتا ہے تاکہ خدا کا جو کچہ شکر ادا ہو سکے اُتنا ہی ادا کرے
پورے طور سے شکر ادا کرکے سبکدوش ہو جانا تو ساری عمر صرف کرنے پر بہی ممکن نہیں ہے چاہے وہ ہزار عبادت کرے رات
و دن بلکہ ہر لحظہ عبادت ہی میں مصروف رہے لیکن اُسکی عظمت و بیشمار نعمتوں کے مقابلہ میں ہمیشہ عاجز اور قاصر ہی سمجہا جائیگا
پہر دیکہیے کہ خدا نے ادائے شکر کے لیے جو نمازیں ضروری ٹہرائی ہیں تو اُس شخص کے لیے جو مسافر نہ ہو بیس رکعتیں ہیں دس
دن کو اور دس رات کو اور مسافر کے لیے تخفیف کرکے چودہ رکعتیں کردی گئی ہیں چہہ دن کو کیونکہ یہی سفر میں زیادہ چلنے کا
وقت ہے اور آٹہہ رات کو کیونکہ یہ ایسا وقت ہے جسمیں مسافر ٹہیرا کرتا ہے ان پنجوقتی نمازوں کے ساتہ کچہ اور نمازیں بہی
مقرر کی ہیں کہ جو واجب تو نہیں ہیں لیکن شارع علیہ السلام نے اُنکے ادا کرنے کا اس غرض سے ارشاد فرمایا ہے کہ اگر
کہیں فرض نمازوں کے ادا کرنے میں کچہ نقصان رہگیا ہو تو اُنکے ذریعہ سے وہ پورا کر دیا جائے اور ایسی نمازوں کو سنت
کہتے ہیں اور ماہ رمضان کی طرف خاص توجہ کرکے اُسمیں بیس رکعتیں سنت علاوہ اسکے اور مقرر کی ہیں تاکہ اُسکی نمازوں کی
اور زیادہ تکمیل کردی جائے۔ یہ تو ہو چکا اگر ابہی ان نمازوں میں اور غور کیا جائے تو بے انتہا فائدے اور حکمتیں نظر آئیں گی مثلاً

ف
سفر اور حضر کی حکمت ۱۲

اُسنے لوگوں کے نفوس مہذب ہوتے ہیں خصوصاً جابروں اور متکبروں کے نفوس جو کہ زمین سے اپنے دامنوں کے چھو جانے سے
بھی ناک چڑھاتے تھے اور اس سے بھی اُنہیں عار آتا تھا چہ جائیکہ وہ اپنی پیشانی زمین پر رکھیں۔ خدا کے سامنے عاجزی کرنے کی
عادت پڑتی ہے۔ غافلوں اور اُن لوگوں کو جو کہ دنیاوی تفکرات میں اپنے کو کھپائے ڈالتے ہیں اِسی بہانہ سے اپنے پیدا
کرنیوالے اور اپنے نگہبان کی یاد آجاتی ہے۔ کیونکہ اگر وہ اِس خدمت گذاری کے لیے اپنے پروردگار کے سامنے نہ کھڑے ہوتے
اور اِس امر کی اطاعت اُنکے ذمہ ضروری نہ کردیجاتی تو دن تو دن سالہا سال تک بھی بعضوں کے خیال میں یہ بات نہ گذرتی
کہ اُنکا کوئی خدا بھی ہے جسے اُنہیں حساب دینا ہوگا اور وہ اُنکی حرکات وسکنات سے بخوبی واقف ہے اور اِس امر کی شہادت
کے لیے یہ کیا کم ہے کہ یہ لوگ اب بھی اِس غفلت میں پڑکر طرح طرح کی مخالفت کا سبب بنجاتے ہیں اور تمام فسادات کے باعث
ہوتے ہیں علاوہ بریں نماز کے وقت از سر نو توبہ کرنی بھی نصیب ہوتی ہے اِسی موقع سے اِس راز کا بھی پتہ لگتا ہے کہ نماز
بندہ کو اُسکے پروردگار سے ملانے کا کیونکر ذریعہ ہے اور بے شرمی کی باتوں سے کیسے باز رکھتی ہے جیسا کہ قرآن عہ شریف
میں نماز کی نسبت واقع ہوا ہے۔

ف جماعت سے نماز پڑھنے اور جمعہ عیدین اور حج وغیرہ عبادتوں میں مجتمع ہونے کی حکمت ۱۲

اب دیکھیے جماعت سے نماز پڑھنے اور تمام اعمال نماز میں مقتدیوں کی اپنے امام کی اطاعت کرنے کا نکتہ سنیے اور وہ یہ ہے
کہ لوگ اپنے سردار کی تابعداری اور پیروی کے عادی ہوجائیں جیسا کہ ہم سرداران لشکر کو دیکھتے ہیں کہ وہ فوجی لوگوں
سے ایسے کاموں کی خوب مشق کرایا کرتے ہیں جنکی نسبت اُنکا یہ خیال ہوتا ہے کہ میدان جنگ میں وہ اُنکی بخوبی رعایت نہ
کرسکیں گے اور اس سے یہ مقصود ہوتا ہے کہ فوجی سپاہی اپنے سپہ سالار لشکر کے حکموں کی تعمیل کرنے کے عادی بنے رہیں
اور اِس نکتہ کو فارسیوں کے سپہ سالار رستم نے خوب ہی سمجھا تھا جبکہ اُس نے صحابہ کو دیکھا کہ اپنے پیشوا کے پیچھے نماز پڑھ رہے
ہیں اور ساری حرکات وسکنات میں اُسی کی پیروی کرتے ہیں چنانچہ اِس موقع پر عمر رضی اللہ عنہ کی نسبت جو کچھ اُسنے کہا تھا
وہ تاریخ میں بخوبی مذکور ہے۔

جماعت سے نماز پڑھنے میں ایک یہ بھی فائدہ ہے کہ اوقات نماز میں مسلمانوں میں باہم ملاقات ہوجاتی ہے اور اسطرح سے
آپسمیں محبت وہمدردی کے سلسلہ کو نہایت استحکام ہوتا ہے اِسی لیے اِس امر کی اور عبادتوں میں بھی رعایت مدنظر رکھی
گئی ہے اور یہ کام اِس طور پر انجام پاتا ہے کہ ہر محلہ کے لوگوں کے لیے یہ امر مناسب قرار دیا گیا ہے کہ اپنے محلہ کی مسجد
میں پانچوں وقت نماز پڑھنے جایا کریں اِسی طرح اہل شہر کو بھی چاہیے کہ ہفتہ میں ایک دن جمعہ کی نماز پڑھنے کے لیے جامع مسجد
میں جمع ہوجایا کریں۔ رہی عید الفطر و عید اضحے کی نماز اُسکے لیے شہر تو شہر اُس کے قرب وجوار تک کے لوگ بھی سال میں
دوبار جمع ہوا کرتے ہیں علاوہ بریں سارے عالم کے مسلمانوں پر یہ بات لازم کردی گئی ہے کہ اُنہیں سے خدا جن جنکو مقدرت
دے وہ تمام عمر میں کم سے کم ایک مرتبہ تو ضرور ہی حج کے لیے جمع ہوجایا کریں چنانچہ حج کے بیان میں اِسکا ذکر آتا ہے

ف خطبہ کی حکمت ۱۲

اِس شریعت محمدیہ نے اپنے پیروی کرنیوالوں کے لیے اِن دینی مجمعوں سے بعض بعض میں یہ بھی مقرر کیا ہے کہ اُنکا پیشوا
لوگوں کو مخاطب کرکے خطبہ پڑھے یعنے اُنکے سامنے کچھ تقریر بیان کرے جسمیں اُنکو نصیحت کے مضامین سُنائے ناز یبا
اُمور سے زجر و توبیخ کرے اور جو کچھ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم خدا کے پاس سے اُنکے لیئے لائے ہیں اُسکی اُنہیں یاد دلائے

عہ ان الصلوٰۃ تنہیٰ عن الفحشاء والمنکر ۱۲

اور ان لوگو نپر یہ ضروری ہے کہ خاموش ہو کر گوش دل اسکو سنتے رہیں چنانچہ آپ دیکھتے ہوں گے کہ وہ لوگ اسوقت کیسے
چپ چاپ گھٹنوں کے بل سر جھکائے بیٹھے سنا کرتے ہیں نہ کسی کو حرکت ہوتی ہے اور نہ انہیں سے کسی بات کی تحسین کیلئے
کوئی تالیاں بجاتا ہے اور نہ کسی امر کے قبح ثابت کرنیکے لیئے شور کرتا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ انہیں یہ بات بالیقین طور پر معلوم ہوتی ہے
کہ خطیب شریعت کے خلاف کچھ نہیں بیان کرتا جو کچھ کہتا ہے انکی شریعت کے موافق کہتا ہے ہاں بالفرض اگر وہ شرعی
حدود سے قدم باہر نکالنے لگے (اگرچہ ایسا کبھی واقع ہوا نہیں کرتا) تو سب کو چاہیے کہ اسکی بات تسلیم نہ کریں اور ہر اسلئے
واسطے کو اسبات کا اختیار دیا گیا ہے کہ اسکے قول کی تردید کردے۔

ف
نماز کے فوائد اور جو لوگ اس سے جی چراتے ہیں وہ اسکے فوائد سے محروم رہتے ہیں انکی بیہودہ اور واہی تباہی عذروں کا معقول جواب ۱۲

چونکہ نماز میں کثرت سے فائدے پائے جاتے ہیں اسی لیئے نماز کا ترک کرنا شریعت میں بہت بڑا گناہ شمار کیا گیا ہے اسکے
ترک کرنیوالے کی بہت سختی سے مخالفت کیگئی ہے اور وہ دنیا اور آخرت دونوں میں نہایت سخت سزا کا مستحق ٹھیرایا گیا ہے
یہانتک کہ نماز کا ترک کرنا ہی کفر کی علامتوں میں سے شمار کیا گیا ہے جیسے کہ برابر نماز پڑہنا ایمان کی علامت قرار دیگئی ہے
اسطرح سے ان لوگوں کی نادانی بخوبی واضح ہوجاتی ہے جو نماز کے بارے میں بے پروائی کرتے ہیں چونکہ کاہلی نے انہیں
گھیر رکھا ہے یا شیطان کا ان کے دلوں پر پورا تسلط ہوگیا ہے جسکی وجہ سے انہیں نماز کی واقعی خوبی نظر نہیں آتی اصل مغز کو
چھوڑ کر پوست کو لے بیٹھتے ہیں اور اپنی نادانی کی وجہ سے اسکے ترک کرنے کی واہی تباہی وجہیں نکالا کرتے ہیں اور نامعقول
عذر کیا کرتے ہیں چنانچہ بعض کہتے ہیں کہ صاحب ہمارا رب ہماری کاہلی کی کیا پرواکرتا ہے اسے ہماری نماز کی ضرورت ہی کیا
پڑی ہے۔ ان کم فہموں سے کوئی یہ تو کہے کہ ہاں بیشک تمہارا رب تمام چیزوں سے بے نیاز ہے تو کیا اے نادانو تم بھی تمام
چیزوں سے بے نیاز ہوگئے یا تمہیں ان فائدوں کی جو نماز سے حاصل ہوتے ہیں کیا ذرا بھی حاجت باقی نہیں ہی تمہیں خبر بھی
ہے کہ خدا نے اپنے فائدے کیلئے نماز ہرگز مقرر نہیں کی اسکا تو مقصود یہ ہے کہ تم نماز کے بیشمار فائدوں سے بہرہ یاب ہو
اچھا ہم تم سے پوچھتے ہیں کہ کیا تمہیں تہذیب حاصل کرنے کی ضرورت نہیں رہی یا اپنے رب کی یاد سے بالکل مستغنی ہوگئے یا
یہ وجہ ہو کہ تم کو اس کے سامنے از سر نو توبہ کرنی اور اسکی اطاعت کی عادت ڈالنے کی حاجت باقی نہ رہی ہو۔ اچھا اور کچھ نہ
سہی تو کیا تمہیں ان فوائد کی بھی پروا نہیں ہی جو بجماعۂ نماز باہم اپنے بھائیوں سے ملاقات کرنے کی وجہ سے تمہیں حاصل ہوتے
ہیں باہم محبت بڑہتی ہے آپس میں ہمدردی قایم ہوتی ہے اس کے علاوہ بھی بہتیرے فائدے حاصل ہوتے ہیں میں تو کسیطرح
خیال نہیں کرسکتا کہ تم ان سب باتوں سے بے نیاز ہونے کے قائل ہوجاؤگے ہاں اگر تم ہٹ دہرمی ہی پر کمر باندہ لو یا اپنی
نادانی سے اس کے بھی قائل ہوجاؤ تو بات ہی دوسری ہے اسوقت میں تمکو اس قابل ہرگز نہیں سمجھ سکتا کہ تمہاری کسی بات
کا جواب دیا جائے یا تمہارا انسانیت کے زمرہ میں شمار ہوسکے۔

ایسے وقت تو تمہاری حالت بالکل ان بیماروں کی سی ہے جنکو کوئی خیرخواہ طبیب کوئی نافع دوا تجویز کرکے اسکے استعمال کا حکم کرتا ہو
اور وہ طبیب سے یہ کہکر اسکے استعمال سے پرہیز کرتے ہوں کہ صاحب ہمارے دوا کے استعمال کرنے سے آپ کو کیا فائدہ
ہوگا آپ کو تو اسکی کچھ بھی حاجت نہیں ہے گو یہ بات سچ ہے کہ طبیب کو اسکی کوئی حاجت نہیں لیکن کیا کوئی عاقل تجویز کرسکتا ہے
کہ ان بیماروں کو بھی ضرورت نہیں ہے یہ بھی اس سے بے نیاز ہوگئے ہیں ہرگز نہیں بس صاف یہی سمجھا جائے گا کہ بیماری کیوجہ

سے تمکی عقل جاتی رہی ہے اور ہذیان بک رہے ہیں۔
نماز ترک کرکے اُسکے فائدوں سے محروم رہنے والوں سے یہ پوچھنا چاہیئے کہ تم نماز کیوں نہیں پڑھتے اگر اسوجہ سے نماز نہیں پڑھتے ہو کہ تمہارے نزدیک وہ انکار کے قابل ہے اور تمہاری فاسد عقلوں میں وہ قبیح معلوم ہوتی ہے تو سمجھ رکھو کہ ایسے شخص کی نسبت شریعت محمدیہ کا یہ حکم ہے کہ وہ کافر ہوکر دائرۂ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے تب تو نماز کے بارے میں تمسے گفتگو ہی مناسب نہیں کیونکہ کفر سے بڑھکر اور کونسا گناہ ہوگا بلکہ اسوقت تو تمہارے ساتھ یہی خیر خواہی ہے کہ تمہیں از سر نو مسلمان بنایا جائے اور تم سے اِس کفر سے توبہ کرائی جائے اور اگر کاہلی کی وجہ سے تمنے نماز کو چھوڑ رکھا ہے تو بڑی ہی شرم کی بات ہے ایسی ہی کاہلی کس کام کی اگر تمہیں عقل کا کچھ بھی حصہ ملا ہو تو بھلا سوچو تو سہی کہ دن رات میں جو چوبیس گھنٹے ہوتے ہیں اُن میں اپنی ساری خواہشیں پوری کرتے ہو طرح طرح کی لذتیں حاصل کیا کرتے ہو تمام دنیاوی کاروبار میں لگے رہتے ہو تو کیا صرف نماز ہی ایسی مشکل ہے کہ وقت سے ادا نہیں کیجاتی حالانکہ اُسمیں کچھ بہت زمانہ بھی نہیں لگتا ساری نمازوں کے ادا کرنے میں ایک گھنٹہ نہیں تو دو گھنٹہ صرف ہو جائیں گے اور بس تو کیا یہی عقلمندی اور یہی انصاف کی بات ہے کہ بائیس گھنٹے تک دنیاوی مقاصد اور لذتوں کے حاصل کر لینے پر بھی صرف ایک یا دو گھنٹہ صرف کرکے دائمی فوائد کے حاصل کرنے سے محروم رہو اور اپنی کاہلی کے مارے اُتنی دیر بھی عبادت نہ کرسکو جو دن رات کے دسویں حصہ سے بھی کچھ کم ہے۔
بھلا بتلاؤ تم اپنے ساتھ یہی خیر خواہی کرتے ہو؟ یہی تمہاری اُن عقلوں کا نتیجہ ہے جنکی نسبت تم دعوے سے کہا کرتے ہو کہ وہ بالکل ٹھیک سمجھتے ہیں اور انہیں کی مدد سے راہ راست کے دریافت کر لینے کا تمہیں بڑا زعم ہے۔ جبکہ تم اپنے ہی ساتھ خیانت اور دشمنی کرنیں بند نہیں ہو تو تم سے بھلائی کی کون اُمید کرسکتا ہے اور اگر کہیں تم حاکم بنجاؤ تو تمہارے انصاف کی کسکو توقع ہوسکتی ہے۔ اور اگر تم ہمارے درمیان تاجرانہ کاروبار کرو تو تمہاری امانت داری کا اِس حماقت پر کیسے اطمینان ہوسکتا ہے اور جسوقت کہ تمنے اسلامی دین کے بڑے عظیم رکن کو گرادیا تو مسلمان اپنے بھائیوں میں تمہارا کیونکر شمار کرسکتے ہیں نماز کے ترک کرنے کا خدا کے سامنے تم کیا عذر کرسکتے ہو حالانکہ خدا نے اِسکی بڑی تاکید کی ہے اور قرآن میں بار بار اسکے ادا کرنیکا حکم دیا ہے تمہیں اپنے پیغمبر سے بھی شرم نہیں آتی جنکا کہ یہ قول تھا کہ نماز میں میری آنکھوں کو ٹھنڈک حاصل ہوا کرتی ہے۔ خدا کی قسم اُن لوگوں سے بڑا ہی تعجب معلوم ہوتا ہے جو اسلام کا تو بڑے زور و شور سے دعوے کرتے ہیں اور نماز پڑھتے میں اُنکی جان نکلتی ہے اور طرہ یہ کہ کچھ ایسے ناسمجھ بھی نہیں دنیاوی کاروبار میں تو معلوم ہوتا ہے کہ اُنکے برابر کوئی عقلمند ہی نہیں بڑے صائب الرائے نظر آتے ہیں لیکن جہاں نماز کا ذکر آیا اور بچوں کی سی باتیں کرنے لگے اُسوقت اُنکی ساری عقلمندی جاتی رہتی ہے نماز کے فائدے اُنکو نظر ہی نہیں آتے آنکھوں پر پردے پڑجاتے ہیں میری سمجھ میں تو اسکی وجہ سوائے اس کے اور کچھ نہیں آتی کہ اُنکو خاص کر نماز ہی کے بارے میں خاص قسم کا جنون ہوگیا ہے اور اسمیں تعجب ہی کیا ہے جنون کی بہتیری قسمیں ہیں ایک قسم یہ بھی سہی۔
اُن لوگوں کی حالت سے مجھے نہایت ہی شرم آتی ہے جو کہنے کو بڑے عقیل و فطین سمجھے جاتے ہیں اور جب اُنکے ساتھ کے بیٹھنے والے نماز پڑھنے کھڑے ہوتے ہیں تو وہ لوگ نماز سے ایسے گھبراتے ہیں جیسے لاحول سے شیطان بھاگتا ہو اس عقلمندی پر ایسی

الفت بڑھتی ہے۔ تبادلہ خیالات کا موقع ملتا ہے۔ پھر ایک دو ملک کے لوگ نہیں بلکہ عرب۔ ترکستان۔ فارس ہند۔ داغستان
افغانستان ملک مغرب۔ بربر۔ سودان۔ جاوہ وغیرہ تمام ممالک کے باشندے نظر آتے ہیں اور ان سب کا ایک دین اور ایک ہی مقصد
یعنے اپنے بڑے رحیم وکریم مولے سے مغفرت طلب کرنا ہوتا ہے۔

جو افعال انکو وہاں کرنا پڑتے ہیں انکی بہتیری حکمتوں میں سے ایک یہ ہے کہ ان متبرک مقاموں میں جو کچھ کہ اللہ کے نیک
بندوں اور باعظمت رسولوں پر زمانہ سابق میں گذرا ہے ان افعال کی وجہ سے یاد آجائے جیسے کہ ابوالبشر آدم اور انکی
زوجہ حوا علیہما السلام کا واقعہ کہ جنت سے انکو زمین پر اتار دینے کے بعد انکے دل میں خدا نے یہ بات ڈالدی کہ اس سے
التجا کریں یہانتک کہ خدا نے انکی توبہ قبول کرلی اسی طرح ابراہیم خلیل اللہ اور انکے بیٹے اسمٰعیل علیہما السلام کا قصہ یا سیدہ ہاجرہ
رضی اللہ عنہا کا واقعہ ان سب کے یاد آنے سے اسبات کا دل میں خیال پیدا ہوتا ہے کہ کچھ ٹھکانا ہے۔ وہ لوگ خدا کی اطاعت میں
کیسے سرگرم تھے اور جب انکی آزمایش کی گئی تو کیسے ثابت قدم نکلے خدا کی خوشنودی سے سرمو تجاوز نہیں ہونے پایا
اور سب کو جانے دیجیے سیدنا ابراہیم علیہ السلام ہی کے ماجرے کو خیال کیجئے کیسی جانچ کا وقت تھا جبکہ خدا نے انکو لخت جگر
اور پیارے بیٹے اسمٰعیل علیہ السلام کو ذبح کرنیکا حکم دیا اور اس شفیق باپ نے خدا کی اطاعت کے سامنے کچھ پروا نکی اور اسپر
آمادہ ہوگیا۔ اور اسیطرح اس ہونہار لڑکے نے بھی خداوندی حکم کی تعمیل سے ذرا عذر نہ کیا اور اپنی جان دینے اور قبر میں سو
رہنے کے لیے مستعد ہوگیا اور جب شیطان نے وادی منیٰ میں وسوسہ ڈالنا چاہا تو اسے دفع کردیا اور اپنا سا منہ لیکر ناکام
رہگیا۔ پھر خدا نے فدیہ بھیجکر باپ بیٹے دونو پر احسان کیا اور انکے غم کو دور کرکے انکو خوشخبری سنادی۔ اسیطرح ان کاملین کے
اور بہتیرے پسندیدہ افعال اور خدا کے احسانات جو انپر ہوئے ہیں یاد آتے ہیں اور جب ان مقامات میں ان نیک بندوں کے
کام یاد کرکے انکی پیروی کیجاتی ہے تو بے اختیار جی چاہتا ہے کہ دیکھیں ان کے بقیہ افعال۔ عبادتیں۔ عمدہ خصلتیں کیسی
تھیں اور وہ اپنے مولے کی کیونکر اطاعت کرتے تھے اس سے انکی اقتدا کرنے کا شوق پیدا ہوتا ہے اور انکے پسندیدہ خصائل
اختیار کرنے کی طرف جی مائل ہوجاتا ہے اور دل چاہتا ہے کہ انکی اسبات پر تعریف کیجائے انکے لیے دعا مانگی جائے کہ وہ کیسے
کیسے عمدہ افعال جاری کرگئے ہیں کیسی کیسی نیک باتیں سکھاگئے ہیں مثلاً یہ کہ خدا کے سامنے توبہ کرنا چاہیے اسکی طرف رجوع
ہونا چاہیے انسان کو مناسب ہے کہ اخلاق حمیدہ کے ساتھ موصوف ہو۔ صبر اختیار کرے تسلیم ورضا سے کام لے خدا کے سامنے
ادب کی رعایت رکھے وغیرہ وغیرہ۔

ف
اسبات کا بیان کہ [illegible]
حج کے مقرر کرنے میں [illegible]
خیالات اور عادات [illegible]
وہ اپنے دنیاوی [illegible]
کے ساتھ برتا کرتے [illegible]
بہت کچھ رعایت
رکھی گئی ہے [illegible]
طرف سے [illegible]
حکمتیں

علاوہ ان فوائد مذکورہ کے اعمال حج کے مقرر کرنے میں جو ترتیب اختیار کی گئی ہے وہ بھی نہایت ہی عجیب وغریب ہے اسمیں
خداوندی عظمت وتقدس سے تنزل کرکے انسانی عقول وخیالات کا لحاظ کیا گیا ہے اور ان امور کی رعایت کیگئی ہے
جنکے ساتھ لوگ مانوس پائے جاتے ہیں اور جنکو کہ اسوقت برتا کرتے ہیں جبکہ وہ اپنے حاکموں یا بادشاہوں کے حضور میں کسی
ظالم یا ایذا پہونچانیوالے کے فریادی بنکر حاضر ہوتے ہیں یا جب ان کی درگاہ میں ان کے احسان واکرام حاصل کرنے کی غرض
سے درخواست کیا کرتے ہیں۔

چونکہ اعمال حج جنپر کہ خدا نے مغفرت کا وعدہ کیا ہے انسانی خیالات وعادات کے موافق ہیں اسلیے حاجیوں کے جی کو

اُنکے ادا کرنے کے وقت اسبات کا پورا اطمینان حاصل ہوجاتا ہے کہ نافرمانیوں اور گناہوں کے ظالم لشکر کے مقابلہ میں خدا اُنکی ضرور مدد کریگا اُنکی فریاد سنی جائیگی اور وہ اُنکی مراد پوری کرکے اُنسے احسان کے ساتھ پیش آئیگا۔

اسکا بیان یہ ہے کہ لوگ اسبات کے عادی ہو رہے ہیں کہ جب کبھی کوئی دشمن اُنپر چڑھ آتا ہے اور وہ اُسکے مقابلہ سے اپنے آپ کو عاجز پاتے ہیں یا گردش زمانہ کے پیچ میں آکر قحط یا خشک سالی میں مبتلا ہوجاتے ہیں جسکی وجہ سے اُنہیں طلب معاش کی فکر میں گرفتار ہونا پڑتا ہے تو اُسوقت بادشاہ کے حضور میں اُنکے محلوں پر حاضر ہونے کا قصد کرتے ہیں اور اپنی اپنی مصیبت کے موافق سب کے سب پراگندہ بال اپنے خاک آلودہ چہرے لیے ہوئے ننگے بدن برہنہ پا استغاثہ کی غرض سے فریاد کرتے ہوئے اُسکے سامنے جا کھڑے ہوتے ہیں اور رستہ میں جو جو چیزیں ملتی جاتی ہیں کہ جنکے ساتھ بادشاہوں کو کچھ بھی علاقہ ہو خدم وحشم کے علاوہ حیوانات و نباتات تک کی بھی تعظیم و تکریم کرتے جاتے ہیں۔

اور قصور شاہی کے قریب پہنچکر اُنکے گرد چکر لگایا کرتے ہیں اور اُنکے دروازوں کی تلاش میں سرگرداں رہتے ہیں یہانتک کہ اُنکو اسبات کی اجازت ملجاتی ہے کہ بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوں اور اُسکے سامنے مؤدب کھڑے ہوکر استغاثہ دائر کریں اُسکی تعریف کریں اپنی حاجت روائی کے لیے قوی سے قوی ذریعہ اختیار کریں اور اُنکے اور اُنکے بزرگوں کے اعلے و ادنے پر جو جو بادشاہ کے احسانات رعائتیں اور مہربانیاں سابق زمانہ میں ہوتی رہی ہیں اُنکی یاد دلائیں اسکے بعد جب بادشاہ اُنہیں اپنے ہاتھ پر بوسہ دینے کی اجازت دیدیتا ہے تو اپنی عین کامیابی و سعادت تصور کرکے نہایت رغبت ظاہر کرتے ہیں اور اُس کے ہاتھ پر نہایت ادب و تعظیم سے بوسہ دیتے ہیں پھر بادشاہ اُنکی درخواست قبول کرنے اور اُنکی مصیبت دور کرنیکا اُنسے وعدہ کرتا ہے اور اس غرض سے کہ وہ خیر خواہ سلطنت کے بنے رہیں اور اُنکو اسبات کا یقین ہوجائے کہ وہ اُسکے ہمیشہ کے نمک خوار ہیں اور اس بات سے کہ اپنی رعایا کے ساتھ احسان کرکے مدد کرنا بادشاہ کی عادت میں داخل ہے اُنکے دلوں کو پورا پورا اطمینان ہوجائے وہ بھی اُن قدیمی احسانات و رعایتوں کو اُنہیں یاد دلاتا ہے جو کہ اُن کے آباؤ اجداد پر وقتاً فوقتاً ہوتی رہیں جب کبھی کہ وہ اُسکی جناب میں بغرض استغاثہ حاضر ہوئے اور اُنھوں نے اپنی خدمات پیش کیں تو برابر اُن کو نعمتوں سے مالامال کردیا گیا۔

چنانچہ اسوقت اُن لوگوں کو بھی اُنہیں خدمتوں کے بجالانے کا وہ حکم کرتا ہے جنکی بجا آوری اُنکے آباؤ اجداد کرتے رہے تھے تاکہ سلطنت کے لیے اُنکی خیر خواہی اور بڑھ جائے اور یہ پورے پورے مطیع بنے رہیں کیونکہ لوگوں میں اپنے بزرگوں کے اخلاق حاصل کرنے اور اُنہیں کے طریقہ کے اختیار کرنے کا فطری میلان پایا جاتا ہے پھر جب وہ تمام خدمات کی بجا آوری سے فارغ ہوتے ہیں تو وہ مزید عنایت کرکے اُنہیں اپنا مہمان بناتا ہے بہت کچھ انعام دیتا ہے اُنکی پراگندگی دور کردیتا ہے اُن کو خلعت بخشتا ہے اور وہ اُسکے باب عالی پر اس اُمید سے ایستادہ ہوجاتے ہیں کہ اُس نے اُنکی فریاد رسی کرنے کا جو وعدہ کیا تھا اُسے پورا کرے۔ چنانچہ پھر شاہی حکم صادر ہونے لگتے ہیں دشمنوں کے مقابلہ میں بادشاہ اُنکو مدد دیتا ہے اُن کی تکلیف دفع کرتا ہے جب اُنکا مقصد حاصل ہوجاتا ہے اور وہ کامیاب ہولیتے ہیں تو اُنہیں اُنکے وطن واپس جانے کی اجازت ملجاتی ہے تاکہ وہ اپنے دوست و احباب سے جاملیں اب رخصت ہونیکا وقت آپہنچتا ہے اور وہ قصر شاہی پر حاضر

ہو کر اپنے منصب کے موافق اسکی ثنا و توصیف میں مصروف ہوتے ہیں نہایت ہی تعظیم و تکریم سے پیش آتے ہیں اُسکے کرم
ہاتھوں کو بوسہ دیتے ہیں غم فراق کی وجہ سے اُن کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوتے ہیں آخر کار بادل دردناک مفارقت اختیار
کرتے ہیں پس اللہ تعالےٰ نے بھی انسانی عقلوں کی رعایت کر کے ایک قطعۂ زمین کو خاص کر دیا اور جس امر کے کہ وہ دنیاوی
بادشاہوں سے فریاد کرنے کے وقت عادی ہو رہے تھے اسکا لحاظ کر کے اسی قطعہ کو فضیلت عنایت کر دی اور اسکا نام
بیت اللہ یعنے اپنا گھر رکھدیا جو کہ کعبہ شریف کے لقب سے مشہور ہے اگرچہ خدا مکان سے بالکل پاک ہے اُسے گھر وغیرہ کی مطلق
حاجت نہیں۔ اسی طرح حجر اسود کا جو کہ کعبہ کی دیوار میں لگا ہوا ہے اپنا دست راست نام رکھدیا اگرچہ اُسکے دونوں ہاتھ ہمارے ایسے
ہاتھوں کی طرح نہیں ہو سکتے خدا ہی جانے وہ کیسے ہوں گے اور نہ اُن میں راست و چپ کا امتیاز قایم کیا جا سکتا ہے لیکن اگر
اُنکی نسبت دست کا اطلاق کیا جائے تو تعظیماً دست راست ہی کا ہونا چاہیے۔ پھر چونکہ پیروان اسلام کی نسبت بھی یہ بات ضرور
ہوا کرتی ہے کہ گناہوں کا لشکر اُنپر چڑہائی کرتا ہے خطا اور نافرمانیوں کے حملہ آوروں کا اُنہیں مقابلہ کرنا ہوتا ہے اُنہیں خدا کے
احسانات کی ضرورت پڑتی ہے اسلیئے جو لوگ اُن میں سے صاحب مقدور ہیں اُنپر یہ امر ضروری کر دیا گیا ہے کہ اُسی مکان پر
فریادیوں کی سی صورت بنائے ہوئے حاضر ہوں اُنکے بال پراگندہ نظر آتے ہوں سر کھلا ہو جسم خاک آلودہ ہو۔ نہ بدن پر کوئی
سلا ہوا کپڑا ہو نہ خوشبو مہکتی ہو سارے عیش و آرام کے سامان برطرف کر دیے ہوں اور اپنی نافرمانیوں اور خطاؤں کے فریادی
بنے ہوئے اپنی مرادوں کے بر آنے کی اُمیدیں اپنے رب کے سامنے عاجزی کرتے ہوئے جا کھڑے ہوں اس خانہ
خدا کی سرحد میں پہنچکر کسی چیز کی بے حرمتی نہ کریں تمام اشیا کو عزت کی نگاہ سے دیکھیں نہ وہاں کی گھاس کاٹیں نہ کوئی درخت
قطع کریں اور نہ کسی چرند و پرند کے شکار کی جرأت کریں آخر کو جب اس معظم و مکرم مکانات پر پہنچ جائیں تو جسطرح کہ فریادی
بادشاہوں کے محلوں کے گرد چکر لگایا کرتے ہیں وہ بھی اسکے گرد پھریں اور اُسکے پردے پکڑ کر پناہ طلب کریں پھر اس بابرکت پتھر
کو جسکا کہ نام بمصلحت خدا کا دست راست رکھدیا گیا ہے بوسہ دیں اور یہی سمجھیں کہ وہ ایک پتھر ہے نہ اُسمیں کسی قسم کے نفع
رسانی کی قدرت ہے نہ نقصان پہنچانے کی۔ نفع و ضرر جو کچھ ہے خدا ہی کے ہاتھ میں ہے وہی نفع و ضرر کا مالک
عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اُسکو بوسہ دیتے وقت صاف صاف کہہ ہی دیا جسکا حاصل یہ ہے کہ مجھے خوب معلوم ہے کہ تو
پتھر ہے نہ تو نقصان پہنچا سکتا ہے اور نہ کچھ نفع دے سکتا ہے اگر میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے
نہ دیکھا ہوتا تو تجھے کبھی بوسہ نہ دیتا اور مقصود آپ کا یہ تھا کہ لوگ اپنے خیالات خراب کرنے سے محفوظ رہیں اور انہیں یہ معلوم ہو جائے
کہ شریعت محمدیہ کی اسکی نسبت واقعی تعلیم کیا ہے اور لوگوں کو اسکی نسبت کیسا اعتقاد رکھنا چاہیے۔ اسکے بعد وہ مختلف اعمال کی
بجا آوری کیطرف متوجہ ہوتے ہیں جنکے اس موقع پر ادا کرنے سے مقصود یہ ہے کہ وہ اپنے جلیل القدر بزرگوں کے کاموں کو یاد کریں
جیسے کہ آدم اور اُنکی زوجہ حوا یا سیدنا ابراہیم اور اُنکے بیٹے اسمٰعیل اور اُنکی والدہ ہاجرہ علیہم السلام کے ماجرے۔
چنانچہ وہ اعمال یہ ہیں کہ صفا اور مروہ کے مابین سعی کرنا عرفہ میں ٹھیرنا اسکے بعد مزدلفہ میں وقوف کرنا پھر منےٰ میں اُترنا شیطان کی ناکامی
یاد کرنے کی غرض سے اُس مقام کی طرف کنکریاں پھینکنا جہاں کہ ابراہیم خلیل اللہ کے بیٹے اسماعیل علیہما السلام کو اُسنے دھوکا دینا چاہا
تھا اور پھر ناکام رہا۔ اسیطرح اور اعمال کو سمجھ لیجیے پس جو شخص کہ ان اعمال کے اس راز سے کہ اُنسے مقصود اُن نیک بندوں کی یادوہانی

ف کعبہ کا نام بیت اللہ اور حجر اسود کا نام یمین اللہ رکھنے کی حکمت اور زمزم متعلقہ احرام و اسمٰعیل و ہاجرہ کی حکمت ۱۲

اور اُن کی پیروی سے ناواقف رہا تو اُسے ضرور خلجان ہوگا کہ ان سب کی حکمت کیا ہے اور اُنکے فائدوں کے تجسس میں وہ گرداں رہیگا اور جسکی سمجھ میں یہ بات آگئی وہ بے کھٹکے دل کھولکر ان سب کو بجالائیگا اور اُنکے ثمرات کا نہایت شایق رہے گا اُسکی بڑی غایت یہ ہوگی کہ سارے فوائد حاصل کرکے کسی طرح سے کامیاب ہوجاؤں پس خدا نے جو حاجیوں پر کعبہ شریف پہنچکر ان اعمال کا ادا کرنا ضروری ٹھیرایا ہے اُسکو یوں سمجھیے کہ پہلی مرتبہ کعبہ کا طواف کرنا تو بمنزلہ اسبات کے ہے جیسے کہ بادشاہ اپنی فریادی رعایا کو اُنکے آباؤ اجداد کی سی خدمات کی بجاآوری کا حکم دیتا ہے اور اُسکے سامنے وہ بجالاتے ہیں تاکہ اُنکی اطاعت وخیر خواہی ثابت ہو اور یہ معلوم ہو کہ اُنکی خصلتیں بھی اپنے آباؤ اجداد ہی کے مثل ہیں یہ بھی اُنہیں کی طرح فرمانبردار رہیں گے۔

پس حاجی لوگ جب مکہ کے خاص خاص مقامات میں اُن اعمال کو ادا کرتے ہیں تو اپنے پاک طینت نیک نفس بزرگوں کی پیروی کی وجہ سے سارے عالم کی پرورش کرنیوالے کی بندگی کا مضمون اُنکے دلوں میں خوب جم جاتا ہے۔

ف اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ یہ اعمال تعبدی ہیں یعنے بلاچون وچرا مان لینے کے قابل ہیں تو اسکا یہ مطلب نہیں کہ ان میں حکمتیں اور فائدے نہیں پائے جاتے بلکہ مقصود یہ ہے کہ بظاہر یہ ایسے ہی افعال ہیں کہ جو اُنکو ادا کیا کرتا ہے تو گویا وہ انہیں اپنے مالک کا محض حکم سمجھکر بجالاتا ہے اور اُنکی بجاآوری کو اطاعت وفرمانبرداری خیال کرتا ہے اُسے اِس کی پرواہ نہیں ہوتی کہ اسمیں کوئی فائدہ بھی ہے یا نہیں وہ اسکی تفتیش کے درپے نہیں ہوتا اگرچہ غور کرنے کے بعد انکے فوائد مخفی نہیں رہتے۔ علاوہ بریں اگر یہ بھی فرض کرلیا جائے کہ انمیں کوئی حکمت نہیں تو اسوقت انکی بجاآوری سے بندوں کی جانب سے اور بھی خدا کی اطاعت وفرمانبرداری ظاہر ہوگی گویا کہ بندہ اپنی زبانِ حال سے ان کے بجالاتے وقت یہ کہے گا کہ اے میرے رب مجھے تو جو کچھ حکم دیتا ہے میں اُسکی فرمانبرداری کرتا ہوں گو تیرے حکم کے ثمرات میری سمجھ میں نہ آویں لیکن تب بھی تیری شان عالی اور سلطنت عظیم کی تعظیم کی غرض سے میں بجالاتا ہوں۔ اور بندہ کی شان ہونا بھی چاہیے کہ جو کچھ اُسکا مالک حکم دے بلاچون وچرا اُسے مان لے اُسے کیا منصب ہے کہ حکمت اور راز پوچھنے بیٹھے اور شریعتِ محمدیہ کا مقصد اصلی بھی یہی ہے کہ اُسکی پیروی کرنیوالوں کی خدا کے سامنے یہی حالت ہونا چاہیے اور یہ نہایت عظیم مرتبہ سمجھا جاتا ہے اِسی وجہ سے اس دین کے پیشوا محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم نے اِسکو اپنے اعلےٰ درجہ کے اوصاف میں شمار کیا ہے چنانچہ آپ فرماتے ہیں جسکا ماحصل یہ ہے کہ میں بندہ ہوں اور بندہ ہی کی طرح بیٹھتا ہوں۔ آپ نے اپنی تعریف میں مبالغہ کرنیسے بھی منع فرمایا ہے اور آپ کے قول کا خلاصہ یہ ہے کہ مجھے حد سے نہ بڑھایا کرو بلکہ یوں کہا کرو کہ وہ خدا کا بندہ اور اُسکا پیغامبر ہے۔ خدا نے بھی آپ کی اعلےٰ درجہ کی تعریف کے موقع میں اسی وصف عبودیت ہی کے ساتھ آپ کو موصوف کیا ہے چنانچہ خداتعالےٰ آپ ہی کی شان میں ارشاد فرماتا ہے سُبحان الذی اسریٰ بعبدہٖ یعنے جو اپنے بندہ کو راتوں رات لیگیا وہ پاک ہے پس عبودیت آپ کے لیے نہایت ہی خوشی اور بڑی خوبی کی بات ٹھیری۔

ف پھر حاجی ان خدمات کی بجاآوری کے بعد اپنے مولےٰ کے مہمان بنکر مقام منےٰ میں جا اُترتے ہیں اپنی پراگندہ حالی کو دور کرتے ہیں کپڑے بدلتے ہیں۔ خوشبو لگاتے ہیں حجامت بنواتے ہیں اور اپنے عیش وآرام کی جو چیزیں چھوڑ رکھی تھیں اور جنسے کہ پرہیز کرتے تھے پھر اُن سب کو مباح سمجھنے لگتے ہیں اپنی مبارک عید کے دنوں کو خور دونوش میں گذارتے ہیں خوب قربانیاں

ف اعمال حج کے تعبدی ہونیکے معنے اور پیر کہ عبودیت خدا ہی کے لیے ہے اور رسول اللہ صلعم کی اشرف اوصاف میں عبودیت شمار ہوتی ہے اسکا مطلب ١٢

کرتے ہیں یہانتک کہ گوشت بہا بہا پھرتا ہے لوگوں کے کہائے نہیں چکتا آدمیوں کا تو ذکر ہی کیا وحوش وطیور بھی خوب سیر ہو جاتے
ہیں۔ اور یہی خداوندی ضیافت ہے کیونکہ اصل پوچھیے تو تمام چیزیں خدا ہی کی ملک ہیں وہی رزق دینے والا ہے اور لوگوں کے پاس
جو کچھ آپ دیکھتے ہیں خدا ہی نے بطور عاریت کے اُنہیں دے رکہا ہے اسیوجہ سے عید کے دن روزہ رکہنا حرام قرار دیا گیا ہے
کیونکہ اس دن روزہ رکہنے سے خدا کی ضیافت سے ایک قسم کا اعراض پایا جاتا ہے۔ اب ان تمام اعمال کو پورا کرکے اور خدا کی
مہمانی سے فارغ ہوکر وہ اسی باعظمت مکان کا طواف کرتے ہیں گویا کہ اس سے مقصود یہ ہوتا ہے کہ خدا اُنکے گناہوں اور نافرمانیوں
کے حملہ آوروں کے مقابلہ میں اُنکی مدد کرے اُنکو مغفرت عنایت کرے اور اپنی نعمتوں سے اُنہیں مالامال کردے علاوہ اسکے اپنے وطنوں
کے واپس جانے کی اجازت مانگنے کے قائم مقام بھی یہی طواف ہوتا ہے گویا اسکے بعد اُنہیں واپسی کی اجازت ملجاتی ہے اور
اس اجازت کو اسبات کی علامت سمجھنا چاہیے کہ خدا نے توبہ قبول کرلی وہ نہایت مہربان ہوگیا اور اب وہ ضرور اُنکے ساتھ
انعام و اکرام سے پیش آئیگا نافرمانوں کے لشکر کے مقابلہ میں اُنہیں ضرور مدد دیگا چنانچہ اُنکے رسول علیہ السلام نے اسکی
خوشخبری اُنہیں سنا بھی دی ہے پھر وہ اپنے شہروں کی طرف جانے کے لیے آمادہ ہوتے ہیں اور اُن کے دلمیں
یہ خیال جاگزین ہوتا ہے کہ ہمیں ہماری مراد ملگئی ہماری ساری کلفتیں دور ہوگئیں۔ اب وہ اس بیت معظم سے رخصت ہونیکی
طرف مائل ہوتے ہیں اور طواف رخصت ادا کرتے ہیں اُن نعمتوں کا شکر بجالاتے ہیں جو ان متبرک مقامات میں اُن کو نصیب
ہوئیں اور جب اُس سے جدا ہوتے ہیں تو اُنکا یہ حال ہوتا ہے کہ آنکھوں سے آنسو جاری ہیں دل ہے کہ صدمۂ فراق سے
بیچین ہوا جاتا ہے وہ ہیں کہ اپنے مولے کی نعمتوں کا شکر بجا لا رہے ہیں اُسکی ہدایت کی طلب میں سرگرم ہیں اُس سے کامیابی
کی دعا مانگ رہے ہیں اور ادب کے مارے پچھلے پیروں لوٹتے چلے آتے ہیں اور اس جدائی کا اُنہیں یہانتک غم ہوتا ہے
کہ بعضوں کو کتنے ہی دنوں تک نیند نہیں پڑتی۔ پھر جب وہ اپنے وطن پہنچ جاتے ہیں تو مارے خوشی کے پھولے نہیں
سماتے اُنکے دل ابدی مسرت و شادمانی سے پُر ہوتے ہیں (چنانچہ اس امر کا مزامیر زبور میں ذکر آیا ہے) اسلیے کہ وہ سمجھتے
ہیں کہ خدا نے ہمیں بخشدیا ہم اُسکی نعمتوں سے مالامال ہوگئے ہمیں گناہوں کے حملہ آوروں سے نجات ملی

اگر حج کے جملہ اعمال کی ایک ایک کرکے ہم حکمت بیان کرنا شروع کریں تو بڑی ضخیم جلدیں لکھی جاسکتی ہیں کہ پڑہنے والے
بھی اُکتا جائیں اور اُن کے مطالعہ کے لیے وقت بھی مشکل سے ملسکے پس جو کچھ بیان ہوا ہے اُسے یوں سمجھیے کہ بطور مشتے
نمونہ از خروارے سارے دریا میں سے ایک قطرہ ہے۔ خدا ہی میں طاقت ہے کہ وہ راہِ راست دکھلا سکتا ہے۔

اِس فرقہ نے یہ بھی دیکھا کہ شریعت محمدیہ نے پیروان اسلام پر یہ بات ضروری کردی ہے کہ جب اُنہیں موقع ملے تو وہ اُن لوگوں
سے مقابلہ کریں جو دین میں اُن سے مخالفت کرتے ہیں اور اُنکی ایذارسانی سے سمجھانے سے بھی باز نہیں آتے تاکہ
وہ لوگ یا تو دین اسلام قبول کرلیں یا اُنکے مقابلہ میں سر اُٹھانا چھوڑدیں اور اِس مقابلے کا نام اُس نے جہاد رکہا ہے اور
اسمیں سراسر انصاف کا لحاظ رکہا ہے جیسا کہ کتب سابقہ میں محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی نسبت خبر دیگئی ہے کہ وہ لوگوں سے
انصاف کے ساتھ لڑینگے چنانچہ شریعت نے سخت ممانعت کردی کہ کوئی لڑکے۔ عورت۔ پیرفرتوت کو قتل نہ کرے اور نہ
اُس شخص کو مارے کہ جو بقصد عبادت تعلقات دنیا کو قطع کیے ہوئے ہے ہاں جب کوئی انہیں سے لڑائی میں شریک

ہو کر مقابلہ کرے یا کسی جانب سے تدبیریں بتلانے کا اندیشہ ہو وہ بیشک واجب القتل ہے اور مقصود جہاد سے یہ ہے کہ خدا کے
دین کی اشاعت ہو اور جو لوگ کہ اسکے مخالف ہوں اُنکی رہنمائی کر دی جائے چنانچہ ظاہر ہے کہ جو لوگ اسلام قبول کر لیتے ہیں وہ
لوگ بھی اور مسلمانوں کی طرح سمجھے جاتے ہیں اُن کے حقوق و حالات کی مثل تمام مسلمانوں کے رعایت کیجاتی ہے اسبارہ میں
عربی و عجمی ہونے کا کوئی لحاظ نہیں کیا جاتا بلکہ سب کے سب باہم بھائی شمار ہوتے ہیں ایک دوسرے کے معاون سمجھے
جاتے ہیں ہر ہر مسلمان اپنے اور محمدی بھائیوں کی نسبت وہی حکم رکھتا ہے جیسے کہ ایک جسم کے اعضا ہیں باہم علاقہ ہوتا ہے
جہاں ایک عضو کو ایذا پہنچی اور تمام بدن بیچین ہو گیا سب ایک ہی اصول کے پابند ہوتے ہیں سب کا مقصد ایک ہی ہوتا
ہے۔ اور وہ خدا کی وحدانیت اور صرف اُسی یکتا خدا کا سزاوار عبادت ماننا ہے تمام مسلمان اُسی کی خوشنودی کے طالب
ہوتے ہیں جب کسی طرح نہ اپنی خوشی سے اور نہ کچھ خوف کر کے مخالفین اسلام ہدایت قبول ہی نہیں کرتے تو اُسوقت اُنسے
مقابلہ کرنیسے مقصود یہ ہوتا ہے کہ وہ سر اُٹھانا چھوڑ دیں مسلمانوں سے درپے عداوت نہ ہوں اُنکی ایذا رسانی سے باز رہیں مسلمان
اُنکی ضرر رسانی سے محفوظ رہکر نفع حاصل کر سکیں یہانتک کہ آخرکار مسلمان اُنکو ذمی بنا لیتے ہیں یعنے اُنسے صلح کر کے اُنکے ذمہ دار
ہو جاتے ہیں کہ ہم لوگ تمہاری جان و مال اور آبرو کی پوری پوری محافظت کرینگے جو قانون کہ مسلمانوں کے لیے تمام معاملات
میں جاری ہے تمہارے لیے بھی وہی قانون رہے گا ہم تمہارے دین سے تعرض نہیں کرتے تم اپنے دین کے پابند رہنے
کے مختار ہو اور یہ کہکر اُنکا معاملہ آخرت پر خدا کے حوالہ کر دیتے ہیں اور اُنہیں مجبور نہیں کرتے۔

پس اگر اسلامی جہاد کا پہلی شریعتوں کے جہاد سے مقابلہ کیا جائے۔ تو صاف ظاہر ہو جائیگا کہ اسمیں طرح طرح کی آسانیاں
پائی جاتی ہیں کہ جو پہلے نہ تھیں چنانچہ شریعت محمدیہ ہرگز حکم نہیں دیتی کہ تمام دشمنوں کا پورے طور سے قلع قمع کر دیا جائے
یہانتک کہ ننھے ننھے بچے بھی مار ڈالے جائیں جیسا کہ پہلی شریعتوں میں حکم تھا جو شخص کہ اس دین کے ساتھ پہلے شریعتوں
کے جہاد کے احکام سے بھی واقف ہوگا اُسے صاف معلوم ہو جائیگا کہ اُن میں اور اسمیں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ او
اُسے اسبات کا قائل ہونا پڑے گا کہ شریعت محمدیہ کے جہاد میں انتہا درجہ کا عدل و انصاف مدنظر رکھا گیا ہے۔

اسیطرح اس فرقہ نے شریعت محمدیہ کی ساری عبادتوں میں غور کیا تو انہیں یہ معلوم ہوا کہ اُسی کے اعمال میں جیسے کہ چاہیے پورا
طور پر اسبات کی رعایت کی گئی ہے کہ اُنمیں خالق کی اچھی طرح سے تعظیم پائی جائے اور مخلوق پر سراسر مہربانی ہو اور نیز اس
فرقہ نے یہ دیکھا کہ ان سب اعمال کا نفع اس عبادت کرنے والے ہی کو ملتا ہے خدا کو مخلوق کی اطاعت سے کچھ فائدہ نہیں
پہنچتا اسلیے کہ اُسے ضرورت ہی کیا ہے خدا تو تمام مخلوقات سے بالکل بے نیاز ہے۔

پھر اس گروہ نے شریعت کے اُن قوانین میں غور کیا جو اُسنے اس غرض سے مقرر کیے ہیں کہ حق داروں کا حق نہ مارا جائے
اُنکی پوری حفاظت ہو۔ رعایا میں سے خواہ مسلمان ہوں یا غیر قوم کے لوگ کسی پر کوئی بدمعاش ظلم نہ کرنے پائے کوئی
کسی کی حق تلفی نہ کرے چنانچہ ان قوانین کو بھی اُنہوں نے اعلے درجہ کا پایا۔

ف حقداروں کے حقوق کی حفاظت کیلیے جو قوانین شرع میں ہیں انپر اس فرقہ کا مطلع ہو کر انکو اعلے درجہ کا پانا ۱۲

اسیطرح اس فرقہ نے دیکھا کہ اس شریعت نے ازدواج کے احکام بھی نہایت ہی باقاعدہ مقرر کیے ہیں چنانچہ اُسنے زوجہ
و شوہر دونوں کے لیے کچھ اتفاق کی حالت میں حقوق قرار دیے ہیں اور کچھ اُسوقت جبکہ وہ علیحدگی اختیار کرنا چاہیں۔

اور اُسنے اِسبات کی اجازت دی ہے کہ اگر وہ ایک دوسرے سے تعلق قطع کرنا چاہیں تو کر سکتے ہیں تاکہ ہر ایک نقصان سے محفوظ
رہے۔ کیونکہ اگر اُنکو اسکی اجازت نہ دیجاتی اور پھر اُن میں کسی وجہ سے آپسمیں نفرت پیدا ہوجاتی جیساکہ اکثر دیکھا جاتا ہے کہ زن و
شوہر میں مختلف اسباب سے ناراضگی ہوجایا کرتی ہے تو اُسوقت یہ بات کچھ بعید نہ تھی کہ طرح طرح کے فساد کیلیئے جب خواہش نفسانی
کا کسی پر غلبہ ہوتا تو باہم نفرت کی وجہ سے ضرور کسی دوسرے کے ذریعہ سے ناجائز طریق پر وہ خواہش پوری کیجاتی بغیرت بنا بریں
علاوہ اسکے جب عورت بانجھ ہوتی اور مرد میں بچہ پیدا کرانے کی قابلیت پائی جاتی یا بالعکس قصہ ہوتا تو اِن دونوں میں سے ایک
شخص کو ناحق اولاد سے محروم رکھنا لازم آتا اسلیئے انکو قطع تعلق کی اجازت دینا ہی عقل کے موافق ٹھیرا پھر اُسنے طلاق دینا
مرد کے اختیار میں رکھا ہے کیونکہ بخلاف عورتوں کے مردوں میں علی العموم استقلال اور عالی حوصلگی پائی جاتی ہے وہ زیادہ
طرح دیسکتے ہیں اور عورتیں نہایت ہی زود رنج ہوا کرتی ہیں اور انکا یہ اُسوقت لگ سکتا ہے جبکہ دونوں کی خصلتوں میں
باہم مقابلہ کیا جائے ماسوا اسکے چونکہ عورت کا خرچ وغیرہ مرد ہی کے ذمہ ہے تو وہ جب تک مجبور نہ ہوجائے گا اُسوقت تک
اُسکو چھوڑکر کبھی اپنا نقصان گوارا نہ کریگا اور اگر کوئی نادان اتفاق سے اسکے خلاف نکل بھی آئے تو اسکا اعتبار نہیں ہوسکتا
سارا خرچ بخلاف عورت کے مرد ہی کے ذمہ شریعت نے اسلیئے مقرر کیا ہے کہ مرد فطرتی طور پر بہ نسبت عورت کے جسمانی
ساخت میں قوی ہونے کی وجہ سے تحصیل معاش پر زیادہ قادر ہے اور جو کچھ مشقتیں اسمیں درپیش ہونگی وہ بخوبی برداشت کرسکتا ہے
ہاں عورت کے لیے یہ مناسب ہے کہ خانہ داری کے اندرونی انتظامات کی دیکھہ بھال کرے بچوں کی غور و پرداخت
میں مشغول ہو جیساکہ مرد بیرونی مصلحتوں کے لیے کوشش کرتے ہیں اور اسطرح پر عورت جو کہ مرغوب طبع اور مردوں کی منظور نظر
ہے گھر سے باہر نکلنے پر بھی مجبور نہ ہوگی اور فتنوں سے محفوظ رہیگی اسی لیے فتنہ اور اسباب حرامکاری کے انسداد کی غرض
سے جو کہ شرعًا اور عقلًا دونوں اعتبار سے قبیح ہے شریعت نے عورت کو پردے میں رہنے کا حکم دیا ہے اور یہ عورتوں
کے اعلےٰ درجہ کے اوصاف میں سے ہے اور اُنکے لیے بڑے افتخار کا باعث ہے جسقدر کہ اس وصف میں وہ کامل ہوں
اُتنا ہی زیادہ فخر کرسکتی ہیں پس جسطرح کہ کسی نفیس شئے کو لوگوں کی نظروں سے بچایا کرتے ہیں اور کسی کو نہیں دکھلاتے
اور سات پردوں میں چھپا کر رکھتے ہیں اسی طرح پردہ سے بھی مقصود یہ ہے کہ عورتوں کی حفاظت کیجائے انہیں ہر کس و ناکس نہ
دیکھہ سکے نہ یہ کہ جیسا بعض نادان خیال کیا کرتے ہیں کہ عورت کے ساتھ بدگمانی کرنے کی وجہ سے پردہ کیا جاتا ہے کیونکہ اگر
ایسا ہوتا تو عورتوں کو یہ حکم دیا جاتا کہ وہ مردوں کے دیکھنے سے اپنی نظروں کو ہر وقت بچایا کریں اور مردوں کو حکم ہوتا کہ وہ
عورتوں سے پردہ کیا کریں اور یہ خیال کرنا بھی بیجا ہے جیساکہ بعض کم فہم خیال کرتے ہیں کہ عورتوں کو پردہ میں رکھنا انہیں
قید کرنے کی مثل ہے انپر بڑی تنگی کیجاتی ہے جس سے کہ اُن کی آزادی میں خلل پڑتا ہے اور وہ بالکل نیست و نابود ہوئی جاتی
ہیں کیونکہ مسلمان عورت تو بچپن ہی سے پردہ میں رہا کرتی ہے پردہ ہی میں وہ جوان ہوتی ہے اپنے پیدایش ہی کے زمانہ
سے وہ پردے کے ساتھ مالوف ہوجاتی ہے گویا کہ وہ اُسکی فطرت میں داخل ہوجاتا ہے اُسکو یہانتک پردے کی عادت
ہوجاتی ہے کہ وہ اُس سے انس اور محبت کرنے لگتی ہے اُسکو بھی ایسا ہی ضروری خیال کرتی ہے جیساکہ اپنی اور طبعی عادات
کو جسے کہ جو عورتیں اسمیں ذرا کوتاہی کرتی ہیں اُنہیں شرم دلانے پر آمادہ ہوجاتی ہے اُنکو بے شرم بیباک قرار دیتی ہے اسکو اُنکا

عورتوں کو پردہ میں رہنے کی حکمت اور یہ کہ پردہ اُنکے حق میں ظلم نہیں بلکہ بدمعاشوں سے اُنکی حفاظت کا ذریعہ ہے ۱۲

ہلکا پن خیال کرتی ہے علاوہ بریں یہ سمجھ کر کہ پردہ خدا کا حکم ہے اُسے خوشی سے قبول کرکے خداوند کریم کے عطا اور ثواب کی
امیدوار بنجاتی ہے پس جب یہ حالت ہو تو کیونکر کہا جاسکتا ہے کہ شریعت محمدیہؐ نے عورت کو مظلوم و قیدی بنا رکھا ہے
ظلم تو جب ہوتا کہ اُسنے اپنی خوشی سے نہ اختیار کرتی شریعت کے موافق پردہ کرنے میں ظلم کا کہیں پتہ بھی نہیں ہے۔
حق تو یہ ہے کہ اس شریعت میں عورت کی بڑی حفاظت کیجاتی ہے بدکاروں اور بدمعاشوں کی نظروں سے خوب بچایا جاتا
ہے اور یہ لحاظ کیا جاتا ہے کہ نادانوں کو عورت کی نسبت جسکے بارہ میں بڑی غیرت سے کام لیا جاتا ہے زباں درازی کا
موقع نہ ملے علاوہ بریں عورتوں میں بعض ایسی بھی ہوتی ہیں جنہیں پوری پوری پارسائی نہیں پائی جاتی اُنکی عادتیں اچھی نہیں
ہوا کرتیں تو ایسی حالت میں پردہ کرنے سے عورت کی نسبت کسی قسم کی خیانت کا مشکل سے خیال ہوسکتا ہے بلکہ یوں کہا جاسکتا
ہے کہ اُسکے خاوند کو بچہ کے نسب کے بارہ میں شک کرنیکا کوئی موقع نہیں ہے پس جو اولاد اُسکے بطن سے پیدا ہوگی وہ نہایت
اطمینان کے ساتھ یقین کریگا کہ میرے ہی نطفہ سے ہے اسوقت شیطان کو اُسکے دل میں عورت کی نسبت وسوسہ ڈالنے
کی گنجایش نہ رہیگی بخلاف اُسصورت کے جبکہ عورت بے پردہ ہوکر باہر نکلتی ہو اور غیر مردوں سے میل جول رکھتی ہو
باوجود ان سب باتوں کے اگر عورت کو کوئی ضرورت پیش آجائے مثلاً یہ کہ اُسے دینی احکام سیکھنا ہیں اور اُسکا خاوند یا اَور
عزیز و قریب اُسکو نہیں بتلا سکتا یا اپنے بہائی بندوں سے اُسے ملنا ہے تو ایسی حالت میں شریعت نے عورت کو باہر
نکلنے کی اجازت بھی دی ہے لیکن وہی پردہ کے ساتھ تاکہ بدکاروں کی نظروں سے محفوظ رہے اور شہوت پرستوں
کے ہیجان کا باعث نہ ہوجبیں کہ اُسکی پارسائی اور آبرو پر حرف نہ آنے پائے۔

اگر تعصب کو چھوڑ کر عقل سلیم سے پوچھا جائے تو وہ بھی حکم دیگی کہ بیشک عورت کیلیے پردہ نہایت ہی عمدہ احکام میں سے ہے
زن و شوہر دونوں کا اسمیں فائدہ ہے بلکہ یوں کہیئے کہ اسکا نفع تمام لوگوں کو پہنچتا ہے کیونکہ اِسکی وجہ سے شہروں سے
فساد دور رہتا ہے چنانچہ آپ دیکھتے ہیں کہ جن شہروں میں عورتیں پردے میں رہتی ہیں وہاں کے اہالیان پولس کو
حرامکاری کے لیے خاص خاص مقامات نہیں مقرر کرنا پڑتے جہاں کہ بدکار لوگ ناجائز طور پر اپنی خواہشوں کو پورا کرنیکے
لیے جمع ہوا کریں کیونکہ وہاں کے بے باک لوگونکی خواہش نفسانی میں بھی عورتوں کے نہ دیکھنے کی وجہ سے چنداں جوش نہیں
پیدا ہوتا جسکی وجہ سے باآبرو لوگ اپنی عورتوں کی نسبت مشکوک ہونیسے محفوظ رہتے ہیں بخلاف اُن شہروں کے جہاں کہ
عورتوں میں پردہ کی رسم نہیں ہے اور وہ بے حجاب پھرتی ہیں ظاہر ہے کہ وہاں کی میونسپلٹی کو حرامکاری کے لیے خاص
خاص مقامات متعین کرنے کا اہتمام کرنا پڑتا ہے اور وہ بدکاروں کو اُسے نہیں روک سکتی خدا کی پناہ اس فعل شنیع کی یہانتک
کثرت پائی جاتی ہے کہ وہاں کے بچوں کی تعداد پورا کرنے میں قریب قریب نصف کے حرام سے پیدا ہونیوالے بچے شامل
ہوتے ہیں۔ اور وہ لوگ یہ کہا کرتے ہیں کہ ہم شریف عورتوں کی حفاظت کی غرض سے اس نامعقول امر کے اختیار کرنے
پر مجبور ہیں پس اگر اُن بدکاروں سے جنکی شہوتیں کہ عورتوں کو ننگا کھلا دیکھتے دیکھتے ترقی کرچکی ہیں اُنہیں خوف نہ ہوتا
اور آبرو والے لوگ اپنی عورتوں کی عزت کو نہ ڈرتے ہوتے اور یہ اندیشہ اُنکو نہ لگا ہوتا کہ یہ لوگ عورتوں کے معاملہ میں
ہماری کچھ چلنے نہ دینگے تو وہ کبھی ایسے قابل نفرت امر کا ارتکاب نہ کرتے نفریں اور شرم ہے ایسوں پر جو کہ ملکی انتظام کے

مدعی ہوں اور حیوانی حرکات اختیار کر کے اپنی عورتوں کی حفاظت کریں۔ کاش اگر وہ عورتوں کے پردہ کا انتظام کرتے تو پھر اُنہیں ایسے قابل ملامت فعل کے اختیار کرنے کی ضرورت نہ پڑتی اب یہ امر بخوبی واضح ہوگیا کہ عورتوں کا بے پردہ ہو کر نکلنا نہایت ہی ضرر کی بات ہے اور بالفرض یہ مان بھی لیا جائے کہ عورتوں کے پردہ میں رہنے سے نقصان ہے تو بے پردگی میں اُس سے بڑھکر نقصان متصور ہے اور ظاہر ہے کہ جسمیں کم ضرر ہو اُسی کا اختیار کرنا عقلاً و نقلاً بہتر ہوا کرتا ہے چہ جائیکہ بے پردگی میں بکثرت نقصانات ہوں اور پردہ کرنے میں سراسر فائدے ہی فائدے ہوں کہ جسکو ہر عاقل مان لے گا۔

ف پھر اس فرقہ نے جبکہ شریعت محمدیہ کے قوانین معاملات کی طرف توجہ کی اور خرید و فروخت کرایہ شرکت۔ قرض وغیرہ کے احکام میں غور کیا اور دیکھا کہ جائداد کی تقسیم ایسی بالکل حکمت کے موافق ہے اُسی شخص کو ایسی ترجیح دیگئی ہے جسکو کہ حاجت زیادہ ہوا کرتی ہے جسکے ساتھ کہ بہت ہی نزدیک کی قرابت پائی جاتی ہے اور امداد کے موقع پر جس سے کہ مدد پہنچنے کی زیادہ اُمید ہوسکتی ہے پس اُنہیں یہ معلوم ہوا کہ سارے احکام نہایت ہی کامل انتظام اور بندوبست کی رعایت کر کے مقرر کیے گئے ہیں جسمیں کہ تمام معاملات انصاف کے موافق ہوں اور منازعت نہ ہونے پاوے۔

ف قوانین معاملات بیع اجارہ وغیرہ کا شریعت محمدیہ میں نہایت عدل کے موافق ہونا جس سے منازعات کا بہت کچھ انسداد ہو سکتا ہے ۱۲

ف پھر اس فرقہ نے حدود اور قصاص اور اُن تعزیرات میں غور کیا جو کہ اس شریعت نے لوگوں کے جان و مال آبرو اور عقل کی حفاظت کے لیے مقرر کیے ہیں پس اُن سب کو اُنھوں نے بالکل حکمت کے موافق اور امن و امان کا ذمہ دار پایا بیان اُسکا یہ ہے کہ جو شخص یہ جان لیگا کہ اگر وہ کسی دوسرے کو قتل کریگا تو وہ بھی قتل کیا جائیگا تو پھر وہ قتل سے ضرور باز رہیگا اس طرح سے کم سے کم دو آدمیوں کی جان بچے گی اسی نکتہ کی وجہ سے قرآن شریف میں وارد ہوا ہے کہ عہ قصاص لینے میں زندگی حاصل ہوتی ہے۔

ف حدود و قصاص وغیرہ کی حکمت ۱۲

ف علےٰ ہذا القیاس جسے یہ معلوم ہو جائے گا کہ چوری کرنے سے اُسکا خیانت کرنیوالا ہاتھ قطع کر دیا جائیگا تو پھر اُسے چوری کرنے کی جراٗت نہ ہوگی جسکا نتیجہ یہ ہوگا کہ دولتمندوں کو اپنے مال کے چوری ہونے کا کھٹکا نہ رہیگا۔ ایک شخص نے کسی کج فہم کے اعتراض کا کیا اچھا جواب دیا ہے جبکہ اُسنے یہ اعتراض کیا کہ عجب تماشے کی بات ہے کہ ہاتھ کی دیت تو پانچسو اشرفیاں دینا پڑیں اور جب کوئی چوتھائی دینار بھی چرالے تو اُسکا ہاتھ کاٹ ڈالا جائے اور وہ جواب یہ ہے کہ امانت داری ہاتھ سے کہیں بیش قیمت ہے اور خیانت کی ذلت بالکل ارزاں ہے۔ اور اُسکی سبقداری کی کچھ پروا نہیں ہوسکتی پس اب خداوندی حکمت کو سمجھ جاؤ

ف حد سرقہ اور اسکی حکمت ۱۲

ف چونکہ حرامکاری باوجود بہتیری خرابیوں کے اُس بچہ کے قتل کا سبب ہوا کرتی ہے جو کہ حرام سے پیدا ہوتا ہے کیونکہ اُسکا نسب بے پتہ ہوتا ہے اُسے کوئی اپنے کنبہ میں نہیں شمار کرتا تا کہ اُسکی مدد کرے اور نہ کوئی اُسکا پرورش کرنے والا ہوتا ہے جسکی وجہ سے اکثر مرجایا کرتا ہے اسلئے شریعت نے حرامکاری کرنیوالے کی جبکہ وہ اپنی منکوحہ سے متمتع ہوچکا ہے یہ سزا قرار دی ہے کہ پتھروں سے اُسے مار ڈالیں تا کہ جیسے کہ شہوت رانی سے سارے بدن کو لذت ملی تھی اُسی طرح اُسکا ہر ہر عضو اُسکی سزا کا مزہ بھی چکھ لے۔ اور اگر وہ حرام کار ایسا نہ ہو تو اُس وقت کسی قدر اُسکو معذور رکھکر صرف سو کوڑوں ہی پر اکتفا کیا گیا ہے جو کہ اُسکے سارے اعضا پر لگائے جائیں گے جنہوں نے کہ بیجا شہوت رانی کی لذت اُٹھائی تھی ہاں وہ مقامات مستثنےٰ

ف رجم محصن کی حکمت ۱۲

ف جلد غیر محصن اور اُسکے سر بچانیکی حکمت ۱۲

عہ ولکم فی القصاص حیوۃ۔ الآیہ ۱۲

جو شرایع سابقہ میں جدا جدا پائے جاتے تھے اس شریعت نے انہیں جمع کردیا اور سب کا خلاصہ نکال لیا اور ہونا بھی یہی چاہیئے تھا کیونکہ اسی شریعت پر تمام شریعتوں کا خاتمہ ہے پس اللہ تعالے نے تمام شریعتوں کی خوبیوں کو اسمیں مجتمع کرلیا

ف
انشائی جملہ حالتوں کے موافق شریعت میں قواعد و آداب مقرر کیے گئے ہیں ۱۲

پھر اس فرقہ نے اس شریعت کے آداب کو دیکھنا شروع کیا تو انکو ہر باب میں اس کے قواعد و آداب بالکل مکمل نظر آئے چنانچہ انھوں نے دیکھا کہ اُسنے کھانے۔ پینے سونے قضائے حاجت کرنے یہانتک کہ صحبت کرنے تک کے قواعد مقرر کیے ہیں یہ بتلایا ہے کہ باہم اُٹھنے بیٹھنے۔ باتیں کرنے کا کیا طریق ہے سفر اور حضر میں کن امور کی رعایت کرنا چاہیئے زن و شوہر اور تمام عزیز و قریب باہم کیا برتاؤ کریں پڑوسیوں اور دوستوں سے کیا معاملہ کرنا مناسب ہے مسلمان مسلمانوں اور غیر قوموں کے ساتھ کس طرح سے پیش آئیں اسی طرح پر تمام امور کے آداب و قاعدے اُسنے مقرر کردیئے ہیں جنکا کہ شریعت میں غور و فکر کرنے سے پتہ لگ سکتا ہے۔

ف
شریعت کا سیاست دین کے لیے تو محض پرستش ہونا اور نیز اسکی بحث کہ رسول اللہ صلعم کے احکام کا نفع خاص آپ ہی کی ذات اور آپ کے کنبہ والوں ہی تک محدود نہیں بلکہ انکا نفع عام ہے ۱۲

پھر اس فرقہ نے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے ملکی انتظامات کی جانچ شروع کی اور اسباب کی تفتیش کرنے لگے کہ جو کچھ آپ حکم دیتے تھے اسکا نفع خاص آپ کی ذات اور آپ کی اولاد ہی پر محصور رہتا ہے یا عام لوگوں کو پہنچتا ہے پس باوجود انتہا درجہ کی باریک بینی اور اعلےٰ درجہ کی تلاش کے بھی انہیں آپ کا کوئی حکم ایسا نہیں ملا اور نہ آپ کی شریعت میں کوئی امر اس قسم کا نظر آیا جسکا کہ فائدہ خاص آپ کی ذات یا آپ کی اولاد ہی کے ساتھ وابستہ ہوتا اور اسکی منفعت عام نہ ہوتی۔

ف
اس فرقہ کے لیے جو مال غنیمت میں سے قبل قسمت صفی کے لیے لینے اور انکے افراد کو دیدینے کی حکمت ظاہر ہوئی اسکا بیان اور نیز یہ کہ آپنے اپنی وفات کے بعد کسیکو وارث نہیں بنایا اور کسی کے لیے خلافت کی وصیت کی بلکہ مسلمانوں کی رائے پر چھوڑ دیا ۱۲

اور جو بات بظاہر اس قسم کی معلوم بھی ہوئی تو غور کرنے سے صاف ظاہر ہوگیا کہ حقیقت میں اسکا نفع بھی تمام لوگوں کے لیے عام ہے اور اسمیں عام مصلحت کا لحاظ کیا گیا ہے۔ مثلاً یہ کہ مال غنیمت میں سے قبل تقسیم کرنے کے آپ کچھ لے لیتے تھے جسکو کہ صفی کہتے ہیں اگرچہ اسکے ساتھ ابتداءً آپ اپنے منصب ریاست کی عظمت قائم رکھنے کے لیے اپنے نفس کی بظاہر تخصیص کیا کرتے تھے جیسا کہ علی العموم حاکم و محکوم میں اس امر کی رعایت دیکھی جاتی ہے اور اس سے فائدہ یہ ہوتا ہے کہ حاکم کی عظمت اور شان و شوکت اسکے مطیعین کے دل میں خوب مستحکم ہوجائے اور ظاہر ہے کہ یہ ملکی انتظام کے مقاصد میں سے اعلےٰ درجہ کا مقصد ہے آخر کار جو کچھ آپ لے لیتے تھے وہ فقیروں کی حاجت برآری میں صرف کر ڈالتے تھے پس معلوم ہوا کہ آپ کا بظاہر اپنی تخصیص کرنا اب ریاست کے موافق اپنی شان و شوکت اور اختیار ظاہر کرنے کی غرض سے ہوتا تھا اور اسلیے کہ دولتمند اسکے لینے سے باز رہیں اور وہ مال حاجتمندوں کو پہنچ جائے اور اس خوبصورتی سے کام انجام پائے کہ مالداروں کو حاجتمندوں سے کینہ رکھنے کا بھی موقع نہ ملے اور اُن کی کار برآری بھی ہوجائے ورنہ شاید فقیروں ہی کو تقسیم کرنے سے دولتمند انکو اپنے اوپر ترجیح دیتے ہوئے دیکھ کر اُنکے دشمن ہوجاتے اسلیے آپ نے یہ طریق اختیار کیا بلکہ آپکا تو علی العموم یہ دستور تھا کہ جو کچھ آپکے پاس آتا تھا اسمیں سے اپنی اور اپنے اہل و عیال کی حاجت روائی کی مقدار رکھکر باقی سب محتاجوں کو تقسیم کردیا کرتے تھے اور یہ ایسی بات ہے کہ جسمیں شبہ کی گنجایش نہیں متواتر طور پر ثابت ہے یہانتک کہ آپ دنیا سے بھی اسی حال میں رخصت ہوگئے کہ اپنے اہل و عیال میں سے کسی کو ایک درہم و دینار کا وارث بھی نہ بنایا بلکہ آپ نے اپنی ساری جائداد منقولہ کو خیر و خیرات میں صرف کردیا اور غیر منقولہ جائداد کو فی سبیل اللہ محتاجوں کے لیے وقف کردیا اپنے اور اپنے ساتھیوں کے اہل و عیال کے لیے مسلمانوں کے خزانہ میں سے لینے میں آپنے ہمیشہ مساوات کو مد نظر رکھا کبھی آپ نے اپنے کو

ف
رسول اللہ صلعم نے اپنے اور تمام مسلمانوں کے اہل و عیال کے بارہ میں ہمیشہ مساوات مد نظر رکھی ۱۲

اپنا سمجھ کر ترجیح نہیں دی اور نہ اپنی اولاد میں سے کسی کے لیے اپنی خلافت یعنے جانشینی کی وصیت کی بلکہ یہ امر محض مسلمانوں کی رائے
پر چھوڑ دیا کہ جسکو مناسب سمجھیں وہ اپنی رائے سے مقرر کریں اور اگر آپ چاہتے تو کسی کی نسبت اپنی جانشینی کے لیے تصریحًا ارشاد
فرما دیتے پھر کسی کو قیامت تک بھی آپ کی مخالفت کی جرأت نہ پڑتی اور اسبارہ میں سب سے بڑھکر یہ بات ہے کہ آپ
اپنے دوستوں اور کنبہ والوں کو ہمیشہ یہ نصیحت کرتے رہے کہ حاکم بننے سے جہانتک بچ سکیں بچیں اور دنیاوی منصب
اور ساز و سامان پر کبھی مغرور نہ ہوں۔

ف پھر اس فرقہ کو یہ معلوم ہوا کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم خدا کے رسول اور ظلم و تعدی کرنے سے بالکل معصوم و محفوظ ہیں آپ کی
کتنی ہی بی بیاں کیوں نہ ہوں آپ اُنکے ساتھ منصفانہ برتاؤ کرنے پر پورے طور سے قدرت رکھتے ہیں اسلیے شریعت نے
آپ کے لیے اجازت دیدی کہ جتنی عورتوں کے ساتھ آپ چاہیں نکاح کر سکتے ہیں جیسے کہ پہلے رسولوں کے لیے اجازت
تھی مثلاً داؤد و سلیمان یا اُنکے علاوہ اور انبیا علیہم السلام لیکن جب رسولوں کے علاوہ اگر عورتیں بہت زیادہ ہوں تو عام
طور پر انسان انصاف کے ساتھ پیش آنے سے عاجز پایا جاتا ہے اسلیے آپ کی پیروی کرنے والوں میں سے کسی کے لیے
چار عورتوں سے زیادہ کے ساتھ نکاح کرنے کی شریعت نے اجازت نہیں دی۔

ف اور ایک سے زیادہ شادی کی اجازت دینے میں گویا کہ شریعت نے عورتوں کی تعداد کی زیادتی کا لحاظ کیا ہے کیونکہ مردوں
کی تعداد کا بہ نسبت عورتوں کے اسوجہ سے کم ہو جاتا کہ اُنہیں سیر و سیاحت اور کسب معاش وغیرہ کی مشقتیں برداشت کرنا
پڑتی ہیں لڑائی میں کام آتے ہیں ایک ضروری امر ہے پس اگر مرد کو کئی شادیوں کی اجازت نہیں دیجاتی تو فاضل عورتیں بالکل
معطل اور بیکار رہتیں اور بلا وجہ اُن کو نسل کی افزایش سے روکنا لازم آتا علاوہ بریں مرد میں سن بلوغ سے لیکر آخر عمر تک خواہ
اوسے سو برس ایک کیوں نہ زندہ رہے توالد و تناسل کی استعداد باقی رہا کرتی ہے بخلاف عورت کے کہ وہ پچاس پچپن
برس کے بعد اولاد سے بالکل مایوس ہو جاتی ہے کیونکہ اس سن میں اُسکا حیض منقطع ہو جاتا ہے اور تخم یعنے وہ
مادہ جس سے کہ بچہ بنتا ہے اُسمیں باقی نہیں رہتا۔

اور یہ بات بھی خدا کے لطف سے خالی نہیں اسلیے کہ حاملہ ہونے بچہ جننے اور دودھ پلانے کی وجہ سے اُس کی قوتوں میں
ضعف آجاتا ہے اگر اب بھی بچہ ہوتا تو اُسکے لیے مصیبت پر مصیبت بڑھ جاتی پس عورت کے بالغ ہونے سے لیکر سن ایاس
تک باعتبار اکثر کے کل پینتیس برس کی مدت رہ جاتی ہے جسمیں کہ عورت میں بچہ ہونے کی قابلیت باقی رہتی ہے پس اگر
مرد کو کئی شادیوں کی اجازت نہ ہوتی تو ایک عورت کے ساتھ رہکر اپنی عمر کے ایک بہت بڑے حصہ تک اُسے ناحق
اپنی نسل پھیلانے سے محروم رہنا پڑتا پس کئی شادیوں کی اجازت دینے سے مرد کو اپنی نسل میں معطل رہنے کی آفت سے
نجات ملگئی اس موقع سے طلاق دینے کی اجازت کا نکتہ بھی معلوم ہو گیا ہوگا کیونکہ بر تقدیر اجازت نہ ہونے کے اگر کوئی
شخص ایک سے زیادہ عورت کے ساتھ شادی کرنے پر قادر نہ ہوتا تو درصورت اُسکی زوجہ کے بانجھ ہونے یا کبر سنی کی وجہ سے
اولاد سے مایوس ہو جانے کے باوجود توالد و تناسل کی استعداد کے اُسے (مرد کو) نسل سے معطل رہنا پڑتا اسلیے کہ وہ
طلاق تو دے ہی نہیں سکتا تا کہ بجائے اپنی زوجہ کے دوسری عورت سے شادی کر لیتا اسطرح پر اگر مردوں میں توالد و تناسل کی قابلیت

ف تعداد ازدواج اور اُنکا چار میں محصور ہونا اور رسول اللہ صلعم کے لیے چار سے زائد شادی جائز ہونیکا راز اور ہر شخص کے لیے چار سے زیادہ لونڈیاں رکھنے کی اجازت کی حکمت ۱۳

ف عام امت کو چار سے زیادہ نکاح جائز نہیں ۱۳

ف تعداد ازدواج کی حکمت ۱۳

ہوئے ہیں پس اگر وہ کسی دوسرے کے پاس رہتیں تو انکی یہ عظمت کہاں باقی رہتی اور وہ وثوق جو کہ انکی خبروں پر اب حاصل ہے
اُسکا کہاں پتہ لگتا - جسکا نتیجہ یہ ہوتا کہ یہ سارے علوم ہمسے فوت ہوجاتے علاوہ بریں اس نکاح کے حرام کرنے میں خدا جانے
اور کتنی حکمتیں اور اسرار پائے جاتے ہیں جو کہ غور کرنیکے بعد منصف کے نزدیک مخفی نہیں رہ سکتے - پس اگر آپ کے بعد نکاح
کرنے کی اُنہیں اجازت نہ ہونے سے خاص اُنکا ضرر بھی ہو تو اس ضرر کا عام لوگوں کے نقصانات کے مقابلہ میں
کوئی اعتبار نہیں ہوسکتا مصلحت عام شخصی مصلحت پر ہمیشہ ترجیح دینے کے قابل ہے پس یہ حکم کسی نفسانی غرض یا پست
خیالات پر مبنی نہیں ہوسکتا - چنانچہ اس بحث اور تدقیق سے یہ امر بخوبی واضح ہوچکا ہے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تو
ایسی باتوں سے بالکل بری ہیں آپکی نسبت کسی قسم کا خیال کرنا ہی بیجا ہے کیونکہ یہ تو اسرار اور حکم پر نظر کرکے خدا کا مقرر کیا ہوا حکم ہے
پس جبکہ یہ فرقہ شریعت محمدیہ اور اُسکے انتظامات کی جانچ کرچکا اور اُسکو اُسکی خوش انتظامی اور نہایت ہی عجیب وغریب حکمتیں جنکا
کہ پہلے بیان ہوچکا ہے معلوم ہوچکیں تو آپمیں یوں کہنے لگے کہ صاحب حق سے تو انکار نہیں کیا جاتا اُسکو تو ماننا ہی چاہیئے لیکن
بیشک جو کچھ کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم لائے ہیں وہ خدا ہی کی شریعت ہے ورنہ بھلا دیکھیے تو سہی کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم ایک بے
پڑھے آدمی جاہلوں میں پیدا ہوئے وہیں پرورش پائی اپنے وطن سے سوائے تھوڑی دور کے کہیں گئے نہیں اور وہ بھی چند
ماہ کے لیے کہ جو مدت تھوڑا سا علم حاصل کرنے کے لیے بھی کافی نہیں ہوسکتی اور نہ آپ کو تمام عمر میں اپنے شہر میں کسی واقف کار
اور دانشمند کی صحبت میں رہنے کا کبھی اتفاق ہوا اور نہ یہ ثابت ہوا کہ آپ نے کبھی ملکی قوانین یا شرائع میں سے قدرے قلیل
بھی سیکھنے کا اہتمام کیا ہو پس آپ کو کہاں سے ایسی عقل ملگئی کہ جس سے آپ نے ایسے عجیب وغریب انتظام وترتیب کو مستنبط
کرلیا کہ جو نہایت ہی عظیم الشان حکمتوں کو محیط ہو جسمیں کہ تمام عمدہ خصائل پائے جاتے ہوں جس سے کہ انسانی دنیا کا پورا پورا انتظام
ہوتا ہو اُنکے حالات کی اصلاح ہوتی ہو اُنکے نفوس پاکیزہ ہوتے ہوں اُنکے شہر آباد ہوتے ہوں اُنہیں شریروں سے [illegible] ہو
اسیطرح اُسمیں تمام اس قسم کی چیزیں موجود ہوں جنسے کہ بنی آدم کو نفع پہنچتا ہو - اور جملہ ضرر رساں اشیاء سے وہ محفوظ رہتے ہوں
باوجود اس کے اُسمیں تمام عالم کی پرورش کرنیوالے کے بارہ میں صحیح عقیدے ہی پائے جاتے ہوں جنمیں کہ پست اور بے بنیاد
خیالات کا کہیں پتہ نہ ہو - اسیطرح جو اُسمیں خلقت کے رہنما اور برگزیدہ رسولوں کی نسبت بھی عمدہ عقیدوں کی تعلیم ہو -
یہ سب باتیں تو ایسی ہیں کہ اگر محمد صلے اللہ علیہ وسلم تمام عالم سے زیادہ دانشمند سارے لوگوں سے زیادہ واقف کار بہت بڑے
فلسفی - سیاست اور انتظامات ملکی کے بڑے ماہر بھی ہوتے تب بھی عقل میں یہ بات کسی طرح نہیں آتی کہ آپ تن تنہا ان تمام
چیزوں پر حاوی ہوسکتے اور آپ کے لیئے ان سب اشیاء کا جمع کرلینا ممکن ہوتا ہاں اُسوقت بیشک یہ بات سمجھ میں آسکتی ہے کہ
آپ خدا کے بھیجے ہوئے ہوں اور خدا ہی نے ان تمام امور کی طرف آپ کی رہنمائی کی ہو یہ سب کچھ آپ کو بتلا دیا ہو ان سب کے
بھید سمجھا دیے ہوں اور پھر لوگوں کی تعلیم کا اُنہیں حکم دیا ہو - کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ بڑے سے بڑے فلسفیوں کو بھی یہ بات نصیب
نہیں ہوئی کہ تمام امور میں ماہر ہوگئے ہوں گو انکی کیسی ہی اعلے درجہ کی واقفیت کیوں نہو اور جملہ فنون پر ہی نظر کیوں نہ رکھتے
ہوں بہت ہوا تو ایک دو فن میں اُنکو کمال حاصل ہوگیا جالینوس ہی کو دیکھیے کہ ملکی انتظام میں کمال رکھتا تھا - ارسطو حکمت نظری
اور الٰہیات کا ماہر تھا - بقراط کا پایہ طب میں بلند تھا - اقلیدس کو علم ہندسہ میں مہارت تامہ حاصل تھی اسیطرح کوئی کسی فن میں اور

کوئی کسی فن میں کامل ہوگیا اب رہا یہ امر کہ حکما اور عقلا میں سے کسی کو تمام فنون میں ہی کمال حاصل ہوا ہو یا انسان کی جملہ مصلحتوں کی اُسے معرفت نصیب ہوگئی ہو یہ بات تو کبھی ہوئی نہیں اور نہ سمجھ میں آسکتی ہے۔ ہاں اگر محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی شریعت کو دیکھا جاوے تو وہ بیشک انسان کے نفع کی جتنی چیزیں ہیں سب پر حاوی ہے کوئی چیز بھی اُسنے نہیں چھوڑی چنانچہ ہم اسکا پہلے بیان کرچکے ہیں اور تمام امور کے بیان کرنے میں اُسنے ایسا پاکیزہ طرز اختیار کیا ہے کہ جس چیز کی زیادہ حاجت پڑتی تھی اور وہ بہت ضروری تھی اُسے تو خوب شرح وبسط سے ذکر کردیا اور کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھا اور جو چیزیں ایسی تھیں کہ امور معاش یا نفس کے مہذب کرنے میں اُنکی ضرورت نہ پڑتی تھی اُنکی طرف محض اشارہ کردینا کافی سمجھا گویا کہ اسطرح یہ بات جتلادی کہ اُنکے حاصل کرنے کا اگر تمہیں شوق ہو تو اُنکے جاننے والوں سے سیکھ لو پتہ ہمنے بتلا دیا ہے اس بنا پر فنون ہندسہ حساب۔ اور صناعات وغیرہ کے بارہ میں اُسنے نہایت سہولت سے کام لیا ہے۔ لوگوں کو اُنکے تحصیل کی چنداں تکلیف نہیں دی اُسکو محض اُنکی خوشی اور مصلحت اندیشی پر چھوڑ دیا ہے۔

یہ سب باتیں شریعت میں اُس شخص کو نظر آسکتی ہیں جو اُنپر مطلع ہونے کی غرض سے اُسکی بخوبی جانچ کرے اور اپنی عقل سے کام لے۔ ورنہ بھلا اُس شخص کو کیا پتہ لگ سکتا ہے جو کہ بنظر تعصب اُسکو دیکھے یا اُسکے احکام وغیرہ پر سرسری نظر ڈال جاوے اور محض بعض مباحث پر واقفیت حاصل کرکے یہ سمجھنے لگے کہ میری نظر شریعت کی تمام چیزوں پر خوب محیط ہوگئی جا ہے حضرت کو موصوف سے ایک حصہ کی بھی خبر نہو اور جو کچھ جانتے بھی ہوں وہ بھی پورے طور سے نہ سمجھے ہوں خلاصہ یہ کہ اس بحث وتفتیش کے بعد اس فرقہ نے بھی محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی تمام لائی ہوئی چیزوں میں تصدیق کی اور آپ کو خدا کا پیغمبر ماننے لگے اور آپ کے ہاتھ ہی مطیع اور اعلے درجہ کے خیرخواہ بن گئے۔

ف میں کہتا ہوں کہ ان لوگوں نے تو محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے صدق پر استدلال کرنیکا ایسا دروازہ کھولدیا کہ جو قیامت تک بھی بند نہ ہوگا جو شخص کہ آپ کے بعد جاہے کتنے ہی زمانہ گذرنے پر کیوں نہ آئے لیکن وہ انہیں لوگوں کی طرح آپ کے صدق پر استدلال کرسکتا ہے اور اُسکے نزدیک بھی حق واضح ہوسکتا ہے۔ کیونکہ جو کوئی شریعت محمدیہ کے عمیق دریا میں غوطہ لگائیگا اور قیود وتعصب سے چھوٹی ہوئی نظر سے دیکھیگا اور اپنی عقل سے آزادانہ طور پر بلا رورعایت کام لیگا ممکن نہیں ہے کہ اُسکی حقانیت کا اُسے یقین نہو جاوے اور صاحب شریعت کے صدق پر ایمان نہ لے آوے۔

اور جو شخص کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کے زمانہ دراز گذرنے پر خصوصًا تیرہ سو برس کی مدت کے بعد آوے اُسکے نزدیک تو شریعت کی مختلف فضیلتوں کے دیکھنے کی وجہ سے جو کہ اُس کی خدا کے پاس سے ہونے پر دلالت کرتی ہیں حق تو واضح ہو ہی جاوے گا علاوہ بریں اس استدلال کا دروازہ اُسے اور بھی وسیع نظر آئیگا کیونکہ وہ دیکھے گا کہ یہ شریعت باوجود اتنی مدت کے گذرنیکے بھی ہمیشہ محفوظ رہی اسکے قواعد ہمیشہ عام رہے کسی قاعدے کے توڑنے کی کبھی ضرورت نہ پڑی یہانتک کہ عقل یہ حکم کرتی کہ فلاں قاعدہ فلاں زمانہ کے موافق نہیں رہا بلکہ اُسکے قواعد ہر زمانہ کے مناسب رہے اُنکے فوائد ہمیشہ حاصل ہوتے رہے چنانچہ وہ تمام عقلا جنکی عقلیں مرض تعصب سے سالم ہیں اسکو برابر مانتے ہیں اور جسے ہماری بات کا یقین نہ آوے وہ امتحان کرکے دیکھ لے کیونکہ امتحان کرنا سب سے قوی دلیل ہے بس اگر اس شریعت کے احکام کسی انسان کے تجویز کردہ ہوتے

ف اس فرقہ نے تو بہت بعد آنیوالوں کیلئے استدلال کا بہت اچھا دروازہ کھولدیا خصوصًا جو زمانہ بعثت نبوی کے نزول کے بعد آنیوالے ہیں انکے لیے یہ باب استدلال اور بھی وسیع ہوگیا کیونکہ اتنی مدت کے گذرنیکے بعد بھی انکی شریعت کے احکام [illegible] سبب اور تحمل [illegible] ہونے کا

درخواست کے موافق ایسے امور جمع کریں جنسے کہ عام لوگ پورے طور سے مستفیض ہوسکیں چنانچہ سلطان اعظم نے اخدائی
سلطنت کا ہمیشہ حامی اور مددگار ہے جب علماء سے ایسی کتاب تالیف کرنے کی خواہش ظاہر کی جسمیں کہ اُن تمام معاملات
کے منصفانہ احکام مجتمع ہوں جو کہ لوگوں کو اکثر اوقات پیش آیا کرتے ہیں تاکہ حکام اور اہل مقدمہ اُنکو آسانی سے سمجھ سکیں تو اُنہوں نے
ایسی ہی کتاب لکھدی جس سے کہ اسبارہ میں لوگوں کی پوری پوری مقصد برآری ہوسکے۔ اور اوس کتاب کا نام مجلۃ الاحکام العدلیہ رکھا

اُن لوگوں کے حالات دیکھکر بھی آپ خلجان میں نہ پڑیں جو کہ کہنے کو تو اسلام
کی پیروی کے مدعی ہیں لیکن اُنہیں نہ تو کچھ ادب و قاعدہ سے مطلب ہے نہ اُنکے طرز عمل میں کچھ انتظام پایا جاتا ہے
اُنکے تمام کاروبار میں بدتدبیری اور بدنظمی پھیلی ہوئی ہے ایسوں کو دیکھکر جو شخص کہ حقیقت حال سے واقف نہیں اور جو
یہ نہیں جانتا ہے کہ اُنہوں نے اپنی شریعت کی کہانتک مخالفت کی ہے اُسے یہ خیال پیدا ہوسکتا ہے اور وہ کہہ
سکتا ہے کہ مسلمان کیسے یہ دعوے کرتے ہیں کہ اُنکی شریعت اپنے پیروی کرنیوالوں کی اصلاح کرتی ہے اُنکو انتہا
درجہ کی تہذیب سکھلاتی ہے ہم تو دیکھتے ہیں کہ یہ لوگ اگرچہ مسلمان ہیں لیکن پھر بھی طرح طرح کی برائیوں میں پھنسے ہوئے
ہیں اُنکو انواع انواع کی بدبختی گھیرے ہوئے ہے اُنکے لیے شریعت کی اپنے مطیعین کے احوال درست کرنے کی ذمہ داری
کہاں گئی وہ ان لوگوں کی اصلاح کیوں نہیں کرتی ایسے شخص کا یہ جواب ہے کہ دیکھیے انصاف نہ چھوڑیے یہ کس نے دعوے
کیا تہا کہ شریعت محمدیہ اُس شخص کی بھی اصلاح کی ذمہ دار ہے جو صرف نام کا مسلمان ہے اور اپنے آپ کو وہ مسلمان کہتا ہے
لیکن عمل کے اعتبار سے اُسکی پوری مخالفت کرتا ہے اُسکے احکام کی تعمیل نہیں کرتا اور نہ اُسکے بتائے ہوئے آداب و اخلاق
اختیار کرتا ہے آپ یقیناً سمجھ لیجیے کہ شریعت نے اسکی کبھی ذمہ داری نہیں کی وہ صرف اُنہیں لوگوں کی اصلاح کرتی ہے
جو اُسکی تعلیم کے موافق اخلاق اور آداب اختیار کرتے ہیں چنانچہ اِس بات کی قرآن اور حدیثوں میں تصریح کردی گئی ہے
بلکہ شریعت نے تو یہانتک کہدیا ہے کہ جو شخص اِن امور میں اُسکے ساتھ مخالفت سے پیش آئیگا اُسپر طرح طرح کی مصیبتیں
اور بلائیں نازل ہوں گی یہانتک کہ اُسکو اُن مصائب سے سامنا کرنا پڑے گا جنسے کہ مخالفین اسلام بالکل محفوظ
رہیں گے اِسلیے کہ ایسا شخص بجائے آخرت کے دنیاہی میں اپنے گناہوں کا کچھ مزہ چکھہ لے تاکہ اِسی طرح پر کہیں وہ
مخالفت سے باز آجاے اور اُسے توبہ کرنا نصیب ہو۔ خدا کی یہ بھی عادت ہے کہ جس شخص کے ساتھ اُسے اُسکی بعض
نیکیوں کو پسند کرکے لطف اور مہربانی سے پیش آنا منظور ہوتا ہے تو اُسکو دنیا میں گناہوں سے پاک کرنے کے لیے
طرح طرح کی تکلیفوں میں مبتلا کرتا ہے تاکہ دنیاوی مصیبتیں اُسکے گناہوں کا کفارہ ہوجائیں اور وہ اخروی عذاب سے بچ جاے

اچھا ہم ایسے شخص کی جو کہنے کو تو مسلمان ہو لیکن بباعث نافرمانیوں کے اسلامی برکتوں سے محروم رہتا ہو آپ کے لیے
ایک ایسی مثال بیان کریں جس سے کہ آپ اس مضمون کو بخوبی سمجھ جائیں۔ پس فرض کیجیے کہ ایک شخص کے پاس ایک بہت
بڑا کتب خانہ موجود ہے جسمیں کہ عمدہ اخلاق و آداب کی بہت سی نفیس کتابیں رکھی ہوئی ہیں اُنکے مضامین تمام پسندیدہ کاموں
کی ہدایت و ترغیب سے مملو ہیں لیکن اُنمیں سے کسی کتاب کو کبھی کھولکر نہیں دیکھتا اور نہ اُس سے مستفید ہوتا ہے تو کیا
آپ کی عقل اسبات کا خیال کرسکتی ہے کہ ایسا شخص محض کتابوں کی جلدوں کو مطلّا و مذہب کرکے اُنہیں اپنے کتب خانہ میں

ف جو مسلمان تو ہیں شریعت کی پابندی نہیں کرتے اُنکی حالت سے شریعت پر اعتراض کرنا بڑی غلطی ہے ۱۲

ف [illegible] کی مثال ۱۲

یہ بھی قابلیت موجود ہے کہ استدلال کر کے صحیح طور پر حقیقت امر کو دریافت کرلیں ہمنے اِن لوگونکو دیکھا کہ پہلے تو اِن سب نے
محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے دعوے کی تصدیق کرنے سے بڑا انکار کیا بہت نفرت ظاہر کی بڑے زور و شور سے آپ کی تکذیب
کرنے پر آمادہ ہوگئے یہانتک کہ آپ کے دوست احباب آپ کے عزیز و قریب آپ کے کنبہ والوں نے بھی آپ کی مخالفت
کرنےمیں کوئی کوتاہی نہیں کی خاصکر اُن لوگوں کو دیکھیے جو کہ پہلے رسولوں کے دین کو مانتے تھے اور اُنکے پاس اُنہیں
رسولوں کی لائی ہوئی کتابیں بھی موجود تھیں وہ سب کے سب آپ کو آپ کے دعوے سے باز رکھنے کی غرض سے زجر
اور توبیخ اور ملامت سے پیش آئے بہت کچھ کوشش کی کہ کسیطرح سے آپ اپنی بات کو چھوڑ دیں اُن سب کو یہ خوف
نہ تھا یا کریں اُنکے بتوں کے ساتھ طعن و تشنیع سے نہ پیش آیا کریں اور اُنکے باطل اعتقادات کی خرابی نہ بیان کریں اِس
مقصد کے حاصل کرنے میں اُنہوں نے بہت کچھ لالچ بھی دی اور یہ بھی کہا کہ اگر تم اپنے دعوے کو ترک کردو تو ہم
اپنے مال میں شریک کرلیں گے اپنی اچھی سے اچھی لڑکیوں سے تمہاری شادی کردینگے پھر اُنہیں لوگوں کا یہ حال
ہوا کہ کہاں اتنی نفرت اور انقباض تھا اور کہاں وہی اپنی آبائی عادتوں کو اور عقیدوں کو ترک کرنے لگے خصوصًا
وہ لوگ جو کہ پہلے رسولوں کے دینوں میں سے کسی دین کے معتقد تھے چنانچہ اُنکی یہ کیفیت ہوئی کہ پہلے تو اپنے
آسمانی دین اور آسمانی کتابوں سے استدلال کر کر کے اسلام کی مخالفت پر آمادہ ہوگئے تھے اور انتہا درجہ کی نفرت
ظاہر کرنے لگے تھے پھر کچھ سمجھکر اِن ساری باتوں سے باز آئے اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کرنے کی طرف
پورے پورے متوجہ ہوگئے کیونکہ خود اُنہیں کی کتابوں میں محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی راستی کی متعدد شہادتیں اُنہیں
ملیں اور جو علامتیں اُنمیں بطور پیشین گوئی کے مذکور تھیں سب کی سب آپ پر منطبق ہوگئیں پھر کیا تھا اُنھوں نے جب
محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی زبانی یہ سُن لیا کہ آپ کی شریعت تمام پہلی شریعتوں کے لیے ناسخ ہے تو اُن شریعتوں
کے بہتیرے احکام کو جنکو وہ مانے ہوے تھے چھوڑ دیا اور آپ کے تبلائے ہوے احکام بجا لانے لگے سچ پوچھیے
تو یہ بات تھی بڑی مشکل کہ اپنی ساری عادتوں کو جنکے مدتوں سے وہ عادی ہو رہے ہوں بلا وجہ دفعتًہ چھوڑ دیں کبھی ہو ہی
نہیں سکتا اور یوں تو وہ کبھی چھوڑ ہی نہیں سکتے ہاں جب کوئی ایسا ہی قوی سبب در پیش ہو جائے تو اُسوقت یہ امر
ممکن ہے کیونکہ وہ اس بات کو یقینًا جانتے تھے کہ پہلے رسولوں کے شرائع کے اتنے بہت سے احکام کو اگر وہ خدا کے
حکم اور مرضی کے خلاف چھوڑ بیٹھیں گے تو ضرور بہت سخت انتقام اور سزا کے مستحق ٹھیرینگے پس محمد صلے اللہ علیہ وسلم
پر اُن لوگوں کا ایمان لے آنا اور آپ کی رسالت کی تصدیق کر لینا ہو نہ ہو ضرور دلیلونکی بڑی دیکھہ بھال پر مبنی ہے
کیونکہ اگر وہ دلیلیں یقینی اور قطعی نہ ہوتیں کہ جنسے اُنکے دلونکو پورا پورا اطمینان حاصل ہو گیا اور اُنکی عقلوں نے اُنہیں تسلیم
کر لیا اور حق دریافت کر لینے کے لیے کافی پایا تو وہ کبھی اُن دلیلونکے مقتضا کے موافق کاربند نہ ہوتے اور اپنی عادیات
کو ہرگز ترک نہ کرتے اور اپنے پہلے خیال کے مطابق وہ اپنے آپ کو خداوندی انتقام کا مستحق نہ بناتے اور اُنکی صحیح
عقلیں اِس باطل امر پر پیشقدمی کرنیکو ہرگز روا نہ رکھتیں اور اُنکو اس بات کی کبھی اجازت نہ دیتیں کہ وہ محض کسی ضعیف دلیل
پر اعتماد کرلیں یا اپنی بد انجامی کا لحاظ نہ کر کے خواہش نفسانی کی پیروی کرنے پر مائل ہو جائیں اور اپنے آپ کو اتنے بڑے

آپ کے معاونین اور مددگاروں کی تعداد بہت زیادہ ہوگئی اور ایسے بہت ہی قلیل لوگ نکلیں گے کہ جو آپ کے عزیزوں
میں سے پہلے پہل ایمان لے آئے ہوں پس جب یہ حالت ہو تو انکا قومی تعصب کسیطرح اسکا سبب نہیں ٹھیر سکتا علاوہ
بریں اگر یہی مان لیا جائے کہ اول امر میں آپ کے قرابت والے آپ کی حمایت کرتے تھے تو بھلا اسکو اور تمام کثیر فرقوں
کی اطاعت اختیار کر لینے میں کیا اثر ہو سکتا ہے کیونکہ آپ کے عزیزوں کی قوت استنے بہت سے لوگوں کے مقابلہ میں
کچھ زیادہ نہ تھی بلکہ اُنسے بہت ہی کم تھی اور شان لوگوں کی مثل آپ کے قرابتمندوں کی بات کا لوگوں پر چلنا ہی آسان
تھا پس اگر آپ اپنے قرابتمندوں کی طرفداری پر بھروسہ کرکے اتنے لوگوں سے مقابلہ کرتے تو ضرور آپ نے اُن سب
کو معرض ہلاکت میں ڈالدیا ہوتا اور اِن ہزاروں کی قوت کے سامنے اُنکا نام و نشان بھی نہ باقی رہتا یہ بات اُسوقت معلوم
ہو سکتی ہے کہ جب دونوں جانب کی صحیح تعداد دریافت کیجائے اور اگر ہم اسکا یہ سبب قرار دیں کہ ان تمام فرقوں نے یہ
لالچ کرکے آپ کی اطاعت قبول کرلی کہ جب آپ اپنے دعوے میں کامیاب ہو جائیں گے اور آپ کو غلبہ حاصل ہوگا
تو ہمکو بھی اُسکے ثمرات حاصل کرنے کا موقع ملیگا تو یہ بھی صحیح نہیں ہو سکتا کیونکہ ان تمام
فرقوں کو یہ کہاں سے معلوم ہو گیا تھا کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم ضرور اپنے دعوے میں کامیاب ہی ہوں گے اور آپ کو ایسا
غلبہ حاصل ہو ہی جائیگا اور حالت یہ تھی کہ جب آپ ابتداءً ابتداءً میں یہ دعوے کرنے کھڑے ہوئے تھے تو بالکل تن تنہا
تھے نہ کوئی آپ کا ساتھ دینے والا تھا اور نہ کوئی مدد کرنے والا اور نہ کوئی بظاہر ایسا ذریعہ ہی آپ کو حاصل تھا کہ جسکی
وجہ سے آپ کی کامیابی کی اُمید ہو سکتی آپ نے یہ دعوے کیا کیا تھا کہ لوگوں کے لیے ایک مذاق ہاتھ لگا تھا یوں کہا
کرتے تھے کہ اِس خبط کو دیکھنے ہو کہ اتنا بڑا تو دعوے اور پھر نہ کوئی کامیابی کا ذریعہ نہ سبب جب یہ کیفیت ہو تو کونسی
ایسی قوم ہو سکتی ہے کہ جو کسی شخص کو اُسکے دعوے میں جھوٹا ہی سمجھتی ہو اور وہ بھی بالکل تن تنہا ہو کامیابی کے ذرائع میں
سے اُسکو کوئی ذریعہ بھی حاصل نہ ہو اور پھر وہ لوگ اپنے اُن عادات اور اعتقادات کو جنسے کہ وہ اپنی دین و دنیا کی بہتری کی
اُمید کرتے ہوں ترک کر دیں اور محض یہ لالچ کرکے اُس شخص کا اتباع کرنے لگیں کہ جب اُسکو اپنے ارادہ میں کامیابی حاصل
ہو جائے گی تو ہمیں بھی فانی ثمرات سے فیضیاب ہونے کا موقع ملیگا چاہے دائمی ثمرات سے محروم ہی کیوں نہ رہیں
اور تو کوئی نہیں ہاں البتہ مجنون عقل ایسا کر سکتے ہیں اور اس بات کو یقیناً عقل ہرگز نہیں تسلیم کر سکتی کہ یہ سب فرقے مجنون
تھے۔ اور اگر ہم یہ کہیں کہ آپ کی فصاحت اور جادو بیانی اِسکا سبب ہے آپ نے اپنی قادر بیانی سے ان سب کو اپنا
فریفتہ کر لیا ہے اور اپنی راستی کے دلائل کا ذہب کو رنگ آمیزیاں کرکے سچ کر دکھایا ہے تو یہ بھی صحیح نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ سارے
فرقے محض آپ ہی کی بیان کی ہوئی دلیلوں سے آپ کے مطیع نہیں ہوئے جیسا کہ اُن لوگوں کی ساری دلیلوں کے
دیکھنے سے واضح ہوتا ہے بلکہ اُنہوں نے بہت سی ایسی دلیلوں سے بھی استدلال کیا ہے کہ جسمیں آپ کو کوئی دخل نہیں

عسہ اور اگر ہم کہیں کہ اسکا سبب خوف ہے تو یہ بھی صحیح نہیں ہو سکتا کیونکہ اول امر میں ان تمام فرقوں کو محمد صلے اللہ علیہ وسلم سے ذرا بھی خوف نہ تھا اسلیے کہ آپ تن تنہا تھے نہ
کوئی یار نہ مددگار ہاں البتہ بعض لوگوں نے خوف کی وجہ سے بھی آپ کا اتباع کیا ہے لیکن یہ کب؟ جبکہ آپ کو پوری پوری کامیابی حاصل ہو چکی لیکن اُسکے ساتھ ہی
یہ بھی ہے کہ ہزاروں ہی نے بلا کسی خوف و خطر کے آپ کی اطاعت قبول کی ہے تو پھر ان لوگوں کی اطاعت کی کیا وجہ ہوگی ۱۲

فرقے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی مخالفت اور دشمنی کی وجہ سے حقیقت امر دریافت کرنے کے بڑے ہی حریص تھے تاکہ آپکی
تکذیب ثابت کرسکیں اور باوجود اس کے بہی اُن کی کسی ایسی چیز تک سائی نہیں ہوئی اور قرآن کے مقابلہ سے اُنکا عاجز
رہنا ایک امر مستمر رہا کہ جسمیں وہم کی ذرا بہی تاثیر ثابت نہیں ہوسکتی پس اب بخوبی ظاہر ہوگیا کہ اُنکو وہم نہ تہا بلکہ وہ فی الواقع
عاجز ہی تہے اور اگر وہم کے عام تسلط اور مستمر رہنے کے امکان پر یوں اعتراض کیا جاوے کہ دیکہیے قدیم ہیئت داں علماء کو
عام طور پر سینکڑوں برس تک اس امر کا وہم رہا کہ آسمان گہومتا ہے اور زمین ساکن ہے تو اُسکا یہ جواب دیا جائے گا کہ اس
وہم کا عام اور مستمر ہونا ایک بہت بڑے قوی سبب کی وجہ سے تہا اور وہ یہ ہے کہ نظر اور مشاہدہ سے نہ آسمان کا دور کرنا
معلوم ہوتا ہے اور نہ زمین کا ساکن ہونا علاوہ بریں اُنکے پاس وہ آلات بہی موجود نہ تہے کہ جس سے حقیقت حال کے
دریافت کرنے میں متاخرین کو (جیسا کہ اُنکا خیال ہے) بہت مدد ملی اور جس امر میں کہ بحث درپیش ہے اُسمیں کوئی
ایسا سبب موجود نہیں کہ جسکی وجہ سے اتنا عام اور مستمر وہم ہوسکے کیونکہ اسکا سبب (جیسا کہ معترض کا گمان ہے) اسرار
محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے اس قول سے کہ جو تمام لوگوں کو مخاطب کرکے آپنے فرمایا تہا کہ تم سب قرآن کے مقابلہ سے عاجز
ہو اور کوئی نہیں ہے اور ظاہر ہے کہ اس سبب میں اسقدر قوت ہرگز نہیں ہوسکتی کہ جسکی وجہ سے اتنا عام اور مستمر وہم پیدا
ہوجاوے چنانچہ یہ بات منصف کے نزدیک بالکل واضح ہے پس امر متنازع فیہ اور قدیم ہیئت کے جاننے والوں کے
وہم میں اچہے طور سے فرق ظاہر ہوگیا۔

(میں کہتا ہوں کہ جب عقل کے نزدیک بغیر کسی قوی سبب کے بیس برس سے کچہ زائد بہی وہم کا عام اور مستمر ہونا مسلم نہیں
ہے تو ایسے وہم کا بلا کسی قوی سبب کے تیرہ سو برس کی مدت تک عام اور مستمر رہنا تو عقل سے اور بہی کوسوں دور ہوگا اور
جب یہ ٹہیرا تو سنئے کہ اتنی ہی مدت گذر چکی اور بڑے بڑے فصیح و بلیغ شاعر انشاپرداز محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے دشمن رہے
بہتیروں نے آپکی شریعت کی روشنی کو ٹہنڈا کرنا چاہا اور ایسا کرنے کیلیے کوئی ایسا مانع بہی نہ تہا پہر بہی ہمیشہ قرآن شریف
کی چہوٹی سی چہوٹی سورت کا بہی مقابلہ نہ کرسکے اتنی قلیل مقدار بہی قرآن کے مثل لانے سے سرتاپا عاجز ہی رہے
اور ہمیشہ رہیں گے اور ہم تو کہلے خزانے بڑے دعوے سے کہتے ہیں کہ قیامت تک بہی قرآن کی مثل کوئی نہ لاسکیگا۔)

پہر اسطرح یہ فرقہ ایسے سبب کی تفتیش کرتا رہا کہ جسکی وجہ سے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے اتباع میں لوگ غلطی میں پڑ گئے ہوں
لیکن اُنہیں ایسا کوئی سبب نہیں معلوم ہوا بلکہ بالآخر غایت درجہ کے استقرا اور تلاش کے بعد اُن کے نزدیک یہ بات ثابت
ہوگئی کہ اس موقع میں غلطی کا کوئی سبب نہیں ہوسکتا پہر کہنے لگے کہ کیا ہمنے تمام چیزوں کی جنہیں کہ عقل تجویز کرسکتی ہے
اور جو کہ ذہن میں آسکتی ہیں حقیقت کا احاطہ کرلیا اور اشیاء کا ہمیں پورے طور سے پتہ لگ گیا ہرگز نہیں۔

انسانی شرافت کی قسم ہم سچ کہتے ہیں کہ ہمارا علم تمام حقائق کو جو کہ خیال میں آسکتی ہیں ہرگز محیط نہیں ہے بلکہ بڑی چیزیں بہی
اس مادی دنیا کے جسے کہ ہم رات دن دیکہا کرتے ہیں قوانین قدرت برابر ہمسے مخفی رہے چنانچہ دن بدن کچہ نہ کچہ نئے
قوانین قدرت ہمکو دریافت ہوتے جاتے ہیں۔ وہ امر جسے کہ ہم بڑے اطمینان سے کہہ سکتے ہیں یہ ہے کہ جتنی اشیاء
سے ہمکو واقفیت حاصل ہوچکی ہے اگر اُنکی نسبت اُن اشیاء کے ساتہ دیکہی جاوے کہ جو ابتک ہمکو دریافت نہیں ہوئیں

ف — اس فرقہ کا اس امر کو جائز کرنا کہ ہم تمام چیزوں سے ایسے پورے واقف نہیں اپنے حق کے سمجہانا اور سہارے کا قائل ہونا کہ اور حقائق بہی ہو جو ہوسکتی ہیں جنکا پتہ ہمیں ابتک نہیں لگا ہے ۱۲

خدا نے ہمارے اوپر سات آسمان پیدا کیے ہیں کہ جو فرشتوں سے بھرے ہوئے ہیں اور خدا ہی آسمان سے پانی اُتارتا ہے
اُسی خدا نے ان آسمانوں سے اوپر ایک بہت بڑا جسم پیدا کیا ہے کہ جسکا نام کرسی ہے اور اُسکے اوپر اُس سے بھی بڑا
ایک اور جسم ہے کہ جسکا نام عرش ہے ہمارے اور ان آسمانوں کے درمیان بہت ہی بڑا فاصلہ ہے اور فرشتے اِس
فاصلے کو بہت تھوڑے زمانہ میں قطع کر سکتے ہیں جو کچھ کہ زمین ہو یا آسمان جنت ہو یا دوزخ جملہ کائنات میں ہوتا ہے خدا ہی
کی قضاؔ و تقدیر سے واقع ہوتا ہے یعنے اسوجہ سے کہ خدا نے جان لیا ہے اور وہ ارادہ کرتا ہے اور اُسکو اپنی قدرت سے
موجود کر دیتا ہے۔ اُسنے ایک بہت بڑا جسم جسے کہ لوح کہتے ہیں اور ایک دوسرا جسم جسے کہ قلم کہتے ہیں اسلیے پیدا کیا ہے
کہ جو کچھ واقع ہو اُسمیں ثبت کیا جاوے اور سطور رہے اگرچہ اُسکو اُسکی کوئی ضرورت نہ تھی جتنی چیزیں کہ اُسکی قضا اور حکم سے
ہوتی ہیں سب اُسی کے پیدا کرنے سے موجود ہوتی ہیں اُسکے سوا کوئی خالق نہیں۔ اگرچہ اُس نے مسببات کو اسباب کے ساتھ
مرتبط کیا ہے اور یہ مقرر کیا ہے کہ سبب کے بعد مسبب پایا جاوے لیکن ان دونوں کے لیے وہی خالق ہے وہی سبب کو
پیدا کرتا ہے اور وہی اُس کے بعد مسبب کو پیدا کر دیتا ہے تمام چیزوں کی تاثیرات جو کہ ہم مشاہدہ کرتے ہیں اُسی کے خلق
اور ایجاد سے ہوتی ہیں کوئی شے بالطبع یا اُس قوت کی وجہ سے جو اُس میں رکھدی گئی ہے حقیقۃً مؤثر نہیں ہے۔
وہ خدا قدیم سے موجود ہے ہمیشہ رہیگا اُسپر عدم کا طاری ہونا محال ہے ایک ہے۔ اپنی ذات اور صفات کے اعتبار سے یگانہ ہے
اُسکے سوا جتنی چیزیں ہیں سب اُسی کی محتاج ہیں وہ کسی کا محتاج نہیں۔ موجودات میں سے نہ کوئی شے اُسکے مشابہ ہے اور نہ
وہ کسی شے کے مشابہ ہو سکتا ہے اُسکا ارادہ نہایت کامل ہوتا ہے تمام چیزوں کو پورے طور سے جانتا ہے جو کچھ کہ ہو چکا
یا ہو رہا ہے یا آیندہ ہوگا اُسے سب کی خبر ہے۔ اُسکے علم سے کوئی شے الگ نہیں جتنی چیزیں کہ عقل کے نزدیک ممکن ہیں
چاہے وہ کتنی ہی بڑی اور مشکل کیوں نہوں لیکن وہ سب پر پورے طور سے قادر ہے زندہ ہے۔ جملہ صفات کمال کے
ساتھ جو کہ اُسکے شایاں ہے متصف ہے۔ اور تمام صفات نقصان سے پاک ہے ایسے ہی اور مضامین کو سمجھیے کہ جنکو
اُنھوں نے شریعت میں پایا اور وہ اُن کے معتقدات کے خلاف ہیں جو اُنہیں اپنے علوم سے دریافت ہوئے یا جہانتک
اُنکی عقل کی رسائی ہوئی اُسکے موافق اُنکے علوم میں اُن چیزوں کی کوئی دلیل نہیں ملی یہ کیفیت دیکھکر قریب ہی تھا کہ وہ لوگ
اپنے اُس ارادہ سے ہٹ جاتے جسپر کہ اُنھوں نے پختہ قصد کر لیا تھا کہ ہم محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے دعوے سے بحث کر کے
اُسکی تحقیق کرینگے اور کچھ بعید نہ تھا کہ وہ پھر تکذیب کرنے پر جم جائیں لیکن اِس ارادہ سے باز رکھنے والا امر اُنکا سابق کا وہ فیصلہ
ہوا کہ جس پر سب لوگ متفق الرائے ہو چکے تھے اور وہ یہ ہے کہ ہمارے حق میں مصلحت یہ ہے کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے
دعوے سے بحث کر کے اُسکی بخوبی تحقیق کریں تاکہ خطا میں پڑنے سے محفوظ رہیں اور احتیاط پر عمل کریں ایسلیے کہ اُنکا تمام حقائق
کی پوری واقفیت سے قاصر رہنا اور جملہ ممکن الوقوع حقیقتوں پر حاوی نہونا اُنکو معلوم ہو چکا تھا جسکی وجہ سے وہ اِس امر کے
اختیار کرنے پر مجبور تھے پس وہ اپنے فیصلہ کیے ہوئے حکم پر عمل کے موقع پر بھی ثابت قدم رہے اور کہنے لگے کہ قبل اِس کے

ع۔ قضا و قدر کی بحث آگے آتی ہے یہاں اتنا سمجھ لیجیے کہ قدر اور تقدیر کے معنے اندازہ کرنے اور مقرر کر دینے کے ہیں اور قضا کے معنے حکم کرنے کے ہیں پس حاصل یہ ہوا
کہ خدا نے پہلے سے تمام عالم کا ایک اندازہ مقرر کر دیا ہے اور اُسی کے موافق اپنے حکم اور ارادہ سے سب کچھ پیدا کیا کرتا ہے۔ ۱۲ مترجم

کہ ہم محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے متبعین کی دلیلوں پر غور کریں ہمیں اُن مسائل سے بحث کرنا چاہیئے کہ جو شریعت میں ہیں مثلے ہمارے اور وہ ہمارے اُن خیالات کے خلاف ہیں جنکو کہ ہمنے اپنے علوم کی مدد سے قایم کیا ہے یا ہمارے علوم میں اُنکی کوئی دلیل ہی نہیں ہے کیونکہ شاید اِس طریقہ سے شریعت کے ایسے مسائل کی اُنسے بحث کرنے کے بعد غلطی ظاہر ہوجاوے اور پیروانِ شریعت کے نزدیک بھی اُنکا غلط ہونا مدلل ٹہیر جاوے تاکہ اول امر سے اُنکا دعوے ساقط ہوجاوے اور اُسکے متبعین یا اوروں کے دلائل سے بحث کرنے کی محنت ہمیں نہ اُٹھانا پڑے اور اِسی طرح معاملہ طے ہوجاوے لیکن اسوقت اُنکے دلمیں یہ بات آئی کہ جب اِن مسائل سے باہم ہم بحث کرینگے تو بسا اوقات واقعی امر کے ظاہر ہونے میں ہمیں دقت پڑسکتی ہے کیونکہ ممکن ہے کہ اُنسے وہ مراد نہ ہو جو بظاہر سمجھ میں آتا ہے یا کوئی ایسی صحیح وجہ نکل سکتی ہو کہ جسکی وجہ سے ہمارے علوم کے ساتھہ مطابقت ہوجاوے اور ہم خود اُسکو نہ دریافت کرسکتے ہوں۔

ف اِسلیئے بہتر یہ ہے کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرنیوالوں میں سے کسی عالم سے ملیں اور یہ مسائل اُسکے سامنے پیش کرکے اُنکے بیان کرنے کی درخواست کریں پس ہمیں یا تو اُنکی غلطی معلوم ہوجائیگی یا اُنکی صحت کا ہمیں پتہ لگ جائیگا اور اِس عالم کی وجہ سے ہمیں مطلب کے سمجھنے میں دقت بھی نہ پیش آئیگی پس وہ علماء اسلام میں سے ایک عالم سے ملے اور اُنہوں نے اپنا قصہ اور اُن مسائل میں اُسکے ساتھہ گفتگو کرنے سے جو اُنکا مقصد تہا سب بیان کیا۔

ف اس فرقہ کا مسائل شریعت کے مذاکرہ کے لیئے ایک شریعت دان عالم سے ملنا [illegible] کرنا تاکہ حق بات ظاہر ہوجاوے ۱۲

ف اُس عالم نے اُنسے کہا کہ اگر آپ چاہیں تو پہلے اِس عالم کے بارہ میں اپنے مذہب اور خیالات کا خلاصہ اور تمام کائنات کے وجود کی اصل مجھسے بیان کردیں کیونکہ شاید اِس طور پر میں اُن شرعی مسائل کو جنکو کہ آپ لوگ نہیں مانتے آپ ہی لوگوں کے خیالات کے موافق ثابت کرسکوں یا میں آپ کے اعتقادات اور خیالات کی غلطی نکالدوں یا اِسکے سوا کوئی اور صورت اختیار کروں کہ جس سے باہمی اختلاف رفع ہوجاوے تب اِس رائے کو سب نے پسند کیا اور کہنے لگے کہ لیجیئے ہمارے مذہب اور خیالات کا خلاصہ سنیئے کہ جو ہمنے اپنے علوم کی مدد سے قایم کیئے ہیں وہ یہ ہے کہ اِس عالم کی اصل اور انواع الانواع کی ارضی اور سماوی اشیاء کی پیدایش کے بارہ میں قدماے فلاسفہ کا بڑا اختلاف ہے ہر ایک نے ایک جدا مذہب قائم کیا لیکن زمانۂ حال میں جس امر پر کہ رائے قرار پاچکی ہے اور جس بات کا پتہ تجربہ اور دلیل سے معلوم ہوا ہے وہ یہ ہے کہ اِس عالم کی سماوی اور ارضی اشیاء کی اصل دو امر ہیں مادہ۔ اور اُسکی قوت (حرکت) اور یہ دونوں قدیم اور ہمیشہ سے ہیں ازل سے ان میں تلازم پایا جاتا ہے یہ ممکن ہی نہیں کہ مادہ اور اُس کی قوت میں انفکاک اور انفصال ہوسکے اور ان دونوں میں سے کوئی بغیر دوسرے کے پایا جاسکے۔ مادہ سے مراد یہی ایتھر (ایتھر) ہے جو کہ خلاء میں بھرا ہوا ہے مادہ کی جتنی صورتیں ہوسکتی ہیں۔ اُنمیں سے بسیط سے بسیط صورت میں موجود ہونے کی حالت کے اعتبار سے اُسکو ایتھر (ایتھر) کہتے ہیں رہی مادہ کی قوت اُس سے اُسکے غیر منقسم عـه اجزاء کی حرکت مراد ہے جو کہ اپنی ذات کے اعتبار سے متماثل اور صفات کے لحاظ سے مختلف ہیں جنکی شکلیں بدلتی رہتی ہیں اور ہم لوگ (یعنے سائنس جاننے والے) اِس بات کے قائل ہیں کہ یہ حرکت مادہ میں خود بخود پیدا ہوتی ہے اسکے لیئے کوئی خارجی سبب نہیں ہے۔ پھر اجرام سماوی یعنے ستارے اور کائنات ارضی

ف اُس عالم کا فلاسفہ جدیدہ کے مذہب کا خلاصہ دریافت کرنا اور [illegible] بیان کرنا ۱۲

عـه یعنے جنکی قسمت کی نہیں ہوسکتی ۱۲ مترجم

یعنے جمادات۔ نباتات۔ حیوانات۔ پہلے موجود نہ تھے اور اسی مادہ سے بذریعہ اُسکی حرکت کے بنے ہیں اور ان کا بننا بھی
اسی طرح سے ہے جس طرح سے کہ اپنی علت سے معلول بالضرورت بن جاتا ہے اور اشیاء کی پیدائش میں مادہ اور اُسکی حرکت
کو نہ کسی قسم کا ادراک ہوتا ہے اور نہ اُنہیں قصد پایا جاتا ہے۔

اب سنیے کہ پہلے تو انہیں اجزا کے خاص قسم کی کیفیات پر مجتمع ہو جانے سے سدیمی مادہ کا وجود ہوا سدیمی مادہ سے
چھوٹے چھوٹے ذرے مراد ہیں اور قانون کشش ان کے اجتماع کا باعث ہوا اسطرح پھر ایک کرہ بنگیا اور وہ اپنے محور
کے گرد گردش کرنے لگا۔ پھر دوسرے قوانین قدرت کے موافق وہ مشتعل ہو گیا وہ کرہ یہی شمس تہا پھر اُسکی گردش کے
مقتضا کے موافق باقی ستارے اُس سے جدا ہونے لگے اور کرے بن بنکر اپنی محوروں پر گردش کرنے لگے منجملہ
اُنکے ہماری زمین بھی ہے جسپر کہ ہم آباد ہیں زمین کا یہ قصہ ہوا کہ آفتاب سے جدا ہونے کے بعد اپنی محور کے گرد مدت
تک گردش کرتی رہی اور اسطرح پر اسکا پوست یعنے سطح ظاہری سرد ہونے لگی اور مختلف طبقات بنتے گئے اور معادن
حیوانات۔ نباتات پیدا ہوتے رہے اور سبب اسکا وہی مادہ کی حرکت اور خاص طور پر باہم اُنکا اجتماع تہا علم طبقات الارض
کی تحقیقات سے موافق ہمارے نزدیک یہ بات بھی پایۂ ثبوت کو پہنچگئی ہے کہ حیوانات اور نباتات پہلے نہ تھے اور پھر اُنکا وجود
ہوا ہے اور یہ اسلیئے کہ ارض کے مختلف طبقات کے خلاف آخری طبقہ میں جہانتک کہ ہماری رسائی ہو سکی ہے حیوانات
اور نباتات کے بالکل آثار نہیں پائے اس سے صاف ظاہر ہوا کہ زمین پر کوئی ایسا زمانہ ضرور گذرا ہے کہ جسمیں اُسپر جاندار
اجسام یک لخت موجود نہ تھے اسکے بعد بحث۔ تحقیقات اور کیمیاوی اعمال کے مشاہدات کی بدولت ہماری یہانتک
رسائی ہو گئی جس سے کہ ہمنے یہ دریافت کر لیا کہ عناصر بذریعہ حرکت مادہ کے اُس کے اجزاؤ کے اجتماع سے پیدا ہوے
ہیں کہ جو شمار میں ستاسٹھ سے بھی زائد ہیں اور عناصر کے مجتمع ہونے اور خاص طور پر ملنے کی وجہ سے معدنیات اور جاندار
اجسام وجود میں آئے۔ پہلی چیز جس سے کہ یہ بنتے ہیں ایک قسم کا زلال کے مثل مادہ ہوتا ہے جسکی ترکیب میں چند عناصر
شامل ہوتے ہیں اور وہ نہ تو بالکل جما ہوا ہوتا ہے اور نہ پتلا بلکہ ان دونوں کی درمیانی حالت رکہتا ہے اُسمیں غذا
حاصل کرنے منقسم ہونے توالد و تناسل کی قوت پائی جاتی ہے ہمنے اس مادہ کا نام پروٹوپلاسم یعنے پہلی شے رکہا ہے
اسی کے منقسم ہونے سے وہ خول طیار ہوے ہیں جنسے کہ جسم اعضا کی بناوٹ ہوتی ہے اور اسی کے مجتمع ہو جانے سے
حیوانات اور نباتات سب سے بسیط اور بالکل ابتدائی حالت میں پیدا ہوے ہیں حیات زندگی انہیں عناصر کے فعل و
انفعال اور اُن کے کیمیاوی امتزاج کے محض ایک ظہور کا نام ہے وہ کوئی دوسری مستقل شے نہیں ہے کہ جسکا جسم
میں حلول ہوتا ہو جیسا کہ ہم لوگوں میں سے حیات کو ایک مستقل شے ماننے والے فرقہ کا خیال ہے اور حیوان میں بھی حیات یعنی
ہے روح کوئی چیز نہیں ہے۔ پھر وہ حیوانات اور نباتات جو ابتدائی حالت میں تھے قدرت کے چار قوانین کے موافق جو اُنکے
لیئے ضروری ہیں توالد و تناسل کیوجہ سے بڑھنے اور ترقی کرنے لگے پہلا قانون افراد کا باہم ایک دوسرے سے مباین
ہونا ہے جسکا نام تباین افراد ہے پس کوئی فرد اپنی اصل کے بتمامہ مشابہ نہیں ہو سکتی منجملہ ان تباینات کے نر اور مادہ کا ہونا
ہے۔ دوسرا قانون فروغ کا با وجود دوسرے تباینات یا جداگانہ خصوصیتوں کے اختیار کرنے کے اُنہیں اصول کے

ف سماویات ارضیات۔ حیات انسان حیوان وغیرہ کے بارہ میں فلاسفہ جدید کا خیال ہے

[illegible] سیدھی (یعنی ابتدائی [illegible]) کا ترجمہ [illegible] مترجم

تبائنات یا خصوصیتوں کا منتقل ہو جاتا ہے جسکا نام قانون انتقال تبائنات الاصول الی الفروع مع بقاء الامتیاز ہے پس
اسی وجہ سے افراد میں کوئی قوی ہوتا ہے کوئی ضعیف یا کمزور۔ کوئی خارجی صدمات کا تحمل ہو سکتا ہے کوئی نہیں کسی کے
لیے ظروف موافق ہوتے ہیں کسی کے لیے ناموافق۔ تیسرا قانون باہم افراد میں باقی رہنے کے بارہ میں منازعت کا
واقع ہونا جسکا نام قانون تنازع لبقا ہے پس اسی واسطے ضعیف یا کمزور خارجی طاقتوں کے تحمل نہ کر سکنے والے اور وہ
جنہیں کہ ظروف ناموافق ہیں ہلاک اور نابود ہو جاتے ہیں اور افراد میں سے جو اسکے خلاف ہیں وہ باقی رہتے ہیں۔ چوتھا
قانون طبعی یا فطری انتخاب ہے اور اس سے فطرت کا نہایت عمدہ اور کامل شے کو انتخاب کر کے حفاظت کرنا مراد ہے
پس لاکھوں برس کے گذرنے پر حیوانات اور نباتات کو اجزا مادہ کی اضطراری حرکت اور فطرت کے ان قوانین اربع
کے موافق رفتار اختیار کرنے سے موجودہ حالت تک ترقی کرنا نصیب ہو گیا یہانتک کہ خود انسان بھی منجملہ تمام حیوانات کے
ایک قسم کا حیوان ہی ہے لیکن فطری انتخاب کے قانون کے موافق عمدگی اور خوبی کے اعتبار سے ترقی کر کے اس موجودہ
حالت پر پہونچگیا ہے اور چونکہ وہ بندر کے ساتھ نہایت مشابہت رکھتا ہے تو یہ بات کچھ بعید نہیں بلکہ بہت قرین قیاس
معلوم ہوتا ہے کہ انسان اور بندر کی ایک ہی اصل سے پیدائش ہوئی ہو اور دونوں ایک ہی اصل سے نکلے ہوں اور پھر
انسان ترقی کرنے لگا ہو حتے کہ ترقی کرتے کرتے اپنے قرین یعنے بندر سے بڑھگیا ہو اور انسان تمام حیوانی انواع
کے اعتبار سے بالکل نو پیدا ہے اور اسکی پیدایش ان سب کے بعد واقع ہوئی ہے اسیوجہ سے صرف کئی لاکھ برس کے
نہایت محدود اور معدود زمانہ سے اُس کا وجود پایا جاتا ہے اگرچہ کروڑوں برس اس سے پہلے ہی بکثرت انواع موجود
رہی ہیں عقل اور انسانی ادراک منجملہ اُن تمام افعال مادہ کے کہ جو مادہ کے اجزا متحرکہ اور عناصر ممتزجہ کی تاثیر و تاثر سے
پیدا ہوتے ہیں محض ایک خاص فعل کا نام ہے وہ کوئی علٰحدہ شے نہیں ہے اگرچہ اصل مادہ اور حرکت دونوں کے دونوں
عقل و ادراک سے بالکل خالی ہیں پھر انسانی عقل و بقیہ حیوانات کی عقول میں محض کمیت اور مقدار کا فرق
ہے ماہیت کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں صرف یہ بات ہے کہ انسان میں عقل کی مقدار تمام حیوانات سے بڑھی ہوئی ہے
پھر وہ باقی مسائل کہ جو ہمنے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی شریعت میں پائے ہیں جیسے کہ انسان کا مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونا
دار نعیم و دار عذاب یعنے جنت اور دوزخ کا پایا جانا۔ فرشتوں۔ جنوں۔ آسمانوں۔ عرش کرسی۔ لوح اور قلم کا موجود ہونا
فرشتوں کا بڑے بڑے کاموں پر قادر ہونا اور اسی قسم کے اور مسائل یعنے وہ مسائل جو پہلے بیان ہو چکے، یہ سب باتیں
ایسی ہیں کہ ہمارے علوم میں انکی کوئی دلیل نہیں پائی جاتی اسلیے ہم اُنکا اعتقاد بھی نہیں کرتے بلکہ ان میں سے بعض
امور تو ایسے ہیں کہ جنکو ہمارے علوم بالکل ساقط الاعتبار ثابت کرتے ہیں اور اسکے استحالہ پر دال ہیں کیونکہ اُنسے اُن
قوانین فطرت کا ٹوٹنا لازم آتا ہے جنہیں کہ ہمنے کائنات میں پایا ہے پس ان امور کا نہ ماننا ایک نہایت ضروری بات
ہے یہ تو ہمارے مذہب کا ملے وجہ الاختصار بیان ہے اور اسی پر طبعیات (سائنس) جاننے والے فرقہ کی عام طور پر
رائے قرار پا چکی ہے اسکے بعد وہ لوگ محمدی دین کے عالم کی طرف مخاطب ہو کر کہنے لگے کہ صاحب اب آپ
کہیے ہم آپ کے کلام کو نہایت شوق سے سنیں گے۔

اب اسلامی عالم نے اُن لوگوں سے یوں کہنا شروع کیا کہ اے میرے انسانی بھائیو سنو میرا محمدی دین اور آپ لوگوں کا
بغرض اظہار حق گفتگو کرنے کے لیے مجھے انتخاب کرنا یہ دونوں امر ایسے ہیں کہ آپ لوگوں کے ساتھ خالص اور
سچی خیر خواہی سے پیش آنے اور اظہار حق میں باریک بینی سے کام لینے کو مجھپر لازم کرتے ہیں لیکن اس موقع پر میں
آپ سے بغیر ایک امر کی درخواست کیے نہیں رہ سکتا وہ یہ ہے کہ آپ لوگ اتنی سی بات اپنے اوپر لازم کرلیں کہ بلا
تعصب اور اپنے پہلے خیال کی ناحق طرفداری کے بغیر میری تقریر کو بغور سنیں اور اُسے اپنے دماغ میں جگہ دیں
کیونکہ اگر تعصب سے کام لیا جائیگا تو حق بات ہرگز سمجھ میں نہ آئیگی اور عقل کی بینائی جاتی رہے گی اور جس طرح کہ دن
دوپہر ہی بدلی کی وجہ سے آفتاب نظر نہیں آتا اسی طرح سے اس موقع پر بھی آنکھوں پر تعصب کے پردے پڑ جائینگے
اور آفتاب حقیقت آنکھوں سے پوشیدہ ہو جائے گا اور اگر آپ لوگوں نے تعصب چھوڑ دیا اور اپنے خیالات سابقہ
کی طرفداری نہ کی اور اسطور پر اِن دونوں ناحق کی قیدوں سے اپنے اپنے ضمیروں کو آزاد کر لیا تو پھر دیکھیے گا کہ
میں آپ لوگوں کی خاطر سے ایسی تقریر کروں گا جس سے کہ حق روز روشن کی طرح ظاہر ہو جائیگا بشرطیکہ اُس خدا
کو منظور ہوا جسکے سوا میں کسی دوسرے کو کسی شے کا پیدا کرنے والا نہیں مانتا)

پس آپ لوگوں کے مذہب یعنے اُن خیالات میں جنہیں کہ آپ نے ابھی میرے سامنے بیان کیا ہے سچے طور پر غور کرنیکے
بعد میں کہتا ہوں کہ آپ کے مذہب کی بنیاد مجھے یہ معلوم ہوئی کہ آپ مادہ کو قدیم مانتے ہیں۔ پھر چونکہ آپ نے مادہ کو
قدیم مان لیا اسلیئے بظاہر آپ کسی کو خدا مان لینے کے لیے مجبور نہ ہوے کہ جو اُسکو پیدا کرتا اور جبکہ آپ نے مادہ کے سماوی
اور ارضی تنوعات کو دیکھا اور اُنکا حادث ہونا بھی آپ کے نزدیک ثابت ہو گیا اور عقل اُن تمام تنوعات اور تغیرات کے حدوث کو
محض نفس مادہ ہی کی وجہ سے اس سبب سے تسلیم نہ کر سکی کیونکہ اُسکے نزدیک مادہ میں اسکی صلاحیت نہیں پائی جاتی ان
وجوہ سے آپ کو ضرورت ہوئی کہ آپ مادہ کے ذرات بسیطہ کے لیئے حرکت ثابت کریں۔ اسطرح پر تمام تنوعات کو آپ نے
مادہ اور اُسکی حرکت پر مبنی کیا اور اگر آپ مادہ کا حدوث مان لیتے تو آپ کو ضرور کسی نہ کسی خدا کے وجود کا یقین کرنا پڑتا جو
اُسے پیدا کرتا اور اُسکے عدم پر اُسکے وجود کو ترجیح دیتا۔ پھر اسکے بعد جب آپ اُسکے تنوعات پر نظر ڈالتے تو اُسوقت بھی کہنے
لگتے کہ جس خدا نے کہ مادہ کو پیدا کیا ہے وہی اُسکے تنوعات کو بھی پیدا کر رہا ہے کیونکہ اس تقدیر پر اُن تنوعات
کے لیئے سوائے خدا کے کسی دوسرے موجب کی ضرورت ہی نہ پڑتی اور نہ ذرات مادہ کے لیے حرکت ہی ثابت
کرنے کی حاجت رہتی اور اس تکلف سے بھی نجات ملجاتی اور اِس زبردستی کی بات کا قائل بھی نہ ہونا پڑتا کہ عالم کی
انواع الانواع کی چیزیں محض مادہ اور اُسکی حرکت سے علی وجہ الضرورۃ پیدا ہو گئی ہیں اور خوبی یہ کہ ان میں یعنے مادہ
اور اُسکی حرکت میں نہ تو کسی قسم کا ارادہ پایا جاتا ہے نہ کچھ سمجھ ہے۔ نہ اُنہیں کسی شے کا علم ہی ہوتا ہے اور نہ کچھ
تدبیر ہی کی قابلیت رکھتے ہیں اور پھر بھی اُنسے سب کچھ باقاعدہ ہی ہوتا جاتا ہے یہانتک کہ تمام عالم نہایت ہی
عجیب وغریب انتظام کے ساتھ پیدا ہو گیا جسکو دیکھکر عقل صاف یہی حکم کرتی ہے کہ اُسکے لیے اتنی چیزوں کی ضرورت
ہے کہ قدرت پوری پوری ہو۔ علم نہایت ہی کامل ہو۔ حکمت اور تدبیر اعلے درجہ کی موجود ہو۔ اسموقع پر میں یہ خیال کرتا ہوں

محمدی عالم کا مادہ کے حدوث کو ثابت کرنے کے لیے تمہید بیان کرنا ۱۲

ابطال مذہب فلاسفہ کی تمہید ۱۲

تنوعات کی علت۔
حقیقت میں اُن کے نزدیک محض مادہ کی حرکت ہی علت ہے لیکن جبکہ مادہ اور اُسکی حرکت میں انفکاک ناممکن تہا بہا اُسکے
کہ وہ اس امر کے قائل ہوگئے ہیں کہ مادہ اور اُسکی حرکت میں سے کسیکا وجود بغیر دوسرے کے متصور ہی نہیں ہے
اسلیئے دونوں کو بمنزلہ شے واحد کے اعتبار کرلیا ہے اور اسی کو علت کہدیا ہے اور چونکہ اُن دونوں میں تلازم پایا جاتا ہے
اسلیے یہ اعتبار کرلینا جائز ہے کوئی مضائقہ ہی نہیں ہے)
جب آپ کو یہ سب کچھہ معلوم ہوچکا تو اب سُنیئے کہ ہر عقل سلیم صاف یہی حکم کرتی ہے کہ کوئی شے اپنی علت سے جس
کہ اُسکا وجود لازم ہوجاتا ہے ہرگز تخلف نہیں کرسکتی پس اگر اُسکی علت حادث ہوگی تو وہ شے بہی اُس کے بعد ہی بلا تاخیر
موجود ہوجائیگی اور اگر اُسکی علت قدیم ہوگی تو وہ شے بہی قدیم ہی ہوگی اور قدم میں اپنی علت کی متابعت کرے گی
اُس سے ہرگز متاخر نہ ہوسکیگی ورنہ لازم آئیگا کہ علت تو پائی جاے اور معلول نہ ہو اور یہ بات محال ہے جب یہ ثابت
ہوگیا تو اب میں کہتا ہوں کہ آپ لوگوں کے مادہ اور اُسکی حرکت کو قدیم ماننے سے کہ جو جمادات۔ نباتات حیوانات۔ اور
تمام عالم کی انواع انواع کی چیزوں کے لیے علت ہیں یہ لازم آتا ہے کہ یہ سب اشیا بہی کہ جو اُنکی معلول ہیں قدیم ہوجائیں
حالانکہ آپ لوگ اپنے علوم طبعیہ اور علم طبقات الارض کی تحقیقات کے موافق اُنکے قدم کے قائل نہیں ہیں اور اگر آپ
یہ کہیں کہ اس علت کو اُن معلولات کے لازم ہونے سے یہ ضروری نہیں ہے کہ انکا وجود ایک ہی دفعہ بالکل کمل
ہوجاے اسلیئے کہ علل اور معلولات میں باہم ارتباط پایا جاسکتا ہے اور ایک دوسرے پر سلسلہ وار موقوف ہوسکتے ہیں
مثلاً یہ ممکن نہیں ہے کہ پانی کے وجود سے پہلے حیات کا ظہور ہوسکے اور پانی اپنے دونوں عنصروں کے بننے سے پہلے
موجود ہوجاے اور وہ دونوں عنصر جو پانی کو مرکب کرتے ہیں ہیڈروجن اور آکسیجن ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔
۔۔۔۔۔۔۔ اور خود وہ دونوں اجزاء مادہ کے خاص طور پر مجتمع ہونے سے پہلے کہ جس سے اُنکی تالیف
حاصل ہوسکے موجود نہیں ہوسکتے پس حیات کا وجود پانی کے وجود پر موقوف ہے چاہیے اُس سے ایک لحظہ ہی
پہلے کیوں نہ ہو۔ پس کونسی عقل یہ قیاس کرسکتی ہے کہ مادہ اور اُسکے سارے مرکبات ایک ساتہ ہی موجود ہوسکتے ہیں اسکا
جواب ہم یہ دیں گے کہ جب ان تمام علتوں میں سے پہلی علت بہی (اور وہ مادہ اور اُسکے اجزا کی حرکت ہے) حادث
مان لی جاے اُسوقت بیشک اُن قوانین قدرت کے موافق جو پیدایش کے متعلق ہیں اور جنکے کہ آپ لوگ قائل ہیں ضرور اک
مدت کی حاجت پڑسکتی ہے تاکہ اُسمیں استعداد آجاے اور مادہ کے اجزاء اسطرح پر مجتمع ہولیں جس سے کہ عناصر کی تالیف
ہو پہر پانی بنے اُس کے بعد حیات موجود ہو اور اس تقدیر پر بلاشبہ انہیں قوانین قدرت کے موافق عقل کے قیاس میں
یہ صحیح نہیں ہوسکتا کہ پانی سے پہلے حیات موجود ہوجاے یا عناصر نہ بننے پائیں اور پانی حاصل ہوجاے یا اجزاء مادہ
کے مجتمع ہونیسے پہلے ہی عناصر بنجائیں (یہ سب اہل سائنس کی سمجہ کے موافق کہا گیا ہے ورنہ پیروان اسلام کی عقلوں میں
یہ امور ناممکن نہیں کیونکہ اُنکے نزدیک تو یہ سب کچھہ خدا کے قادر ہی کرتا ہے اور اُسکی قدرت کاملہ سے کوئی امر ممکن خارج نہیں
ہوسکتا کوئی شے ہمکو چاہے کتنی ہی مستبعد اور تعجب انگیز کیوں نہ معلوم ہوتی ہو لیکن خدا سب پر قدرت رکہتا ہے)

لیکن جب پہلی علت کو قدیم مانا جاوے جیسے کہ آپ لوگوں کا خیال ہے تو پھر یہ کیونکر ممکن ہو سکتا ہے کہ یہ سارے معلولات حادث ہوں باوجودیکہ انکی علت ازلی اور ہمیشہ سے موجود ہے کیونکہ جب انکی علت انکے موجود ہونے کو بالاضطرار لازم کرتی ہے تو پھر تبلایئے کہ ان سب اشیا کو اتنے لاکھوں یا کروڑوں برس کی مدت تک پیدا ہونے سے کس چیز نے روک رکھا اور پہلے پیدا نہ ہونے دیا اور کس وجہ سے اتنی مدت گذرنے کے قبل ہی وہ موجود نہ ہوگئیں۔
اور اگر آپ یہ کہیں کہ اتنی مدت کی اسلیے حاجت ہے تا کہ علت میں معلولات کے پیدا ہونے کی استعداد آجاوے یعنے وہیں استعداد پیدا ہونے کے لیے اتنے کروڑ سال کی ضرورت ہوئی تو ہم آپ سے پوچھیں گے کہ آپ کی معین کردہ مدت کے قبل ہی استعداد کیوں نہ پیدا ہوگئی باوجودیکہ پہلی قدیم علت اسکی مقتضی بھی موجود تھی اور کس چیز نے اتنی مدت تک استعداد کو پیدا نہ ہونے دیا اور پھر اسقدر مدت گزرنے کے بعد اسے پیدا کر دیا معلولات کے حدوث اور اس حدوث کی استعداد پیدا ہونے کے لیے جتنی مدت آپ بڑھاتے جائیں گے ہمارا یہ سوال برابر قایم رہیگا کہ پھر اس مدت سے پہلے حدوث کیوں نہ ہوا اور اسکی استعداد اس سے قبل کیوں نہ آگئی بہرحال یہ سلسلہ یوں ہی جاری رہیگا اور ہمارا سوال آپ سے ہرگز نہ اٹھ سکیگا۔ خلاصہ یہ کہ علت اولے ہی سے استعداد کے بالاضطرار پیدا ہونے میں ذرا بھی شک نہیں ہے پس حدوث و قدم کے اعتبار سے استعداد کی بھی وہی حالت ہوگی جو اسکی علت کی ہے اور چونکہ اس موقع پر یہ علت قدیم مانی گئی ہے اسلیے ضروری ہے کہ استعداد بھی قدیم ہو۔ اور استعداد کا قدیم ہونا مستلزم ہے کہ تمام تنوعات جو معلول ہیں وہ بھی قدیم ہوں ورنہ لازم آئیگا کہ علت تو ہمیشہ سے موجود ہو اور معلول ندارد۔ حالانکہ یہ صریح محال ہے پس اب یا تو آپ ان تمام تنوعات کو بھی جو معلول ہیں قدیم مانیے اور جو بات کہ آپ کے علوم طبعیہ اور علم طبقات الارض کی تحقیقات سے پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے اسکی تکذیب کیجیے حالانکہ آپ لوگ اس امر کے ہرگز قائل نہیں ہو سکتے اور یا اسکے قائل ہو جایئے کہ مادہ اور اسکی حرکت سارے کام اپنے اختیار ارادہ سے کرتے ہیں پس انھوں نے ان تنوعات کی پیدایش کے لیے جو زمانہ چاہا مقرر کر دیا اور آپ لوگ اسکو بھی کبھی نہیں مان سکتے بلکہ اسکا تو آپ بڑے شد و مد سے انکار کرتے ہیں جیسا کہ میں نے آپ لوگوں کی کتابوں میں پڑھا ہے۔
اور اگر بالفرض بعض اہل سائنس اسکے قائل ہی ہو جائیں تو یہ خرابی لازم آئیگی کہ انکو اجزاء مادہ کے ہر ہر جزو کے لیے اتنا علم اور ادراک ماننا پڑے گا جس سے وہ اس امر کے دریافت کرنے کے قابل ہو سکے کہ وہ باقی اجزاء کے ساتھ کون سے خاص طریقہ سے مجتمع ہو تا کہ عالم کی بشمار انواع میں سے کوئی خاص نوع بنجاوے اور پھر وہ اپنی وضع کونسی طرز پر بدلے جس سے کوئی دوسری نوع بنجاوے علے ہذا القیاس تمام انواع کو لے لیجیے اب دیکھنا یہ ہے کہ پھر ہر ذرہ میں اتنے امور کے دریافت کرنے کی قوت آپ مان سکتے ہیں جسکو کہ بڑے بڑے لوگ اور انتظامی دنیا کے نہایت ہی تجربہ کار سن رسیدہ اشخاص کی کمیٹی بھی دریافت نہیں کر سکتی اور وہ بھی عاجز ہیں۔ اسموقع پر اسکے علاوہ اور بہت سے اعتراضات اس بنا پر وارد ہو سکتے ہیں کہ اگر ہم ان سب کو بیان کرنے لگیں تو بہت ہی طوالت ہو جاوے اور یا آپ لوگوں کو ایسا کوئی سبب صحیح بیان کرنا چاہیے کہ جسکی وجہ سے یہ تمام تنوعات اپنی علت سے اتنے عرصہ تک متخلف رہے اور اتنے کروڑ برس کے بعد جاکر بنے۔ میں تو نہیں سمجھ سکتا کہ آپ لوگ اسکی کوئی وجہ اصلاً یا نقلاً کچھ بیان کر سکتے ہیں اسکا بیان کرنا گیا

کو دیکھ لیجئے جیسا کہ تمام انواع کے بننے سے قبل مادہ کے لیے ثابت ہونا آپ کے کلام سے معلوم ہوا ہے اور پہلی صورت کا معدوم اور زائل ہونا ہمکو اسطرح بہی معلوم ہوا کہ اُسکا معدوم ہوجانا اور اُسکے بعد بہتیری صور نوعیہ کا طاری ہونا مشاہدہ کرلیا گیا ہے اور جس چیز پر کہ عدم طاری ہوتا ہے اور وہ اُسے قبول کرسکتی ہے اُسکا قدیم ہونا محال ہے کیونکہ جو شے قدیم ہوگی وہ ہرگز زائل اور معدوم نہیں ہوسکتی جیسا کہ اِسکا بیان آگے آتا ہے اسلیئے کہ اُسکا قدم یا تو اِسوجہ سے ہوگا کہ اُسکی ذات ہی اُسکے وجود کو مقتضی ہوگی یعنے اُسکا سبب سوائے اُسکے نفس کے اور کوئی نہ ہوگا بلکہ وہ خود ہی موجود ہوگی او اِسکا نام قدم ذاتی ہے اور یا اسوجہ سے کہ اُسکی علت قدیم ہوگی اور خود اُسکی ذات نہیں بلکہ وہی علت قدیمہ اُسکے قدم کو مقتضی ہوگی اور اِسکا نام قدم غیر ذاتی یا قدم بالغیر ہے اِسکے سوا قدیم ہونے کی اور کوئی صورت نہیں نکل سکتی اور ظاہر ہے کہ اُس شے کے وجود کا مقتضی عام ہے کہ اُسی کی ذات ہو یا کوئی دوسری شے جب تک حال اور قایم رہیگا اُسوقت تک کیونکر ممکن ہے کہ اُس شے پر عدم اور زوال طاری ہوسکے پس قدیم کی دونوں قسمیں ایسی ہیں کہ اُنپر عدم کا طاری ہونا ممکن نہیں اور وہ عدم کو ہرگز قبول نہیں کرسکتیں جب یہ ثابت ہوگیا تو اب ہم کہتے ہیں کہ جب مادہ کے تمام صور لازمہ کا حدوث ثابت ہوگیا تو پہر مادہ کا قدیم ہونا کسی طرح ممکن نہیں ہوسکتا کیونکہ جب ہم مادہ کی تمام صورتوں کو دیکھتے ہوے ایسی صورت تک پہنچ جائیں کہ جو سب سے ابسط ہو اور مادہ کے لیے وہی پہلی صورت ہو تو اب عقل کے نزدیک یہ ہرگز ممکن نہیں ٹہیر سکتا کہ اِس سے پہلے بہی مادہ کے لیے کوئی صورت ہوسکے مادہ کے ابسط صورت کے بعد والی صورتوں کا حدوث تو اِس طرح ظاہر ہے کہ وہ پہلے نہ نہیں اور اُس کی اول صورت کے زائل ہونے کے بعد پیدا ہوئی ہیں اب رہی مادہ کی ابسط اور سب سے پہلی صورت تو ہم کہتے ہیں کہ وہ بہی حادث ہے اسلیئے کہ وہ معدوم اور زائل ہوگئی اور قدیم کا زائل ہونا محال ہے جیسا کہ ابہی ثابت ہوا پس اب بتلایئے کہ مادہ اپنی اول صورت کے حادث ہونے سے قبل کس حالت میں موجود تہا یہ تو آپ کہہ ہی نہیں سکتے کہ مادہ کے لیے کوئی صورت نہ تہی کیونکہ اسکا سابق میں بیان ہوچکا ہے کہ مادہ کا بغیر کسی صورت کے پایا جانا محال ہے اب یا تو آپ یہ مانیئے کہ اِس صورت سے پہلے کوئی اِس سے بہی ابسط صورت موجود تہی اور یہ خلاف مفروض ہے کیونکہ آپ نے اِسکو سب سے پہلی صورت مانا ہے اور تسلیم کرلیا ہے کہ اِس سے قبل کوئی صورت ہو ہی نہیں سکتی اور یا تو آپ اِسکے قائل ہوجایئے کہ مادہ اِسی صورت کے ساتہہ حادث ہوا ہے پس مادہ حادث ٹہیریگا نہ قدیم۔ اور یہی مقصود ہے۔

ف
حدوث مادہ کی دلیل ثانی منطقی ہیئت میں

ہم اِسی دلیل کو دوسرے لفظوں میں اِس طرح بہی بیان کرسکتے ہیں کہ مادہ اِس اول صورت اور اُسکے بعد والی صور نوعیہ کے لیئے ملزوم ہے اور یہ صورت اور اُسکے بعد آنیوالی صورتیں مادہ کے لیے لازم ہیں اور مادہ سے سب کی سب منفک اور جدا نہیں ہوسکتیں جیسا کہ علت اور معلول کے باہم انفکاک نا ممکن ہے اسیوں تقریر کیجائے گی کہ اگر مادہ جو ان صورتوں کے لیے ملزوم ہے قدیم ہوگا۔ تو یہ سب صورتیں بہی جو اُس کے لیے لازم ہیں ضرور قدیم ہوں گی کیونکہ لازم کا اپنے ملزوم سے منفک اور جدا ہونا محال ہے لیکن یہ صورتیں اِس دلیل سے کہ عدم کو قبول کرتی ہیں قدیم نہیں ہوسکتیں پس مادہ بہی قدیم نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ تالی کے سلب اور رفع کرنے سے مقدم کا رفع یا سلب لازم آتا ہے جیسا کہ علم منطق

یقینی طور پر یہ بات طے ہو چکی ہے اور ہر عقل سلیم رکھنے والا شخص اسکو بخوبی سمجھ سکتا ہے۔

پھر بحث سابق کے تمام ہونے کے بعد ہم کہتے ہیں کہ حادث یعنے ایسی شے کے لیے جو پہلے نہ تھی اور پھر موجود ہو گئی ضرور کوئی ایسا امر ہونا چاہیئے جو اُسے موجود کر دے اور جسکی وجہ سے اُسکے عدم پر اُسکے وجود کو ترجیح ہو جاے اور وہ عدم کی تاریکی سے وجود کی روشنی میں نکل آئے ورنہ ترجیح بلا مرجح لازم آئیگی اور وہ منجملہ بدیہی محالات کے ہے۔ اگر خدانخواستہ آپ لوگوں کی یہ حالت ہو جاے کہ آپ ترجیح بلا مرجح کو بھی ممکن کہنے لگیں تو مجھے سُننے میں پوچھتا ہوں کہ جب آپ کسی شخص کو یہ کہتے ہوئے سنیں کہ میں نے انسانی ایجاد کردہ ترازؤں میں سب سے بیشک اور ایک ایسی ترازو دیکھی کہ جسکے دونوں پلڑے بوجھ میں بالکل برابر تھے پھر کیا دیکھتا ہوں کہ کہاں تو اُس کے دونوں پلڑے بالکل متوازی تھے یا فرض کیجیے کہ بائیں جانب کا پلڑا کسی سبب سے جھک کر زمین سے لگا ہوا تھا پھر دفعۃً داہنا پلڑا بائیں سے راجح ہو گیا اور اتنا نیچا ہوا کہ زمین سے لگ گیا اور بایاں اتنا اونچا ہو گیا جہانتک کہ اونچا ہونا ممکن تھا لیکن یہ سب کچھ بلا کسی سبب اور مرجح کے پایا گیا راجح ہونیوالے پلڑے کو نہ کسی حیوانی طاقت نے راجح کیا یعنے جھکایا نہ اُسے ہوا کا دھکا لگا نہ کوئی دوسرا جسم جو اوپر سے گرا ہو اسکا باعث ہوا خلاصہ یہ کہ جتنی چیزوں سے پلڑا جھک سکتا ہے اُنیں سے کوئی بھی نہیں پائی گئی اور پھر بھی وہ بلا وجہ جھک گیا پس اس موقع پر اگر آپ اِس قائل کے قول کو سچ سمجھیں گے تو میں جان لوں گا کہ آپ لوگوں کا عناد انتہا درجہ کو پہنچ گیا بس اب آپسے گفتگو کرنا جائز نہیں اور اگر آپ نے اُسکی تصدیق نہ کی اور آپ نے کہا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے یہ تو محال ہے تو اُسوقت میں آپ سے عرض کروں گا کہ حضرت یہی ترجیح بلا مرجح ہے اِسی کی نسبت مینے سابق میں آپ سے کہا تھا کہ بدیہی محالات میں سے ہے۔

اِس مثال میں اور جتنی حقایق کہ اِس کے علاوہ متصور ہو سکتی ہیں عام ہے کہ وہ حسی ہوں یا عقلی ان سب میں اِس لحاظ سے ذرا بھی فرق نہیں ہے کہ ترجیح بلا مرجح سب میں محال ہے جیسا کہ یہ امر ہر تامل کرنے والے کے نزدیک بخوبی ظاہر ہے اور جب آپ اپنے بہتیرے علمی مباحث اور گفتگو میں تامل کرینگے تو آپ خود دیکھ لیں گے کہ آپ اپنے مدمقابل سے بحث کرتے وقت بیشمار مواقع پر اِسی قاعدہ کے ماننے پر اپنے آپ کو مجبور پاتے ہیں اور وہ قاعدہ یہی ترجیح بلا مرجح کا محال ہونا ہے چنانچہ جب کوئی شخص اِس امر کا دعوے کرتا ہے کہ حوادث فطرت میں سے فلاں امر بلا سبب پایا گیا اور اُسکا وجود اتفاقات فطرت میں فلتۃً[ع] یا اتفاقی طور پر ہو گیا ہے تو آپ اُس سے کہتے ہیں کہ یہ بالکل ناممکن ہے اور ہمارے نزدیک محقق امر یہ ہے کہ جسکو لوگ فلتۃً یا اتفاقی کہتے ہیں وہ محض باعتبار ظاہر کے ہے چونکہ اُسکا سبب نہیں معلوم ہوا ورنہ حقیقت میں اُسکا وجود ضرور کسی نہ کسی سبب اور قوانین فطرت میں سے کسی نہ کسی قانون کی وجہ سے ہوا ہے کہ جو ہمپر مخفی رہا ہے بے وجہ کوئی چیز نہیں ہو سکتی پس آپ لوگوں کا ایسے اقوال کہنا صاف اِسی ترجیح بلا مرجح کے محال ہونے پر بھروسہ کرنا ہے اِس تقریر سے یہ ظاہر ہو گیا کہ آپ لوگ بھی اِس قاعدہ کو مانتے ہیں اور اسکا انکار نہیں کر سکتے اور مینے جو باوجود اِسکی بداہت اور وضوح کے تقریر کو اِس موقع پر اتنا طول دیا تو اُسکی یہ وجہ ہے کہ مینے آپ ہی لوگوں میں بعض عقل کے کمزوروں کو دیکھا ہے کہ اِس بدیہی

مقامات میں سے

استحالۂ ترجیح بلا مرجح کی توضیح ۱۲

ع قدمائے فلاسفہ کی اصطلاح میں اسے بخت و اتفاق کہتے ہیں ۱۲ مترجم

ہوگا تو اسصورت میں لازم آئیگا کہ سلسلۂ ناقصہ سلسلۂ زائدہ کے برابر ہوجاوے حالانکہ ہم پیشتر بیان کرچکے ہیں کہ عدد ناقص کا عدد زائد کے برابر ہوجانا محال ہے پس ظاہر ہوگیا کہ اشیاء کا جانب ازل میں غیر متناہی ہونا کہ اسی کا نام تسلسل ہے محال کو مستلزم ہے اور جو شے کہ محال کو مستلزم ہوتی ہے وہ بھی محال ہوا کرتی ہے اسلیئے تسلسل بھی ضرور محال ٹھیرا

ف برہان سلمی سے بطلان تسلسل کا ثبوت ۲

دوسری دلیل یہ ہے کہ اگر تسلسل ممکن ہو تو ضرور ہمیں جائز ہوگا کہ ہم ایسے دو خط فرض کرلیں کہ جو ایک نقطہ سے مثلث کی دونوں ساقوں کے مثل نکلکر لگاتار چلے جائیں پس اُنکے اجزا بمنزلہ اُن غیر محدود امور کے ٹھیرینگے کہ جو جانب ازل میں مرتب ہوتے ہوئے چلے گئے ہوں پھر ہم اُن دونوں کے درمیان کی مسافت ظاہر کرنے کے لیئے ضرور پے در پے خطوط فرض کرسکتے ہیں اور پھر وہ مسافت ظاہر کرنے والے خطوط بھی طول میں اتنے ہی زیادہ ہوتے جائیں گے جتنے کہ وہ پہلے کے دونوں خط مفروض بڑھتے جائینگے اس صورت سے سمجھ لیجیے پس جب ہمنے ان دونوں خطوں کو غیر متناہی مانا ہے تو ضرور ہے کہ ان دونوں خطوں کے درمیان کی مسافت بھی جسکو ہمنے خطوط سے ظاہر کیا ہے غیر متناہی ہو پس ان خطوط میں سے وہ خط بھی جو غیر متناہی مسافت کو ظاہر کریگا ضرور غیر متناہی ہوگا حالانکہ وہ دو حدوں کے درمیان گھرا ہوا ہے کیونکہ اس درمیانی مسافت کی دو حدوں کے مابین گھرے اور محصور ہونے میں ذرا بھی شک نہیں اور دونوں حدیں وہی دونوں خط مفروض ہیں حالانکہ ہم پیشتر بیان کرچکے ہیں کہ جو مقدار دو حدوں کے مابین محصور ہوگی وہ ضرور متناہی ہوگی اور یہ باوجود اس طرح پر محصور ہونے کے اسکا غیر متناہی ہونا محال ہے پس جو امر کہ اس محال کو مستلزم ہوا اور وہ اس موقع پر دونوں خطوں کا غیر محدود ماننا ہے جسکو کہ تسلسل کہتے ہیں وہ بھی ضرور محال ہوا۔ پس جب آپ میری تقریر میں جسکو کہ مینے دور اور تسلسل کے باطل اور محال ہونے پر قائم کیا ہے غور کرینگے اور اپنی فکر سے کام لیں گے تو یہ بات آپ پر بخوبی ہویدا ہوجائیگی کہ وہ خدا جسنے مادہ کو بنایا ہے ہرگز کسی دوسری شے سے حادث نہیں ہوسکتا ورنہ یا تو دور لازم آئیگا اگر ہم لوٹ پڑیں اور یہ کہنے لگیں کہ اُس خدا کا وجود اسی مادہ کے وجود پر موقوف ہے اور یا تسلسل لازم آئیگا اگر ہم کہیں کہ اُس خدا کا وجود کسی دوسری شے پر موقوف ہے اور اُسکا وجود کسی تیسری شے پر پھر اسی طرح پر غیر محدود سلسلہ جاری کرتے چلے جائیں اور دور اور تسلسل میں سے ہر ایک محال ہے جیسا کہ پیشتر بیان ہوچکا ہے پس جو امر (اور وہ اس موقع پر خدا کا حادث ماننا ہے) اُن دونوں محالوں کو مستلزم ہوگا وہ بھی ضرور محال ہوگا اور جب خدا کا حادث ہونا محال ہوا تو وہ لازمی طور پر قدیم ٹھیرا کیونکہ موجودات میں سوائے حدوث اور قدم کے کوئی تیسری شق نکل ہی نہیں سکتی اور خدا کو قدیم ثابت کرنا ہی ہمارا مقصود تھا۔

ف خدا کا قدیم لذاتہ ہونا

پھر محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے متبعین اُس خدا کے قدیم ثابت ہوجانے کے بعد یہ کہتے ہیں کہ اُسکا قدیم لامحالہ کسی ایسے امر کی وجہ سے ہوگا کہ جو ازل میں اُس کے وجود کو مقتضی ہوا۔ اب اگر وہ امر اُسی کی ذات مانی جاوے تو قدیم لذاتہ ٹھیریگا لیکن اگر وہ امر اُسکی ذات کے سوا کوئی دوسری شے قرار دیجائے گی تو اُسکو قدیم لغیرہ ماننا پڑے گا حالانکہ اُسکے قدیم لغیرہ ہونے پر کوئی دلیل نہیں ہے اور نہ کوئی اسکا مقتضی ہی پایا جاتا ہے اور بالفرض اگر کوئی اُس کے قدیم لغیرہ ہونے کا احتمال نکالے تو اسصورت میں اس غیر میں گفتگو جاری رہیگی کہ آیا وہ قدیم لذاتہ ہے یا وہ بھی قدیم لغیرہ ہی ہے پھر یا تو اسی طرح برابر سلسلہ چلا جائیگا کہ جو تسلسل ہے اور وہ محال ثابت ہوچکا ہے اور یا کسی قدیم لذاتہ ہی تک پہنچکر سلسلہ کو ختم کرنا پڑے گا تو پھر پہلے ہی قدیم عہ

عہ جسنے ہم اس قدیم لذاتہ کا نام خدا رکھین گے ۱۲

مادہ سے انواع انواع کے تنوعات کو متنوع کیا ہو اور تمام تعجب خیز کائنات کو باوجود عجیب و غریب استحکام کے اُس سے بنایا ہو جیسا کہ
محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے متبعین کا عقیدہ ہے اور یا اُسنے مادہ ہی کو اس قابل بنایا ہو کہ وہ اُس کے ذرات لبسیطہ کی حرکت اور اُن قوانین
فطرت کے موافق جو اُس کے ساتھ قائم ہیں اِن تمام تنوعات اور تطورات کے قبول کرنیکی صلاحیت رکھتا ہو جیسا کہ آپ لوگ اس امر کے
قائل ہیں کہ یہ تمام تنوعات مادہ کے ذرات کی حرکت سے کہ جو خاص خاص قوانین فطرت کے موافق جاری ہے حاصل ہو گئے
ہیں پس ہر دو تقدیر پر خدا کے کمال علم اور قدرت پر قطعی دلالت موجود ہے کیونکہ ایسے کی نسبت جو کسی لبسیط شے کو پیدا کرے اور
پھر بدل بدل کر اُس کے بیشمار انواع بناتا رہے اور باوجود غایت درجہ کے استحکام اور انضباط کے نہایت ہی حیرت افزا اور تعجب خیز
اشیاء کو اُس سے نکالتا رہے یا وہ ایسی بسیط شے کو پیدا کرسکے جس میں یہ قابلیت موجود ہو کہ وہ اُن قوانین فطرت کے مقتضا کے
موافق ہی جو اُس میں قائم ہوں بیشمار عجیب و غریب انواع کی جانب منقلب ہوسکے تو ایسے کی نسبت کسی عاقل کو ذرا بھی شبہ نہیں
ہوسکتا کہ وہ ضرور کامل علم اور قدرت والا ہوگا اور اُس کا عاجز یا ناواقف ہونا سراسر محال ہے ف مثلاً جب ہم کسی گھڑی کو جس سے
کہ وقت معلوم ہوتا ہے دیکھیں اور ہم میں سے ہر شخص جانتا ہے کہ غایت انضباط اور استحکام کے ساتھ کیسی عجیب اُس کی
ترکیب ہوا کرتی ہے جو قواعد ہندسیہ اور کل سازی کے اصول پر سراسر مبنی ہوتی ہے پس جسطرح کہ اس امر کو ہم سمجھتے ہیں
کہ اس گھڑی کا ضرور کوئی بنانیوالا ہے کہ جسنے اُسے بنایا ہے اور نہایت محکم اصول پر اُس کی بنا رکھی ہے اسیطرح قطعی طور پر
ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ اسکا بنانیوالا جبھی اسکو بنا سکتا ہے کہ اُسکے بنانیکی کافی قدرت رکھتا ہو اور نہایت مضبوط اور
مستحکم اصول پر مبنی کرنیکا اُسے پورا پورا علم بھی ہو۔ عام ہے کہ خود اُسی نے اُس کے پرزے بنائے ہوں اور پھر
اُنھیں اس طرح خود ہی جڑا ہو کہ وہ بخوبی کام دیسکتی ہو اور یا اُسنے محض اُس کے پرزے ہی اس انداز سے بنائے
ہوں کہ جنکو مرتب کرکے گھڑی جڑسی جاسکتی ہو اور کام دینے کے قابل ہوسکتی ہو۔ اگر اس موقع پر ہم سے کوئی یہ کہنے
لگے کہ اس گھڑی کو ایک شخص نے کہ جو اندھا ۔ بہرا ۔ دست و پا بریدہ ۔ ناسمجھ بیخبر علم ہندسہ سے بالکل بے بہرہ ۔ اور
کل سازی کے اصول سے محض ناواقف ہے بنایا ہے تو ہم اس قائل کی بڑے شد و مد سے تکذیب کرینگے اور ہماری
عقلیں ذرا بھی اسکی بات نہ مانیں گی اور یہ کہیں گی کہ جو اس بات کی تصدیق کرے اور ایسے شخص کو سچا جانے وہ پرلے درجہ کا
احمق ہے۔ یہ تو آپ نے سُنا اب میں آپ سے کہتا ہوں کہ جب آپ لوگوں کو اُس کے وجود کا پتہ نہ لگا جسنے کہ مادہ پیدا کیا ہے
اور پھر آپ مادہ کے قدم کے معتقد ہو گئے پھر اُس کے مختلف تنوعات اور تطورات کو آپنے دیکھا کہ جو پہلے نہ تھے اور پھر
حادث ہوئے اور یہاں بھی آپ اُس کے وجود کو دریافت نہ کرسکے کہ جو ان تمام تنوعات کا پیدا کرنیوالا ہے اس لیئے آپ لوگوں
کو یہ ضرورت ہوئی کہ اس سبب سے بحث کریں جسکی وجہ سے یہ سب تنوعات پیدا ہوئے کیونکہ عقل ہرگز اسکو نہیں تسلیم کرسکتی
کہ وہ سب محض مادہ ہی سے حادث ہو گئے ہوں اسوجہ سے کہ ہر حادث کے لیئے ضرور کوئی سبب ہونا چاہیئے کہ جس میں
اُس کے احداث کی صلاحیت موجود ہو اور مجرد مادہ ایسا ہے نہیں ۔ پس بڑی سرگردانی کے بعد آپ لوگ اس امر کے
قائل ہو گئے کہ مادہ کے ذرات لبسیطہ جنکی شکلیں مختلف ہیں ازلی حرکت کے ساتھ متحرک ہیں اور اسی حرکت کے باعث سے
یہ اجزا مختلف ہیئت اور طرح طرح کی کیفیت پر مجتمع ہونے لگے کہ جس سے یہ جملہ تنوعات پیدا ہو گئے تو آپ لوگوں نے

ف گھڑی کی مثال دیکر خدا و قدرت کو سمجھانا اور ... کہ حرکت اجزا مادہ بننے کا سبب قرار

محض یہہ کہکر اپنی عقلوں کو سمجھا لیا کہ ان تمام تنوعات کا سبب یہی حرکت واقع ہوئی ہے حالانکہ آپ لوگوں نے ان اجزا کو نہ تو محض
اپنی آنکھوں ہی سے کبھی دیکھا اور نہ بڑی سے بڑی خوردبین سے آج تک یہ نظر آئے (اور نہ ہرگز آپ لوگ ان اجزا کو دیکھ سکیں
گے) اور نہ کبھی مادہ کی حرکت کا کسیکو ذرا احساس ہوا (اور نہ ہرگز آپ لوگ احساس کرسکیں گے) لیکن جس چیز نے کہ آپکو مادہ کے اجزا
اور ان کی حرکت کے قائل ہونے پر مجبور کیا وہ محض یہ ضرورت ہے کہ آپ سمجھ سکیں کہ تمام انواع کیونکر بن گئیں اور اسپر بھی آپ نے اکتفا نہیں
کیا بلکہ آپ لوگوں نے ان اجزا کے لیئے مختلف شکلیں بھی مان لیں تاکہ آپ اس کہنے کے قابل ہوجائیں کہ انہیں اجزا کے اجتماع سے
اور ان کی اشکال کے اختلاف سے مختلف انواع اور طرح طرح کی صورتیں ظاہر ہوتی ہیں ان سب باتوں کے تو آپ قائل ہوگئے
لیکن ان اجزا کے اشکال کا دیکھنا تو جدا رہا محض ان اجزا تک کو تو آپ نے دیکھا نہیں بلکہ یہہ ساری باتیں فرضی اور تخمینی ہیں
جن کے ماننے پر آپکو محض اس ضرورت نے آمادہ کیا ہے تاکہ آپ یہ سمجھ سکیں کہ یہ مختلف انواع کیونکر بن گئیں اب اس موقع پر آکر آپ
لوگوں نے اپنا وہ قاعدہ بالائے طاق رکھدیا جسکی نسبت ہمنے آپ لوگوں کو اکثر ڈینگ مارتے سُنا ہے وہ یہہ ہے کہ آپ لوگ کسی امر کو
جب تک کہ اُس کا احساس اور مشاہدہ نہ کرلیں ہرگز مانتے ہی نہیں وہ قاعدہ اب کہاں گیا کیوں اس موقع پر احساس اور مشاہدہ کو
چھوڑکر عقلی دلیل سے استدلال کرنے پر مجبور ہوئے اس سے یہ خیال نہ کیجیے گا کہ ہم عقلی استدلال کے طریقہ سے انکار کرتے ہیں نہیں
یہہ تو خاص ہمارا اور تمام معتبر حکمار کا ہمیشہ سے طریقہ رہا ہے ہمیں صرف آپ لوگوں کو یہ یاد دلانا مقصود ہے کہ آپ لوگوں کا
یہ قول کہ ہم احساس اور مشاہدہ کے سوا کسی چیز پر اعتماد ہی نہیں کرتے پورا نہ ہوسکا اور آپ اپنے اس قول پر قائم نہ رہ سکے۔
(اور نہ ہرگز قایم رہ سکتے ہیں) اور اگر آپ یہ کہیں کہ یہ موقع ہی ایسا آن پڑا کہ یہیں استدلال کی ضرورت ہوئی کیونکہ ہم نے
اجزا اور اُن کی حرکت کے آثار مشاہدہ کرلیئے اور وہ آثار یہی تنوعات ہیں اور انہیں آثار سے اُن کے موثر پر ہمنے استدلال
کیا تو ہم آپ سے کہیں گے کہ یہی تو ہم بھی کرتے ہیں خدائے عالم کے آثار مشاہدہ کرکے ہم اور اسیطرح تمام مذاہب والے خدا کے
وجود پر استدلال کرتے ہیں اور خدا کے آثار یہی ساری کائنات ہے پس ہم نہیں سمجھ سکتے کہ آپ لوگوں کو ہمارے استدلال کا
سمجھنا کیوں مشکل معلوم ہوتا ہے اور اپنے استدلال کو آپ آسان خیال کرتے ہیں حالانکہ اگر انصاف سے پوچھیے تو عقل ہمارے ہی
استدلال کو قبول کرتی ہے جیسا کہ ابھی ہم بیان کرینگے ٭

اس تمہید کے بعد ہم اپنے اصلی مطلب پر پھر آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے متبعین کے نزدیک جبکہ مادہ کا
حدوث اور یہہ امر ثابت ہوچکا کہ اس مادہ کے لیئے ضرور کوئی محدث اور موجد ہے جس نے کہ اُسکو حادث کیا اور عدم سے اُسکو
اس طرح پر موجود کردیا کہ وہ تمام تنوعات اور تطورات قبول کرنیکے قابل ٹھیرا اور اس سے اُن کے نزدیک اُس موجد کا ارادہ
اور اُسکی قدرت اور اُس کا علم بھی بخوبی پایۂ ثبوت کو پہونچ گیا اب اسکے بعد اُن کو اس امر کے سمجھنے کے لیئے کہ تمام انواع کیونکر بن گئیں
کسی دوسری چیز کے ثابت کرنے کی ضرورت نہ رہی اسی لیئے وہ قائل ہوگئے کہ جس خدا نے مادہ کو پیدا کیا اُسکو تمام تنوعات قبول
کرنیکے قابل بنایا۔ اور جو کہ صفت ارادہ ۔ قدرت اور علم کے ساتھہ موصوف ہے اُسی خدا نے مادہ پیدا کرنے کے بعد اُس سے
ان تمام انواع کو بنایا اور ان نئی نئی صورتوں کو جنہیں دیکھکر عقل دنگ رہ جاتی ہے ایجاد کیا کیونکہ ان انواع کے حدوث کے لیئے
کوئی نہ کوئی موجب ضرور ہونا چاہیئے اور ظاہر ہے کہ اُن کے حدوث کو اُس خدا ہی کیطرف نسبت کرنے کو جس میں کہ ارادہ قدرت

ف [illegible] کو یہ بتانا کہ وہ [illegible] قاعدہ [illegible] مشاہدہ [illegible] نہیں مانتے [illegible] اسکی چیز [illegible] ثابت کرنا کہ وہ [illegible] استدلالات کے بغیر [illegible] نہیں رہ سکتے ۱۲

ف اسکے ثابت ہوجانے کے بعد [illegible] وعات عالم کی پیدائش [illegible] لیئے کسی دوسرے موجد کی ضرورت نہیں ۱۲

اور علم سب کچھ پایا جاتا ہے عقل قبول کرتی ہے اور سمجھ میں بھی آتا ہے بخلاف اسکے کہ اُن کے حدوث کو اجزاء مادہ کی حرکت کی جانب منسوب کیا جائے کہ جنمیں نہ ارادہ ہے نہ قدرت ہے اور نہ کچھ علم ہی پایا جاتا ہے بلکہ صرف اتفاقی طور پر اُس کے اجزاء خاص خاص کیفیتوں پر مجتمع بھی ہو جاتے ہیں پھر چند قوانین فطرت کے موافق جنکے لزوم کو عقل نہیں سمجھ سکتی۔ عمل درآمد بھی کر لیتے ہیں اگرچہ ان قوانین میں سے بعض کے لزوم کے لیئے عقل کو کوئی نہ کوئی موجب تلاش کر لینا ممکن ہے اور یہ تبائنات اصول کے لیئے فروع کی وراثت کا قانون ہے جیسا کہ پیشتر آپ کے مذہب کے بیان میں اس کا ذکر ہو چکا ہے لیکن ان قوانین میں سے بعض ایسے بھی ہیں کہ اُن کی ملازمت کے موجب کا تلاش کرنا عقل کے امکان میں نہیں اور یہی وہ تبائنات ہیں جنکی موجودگی ہر فرع میں ضروری خیال کیگئی ہے اور جن کے اعتبار سے ہر فرع اپنی اصل کے خلاف ہوتی ہے کیونکہ ہر عاقل یہ کہہ سکتا ہے کہ کیا وجہ ہے کہ اصول کے خلاف فروع میں تبائنات کا موجود ہونا لازمی ہوگیا؟ اور یہ کیوں نہ ضروری ہوا کہ کسی امر میں تبائن ہونیکے بغیر فرع اپنی اصل کے موافق ہوا کرتی حالانکہ عقل بھی امید کر سکتی ہے کہ فروع اپنے اصول کے موافق ہوا کریں اُن کے خلاف نہ ہونے پائیں پس اگر اس موقع پر کوئی ایسی شے جو ان تبائنات کو دائمی طور پر ضروری کرتی ہے موجود نہ ہوتی تو یہ قانون فطرت لازمی نہ ٹھیر سکتا اب رہا کہ محض اجزاء کی حرکت ان تبائنات کو دائمی طور پر ضروری کر دے تو عقل اسکو نہیں تسلیم کر سکتی نہ اس سے اسکا اطمینان ہوتا ہے کیونکہ اُن اجزاء میں تو اس استمرار کی صلاحیت کا ذرا بھی پتہ نہیں جیسا کہ ہر فکر سلیم کے لیئے یہ امر بخوبی ظاہر ہے۔

ف ایک دخانی کل کی مثال اس کا ثابت کرنا کہ اہل سائنس کا مذہب تحقیق عالم کے باب میں محض لچر ہے ۱۲

ف اس مقام کے مناسب ایک مثال یاد آئی جس کا بغرض توضیح ذکر کرنا فائدہ سے خالی نہیں وہ یہ ہے کہ جب ہمکو یہ معلوم ہو کہ کسی شخص نے ایک دخانی کل کے پرزے طیار کیئے ہیں پھر اسکے بعد ہم دیکھیں کہ وہ دخانی کل اُن سے مرکب ہو کر مکمل ہوگئی اور چلنے لگی اور ہر پرزہ اپنا اپنا کام دینے لگا اب تبلایئے کہ ان دونوں باتوں میں سے عقل کس کو قبول کر سکتی ہے آیا ہمارا یہ کہنا صحیح ہے کہ جس شخص نے اس کل کے پرزے بنائے تھے اُسی نے اُن کو جوڑ کر اس کل کو چلایا ہوگا یا یہ قول صحیح ہو سکتا ہے کہ نہیں یہ پرزے اُس حرکت کے ذریعہ سے جو اُن میں پائی جاتی ہے۔ خود بخود مرکب ہونے لگے اور اپنے اپنے موقع پر لگنا شروع ہوئے یہاں تک کہ زمانۂ دراز کے بعد یہ کل اس طرح جڑ جڑا کر مکمل ہوگئی اور چلنے لگی اس میں ذرا شک نہیں ہو سکتا کہ عقل بلا تامل پہلی بات کو تسلیم کریگی اور بلا کسی شک و شبہ کے دوسرے امر کو متروک خیال کریگی اسی پر قیاس کر کے آپ اسکو بھی خیال کریں کہ عقل اس بات کو قبول کر سکتی ہے کہ جسنے مادہ کو ایجاد کر کے اُسکو تمام تنوعات کے قابل بنایا اُسی نے اُسی سے تمام انواع کو بھی پیدا کیا نہ یہ کہ بلا اس کے کہ مادہ کے ایجاد کرنیوالے نے کچھ کیا ہو وہ مادہ اپنے اجزاء کی اضطراری حرکت کیوجہ سے قانون وراثت اور قانون تباین کے موافق خود بخود طرح طرح کی انواع میں متنوع ہونے لگا کہ جنکے بننے کے لیئے اعلےٰ درجہ کی قدرت، نہایت ہی کامل علم حکمت اور تدبیر کی ضرورت ہے پس اے عقلمند و ذرا تو انصاف کرو۔

ف خدا کا علم ارادہ اور قدرت ان میں ایک کس کن اشیا کے ساتھ متعلق ہو سکتا ہے ۱۲

ف خدائے عالم کے ارادہ۔ قدرت اور علم کے ثابت کرنے کے بعد محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین ایک بات کے اور قائل ہیں جسکے اوپر تنبیہ کر دینا اس مقام پر ضروری معلوم ہوتا ہے وہ لوگ کہتے ہیں کہ خدا کا ارادہ اور اُس کی قدرت دونوں

کوئی مانع باز نہیں رکھہ سکتا وہ ضرور ہی انہیں کرتا ہے اس لیئے اسکا علم ہمیشہ واقع کے موافق ہی ہوتا ہے اسکے خلاف ہونا ممکن ہی نہیں ٭

ف اثبات قضا و قدر اُن کے معنی کی تا[illegible]

اس مقام سے آپ شریعت محمدیہ کے اس مسئلہ کو بھی کہ حوادث میں ہر شے خدا کے قضا و قدر سے ہوتی ہے خوب سمجھ گئے ہوں گے کیونکہ جب یہ امر ٹھیرا کہ عالم میں ہر حادث جسطرح پر کہ اسکے ساتھہ خدا کا علم پہلے سے متعلق ہو چکا ہے اُسکے موافق ایسے پیدا کرنے سے موجود ہوتا ہے تو ضرور ہوا کہ اسکو علم سابق کے موافق اوسکی ساتھہ خدا کی حیثیت ایجاد متعلق ہو اور اسکی نام قضا ہی اور یہ بھی ضرور ہی کہ ازل اُسکے ساتھہ خدا کا علم متعلق ہوا اور وہ اس کے لیئے ایک حد مقرر کر دے جسکے موافق کہ وہ اسے ایجاد کریگا اور اسیکو قدر کہتے ہیں (قضا و قدر کی جو تفسیر بیان کیگئی یہ منجملہ اُنہیں تین تفسیروں کے ہے جنہیں کہ علامہ باجوری نے جوہرہ کے حاشیہ میں ذکر کیا ہے اور یہی تفسیر ماتریدیہ کیا کرتے ہیں) ٭

ف انبیا اور اولیا کی پیشین گوئی کی حقیقت ۱۲

یہ جو شریعت میں وارد ہوا ہے کہ رسل اور اولیا غیب اور آیندہ کے واقعات کی خبر دیا کرتے ہیں اس مقام سے اس کو بھی آپ سمجھ گئے ہوں گے کیونکہ جب خدا غیب اور آیندہ کے حوادثات کو جانتا ہے اس لیئے کہ ہر حادث اُسیکے علم سے اُسیکے ارادہ کے متعلق ہونے سے اُسیکے فعل سے پیدا ہوا کرتا ہے تو پھر اس سے کون امر مانع ہو سکتا ہے کہ یہی خدا ان رسل اور اولیا میں سے جسے چاہے اس غیب یا امر آیندہ کی خبر دیدے اگرچہ ہم اسکے قائل ہیں کہ نفس فطرت انسانی کا یہہ مقتضا نہیں کہ وہ بذاتہ اور خود مغیبات میں سے کسی شے کو جان سکے لیکن اگر خدا اسیکو تبلادے تو اُسے کون روک سکتا ہے پس ان لوگوں کو جو کچھ معلوم ہوتا ہے وہ خدا کے تبلانے ہی سے معلوم ہوتا ہے اور پھر وہ لوگ اوروں کو خبر دیدیتے ہیں اُن میں سے ایسا تو کوئی بھی نہیں جو بذاتہ علم غیب کا دعوی کرتا ہو .... چنانچہ شریعت محمدیہ بالذات علم غیب کے دعوے کرنیکو اعلی درجہ کے ممنوعات میں شمار کرتی ہے اور جو اسکا دعوی کرے اُسکو کافر تبلاتی ہے ٭

ف خدا زندہ ہے

پھر محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے متبعین یہ کہتے ہیں کہ خدائے عالم جسکا ہمارے نزدیک وجود ۔ قدم ۔ بقا ۔ قدرت ۔ ارادہ اور علم ثابت ہو چکا ہے ضرور زندہ ہونا چاہیے اس لیئے کہ مردہ کا صفت ارادہ ۔ قدرت اور علم میں سے کسیکے ساتھہ موصوف ہونا عقل میں نہیں آتا جیسا کہ ظاہر ہے پس خدا کے لیئے صفت حیات ثابت ہوگئی اور اُس کا موت کے ساتھہ موصوف ہونا محال ٹھیرا ٭

ف خدا مادہ کے تمام خواص سے مبرا ہے

پھر وہ کہتے ہیں کہ خدا مادہ کے تمام خواص میں سے کسی خاصہ میں بھی مادہ کے مشابہ نہیں ہو سکتا عام ہے کہ وہ خواص ایسے ہوں کہ جنکے لزوم کے لیئے نفس مادہ کی طبیعت مقتضی ہو اور وہ اُس سے جدا نہ ہو سکتے ہوں اور یہ مادہ کے عام صفات ہیں جو اسکے جمیع انواع کے لیئے لازم ہیں اور یا وہ ایسے ہوں جنہیں کہ نفس مادہ کی طبیعت قبول کر سکتی ہو خواہ وہ اُس کے تمام انواع میں پائے جاسکتے ہوں یا فقط اُسکے بعض مرکبات ہی میں اور یہ اوصاف ہیں جو کہ مادہ کے جمیع انواع کے لیئے عام تو ہیں لیکن لازمی نہیں اور یا وہ عام ہی نہیں ہیں جیسے کہ جوہریت ۔ جسمیت ۔ عرضیت متحیز ہونا (یعنی کسیقدر جگہ کو گھیرنا) مرکب ہونا متجزی ہونا ۔ غیر سے جا ملنا ۔ غیر کو جذب ۔ انفعال ۔ انفصال ۔ حیوانیت ۔ نباتیت ۔ جمادیت ۔ ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونا ۔ تمام انفعالات نفسانیہ اور اسکے مثل خلقی چیزیں ہیں کیونکہ وہ خدا ان خواص میں سے

کسی بہی ایسی اگر مادہ کے مشابہ مانا جائیگا تو وہ بھی اسیکے مثل مادہ ٹہیریگا اسلیئے کہ یہ ظاہر بات ہے کہ جو شے کسی دوسرے کے ساتھہ
اُس کی ذوات اور طبیعت کے لوازمات اور خواص میں سے کسی خاصہ میں بھی مشابہ ہوگی وہ ضرور اسیکے مثل اور ویسی ہی
ہوگی اور اگر یہ خدا مادہ تسلیم کیا جائیگا تو جو کچھہ کہ مادہ کے لیئے ممکن ہے یعنی حدوث وہ خدا کے لیئے بھی ممکن ہوگا اور
خدا بھی حادث ٹہیرے گا کیونکہ جو حکم چند یکساں چیزوں میں سے کسی ایک کے لیئے ثابت ہوگا وہ ویسی ہی اور چیزوں پر
بھی صادق آئیگا حالانکہ خدا کے لیئے قدم کے لازمی ہونے پر دلیل قایم ہوچکی ہے اور اُس کے حدوث کا محال ہونا ثابت ہوچکا
ہے پس اس سے یہ ثابت ہوا کہ اس خدا کا مادہ کے مشابہ ہونا ناممکن ہے تو وہ ضرور اسکے خلاف ہوگا۔ اور یہی اس مسئلہ
کا مقصد ہے جسکے کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے متبعین معتقد ہیں کہ خداے عالم کے لیئے تمام حوادثات کے خلاف ہونا ضروریات
میں سے ہے اور اس کا اُن کے مشابہ ہونا محال ہے اسلیئے خدا نہ مادہ ہوسکتا ہے اور نہ مادہ کے خواص میں سے کیسیکے
ساتھہ اُسکا موصوف ہونا ممکن ہے جیسا کہ پیشتر بیان ہوچکا +

ف پھر چونکہ ظاہر ہوچکا ہے کہ خدا نہ جوہر ہے نہ جسم اس لیئے اُسے کسی مکان کی بھی ضرورت نہیں جس میں کہ وہ قایم
ہو اور نہ وہ عرض ہی ہے جو اُسے کسی محل کی حاجت ہوتی جس میں کہ وہ حلول کرتا اور قایم ہوتا +

ف علاوہ بریں اگر اُسے عرض مانا جائیگا اور وہ کسی محل کا اپنے قیام میں محتاج ہوگا تو وہ ضرور صفت ہوگا اور اگر وہ صفت
ہوگا تو پھر اُس کا ان صفات کے ساتھہ جن کا کہ پیشتر بیان ہوچکا ہے موصوف ہونا ناممکن ٹہیریگا اور وہ صفات قدرت
ارادہ علم اور حیات ہیں حالانکہ خدا کے ان صفات کے ساتھہ موصوف ہونے پر دلیل قایم ہوچکی ہے اس لیئے اُس کا
صفت ہونا ممکن نہیں ہوسکتا تو پھر وہ عرض بھی جو اپنے حلول اور قیام میں کسی محل کا محتاج ہو نہو سکیگا۔

ف پھر چونکہ خدا کا قدم ثابت ہوچکا ہے تو وہ کسی موجد کا بھی جو اُسے ایجاد کرتا ہرگز محتاج نہیں ہوسکتا۔ غرض یہ
کہ خدا کا مکان۔ محل اور موجد کی جانب محتاج نہ ہونا یہی امور ہیں جو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین کے اس عقیدہ سے
مقصود ہیں کہ خداے عالم کا بنفسہ اور خود ہی قایم ہونا ضروری ہے اور غیر کے ساتھہ اُس کا قایم ہونا محال ہے۔
خدا کی اس صفت پر ایک دوسری دلیل بھی ہے وہ یہہ ہے کہ اگر وہ مکان کا۔ یا محل کا یا کسی موجد کا محتاج ہوتا تو ضرور تھا کہ
یہ امور مذکورہ اُس سے قبل موجود رہتے اور اُس کے بنائے ہوئے نہ ہوتے حالانکہ اثبات پر دلیل قایم ہوچکی ہے۔
کہ وہی خدا قدیم اور تمام کائنات کے قبل سے ہے اور کائنات میں ہر شے اُسکی بنائی ہوئی ہے تو پھر کیونکر ممکن ہے کہ اس
کے بعد بھی وہ ان میں سے کسی شے کیجانب محتاج ہو +

ف اس سابق کے مسئلہ میں کہ خدا مادہ کے خواص میں سے کسی شے میں بھی اُس کے مشابہ نہیں ہے یہ شبہ نکرنا چاہیے
کہ دیکھئے خدا ان امور میں تو مادہ کے مشابہ ہوگیا کہ وہ موجود ہے ارادہ کرتا ہے۔ عالم ہے۔ قادر ہے۔ زندہ ہے اور
اسیطرح اور صفات ہیں جو کہ اُسکے لیئے ابھی ثابت ہوئیں کیونکہ مادہ کے انواع ان صفات کے ساتھہ تو موصوف ہوتے ہیں
اس لیئے کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے متبعین کا یہ اعتقاد ہے کہ خدا کے صفات مذکورہ کو محض آثار کی مشابہت کیوجہ سے
انواع مادہ کے صفات کے ساتھہ صرف اسمی مشارکت حاصل ہے حقیقت کے اعتبار سے پورا پورا اختلاف اور مباینت پائی

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور آپ کی لائی ہوئی چیزوں کی حقانیت کی تصدیق خدا کی توحید پر موقوف نہیں ہے اس لئے
کہ آپ کے دعویٰ کی حقانیت پر متعدد دلائل قایم ہونیکی وجہ سے عالم کے موجد کی جانب سے آپ کی رسالت کی تصدیق کر سکتے
ہیں عام ہے کہ وہ موجد ایجاد کرنے میں منفرد اور ایک مانا جائے یا نہ مانا جائے پھر جبکہ وہ آپ کی رسالت کی پوری طور سے تصدیق
کر چکے تو پھر انہیں آپ کی یہ خبر بھی ماننا پڑیگی کہ جس خدا نے انہیں بھیجا ہے اور رسول بنایا ہے وہ ایجاد کرنے میں منفرد اور ایک
ہے اُس میں اُس کا کوئی شریک نہیں لیکن دلیل عقلی جسے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیرو اُن فرقوں کے مقابلہ میں جو متعدد
خداؤں کے قائل ہیں خدائے عالم کی وحدانیت تسلیم کرتے ہیں نیز جیسے کہ اونکی وحدانیت کا اعتقاد کے بارہ میں خود بھی اعتماد کرتے ہیں اُس کی بکثرت صورتیں اور مختلف طریقے ہیں اس مقام
بالغرض اختصار انہیں سے ہم ایک ہی دلیل بیان کرینگے پس سنیئے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیرو اس موقع پر یہ کہتے ہیں کہ اگر عالم کے خدا
متعدد مانے جائیں مثلاً دو مانے جائیں (یا اور زیادہ کیونکہ اس استدلال میں کوئی فرق نہیں آسکتا) تو عالم میں کسی شے کا کبھی
وجود نہیں ہو سکتا لیکن عالم میں کسی شے کا نہ پایا جانا باطل ہے اس لیے کہ اُس کا وجود تو ہم مشاہدہ کر رہے ہیں پس وہ امر بھی
(یعنی خدا کا متعدد ماننا) جس سے کہ یہ خرابی لازم آئی ضرور باطل اور غلط ہوگا اور جب خدا کا متعدد ماننا باطل ٹھیرا تو اُس کی وحدانیت
ثابت ہوگئی اور یہی ہمارا مقصود تھا اب سنیئے کہ خدا کے متعدد ماننے سے عالم میں کسی شے کا نہ پایا جانا کیونکر لازم آتا مثلاً
فرض کیجئے کہ دو خدا ہوں تو وہ دونوں یا تو باہم متفق ہو جائیں گے یا مختلف رہیں گے اگر متفق ہو جائیں تو وہ کسی چیز کو
ایجاد نہیں کر سکتے ورنہ لازم آئیگا کہ دو موثروں کا فقط ایک ہی اثر ہو اور یہ محال ہے کیونکہ اس سے لازم ہے کہ اُن دونوں
میں سے ہر ایک کی ایجاد سے اگر عالم کا ایک جداگانہ اور مستقل وجود ہوگا تو لازم آئیگا کہ عالم دو وجود کے ساتھ موجود ہو حالانکہ
وہ صرف ایک ہی وجود کے ساتھ موجود ہے جیسا کہ ظاہر ہے اور اگر دونوں ایجاد سے زیادہ نہیں عالم کا فقط ایک ہی
وجود حاصل ہو تو ماننا پڑیگا کہ اُن دونوں میں سے ہر ایک نے بالانفراد اُسے ایجاد نہیں کیا بلکہ دوسرے کے ساتھ ملکر ایجاد کیا
جیسے کہ اگر دو قوتیں ملکر کسی پتھر کے لڑھکانیکا باعث ہوں ہر ایک اُن میں سے بالانفراد اُس کے لڑھکانیکے لیے کافی نہ ہو بلکہ
دونوں کے مجتمع ہونے کی ضرورت پڑے تو ہر ایک دوسری قوت کی محتاج ٹھیریگی اور اُس کے ساتھ ملکر مرکب ہوگی اور وہ دونوں
قوتیں مرکب ہوکر ایک قوت بنے گی۔

تو اس صورت میں صاف ظاہر ہے کہ لڑھکانیکی نسبت دونوں کی طرف ہونی چاہیے ان میں سے کسی ایک کی جانب
علی الاستقلال نسبت کرنا ہرگز صحیح نہیں ہو سکتا پس اس بناء پر دونوں خدا مرکب ہوں گے اور دونوں بمنزلہ ایک خدا
کے قرار پائیں گے کہ جسکی طرف ایجاد کی نسبت ہوگی اور دونوں میں سے ہر ایک کی جانب علی الاستقلال ایجاد کی نسبت نہ ہوسکیگی
کیونکہ ہر ایک موجد کا جزو ہوگا نہ مستقل موجد حالانکہ خدائے عالم اسکو کہہ سکتے ہیں کہ جو اس عالم کا موجد ہو اور اگر یہ کہا جائے
کہ ہر واحد خدا نہیں بلکہ فی الحقیقت دونوں کا مجموعہ خدا ہے تو اس کا جواب ہم یہ دینگے کہ پیشتر ثابت ہو چکا ہے کہ خدا لیے یعنی
موجد عالم کا مرکب ہونا محال ہے کیونکہ اُسمیں اور مادہ اور اُس کی تمام انواع کے مابین جمیع صفات کے اعتبار سے جو کہ اُن کے
ساتھ مختص ہیں مخالفت ہونا ایک لازمی امر ہے اور انہیں صفات میں سے ترکیب بھی ہے۔ علاوہ بریں ہر ایک مرکب کے لیئے حدوث
لازم ہے تو اس بناء پر خدا کا حدوث لازم آئیگا اور نہ یہ ممکن ہے کہ دونوں عالم کو علی الترتیب اس طرح پر ایجاد کریں

وحدانیت کی عقلی دلیل

کہ پہلے تو ایک ایجاد کرے اور پھر دوسرا ورنہ تحصیل حاصل لازم آئیگی اور وہ محال ہے جیسا کہ پیشتر ثابت ہو چکا ہے۔ اور نہ یہی ممکن ہے کہ بعض چیز کو ایک ایجاد کرے، اور بعض باقی کو دوسرا کیونکہ اسوقت ان دونوں کا عاجز ہونا لازم آئیگا اس لیے کہ جب کسی شے کے ساتھ ان دونوں میں سے کسی ایک کی قدرت متعلق ہو جائیگی تو لا محالہ اُس شے کے ساتھ دوسرے کی قدرت کے متعلق ہونیکا طریق، وہ پہلا مسدود کر دیگا پس دوسرا اُس کی مخالفت پر ہرگز قادر نہ ہوسکیگا اور عاجز رہیگا اور اگر دوسرا اُس کے خلاف کر سکا اور اُسنے اپنی قدرت کے متعلق ہونیکے طریق کو مسدود نہ ہونے دیا تو پہلے کو عاجز ماننا پڑے گا بہر حال خدا کا عجز لازم آئیگا اور خدا کا عجز محال ہے +

اور اگر دونوں مختلف ہو جائیں اس طرح پر کہ ایک تو عالم کے ایجاد کرنیکا ارادہ کرے اور دوسرا اُسکے معدوم کرنیکا پس ہرگز ممکن نہیں کہ دونوں کا ارادہ نافذ ہوسکے ورنہ اجتماع ضدین لازم آئیگا اور نہ یہ ممکن ہے کہ ایک کا ارادہ نافذ ہوا اور دوسرے کا نہ ہو کیونکہ جس کا ارادہ نافذ نہ ہوسکیگا وہی عاجز ٹھیریگا اور دوسرا بھی ویسا ہی قرار پائیگا اسواسطے کہ دونوں میں مماثلت منعقد ہو چکی ہے اور دونوں یکساں ہیں علاوہ بریں یہ بھی ہے کہ جب ایک کا ارادہ نافذ ہوگا اور دوسرے کا نہیں تو جسکا ارادہ نافذ ہو جائیگا وہی خدا ٹھیریگا دوسرا نہیں ہوسکتا اب وحدانیت کی دلیل مکمل ہو گئی اور یہی دلیل قرآن مجید میں بھی مجملاً اور علی وجہ الاختصار مذکور ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے (لو کان فیہما آلہۃ الا اللہ لفسدتا) اگر ان دونوں میں اللہ کے سوا اور خدا ہوتے یعنی اگر زمین اور آسمانوں کے پیدا کرنے میں اللہ کے سوا اور خدا بھی قایم ہوسکتے اگرچہ اللہ بھی اُن کے ساتھ ہوتا تو وہ دونوں درہم برہم ہو جاتے۔ یعنے آسمان و زمین کا وجود ہی نہ ہوتا لیکن اُن دونوں کا وجود نہ ہونا باطل ہے اس لیے کہ اُن کا موجود ہونا مشاہدہ سے ثابت ہے پس دو شے یعنے اللہ کے سوا جنس خدا کا موجود ہونا (یعنے کسی اور خدا کا موجود ہونا) بھی جس سے کہ یہ خرابی لازم آئی باطل ٹھیرے تو اب ثابت ہو گیا کہ زمین اور آسمانوں میں یعنے عالم میں اللہ کے سوا کوئی اور خدا نہیں ہوسکتا بلکہ وہی خدائی کے ساتھ منفرد اور یکتا ہے اور یہی مقصود تھا۔ یہ نہیں ہے کہ خدا کی جماعت ہی محال ہو بلکہ خدا کا مجرد متعدد ہونا محال ہے چنانچہ ہمنے اپنے قول جنس خدا سے اسیکی طرف اشارہ کیا ہے۔ پہر سابق میں دونوں خداؤں کے متفق ہو جانیکے احتمال کو جو فرض کیا ہے وہ محض سرسری نظر کے لحاظ سے ہے ورنہ جب غور کیا جائے تو دونوں خداؤں کے متفق ہونے اور صلح کر لینے کا سرے سے احتمال ہی صحیح نہیں ہوسکتا کیونکہ خدائی کا مرتبہ عام غلبہ اور کامل استقلال کو مقتضی ہے جیسا کہ قرآن مجید نے اس کی طرف اس قول میں اشارہ کیا ہے (اذن لذہب کل الہ بما خلق ولعلی بعضہم علی بعض) اتہو (یعنے اگر کئی خدا مانے جائیں) ہر ہر خدا اپنی اپنی پیدا کی ہوئی اشیا کو لیجاتا اور ایک دوسرے پر چڑھائی کر بیٹھتا۔ (یہ تو آپنے سُن لیا اب میں اس امر پر مکرر تنبیہ کرتا ہوں کہ یہ دلیل اور اسیطرح اور دلیلیں صرف اُنہیں کے مقابلہ میں قایم کیجا سکتی ہیں کہ جو خدائے عالم کے وجود کو تو مانتے ہیں لیکن وہ متعدد خداؤں کے مدعی ہیں۔ پس وہ اس قسم کی دلیلوں سے اپنے تعدد کے دعوی سے باز رکھے جاسکتے ہیں رہے وہ لوگ جو عالم کے لیے کسی خدا کے وجود کو تسلیم نہیں کرتے تو اُن کے مقابلہ میں اس دلیل کا قایم کرنا اسیوقت صحیح ہوسکتا ہے جبکہ اُنپر اس امر کا ماننا لازم کر دیا جائے کہ عالم کے لیے ضرور کوئی خدا ہے جس نے کہ اُسے ایجاد کیا پھر اُنکو خدائی کے منصب کو اور جس عظمت اور استقلال کو خدائی کا منصب مقتضی ہے اچھی طرح سے سمجھا دیا جائے ورنہ اُنہیں اسکی کیا پروا ہوگی کہ خدا کا عجز لازم آتا ہے یا اسکے سوا اور محالات جن کا کہ دلیل سابق میں پیشتر ذکر ہو چکا ہے لازم آتے ہیں اس سے ذرا آگاہ رہنا چاہیئے)

دلیل تمانع کی طرف اشارہ جس سے اوپر کی تفصیل دلیل ثابت ہوتی ہے ۱۲

پھر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین نے دیکھا کہ اتنی ہی صفات جو کہ خدا موجد عالم کے لیے ثابت ہوئیں ہر چند کہ خدائی کا مدار ٹھیر
سکتی ہیں اور وہ صفات وجود - قدم - بقاء - حوادث کے ساتھ مخالفت - اُس کا بنفسہ قائم ہونا یعنی استقلالاً موجود ہونا - وحدانیت
علم - قدرت - ارادہ اور حیات ہیں اور اگر خدا صرف انہیں صفات کے ساتھ موصوف ہو تب بھی وجود کائنات کی علت بننے کے
لیے کافی سمجھا جا سکتا ہے اور ہر عاقل اتنے پر قناعت کر سکتا ہے لیکن انہوں نے اس خدائے پاک کی شان میں اور بھی غور کرنا
شروع کیا اور اُس کی عجیب و غریب مصنوعات اور اُن کی کمال پائداری میں تامل کیا تو کہنے لگے کہ جب اُس کی مصنوعات
میں یہ کمال موجود ہو تو کیا وہ خدائے پاک صفات کمالیہ میں سے کسی صفت میں خود ناقص بھی ٹھیر سکتا ہے ہرگز نہیں بلکہ جہانتک
ہم خیال کر سکتے ہیں کسی کو ایسا نہیں پاتے کہ وہ اپنے مثل کوئی شے ایجاد کر سکے چہ جائیکہ ناقص کسی کامل کو ایجاد کرے یا کامل اپنے سے
اکمل کو ایجاد کرنے کے قابل ہو سکے - انہیں حیوانات کو لیجیے کہ وہ کچھ ہی کیوں نہ بنائیں اور ایجاد کریں لیکن ہم ہمیشہ ان کو اُس
عاجز ہی پاتے ہیں کہ وہ حیوانیت میں اپنے مثل یا اپنے قریب قریب بھی بنا سکیں اور حیوانات کو بھی جانے دیجیے - انسان کو
لیجیے کہ جو سب سے زیادہ جاننے والا اور صنعت کے اعتبار سے اعلے درجہ کا قادر مانا جاتا ہے وہ بھی کچھ ہی کیوں نہ بنائے
اور ایجاد کرے لیکن جب دیکھا جاتا ہے تو وہ اپنے مثل یا اپنے سے اکمل بنانا تو جدا رہا اُس کے مصنوعات میں اُس کمال کے
قریب قریب بھی نمودار نہیں ہوتا جو کہ خود اُس میں قائم ہے - حیوان یا انسان کا بنانا تو بالائے طاق رہا انسان میں نبات
بنانیکی تو قدرت ہے ہی نہیں غایت سے غایت وہ جو کچھ بنا سکتا ہے یہ ہے کہ وہ جمادی صورت جو کہ حیات سے بالکل خالی
ہوتی ہے تراش لیتا ہے یا چند عناصر کو جمع کر کے کیمیاوی ترکیب دے سکتا ہے کہ جس میں حیات کا ذرہ برابر بھی نشان نہیں
پایا جاتا - یا کلیں ایجاد کر سکتا ہے کہ جو قدرتی قوانین جرثقیل کے موافق غیر دائمی اور ناپائدار حرکت کرنے لگتی ہیں اور
پھر نہ اُن میں حیات کا نام و نشان ہوتا ہے اور نہ احساس کا - اور جب وہ کسی حیوان یا نبات میں اُس کی صورت کے متغیر کرنیکے
لیے کسی قسم کا تصرف کرنا چاہتا ہے تو وہ خود ہرگز اسپر قدرت حاصل نہیں کر سکتا آخر کار چار و ناچار اُنہیں قوانین قدرت کے استعمال
کرنے پر مجبور ہوتا ہے جو تغیر دینے کے لیے اس خدائے پاک کی جانب سے مقرر ہیں - اور جو تغیر کہ اُس سے حادث ہوتی ہے وہ
حقیقت میں اُسکا فعل بھی نہیں ہے اُسکو صرف اسیقدر دخل ہے کہ اُسنے اُس قانون قدرت کو دریافت کر لیا جس سے کہ تغیر
پیدا ہو سکتی ہے اور پھر اُسنے جس شے کو تغیر دینا مقصود ہے اُس پر اُسے مسلط کر دیا - اور اگر یہ تغیر اُسکے بنانے اور اُس کے
پیدا کرنے سے ہوتی تو اُس کے ظاہر ہونے سے قبل ضرور اُسکو اُس کے تمام حالات کی تفصیلی واقفیت ہوتی وہ اُس کی
مقدار اور کیفیت کو پوری تدقیق کے ساتھ جان سکتا حالانکہ ایسا نہیں ہوتا بیان اسکا یہ ہے کہ جب کوئی انسان اس بات کا
ارادہ کرتا ہے کہ وہ کسی پرندے کے بچہ کو اُس کی خلقت میں بدصورت کر دے تو وہ انڈے میں ایک جانب سے قوی حرارت پہونچاتا
ہے اور دوسری جانب سے ذرا ضعیف - اس سے بچہ میں ایک خاص قسم کی بدصورتی پیدا ہو جاتی ہے پس یہ بدصورتی اُس
انسان کا فعل ہرگز نہیں ہو سکتی ورنہ انڈے سے نکلنے کے پہلے ہی اس صورت کی بدنمائی کی مقدار - اس کی کیفیت - اور یہ کہ بچہ
کے کس عضو پر یہ خرابی پیدا ہوئی پوری تدقیق کے ساتھ جانتا اور اُس سے واقف ہوتا حالانکہ ایسا نہیں ہوتا غایت سے
غایت وہ تجربہ سے یا اتفاقی طور پر اُس قانون قدرت پر مطلع ہو گیا جس کی وجہ سے کہ انڈے میں بچہ کی صورت بدل جاتی ہے -

[illegible]

ف انسان کسی چیز کا خالق نہیں وہ کچھ نہیں پیدا کر سکتا

[illegible]

اُس کی صفت قدیمہ ہے جو اُس کی ذات کے ساتھ قایم ہے جس سے کہ تمام مسموعات اُس پر منکشف ہو جاتے ہیں۔ اسیطرح اُس کا دیکھنا
آنکھ کی پتلی پر موقوف نہیں بلکہ وہ بھی صفت قدیمہ ہے جو کہ اُس کی ذات کے ساتھ قایم ہے جس سے کہ تمام مبصرات اُس کے نزدیک
منکشف ہو جاتے ہیں اُس کا کلام ہماری طرح آواز اور حرف سے نہیں ہو سکتا بلکہ وہ بھی صفت قدیمہ ہے جو کہ اُس کی ذات کے
ساتھ قایم ہے جسکے ذریعہ سے وہ اپنی مخلوقات میں سے جس کسیکو جو کچھ سمجھانا چاہتا ہے سمجھا سکتا ہے اسیطرح تمام اُن باقی
صفات یعنی علم۔ ارادہ۔ قدرت۔ حیات وغیرہ کی نسبت جو سابق میں بیان ہوئیں یہی کہا جاسکتا ہے پس وہ ساری صفات قدیمہ ہیں
جو کہ اُسکی ذات کے ساتھ قایم ہیں جنمیں سے ہر ایک کا اُسکے مقتضا کے موافق اشیاء کے ساتھ تعلق ہوتا ہے خواہ بطور انکشاف
کے ہو یا تخصیص کے یا احداث کے ورنہ اگر اُس کی صفات حوادث کی سی صفات مانی جائیں گی تو وہ بھی اُنہیں کیطرح حادث ٹھیریگا
حالانکہ اُسکے قدم کے ضروری ہونے پر اور اُس کے حدوث کے محال ہونے پر دلیل قایم ہو چکی ہے اور اسکا تفصیلی
بیان پہلے گذر چکا ہے +

پھر جب محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے پیرو اسی خدائے پاک کی جانب سے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر اُن دلائل کیوجہ
سے جو آپ کے صدق پر قایم ہو چکی ہیں یقین کر چکے تو اُنہوں نے دیکھا کہ آپکی شریعت خدائے عالم کے لیے صفات سابق الذکر
جو کہ عقلی دلائل سے معلوم ہوئیں ثابت کرتی ہے اور یہ وہ صفات ہیں جن پر خدائی کا مدار ہے اور نیز وہ صفات کمالیہ جیسے کہ
کہ اُسکی شان عظیم مقتضی ہے اور سوا اس کے عدل۔ رحمت۔ کرم۔ ہدایت۔ احسان اور ایسی ہی اور صفات بھی کہ جنکا پتہ
نصوص شرعیہ سے لگتا ہے اسی قبیل سے ہیں۔ باوجود اس کے اُنھوں نے یہ بھی پایا کہ ان صفات کے علاوہ اس شریعت
نے خدا کے لیے چند ایسی صفات کو بھی ثابت کیا کہ دلیل عقلی جیسے نہ ثبوت ہی پر دلالت کرتی ہے اور نہ اُن کی نفی پر لیکن
شریعت محمدیہ میں چونکہ اُن کی تصریح کی گئی تھی تو وہ اُن صفات سے بھی معتقد ہو گئے اس لیے کہ اُن صفات کے خبر دینے
والے (اور وہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہیں) صادق ہیں اور اُن کا صدق اُن دلائل قاطعہ کیوجہ سے جو اُن کے صدق پر
قایم ہیں یقینی تسلیم کیا گیا ہے اور عقل اُن صفات کو محال بھی نہیں کہتی کہ اُن کے ماننے میں کچھ لیس و پیش کرنے کا موقع
اسیطرح اس شریعت میں خدائے پاک کے لیئے چند ایسی اشیاء کو بھی ثابت کیا ہے جن سے کہ بظاہر جسمیت کا شبہ
پڑتا ہے اور یہ اشیاء جیسے کہ چہرہ۔ آنکھ۔ ہاتھ۔ اُنگلی قدم وغیرہ ہیں پس محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے متبعین نے ان اشیاء کو
خدا کے لیے ثابت تو کیا لیکن چونکہ عقلی اور نقلی دلیل کی رو سے خدا کا جسمیت سے منزہ اور پاک ہونا ثابت ہو چکا تھا اس لیے
اُنھوں نے اُن کے ظاہری معانی نہیں تسلیم کیئے اور یہ اعتقاد رکھا کہ ان کے معانی جو ہوں خدا کی ذات کے مناسب ہیں
حوادث میں ان کے جو معانی سمجھے جاتے ہیں وہ ہرگز نہیں ہو سکتے رہا ان کی حقیقت کا علم وہ انہوں نے اُسی خدائے
پاک پر رکھا اور اُس کے حوالہ کیا۔ اسی لیے وہ اس امر کے قائل ہو گئے کہ مثلاً خدا کا ہاتھ تو ہے لیکن وہ ہمارے ہاتھوں
کیطرح نہیں ہو سکتا اسیطرح اُس کی آنکھ بھی ہے لیکن ہماری آنکھوں کیطرح نہیں ہو سکتی وعلیٰ ہذا القیاس اور اشیاء کو
بھی سمجھیے اتنا تو ہم کہہ سکتے ہیں باقی رہی اسکے مراد ہونے کی حقیقت اُسے خدا ہی خوب جانتا ہے پس اس طور پر
وہ خدا کو منزہ مانتے اور حقیقی علم خدا کے حوالہ کرتے ہیں خلاصہ یہ کہ جہاں تک کہ عقل کی دلالت اور شریعت محمدیہ سے معلوم ہوا

ف خدا کے لیئے صفات کا ثبوت عقلی اور نقلی دلائل سے ہے اور بعض صفات ایسی ہیں جن کا ثبوت عقل سے نہیں معلوم ہو سکتا ۱۲

ف صفات متشابہ اور متبعین کا اس بارہ میں عقیدہ ۱۲

اوس کے موافق وہ خدا کو تمام کمالات کے ساتھ جو اوس کی شان عالی کے سزاوار ہیں موصوف جانتے ہیں اور تمام نقائص سے کہ جو اوس کو زیبا نہیں منزہ اور مبرا اعتقاد کرتے ہیں +

پھر جس اس شریعت نے جیسے کہ خدا کی صفات بتلائی ہیں اسیطرح اُس کے وہ نام بھی جو اُسنے اپنے لیئے خود تجویز کیئے ہیں بتلائے انہیں میں سے لفظ (اللہ) ہے جو اس کا خاص نام ہے دوسرے پر اطلاق نہیں ہوتا اس لفظ کا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے قبل بھی اگرچہ عالم کے پیدا کرنیوالے پر عربی زبان میں اطلاق موجود تھا لیکن شریعت نے بھی خدا تعالیٰ پر اسی لفظ کو اطلاق کیا اس لیئے اس طرح پر اس میں شرعی حیثیت پیدا ہوگئی اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے متبعین کے نزدیک یہ نام شرعی نام سمجھا گیا جس میں کہ اُنھوں نے شریعت محمدیہ کا لحاظ کیا نہ فقط عربی لغت کا اسیطرح پر خدا تعالیٰ کے باقی ناموں کو سمجھیئے - پھر شریعت محمدیہ نے جیسے کہ اپنے پیروی کرنیوالوں کو خدا کے وجود کے اور اس کے اُن صفات کمالیہ کے ساتھ موصوف ہونیکی تعلیم دی ہے یا تو ثبوت ہی پر عقل دلالت کرتی ہے یا خدا کے لیئے اون کو جائز رکھتی ہے اور اُسکے نام بتلائے اسیطرح اُس نے خدا کے وجود پر اُس کی عظمت پر اُس کی تمام صفات کمالیہ کے ساتھ موصوف ہونے پر عقلی دلیل سے استدلال کرنیکا طریق بھی سکھلایا عام ہے کہ وہ دلائل برہانی قطعی ہوں - یا اطمینان بخش دلائل ہوں جن سے کہ قلوب کی پوری تسکین ہوجاتی ہے اور دل اُن کو فوراً قبول کرلیتا ہے - اسطرح پر اسلامی امور کے اثبات کے لیئے نہایت ہی وسیع طریق اُن کے ہاتھ لگا اور عقلی اصول پر اسلامی خوبیاں ثابت کرنیکے واسطے اُنپر بہت بڑا دروازہ کھل گیا چنانچہ میں چاہتا ہوں کہ اُن میں سے چند امور کو ذکر کروں جو کہ خدائے عالم کے وجود پر صفات کاملہ کے ساتھ اُسکے موصوف ہونے پر اُسکی اور اوسکی صفات کی عظمت پر - اور پھر اُن کے آثار کی وسعت پر دلالت کرتے ہیں جس سے کہ دلوں میں اُسکی شان عظیم کی عظمت پیدا ہوتی ہے اور دریائے ایک مصنوعات اور سے اعلے عجیب وغریب اشیاء کے بنانے پر اُسکو پوری قدرت حاصل ہونیکا دلوں کو یقین ہوتا ہے +

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اصل مقصود کے بیان کرنے سے پہلے میں ایک مقدمہ ذکر کردوں جس سے کہ مطلب کے سمجھنے میں سہولت پیدا ہوجائے اور جو کہ مقصود کے ساتھ اپنے لگاؤ کی وجہ سے بہت کچھ نافع ثابت ہو بس میں کہتا ہوں کہ یہ امر پوشیدہ نہیں کہ مادہ اور اُسکے انواع کے لیئے کچھ عام صفات ہیں جیسے کہ تحیز (یعنی کسی نہ کسی قدر خلاء کو گھیرنا) جو تمام اجسام میں پایا جاتا ہے اور کچھ خاص صفات ہیں جیسے کہ لوہے کا ہتوڑے کی چوٹ کہا سکنا اور شیشہ کا چور چور ہوجانا یہ دونوں صفات اجسام کی ایک ایک نوع کے ساتھ خاص ہیں اور آپ لوگونکی علمی رسائنس کی کتابوں سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ انواع مادہ میں سے کسی سے بھی عام صفات منفک نہیں ہوسکتیں اُن کا منفک اور جدا ہوجانا محال ہے باقی رہیں خاص صفات اُن کی نسبت آپ لوگوں کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ اُن میں سے ہر صفت جس جسم میں کہ پائی جاتی ہے کسی نہ کسی طبعی سبب سے اُس سے ضرور جدا ہوسکتی ہے چنانچہ آپ لوگ کہتے ہیں کہ مثلاً لوہے سے ہتوڑے کی چوٹ سے بڑھنی کی صفت جدا ہوسکتی ہے اور پھر اس میں اُس کی چوٹ سے ریزہ ریزہ ہوجانیکی صفت جبکہ اُسے فلاں عرق میں بھگو یا جائے تو پیدا ہوسکتی ہے - زلزلہ نیچے وقت مقناطیس سے لوہے کی کشش کرنیکی قوت جاتی رہتی ہے اسی بنا پر ایک آلہ ایجاد کیا گیا ہے جس سے زلزلہ کا قریب الوقوع

اجزار فردہ (ذرات بسیطہ) کے مجتمع کرنے پر کسی سبب کے ذریعہ سے یا بلا وساطت کسی سبب کے ہر طرح پر قادر ہے اگرچہ وہ لوگ خدائے پاک کی عادت پر جو کہ اُسنے اس عالم میں جاری کر رکھی ہے قیاس کر کے پہلی ہی بات کے قائل ہوں گے اور وہ عادت یہ ہے کہ خدانے اس عالم میں ہر شے کو ایک سبب کے ساتھ مرتبط کر رکھا ہے یعنے اُسنے اپنی یہ عادت ٹہرائی ہے کہ جب کوئی سبب پایا جاتا ہے تو وہ اُس کے مسبب کو بھی ایجاد کر دیتا ہے۔

اب رہیں صفات خاصہ تو اُن کے بارہ میں محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے متبعین کا قول آپ ہی لوگوں کے مثل ہے کہ وہ اپنے موصوفات کے لئے ضروری نہیں ہیں بلکہ اُن سے جدا ہو سکتی ہیں لیکن آپ لوگ یہ کہتے ہیں کہ وہ صفات اپنے موصوفات سے اُسوقت جدا ہو سکتی ہیں کہ جب اُسکے ذرات بسیطہ کسی طبعی سبب کیوجہ سے اپنی پہلی وضع سے متغیر ہو جائیں اور پھر آپ کے نزدیک اس مفارقت کے لئے ایک کافی زمانہ کی ضرورت پڑتی ہے جو کبھی تو کم اور کبھی اتنا زیادہ ہوتا ہے کہ ہزاروں برس تک نوبت پہونچ جاتی ہے اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے متبعین جبتک کہ اُن کے نزدیک امر واقعی کی حقیقت مدلل نہیں ہوتی یہی کہتے ہیں کہ صفات خاصہ کا اپنے موصوفات سے جدا ہونا ممکن ہے کہ جسم کے ذرات بسیطہ کی وضع کے متغیر ہو جانیسے ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ کسی دوسرے سبب سے ہو اور جب اُن کے نزدیک کوئی امر مدلل ہو جاتا ہے تو وہ بلا تکلف ان لیتے ہیں کچھ ہی کیوں نہ ہو ہر حال وہ خدا ہی کے پیدا کرنیسے ہے اور اُن اسباب کی نسبت جنہیں آپ اُس کے لئے موجب ٹہراتے ہیں ÷

ان کا یہ قول ہے کہ وہ عادی اسباب ہیں یعنے خدائے تعالیٰ کی عادت جاری ہو گئی ہے کہ اسباب کے پائے جانے کے وقت وہ اُن کے مسببات کو ایجاد کر دیتا ہے اور وہ اسباب اپنے مسبب کے لئے نہ موجب ہیں نہ موثر اگرچہ آپ اُن اشیا کو اُن کے سبب کیجانب نسبت کرتے سنیں گے لیکن اُن کا یہ اعتقاد ہرگز نہیں ہے کہ اُن اسباب کو اُن کے وجود میں بالطبع کچھ اثر ہے بلکہ اس نسبت کرنیسے اُن کا مطلب یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ اس مسبب کو اُس کے سبب کے موجود ہونے کے وقت اپنی عادت کے موافق اس عالم میں پیدا کر دیتا ہے اور اگر وہ چاہے کہ سبب کو پیدا کرے اور مسبب کو نہ پیدا کرے یا مسبب کو بغیر اس کے سبب کے پیدا کرے تو وہ ضرور کر سکتا ہے اور جب یہ اسباب موثر نہ ٹہرے اور مسببات کا وجود خدا ہی کے پیدا کرنے سے قرار پایا تو وہ اس زمانہ کے بارہ میں جسکو کہ آپ لوگ صفات کے اپنے موصوفات سے جدا ہونے کے لیے لازمی مانتے ہیں یہ کہتے ہیں کہ یہ اتنا زمانہ محض خدا تعالیٰ کی عادت مستمرہ کے اعتبار سے ہے اور اگر وہ ایک لحظہ میں موصوفات سے صفات کو جدا کرنا چاہے

ف — قوانین قدرت یا طبعی عادات اسباب طبعیہ اور مسببات کے پیدا ہونے میں حقیقی موجد خدا ہی ہے

ــہ اس کی بہت واضح مثال یہ ہے کہ لال جھنڈی دکھلانے سے آتی ہوئی ریل فوراً رک جاتی ہے اور سبز سے برابر چلی آتی ہے تو اہالیان ریلوے نے جیسے کہ اپنی یہ عادت مقرر کر لی ہے تو کیا وہ بالعکس مقرر نہیں کر سکتے یا بغیر جھنڈی دکھلائے جانیکے ریل کو نہیں روک سکتے اگرچہ عادت مقررہ کے اعتبار سے یہ لازمی بات ہے کہ سُرخ جھنڈی سے ہمیشہ ریل رکے گی۔ اور سبز سے آئے گی اور جب وہ اپنی اس عادت کو بدلنا چاہیں تو اس کے خلاف بھی ہو جائے گا یہی مثال خداوندی عادت کی ہے یعنے جو قوانین قدرت یا اسباب طبعی ہیں وہ جھنڈی کے مثل ہیں اور خدانے اُنہیں کے موافق تمام عالم کا انتظام کر رکھا ہے جب کوئی طبعی سبب پایا جاتا ہے تو اپنی عادت کے موافق وہ اُس کے مسبب کو بھی موجود کر دیتا ہے اگر وہ چاہے تو اس کے خلاف بھی کر دے چنانچہ جب وہ کسی مصلحت سے مستمرہ قوانین کے خلاف کوئی امر پیدا کرتا ہے تو اس کو خرق عادت کہتے ہیں۔ جو شخص کہ خدا کو مجبور نہ ٹہرائے گا اور ذی اختیار مانیگا اُسکو اسکے سمجھنے میں ذرا دقت نہیں ہو سکتی

پتے۔ پھول پھل نسل بڑھنے کے اجزاء اور تخم ہم قسم قسم کی شکلوں طرح طرح کے رنگوں۔ ذائقوں اور خاصیتوں کے جیسے دیکھکر
عقل چکر میں آجاتی ہے اور یہ کہ پھر یہ پیدا کاہے سے ہوئیں۔ مٹی پانی اور ہوا سے پس محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے متبعین
کی عقلیں بلکہ تمام عقول سلیمہ اس بات کو ہرگز قبول نہیں کرسکتیں کہ یہ تمام چیزیں جنکے لیے اعلے درجے کے علم۔ قدرت
اور تدبیر کی ضرورت ہے مٹی۔ پانی اور ہوا نے پیدا کردی ہوں جو ان تمام صفات سے بالکل خالی ہیں اسی لیے اُن کے
ایجاد اور پیدائش کو ذی قدرت اور اعلے درجہ کے واقف کار خدائے پاک کے حوالہ کرتے ہیں جسکی نسبت اُن کے نزدیک
دلیل قایم ہوچکی ہے کہ اُسی نے عدم سے اصل مادہ کو گوناگوں امور کے قابل پیدا کیا۔

اگر بالفرض خدا کے پیدا کرنے میں مستقل اور متفرد ہونے سے قطع نظر بھی کرلی جائے تو دوسرا سبب اس کا یہ ہے
کہ اُنھوں نے اُنہیں اشیاء میں جن سے کہ یہ آثار ناشی ہوتے ہیں غور کیا اور اُس کی حقیقت کو سوچا تو اُنھوں نے
دیکھا کہ یہ اشیاء ان آثار کے لیے ہرگز بالذات مقتضی نہیں ٹھہر سکتیں کیونکہ اُن میں سے کوئی شے ایسی نہیں پائی
گئی جس کی نسبت عقل اس امر کے یقین کرنے کو ضروری کرے کہ فلاں اشیاء فلاں فلاں آثار کے لیے مقتضی ہوا
چاہئیں مثلاً حرارت برف کو پگھلا دیتی ہے اور برودت پانی کو جما دیتی ہے اور جب ان کی حقیقت میں غور کیا جائے
تو عقل کے لیے ان دونوں چیزوں کے انہیں دونوں خاص اثروں کے مقتضی ہونے کی کوئی وجہ ظاہر نہیں
ہوتی جیسے کہ اس بات کی وجہ ظاہر ہو جاتی ہے کہ ہر جسم حیز کو مقتضی ہے (یعنی ہر جسم کسی نہ کسی قدر خلا کو ضرور
گھیرے گا) اور یہ کہ دو جسم مقتضی ہیں کہ وہ متداخل نہیں ہو سکتے اور ایک ہی حیز یعنے ایک ہی جگہ میں دونوں
کا حلول نہیں ہوسکتا مثلاً جب وہ آپ سے کہیں کہ کیوں صاحب حرارت اور برودت میں معاملہ بالعکس کیوں
نہیں ہوا تو آپ کیا جواب دیسکتے ہیں شاید آپ یہ کہیں کہ ہر ایک کی خاصیت ہی یہہ ہے تو وہ آپسے دریافت
کرینگے کہ ہر ایک کی خاصیت بالعکس کیوں نہ ہوگئی اب آپ یہی کہیں گے کہ حرارت قوت اتصالیہ کمزور کردیتی
ہے اور برودت اُسکو قوی کرتی ہے پھر وہ آپسے پوچھ سکتے ہیں کہ یہ معاملہ بالعکس کیوں نہ ہوا کوئی عقلی وجہ
بتلایئے بہر حال اسیطرح چلے چلیئے کہاں تک چلیئے گا آخر کار آپ کو بجز اس کہنے کے اور کوئی گنجایش نہیں
مل سکتی کہ اُن میں سے ہر ایک کو ایک ایک خاصیت کے ساتھ کسی خاص کرنیوالے نے خاص کردیا ہے اسیوجہ
سے ہر ایک میں ایک خاص خاصیت پائی جاتی ہے پھر وہ آپکو یہ تبلا دینگے کہ تخصیص کرنیوالا وہی خدا ہے (یعنے اللہ
تعالے) جسنے کہ مادہ کو ایجاد کیا ہے اور وہ فاعل مختار ہے اُسنے جس شے کو جس شئے کے ساتھ چاہا خاص کردیا
کیونکہ اختیار کی شان ہی یہہ ہے بعد ان سب باتوں کے وہ آپسے کہیں گے کہ جب اشیاء مؤثر بالطبع نہ ٹھہریں
اور تاثیر خدا ہی کے پیدا کرنے سے ہوئی پس وہ زمانہ جو آثار کے حصول کے لیے مانا گیا ہے کوئی ضروری شرط نہیں
ٹھیر سکتا بلکہ وہ محض عادی شرط ہے پس خدا ایک لحظہ میں جیسے کہ پلک مارنا یا اُس سے بھی کم زمانہ میں اثر کے
پیدا کرنے پر پورے طور سے قادر ہے کیونکہ دلیل سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہونچ چکی ہے کہ خدا کی قدرت کامل ہی
حوادث کی قوتیں ایسی نہیں ہوسکتیں اس لیے کہ اُس کے کرنے میں اُسے زمانہ کی احتیاج نہیں جیسے کہ حوادث کی

قوتوں کو احتیاج پڑتی ہے یہانتک کہ وہ جتنی ہی شدید ہوتی ہیں اُن کے عمل کرنے میں اُتنا ہی کم زمانہ صرف ہوتا ہے۔ اور جتنی ہی وہ کمزور ہوتی ہیں اُتنے ہی زیادہ زمانہ کی ضرورت پڑتی ہے علاوہ بریں یہ بھی ہے کہ اگر اُس کی قوت اپنے عمل کرنے میں زمانہ کی محتاج ہوتی جیسے کہ اور قوےٰ محتاج ہیں تو ہم دیکھتے کہ وہ مصنوعات جو کہ عظیم ہوتے ہیں اور جن میں کہ نہایت باریک صناعیاں بکثرت اشکال، ترکیب اور خواص موجود ہوتی ہیں ہمیشہ اُن کے بننے میں اُن مصنوعات کے بننے سے زیادہ دراز ہی زمانہ صرف ہوتا حالانکہ یہ امور نہیں پائے جاتے حالانکہ ایسی بات نہیں ہے اس لیے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ مثلاً پہلی قسم کی ایک نبات بہت ہی تھوڑی سی مدت میں نکل آتی ہے۔ اور دوسری قسم کی کوئی نبات پہلی قسم کی نکلنے کی مدت سے کئی گونہ طویل مدت میں نکلتی ہے پس یہ امر صاف اثبات پر دلالت کرتا ہے کہ زمانہ کا ممتد ہونا خدا کی مخلوقات کے ایجاد کرنے میں کوئی شرط نہیں ہے ورنہ جو مثال پہلے دی ہے اُس میں ضرور معاملہ بالعکس ہوتا۔

پھر محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے متبعین کے اس قول سے کہ ذی آثار اشیاء کا آثار کے لیے سبب بن جانا محض عادی ہے اور ان آثار کے بننے کے لیے یہ زمانہ بھی محض عادی شرط ہے کہیں یہ نہ سمجھ جائیگا کہ وہ خلاف عادت امور کے کثرت وقوع کے قائل ہیں یہاں تک کہ آپ اُن سے خرق عادت پر دلالت کرنیوالے واقعات کثیرہ کے بیان کرنیکا مطالبہ کریں، کیونکہ وہ بات ہرگز نہیں کہتے وہ تو صرف یہ کہتے ہیں کہ ان کی سببیت عادی ہے اور وہ زمانہ بھی شرط عادی ہے اور خدا اخلاف عادت کرنے پر قادر ہے اور یہ محال نہیں ہے لیکن خلاف عادت کرنا خدا سے سوائے چند مخصوص حالتوں کے مثلاً کسی نبی کے معجزہ یا کسی ولی کی کرامت کے لیے اور کبھی ثابت نہیں ہوا جیسا اُن کے یہاں بالتواتر منقول ہے یا اُنہوں نے اپنے رسول محمد صلے اللہ علیہ وسلم سے بچشم خود دیکھا ہے جبکہ اُنہوں نے رسالت کا دعویٰ کیا تھا اور اُن کے ہاتھ پہ معجزات اور خوارق عادات ظاہر ہوئے تھے۔ پس جب یہ پیشتر بیان کیا ہوا مقدمہ متقرر ہوگیا اور آپ لوگوں نے اُسے اپنے دلوں میں جگہ دے لی تو آئیے ہم اور آپ ملکر اس عالم کے مادہ کے انواع اور اُن عجیب وغریب صورتوں میں جنپر وہ مشتمل ہے اور اُن حیرت انگیز گوناگوں تبدیلیوں میں جو اُن میں واقع ہوتی رہتی ہیں غور کریں اور دیکھیں تاکہ ہمیں یہ بات معلوم ہوجائے کہ آیا وہیں اُن امور کا قیام مادہ اور اوس کے ذرات کی حرکت کے فعل سے ہے یا اُن چیزوں میں سے باہم ایک کے دوسرے میں تاثیر کرنے کے باعث سے یا اُس خدا کے فعل سے ہے جو کہ اعلے درجہ کا علم رکھنے والا، صاحب ارادہ، اور ذی قدرت ہے کہ اپنے ارادہ سے جسکے ساتھ چاہتا ہے اُس کی تخصیص کرتا ہے اور جس طور پر چاہتا ہے اُسے متغیر کرتا ہے۔ اور پھر اس کے اعمال بھی ایسے باعظمت اور انتہا درجہ کے استحکام اور تدبیر کے ساتھ ہوتے ہیں جن سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس کی اور اُسکی صفات کی عظمت غیر محدود ہے عقل اُس کو نہیں پاسکتی اور نہ افکار اُس کو حاوی ہوسکتے ہیں اس امر کے واضح ہونے کے بعد کوئی کام جسکو عقل جائز رکھتی ہو کتنی ہی عظمت کو کیوں نہ پہونچ جائے اور اوس میں کیسی ہی اعلے درجہ کی باریکی اور استحکام کیوں نہ موجود ہو لیکن اُس خدا کی عظمت اور اوس کی صفات کے کمال کے سامنے بالکل ہیچ ہے

[illegible]

روشنی بڑھ جاتی ہے اور کبھی گھٹ جاتی ہے بعض ان میں وقتی ہوتے ہیں یعنے وہ ایک مخصوص زمانہ میں ظاہر ہوتے ہیں اگرچہ کبھی وہ زمانہ طویل بھی ہوتا ہے اور پھر چھپ جاتے ہیں اور اس کے بعد ہرگز نہیں نکلتے بعض ان میں سے ایسے ہیں جنکا نور ہم تک برسوں کے بعد حتے کہ سیکڑوں برس کے گذر جانے پر پھونچ سکتا ہے حالانکہ ہمارے آفتاب کا نور ہم تک آٹھہ منٹ اور چند سکنڈ کے عرصے میں پھونچ جاتا ہے باوجودیکہ یہ آفتاب ہم سے نو کروڑ میل سے کچھ زیادہ ہی دور ہو گا ان میں سے بعض ایسے ہیں جن کی نسبت آپ لوگوں کا گمان ہے کہ وہ آباد ہیں اور بعض کی نسبت آپ لوگوں کا یہ خیال نہیں ہے اُن میں سے بعض شمالی ہیں بعض جنوبی بعض متوسط۔ بعض کو رات سے خصوصیت ہے بعض کو دن سے۔ بعض کا روشن رخ کبھی وسیع ہو جاتا ہے اور کبھی تنگ اور بعض میں یہ بات نہیں پائی جاتی بعض دوسروں کے گہن کا باعث ہوتے ہیں اور بعض میں دوسروں کیوجہ سے گہن لگتا ہے علے ہذا القیاس بعض کی کچھ حالت ہے اور بعض کی کچھ۔

اور وہ سب خلا میں عام کشش کے قدرتی قانون کے باعث قایم ہیں جیساکہ آپ لوگ کہتے ہیں اور شاید وہ عالم کے قوانین قدرت میں سے جنہیں کہ اُسکے پیدا کرنیوالے نے اس میں جاری کر رکھا ہے کسی دوسرے قانون کے باعث سے نہایت ہی انضباط اور استحکام کے ساتھ اپنے برجوں اور منزلوں میں طرح طرح کی گردشوں اور حرکتوں کے ساتھ چل رہے ہیں جنسے کہ اوقات منضبط رہتے ہیں برسوں۔ مہینوں۔ دنوں۔ اور گھنٹوں کا پتہ لگتا رہتا ہے مختلف فصلیں متمیز ہو جاتی ہیں اور پھر ان میں وہ ترتیب موجود ہے جس سے عقل حیران رہ جاتی ہے اور ان سب کا مرجع کسی فاعل ذی قدرت کی طرف معلوم ہوتا ہے باوجود ان سب باتوں کے ان میں مخلوقات یعنی نباتات۔ حیوانات۔ معدنیات کے منافع بھی موجود ہیں جنکی پرورش ان کے انوار کی حرارت سے ہوتی ہے اور بقدر حاجت ہر ایک کی غذا مہیا کیجاتی ہے اسیطرح بیشمار فوائد ہیں کوئی کہاں تک بیان کرے انسان کی زبان اسکے پورے بیان سے عاجز ہے فکریں کند اور آنکھیں خیرہ ہیں۔ پس جب یہ سب اصل مادہ کے لحاظ سے برابر اور یکساں ٹھیرے اور ان کا مادہ اسکو مقتضی نہ نکلا کہ ہر ایک کو اسی خاصیت کے ساتھ جو اسمیں موجود ہے خاص کرے تو اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ جس چیز نے ان میں سے ہر ایک کو اس خاصیت کے ساتھ جو اس میں موجود ہے خاص کر دیا اور جسنے ان کو باوجود اسقدر استحکام کے ایسے عجیب و غریب انتظام کے ساتھ مرتب کیا جسمیں کہ مخلوقات کی سراسر مصلحت اور فائدہ ہی فائدہ ہے کیا وہ یہی مادہ کے ذرات بسیطہ کی حرکت ہو سکتی ہے جسمیں نہ تو کچھ تمیز ہی پایا جاتا ہے اور نہ کچھ ارادہ اور تدبیر ہی موجود ہے اور یا یہ کہنا مناسب ہے کہ جسنے ان کو ایسے عجیب و غریب طور پر پیدا کیا ہے وہ وہی بڑا جاننے والا۔ صناع ذی قدرت۔ اور اعلیٰ درجہ کی حکمت والا (یعنے خدا) ہے۔

اب آیئے ہم کائنات جو[1] کی جانب نظر کریں تو اس میں ہمیں جو ہوا معلوم ہوتی ہے جس میں کہ نباتات کی اسوجہ سے کہ وہ اسی چوس لیتی ہیں زندگی ہے اور حیوانات کی زندگی کا اسپر اسلیے مدار ہے کہ وہ بذریعہ سانس لینے اور پھیپھڑے میں داخل ہونیکے اُن کے خون کو صاف کرتی ہے۔ چونکہ بہ نسبت اور اشیاء کے ہوا کی زیادہ ضرورت تھی اس لیے وہ وافر مقدار میں موجود ہے نہایت آسانی سے بکثرت حاصل ہو سکتی ہے اور اس کے حاصل کرنیکے ذرایع بالکل مکمل ہیں جن کی وجہ سے وہ بہت جلد کام میں آسکتی ہے۔ اسپر کیا موقوف ہے عالم میں یہی حکمت جاری ہو رہی ہے کہ جس شے کی جسقدر زیادہ

[1] جو سے زمین کے اوپر کی فضا مراد ہے جس میں کہ بادل وغیرہ بنتے ہیں ۱۲ مترجم

حاجت ہوتی ہے اُتنی ہی کثرت سے وہ موجود ہوتی ہے اور اُتنی ہی آسانی سے حاصل ہوسکتی ہے چنانچہ یہ امر ہوا ، پانی ، غذا ، دواؤں کی جڑی بوٹیوں ، نہایت خوبصورت اور بیش قیمت پتھروں وغیرہ کے حالات میں غور کرنے سے اسی ترتیب سے واضح ہو جائیگا۔ پھر اس میں مختلف ہوائیں اُن کی رفتار اُن کے منافع ۔ ان کے اختلاف اور ہر ایک کی جدا جدا خاصیتیں پاتے ہیں کوئی اُن میں سے شرقی ہوا ہے ۔ کوئی غربی ۔ کوئی شمالی ہے ۔ کوئی جنوبی ۔ اور کوئی انہیں کے درمیان چلتی ہے ۔ کوئی تر ہے کوئی خشک ۔ کوئی گرم ۔ کوئی سرد ۔ کوئی سخت ہے ۔ کوئی نرم ۔ کوئی رات کو چلتی ہے کوئی دن کو کسیکی چال خاص قوتوں کے اعتبار سے باقاعدہ ہے اور کوئی بالکل بے قاعدہ چلتی ہے ۔ کوئی آہستہ چلتی ہے کسی ہوا کی چال کی تیزی فی گھنٹہ سات میل سے لیکر اکانوے ۹۱ میل تک ہوتی ہے اور کبھی اُس کی تیزی اتنی بڑھ جاتی ہے کہ فی گھنٹہ ایکسو ۱۰۰ بیس میل یا اس سے زائد کے حساب سے چلنے لگتی ہے لیکن ایسا شاذ و نادر ہی ہوتا ہے ۔ بعض اُن میں سے گردباد اور بگولے ہوتے ہیں جیسے کہ زمین کے رہنے والوں کو فائدہ پہونچتا ہے وہ بادلوں کو بارش کے مواقع پر ہنکا لیجاتے ہیں بار آور مادہ کو اعضاء تذکیر سے اعضاء تانیث میں منتقل کرکے درختوں کے بار آور ہونے کے باعث ہوتے ہیں ارواح کو راحت پہونچاتے ہیں ۔ حرارت کو لطیف کرتے ہیں ۔ سمندروں میں اُن سے جہاز چلتے ہیں نباتات کے تخم اُن کے ذریعہ سے سطح زمین پر پراگندہ ہوتے ہیں اسکے علاوہ اور بہتیرے فائدے دستیاب ہوتے ہیں جنکو کوئی شمار کر نیوالا شمار نہیں کرسکتا اور نہ تحریر میں آسکتے ہیں ۔ اس میں ہم بادل اور اُس کی نہایت عجیب اور حیرت انگیز بناوٹ کو دیکھتے ہیں جسکی وجہ سے ہوا اُس کو اُٹھا سکتی ہے اور جہاں کہ بارش کی ضرورت ہوتی ہے وہاں مختلف ہوائیں اُسکو لیجاتی ہیں اور پھر رعد و برق اُن کے ساتھ ساتھ رہتے ہیں کہ جن کی نسبت حکمت یہ خیال کیجاتی ہے کہ نور اپنی حرارت اور حرکات موجیہ کیوجہ سے اور رعد اپنی کپکپانے والی حرکات کے باعث سے پانی کو پگھلا دیتے ہیں باوجود اس کے ان دونوں سے (رعد و برق سے) جنگل کے رہنے والوں کو یہ بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ کہاں پانی برس رہا ہے اور ہم دیکھتے ہیں کہ سردی سے برف جم جاتی ہے اور زیادہ تر وہ پہاڑوں ہی پر گرتی ہے تاکہ ایک مدت تک وہاں رہ سکے اور اُس کا پانی پگھل پگھل کر اُن کے نشیبوں اور خزانوں میں جمع ہوتا ہے تاکہ مخلوقات کے منافع کے لیے پانی اُن میں مجتمع ملے اور اُن کے جھرنوں سے نکلتا ہے ۔ اسیطرح پر دریا اور چشمے جاری ہوجاتے ہیں جنکے پانی سے ایام گرما میں زمین اور حیوانات کو سیرابی حاصل ہوتی ہے ۔ بڑے بڑے سبزہ زار اور باغات پیدا ہوتے ہیں پس اگر بادلوں سے زمین پر صرف پانی ہی کی بارش ہوا کرتی تو پانی پہاڑوں کی چوٹیوں سے قبل اسکے کہ اُنکے خزانے چشموں اور دریاؤں کے جاری کرنے کے لیئے کافی مقدار پانی جمع کرنے پاتے سارا پانی سرعت کے ساتھ بہہ جاتا (کیونکہ پانی کو تو گویا اونچے مکان سے دشمنی ہے کہ فوراً وہاں سے چل دیتا ہے) اسکے علاوہ اور بہتیری چیزیں کائنات جوّ میں شامل ہیں جن کے بیان میں جلدیں کی جلدیں تصنیف ہوئی ہیں ۔

ف
اس موقع پر ہمیں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم روشنی کا بیان کریں کیونکہ جب وہ اسی فضاء میں پھیلتی ہے تو کائنات جوّ میں ہم اُس کا ذکر کرسکتے ہیں ۔ ہم دیکھتے ہیں کہ اُس میں نہایت ہی عجیب و غریب قوانین قدرت پائے جاتے ہیں جسکے لیے ایک جدا علم بن گیا ۔ یہ خاصیتیں جیسے کہ اُسکا منعکس ہونا ۔ اُسکا منحل ہو کر سات رنگوں میں تبدیل ہوجانا

[illegible]

وغیرہ ہیں باوجود اسکے اُنمیں حیوانات۔ اور نباتات کے بہتیرے فائدے موجود ہیں اُن کا اُس سے نمو ہوتا ہے صحت قائم رہتی ہے روشنی سے بہتیرے زہریلے حشرات الارض مرجاتے ہیں بذریعہ روشنی ہی کے اشیا نظر آتی ہیں اسیطرح اُس کے بیشمار فوائد ہیں پھر باوجودیکہ وہ روشنی آنکھ کے سامنے خود ظاہر ہے اور دوسری چیزوں کو ظاہر کردیتی ہے لیکن آپ لوگوں پر اُسکی حقیقت مخفی ہی رہی کچھ تپہ نہ لگا اُسکے بیان کرنے میں آپ لوگوں نے عجب خبط مچایا ہے چنانچہ آپ لوگوں میں سے سب سے بڑے مشہور فلاسفر کا یہ قول ہے کہ بہت چھوٹے چھوٹے ذرے ہوتے ہیں جو کہ روشن جسم سے چاروں طرف پھیلتے ہیں اور آپ ہی لوگوں میں سے اُسکے بعد والے فلاسفروں نے واضح دلیلوں سے اُس کے قول کی تردید کردی اور اسبات کے قائل ہوگئے کہ روشنی کی حقیقت ایتھر کے مادہ کے اجزا کی لہر ہے جو کہ عالم میں پھیلا ہوا ہے یعنے اُن کے نزدیک روشنی انہیں اجزا کی حرکت کو کہتے ہیں۔ اور زمانہ حال میں آپ لوگوں نے عام طور پر اسی تفسیر پر بھروسہ کرلیا ہے اور اسی بنیاد پر بڑے بڑے قصر کھڑے کیئے ہیں اور بہتیرے مسائل کا اسیکو مبنے قرار دیا ہے۔

کوئی قائل اس موقع پر کہہ سکتا ہے کہ ان ایتھر کے اجزا کی عجب حالت ہے بلور کی کئی ہاتھ موٹی چادر کو تو اُن کی حرکت توڑ کر نکل جاتی ہے لیکن جب اسکے کیطرف ایک تپلی تہ مثلاً سیاہی کی لگا دیجائے تو وہ حرکت اُسکو پھاڑ کر پار نہیں جاسکتی گویا ہما لیہ کا کوہی سلسلہ حائل ہوگیا کیا وجہ ہے کہ اس نازک اور تپلی سی تہ کو تو نہ پھاڑ سکے اور بلور کی اسقدر دلدار اور سخت تختے کو پھاڑ کر نکل جائے۔ اگر آپ یہ کہیں کہ اس رنگ نے بالطبع اُس کی حرکت کو باطل کردیا تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہاں بیشک خدا کی پیدا کرنے سے تو یہ ہوسکتا ہے اس سے کوئی امر مانع نہیں ہوسکتا لیکن ہم تو آپسے آپکی تفسیر کے موافق اسکی عقلی وجہ پوچھتے ہیں ہمارے لیئے تو اسکے موافق بیان کیجیئے کہ اس حرکت کو کیونکر اتنے دبیز اور سخت تختے کو توڑ کر نکل جانے کی قوت حاصل ہوگئی اور وہ اسقدر تپلی اور نازک تہ کو توڑنے سے کیوں عاجز رہی۔ اگر آپ کہیں کہ یہ رنگ روشنی کو چوستا ہے تو ہم آپسے دریافت کرینگے کہ رنگ کے روشنی کو چوسنے کے (کہ جسکی حقیقت ذرات کی حرکت ہے) معنے کیا ہیں ذرا عنایت کرکے واضح عبارت میں بیان تو کردیجئے جسکو عقل قبول کرلے۔ علاوہ بریں آپ ہی لوگوں میں سے بعض صناعوں نے کچھہ تیل ایجاد کیئے ہیں کہ جب وہ چند منٹ آفتاب کی روشنی میں رکھدیئے جائیں تو تمام رات تاریکی میں روشن رہتے ہیں پس جو آپنے روشنی کی تفسیر بیان کی ہے اُسکے موافق اگر آپ کہیں کہ یہ حرکت جو تیل سے تاریکی میں اُٹھتی رہتی ہے روشنی کے انعکاس کے باعث سے ہے تو ہم آپسے دریافت کرسکتے ہیں کہ یہ حرکت تیل سے کیونکر برابر پیدا ہوتی رہی حالانکہ اصلی حرکت جو آفتاب سے اُٹھتی تھی اُس سے منقطع ہوگئی اور چند ساعتوں ہی میں اُس سے جدا ہوچکی اور یہ امر قدرتی قانون انعکاس کے بالکل خلاف ہے۔ اور اگر میں بیجا کہہ رہا ہوں تو آپ بیان کردیجئے بعد اس بحث کے بھی ہم یقیناً آپکی تفسیر کو غلط نہیں سمجھ سکتے بلکہ ممکن ہے کہ صحیح ہو اور یہ بھی خدا کی مخلوقات اور اُسکے تحت تصرف میں داخل ہو لیکن ہمارا صرف مقصود یہ ہے کہ آپ لوگوں کو اس امر سے آگاہ کردیں کہ وہ چیز جسکو آپ زیادہ سے زیادہ یقینی مانتے ہیں وہ بھی لاجیکل (منطقی) طور پر قطعی اور یقینی نہیں ہے اب اس تمام گفتگو سے سابق کے بعد ہم آپسے انصافاً پوچھتے ہیں کہ جسنے کائنات جو کی ہر شئے کو اُسکی خاصیت کے ساتھ خاص کردیا اور اُن میں نہایت ہی

کچھ ملتی جلتی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔

پس اس قسم کے پتھر مکانوں اور قلعوں کی تعمیر میں صرف ہوتے ہیں بعض آتش فشاں پہاڑ ہوتے ہیں جنسے راکھ اور جلی ہوئی چیزیں نکلتی رہتی ہیں اُس کے تمام اطراف تاریکی کے وقت اُن سے روشن ہوجاتے ہیں اسیطرح بعض کسی قسم کے ہوتے ہیں اور بعض کسی قسم کے جو کہ انسان کو حیرت میں ڈال دیتے ہیں۔

دوسرے مرتبہ میں زمین کا وہ حصہ ہے جو نشیب میں واقع ہے وہاں ایک سے ایک حسین درخت اُگتے ہیں قسم قسم کے پھول و پھل دستیاب ہوتے ہیں۔ دلوں کو خوشی اور سرور میسر ہوتا ہے باوجود اسکے اُن میں سے بعض تو ایسے ہیں کہ اُن کو دنیا کی بہشت کہا جاسکتا ہے جس میں جہاں دیکھو وہاں گنجان سایہ اور شیریں چشمے دکھلائی پڑتے ہیں۔ باغات پھولوں سے آراستہ ہیں۔ درخت باردار ہو رہے ہیں۔ نہریں بلندی سے پستی کی جانب اُترتی چلی آرہی ہیں۔ اُن کے گرداگرد عجب دلکش آوازیں مسموع ہورہی ہیں کہیں بلبل کی صفیر کانوں کو بھلی معلوم ہوتی ہے کہیں سے قمریاں کی کوکو کی صدا آرہی ہے کیطرف ہرن اپنی بولی بولتے ہیں۔ کہیں جنگلی کبوتر اُسمار چڑھاؤ کے ساتھ غٹرغوں کرتے سنائی دیتے ہیں غرض ایسی ایسی چیزیں ہیں جن سے دلکو خوشی اور آنکھوں کو ٹھنڈک حاصل ہوتی ہے۔ اور بعضے پہاڑ تو گویا جہنم ہی ہیں کہ جہاں سوائے ناگوار موت کے اور کچھ بھی نہیں کہیں بوسیدہ ہڈیاں پڑی ہوئی نظر آتی ہیں جیسے کہ وہ مقام جو جاوا کے قریب وادی موت کے نام سے مشہور ہے جس کے اندر کی زمین بالکل صفاچٹ پڑی ہے جہاں کہ کسی نبات یا جاندار کا نشان نہیں اور اُس میں تپش اور گرمی اسقدر ہے کہ بالکل جلائے دیتی ہے اسیوجہ سے اس میں جہاں کوئی پرندہ اُترا یا جاندار گیا یا کسی وحشی جانور نے وہاں ذرا قیام کیا فوراً ہی اُس کو خونریز موت نے دبا لیا اور اُس کا کام تمام کر دیا چنانچہ اُس میں جابجا بڑے بڑے جانوروں اور کیڑوں کی پرانی ہڈیاں پڑی ملتی ہیں اور یہ وہاں کے ایک قسم کے زہریلے درخت کا اثر سمجھا جاتا ہے جسکے سوا نباتات کی قسم سے وہاں کچھ نہیں ہوتا لیکن جو بات آپ لوگوں کے نزدیک صحیح سمجھی جاتی ہے اُسکے موافق اسکا سبب یہ ہے کہ وہ آتش فشاں پہاڑ کے بالکل قریب واقع ہے اسوجہ سے وہ اپنے منافذ سے زائد مقدار کی زہریلی ہوا نکالتا ہے جس سے جاندار مرجاتے ہیں اور نباتات خشک ہوجاتی ہیں۔ اب بتلائیے کہ ان مقامات میں سے کسنے بعض کو گویا جنت اور بعض کو جہنم بنا دیا کیا ذرات مادہ کی حرکت ہوسکتی ہے یا وہ صاحب ارادہ اور اعلے درجہ کا علم رکھنے والا جسکو یہ قدرت حاصل ہے کہ جس شے میں جو خاصیت چاہے پیدا کرے (یعنی خدا) ہے۔ بیشک وہ انتہا درجہ کا واقف کار اور صاحب حکمت ہے۔

تیسرا مرتبہ کھوہ اور غاروں کا ہے جسمیں کہ حیوانات پناہ گزین ہوتے ہیں اور جنکے ذریعہ سے پہاڑ اپنے اندر سے بخارات نکالتے ہیں۔ عجائبات میں سے یہ امر ہے کہ بعض غار گرمیوں میں تو اتنے سرد ہوتے ہیں کہ اُن کے اندر کا پانی جم جاتا ہے اور جاڑوں میں خوب گرم رہتے ہیں پس بہتیرے حیوانات کہ جو جاڑوں کی سردی نہیں برداشت کرسکتے اُس میں پناہ لیتے ہیں۔ خدائے لطیف وخبیر کی پاکی کا کیا کہنا ہے! اور اُن میں سے بعض موت کے غار ہیں کہ جہاں اُن میں کوئی جاندار گیا اور فوراً مرا کیونکہ اُن غاروں میں آتش فشاں پہاڑوں کی سانسیں نکلتی ہیں

کہ جو اب بجھ گئے ہیں اور اُن کی زہریلی ہوا باقی رہ گئی ہے جسکی وجہ سے جہاں کسی جاندار نے اُن کا تنفس کیا اور وہ مرا۔ پس بعض غار بمنزلۂ قلعہ کے محافظ ہیں اور بعض باعثِ موت ہیں اُس فاعل مختار کی عجب شان ہے جو چاہتا ہے وہ پیدا کرتا ہے ✣

چوتھا امر یہ زمین نرم کا ہے اُس میں غالب مادہ ایسا ہوتا ہے جس سے نباتات کا قیام ہے جو کہ حیوانات کی غذا بننے کی صلاحیت رکھتی ہے پھر اُس کی مٹی مختلف قسم کی ہوتی ہے اُن میں سے ہر قسم ایک خاص قسم نباتات کے مناسب ہوتی ہے پس اگر سب کی مٹی ایک ہی طرح کی ہوا کرتی تو نباتات کی بہت سی اقسام کی پیدائش میں نقصان آجاتا اور اُس کی بہتیری قسمیں ہمکو دستیاب نہو سکتیں کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ وہ مٹی نہ تو بہت سخت ہی ہے اور نہ بہت نرم متوسط درجہ رکھتی ہے ✣

پس اگر پتھر کیطرح سخت ہوتی تو اُس میں ان چیزوں کی صلاحیت نہ پائی جاتی اور اگر بالکل ہی نرم ہوتی تو حیوانات کے قدم اُس میں دھنس جایا کرتے اور اُس میں وہ چل نہ سکتے اور نہ اُن کے رہنے کے قابل ہوتی پس تبلایئے کہ پتھروں کو کسنے اسقدر سختی کے ساتھ مخصوص کر دیا کہ وہ تعمیر کے کام میں آسکیں اور اُس کے سوا اور زمین کو نہ بہت سخت ہی بنایا اور نہ بہت نرم جس سے حیوانات کی غذا کی زراعت کے قابل ہو سکے۔ کیا اس کا بنانیوالا صاحب حکمت۔ تمام چیزوں کی خبر رکھنے والے۔ ذی تدبیر۔ اور اعلے درجہ کے علم رکھنے والے (خدا) کے سوا اور بھی کوئی ہو سکتا ہے ہرگز نہیں ✣

ہم کائنات زمین میں سے معادن کو دیکھتے ہیں کہ اُن کے اندر مختلف خواص اور جدا جدا انواع و اصناف کی اشیاء پیدا ہوتی ہیں جو کہ باوجود مختلف ہونے کے زمین کے باشندوں کے لیے بہت ہی نافع ثابت ہوتی ہیں کیونکہ اُن میں سے کوئی جامد ہے کوئی سیال۔ کوئی سخت ہے کوئی نرم کسی میں چوٹ کھا کر بڑھنے کی صلاحیت ہوتی ہے کسی میں نہیں۔ کسی میں پگھلنے کی قابلیت پائی جاتی ہے اور کسی میں یہ قابلیت نہیں ہوتی۔ کوئی بھاری ہے کوئی ہلکی۔ رنگوں کے اعتبار سے کوئی زرد ہے۔ کوئی سفید کوئی سُرخ ہے اور کوئی سیاہ اسیطرح بہت سے اقسام پائے جاتے ہیں۔ پھر اُنسے آدمیوں کو بیشمار نفع پہونچتا ہے مختلف قسم کے آلات طیار کئے جاتے ہیں جو اکل شرب وغیرہ کی ضرورتوں میں استعمال کیئے جاتے ہیں۔ ہتیار بنتے ہیں مکانات کی تعمیر میں صرف ہوتے ہیں غرضکہ فلاحت (جوتنے) زراعت (بونے) اور ادویہ سب ہی میں مستعمل ہوتے ہیں ✣

(اور چونکہ لوہا سب سے زیادہ مفید ہوتا ہے اور زمین میں بالکل ہی پوشیدہ ہوتا ہے یہاں تک کہ لوہے کی معدن کیطرح کوئی معدن اتنی پوشیدہ نہیں ہوتی جیسا کہ کتب معادن میں موجود ہے۔ اس لیئے قرآن شریف میں لوہیکا بالتخصیص ذکر کر کے خدا نے اُسکے پیدا کرنیکا اور نیز اس امر کا احسان جتایا ہے کہ باوجود اس قدر مخفی ہونے کے اُسکے دریافت کرنے کے طریقے مقرر کیئے اور اُن کی ہدایت کی چنانچہ خدا تعالےٰ ارشاد فرماتا ہے کہ (ہمنے لوہے کو اتارا ہے

اُس میں بڑی قوت اور لوگوں کے منافع موجود ہیں))اس کے سوا خدا نے کسی اور معدن کی نسبت ایسا ذکر نہیں کیا)
لوہے کے ہم عجیب و غریب خواص دیکھتے ہیں جنکی یقینی وجہ اور علت بیان کرنے سے ہماری عقلیں بالکل عاجز ہیں
بلکہ زیادہ سے زیادہ جہاں تک ہم اپنی بحث کو اس کی نسبت گفتگو کرنے میں پھونچا سکے وہ اس قدر ہے کہ ہم یہ کہکر
چپ ہو رہیں کہ اُسکی خاصیت ہی یہی ہے اور کوئی وجہ نہیں بتا سکتے اور اگر آپ کہیں کہ ہم لوگ تو اس کے قائل
نہیں ہیں بلکہ ہمکو تو بلاشبہ اُس کی یقینی علت پر واقفیت حاصل ہے تو ہم آپ سے کہتے ہیں کہ اچھا اسی مقناطیس
کو لیجئے جو معدنیات میں عجب چیز ہے اُس میں لوہے۔ فولاد۔ اور مقناطیس کے کشش کرنے کی قوت ہوتی
ہے آپ لوگ اس کشش کی وجہ اُس کے ذرات لبیطہ کی حرکت اور اُن کی اوضاع کی خاص ترتیب کو بتلاتے ہیں۔
اب میں کہتا ہوں کہ خدا کے پیدا کرنے سے اگرچہ ممکن ہے کہ یہی واقعی وجہ ہو لیکن آپنے یہ وجہ بالکل بے تہ
بیان کی جس سے عقل کو تسکین نہیں ہو سکتی خصوصاً جبکہ ہمارے آئندہ کے سوالات اُسپر وارد ہوں۔
اول سوال یہ ہے کہ ذرات کی حرکت اور اُن کی وضع کا صرف یہی نتیجہ کیوں ہوا کہ وہ اشیاء مذکورہ ہی کو کشش کرے
اسکی وجہ سے اُس میں لقیۃ معادن مثل سونے تانبے وغیرہ کے کشش کرنیکی قوت کیوں نہ پیدا ہو گئی۔ اس کی
کوئی صحیح وجہ صاف طور پر بیان تو کیجئے۔
دوسرا یہ کہ اسکا کیا سبب ہے کہ مقناطیس جب کسی لوہے کی سلاخ سے ملتا ہے اور اوسکو کشش کرتا ہے تو وہ اُسمیں
بھی بغیر اسکے کہ مقناطیس کی قوت میں کچھ کمی ہو کشش کی خاصیت پیدا کر دیتا ہے اسوجہ سے جبتک مقناطیس اُس
سلاخ سے متصل رہتا ہے مقناطیس ہی کیطرح وہ بھی کشش کرتی ہے۔ اور جہاں اُس سے الگ ہوا اور لوہے کی
بھی خاصیت گئی اس حالت کو آپ عارضی مقناطیس بنا کہتے ہیں لیکن جب کسی فولادی سلاخ سے مقناطیس لگایا
جاتا ہے تو اُس سلاخ میں کشش کرنے کی ایسی خاصیت آجاتی ہے کہ مقناطیس اُس سے الگ بھی کر لیا جائے
جب بھی وہ خاصیت باقی رہتی ہے۔ اسیطرح جب فولادی سلاخ مقناطیس سے رگڑ دی جائے تو اس میں اس
کشش کی استمراری خاصیت آجاتی ہے اور اسکو مصنوعی مقناطیس بنا کہتے ہیں۔ اب آپ صاف طور پر ذرا بیان
تو کیجئے کہ لوہے اور فولاد کی سلاخ میں محض مقناطیس کے لگنے سے یہ خاصیت کیسے پیدا ہو جاتی ہے؟ کیا ان دونو
کے ذرات کی وضع بدل گئی چاہے وہ کتنی ہی طویل کیوں نہ ہوں۔ اور جب ایسی ہی بات ہے تو کیا لوہے کی
سلاخ میں وہ ذرات اپنی اصلی وضع پر لحظہ ہی بھر میں لوٹ آئے اور فولادی سلاخ میں اُسیطرح رہگئے یا اس کے
علاوہ اور کوئی بات ہے۔ ذرا واضح طور پر لوہے اور فولاد میں یہ فرق ہمیں سمجھا تو دیجئے بلکہ سخت اور نرم لوہے میں
بھی تو کوئی چنداں فرق نہیں حالانکہ سخت لوہے کی بھی فولاد ہی کی سی حالت ہے کہ ذرا میں اُس میں یہ خاصیت
آجاتی ہے اور مقناطیس کے جدا ہونے کے بعد بھی باقی رہتی ہے +
تیسرا سوال یہ ہے کہ آپ لوگ قائل ہیں کہ مقناطیسی قطعہ کے دونوں سروں پر کشش کی قوت پائی جاتی
ہے اور جوں جوں اُسکے وسط کے قریب ہوتے جائیے یہ قوت کم ہوتی جاتی ہے یہانتک کہ ٹھیک وسط میں

اور صاف صاف راہ بتاتی ہے۔ وہ ذات عجب پاک وذی شان ہے جسنے انسان کو جمادات میں سے ادنے معدن کے ٹکڑے
سے راہیں دریافت کرنیکی رہنمائی کی ؛

منجملہ کائنات ارض کے ہم نباتات کو دیکھتے ہیں اس نباتی دنیا کے حالات جسمیں کہ حیرت انگیز اور تعجب خیز امور بکثرت موجود
ہیں اور اسوجہ سے کہ اسمیں مستحکم انتظامات۔ اسرار اور حکمتیں رکھی گئی ہیں نہایت ہی عجیب وغریب ہیں۔ اور اس کے
عجائبات میں سے یہ امر ہے کہ زمین۔ پانی اور ہوا کے اجزا ر کو اپنے ہی طرح کر لیتی ہے اور انہیں اپنے طور پر بنا لیتی ہے
چنانچہ کہاں تو ان اشیا ر میں نمو اور حیات کا نام ونشان بھی نہیں ہوتا پھر دفعتہً ہم کیا دیکھتے ہیں کہ جہاں یہ اشیا ر
نباتی ترکیب میں داخل ہوئیں اور انہوں نے جسم نامی کی صورت قبول کر لی نمو ہونے لگا غذا حاصل کرنے لگیں نباتی حیات
کے ساتھ موصوف ہوگئیں وہ وہ خواص انہوں نے حاصل کر لیے جو ان میں اس سے پہلے نہ تھے۔ پھر ہم اس نباتی
جسم کو دیکھتے ہیں تو ایک جہت سے تو ہم اسے بلا ارادہ اور مفقود الادراک پاتے ہیں اور وہ جماد سے بہت ہی مشابہ معلوم
ہوتی ہے اور جب دوسری حیثیت سے ہم نظر کرتے ہیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ غذا حاصل کرنے کے لیئے اس کی جڑیں زمین
کے اندر گھس گئی ہیں پس وہ حیوان کی طرح اپنی غذا طلب کرنے کے لیے اگرچہ قدموں پر نہیں چلتی لیکن وہ زمین
کے اندر وہاں تک پہونچ جاتی ہے جہاں کہ حیوان نہیں پہونچا کرتا اور ہم اس کی شاخوں کو دیکھتے ہیں کہ بلند ہو
جاتی ہیں یا وہ اپنے خار اور بیلوں کے ساتھ آفتاب کی روشنی سے نفع حاصل کرنیکے لیئے مرتفع مقامات پر قیام
کرتی ہے جیسے کہ حیوانات پھلوں کی تلاش میں درختوں پر چڑھ جاتے ہیں۔

کہاں تو ہم یہ خیال کرتے ہیں کہ نبات سوائے اجزاء ارضی۔ پانی اور ہوا کے اور کسی شے سے غذا حاصل نہیں کرتی
اور پھر ہم دیکھتے ہیں کہ بعض نباتات مفترس یعنے دوسروں کو چیر پھاڑ ڈالنے والی بھی ہوتی ہیں اور ایسی وہ نباتات ہیں جو
دوسری نباتات میں اگتی ہیں اور ان کے عرق سے غذا حاصل کرتی ہیں جیسے کہ بعض حیوانات بعض پر بسر کرتے ہیں
اور انہیں میں اس نبات کا بھی شمار ہے جسکے پتوں پر ایک قسم کا عرق ہوتا ہے جسپر مکھیاں نہایت حرص کے ساتھ
گرتی ہیں اور جہاں اس کے کسی پتہ پر کوئی مکھی گری اور فوراً ہی اسنے محسوس کیا اور اس کے ساتھ ہی اس کو لپیٹ کر
بند ہوگیا پھر جبتک وہ اس کا عرق بالکل چوس نہیں لیتا اسکو نہیں چھوڑتا اور اس وقت چھوڑتا ہے کہ جب وہ مردہ
ہوکر مثل چھلکے کے رہ جاتی ہے پس یہ نبات اپنی غذا حیوان سے حاصل کرتی ہے گویا اسنے تو نباتی دنیا کا حیوانی دنیا سے
انتقام لے لیا کیونکہ حیوان نبات کو کھاتے ہیں۔

اور گو ہمارا یہ خیال ہے کہ نبات کے لیئے اس کی جڑوں کا زمین یا دوسرے درخت سے متعلق ہونا جس میں کہ وہ چیر کر
گھس جائے ضروریات سے ہے لیکن نہیں بعض نبات ہوائی بھی ہوتی ہیں اور کچھ بیلیں ہے کہ جو دوسری چیز دن کو
معلق رہتی ہیں زمین میں ان کی جڑ نہیں ہوتی وہ اپنی غذا ہوا ہی سے حاصل کرتی ہیں۔ اور تعجب کی بات یہ ہے
کہ ان کے پھول مکھی کی قسموں میں سے پروانہ۔ شہد کی مکھی وغیرہ کے مشابہ ہوتے ہیں اور جب ہوا ان کو حرکت
دیتی ہے تو دیکھنے والے کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ درخت پر پروانے چکر لگا رہے ہیں یا شہد کی مکھیاں ہیں کہ جو

ف عجائبات ارض تمثیل نباتات
ف عجائب و حکمت زمین و نبات
ف زیادتی حیات نبات
داخل استدلال
ف شکاری نباتات
ف حیوانی نباتات

پھولوں سے شہد جمع کرتی ہیں۔ دوادوش کر رہی ہیں۔ اور بعض کی کلیاں بھونرے کے مشابہ ہوتی ہیں۔
اور بعض ایسی بھی ہیں کہ جن کی شکل بالکل انسان کی سی ہوتی ہے۔ اور جسکو مینے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے وہ اگرچہ نباتات
ہوائی میں سے نہ تھی بلکہ اُس کا شمار اُن نباتات میں تھا جو کہ پیاز کیطرح زمین میں اُگا کرتی ہیں۔ لیکن وہ ایسی نبات تھی جسکے
اوپر ایک پھول لگا ہوا تھا جو کہ زرد چڑیا کی صورت پر تھا اُسکے سر آنکھیں چونچ گردن بھی تھی اُسکے بازو کسیقدر پھیلے ہوئے
تھے اور قد میں اوپر کو اُٹھی ہوئی جیسے کہ مرغ کھڑا ہوا کرتا ہے اور اُسکے پیٹ کے نیچے ایک سنجابی رنگ کی شہد کی مکھی
کی صورت تھی جو کہ اپنے منہ کو اُسکے پیٹ پر اس طرح رکھے ہوئے تھی گویا کہ اُس میں سے کچھ چوس رہی ہے اُسکے بھی
سر دونوں آنکھیں موجود تھیں۔ پیٹھ پر نقش ونگار بنے ہوئے معلوم ہوتے تھے اور اُس چڑیا کی رانوں کی جڑ سے
اُس کے بازو کچھ نکلے تھے پس گویا کہ وہی اُس مکھی کے بازو ٹھیر سکتے تھے اور یہی اُس چڑیا کی رانیں اور یہ سب اعضا
اُس میں بالکل صاف صاف نظر آتے تھے یہ بات نہ تھی کہ ان اعضا کے ساتھ دیکھنے میں مشابہت ہی مشابہت
معلوم ہوتی ہو یہ ایسا تماشا تھا کہ وہاں سے نظر ہٹتی نہ تھی اور اُس کے پیدا کرنے والے کی وحدانیت اور اُسکی قدرت
اور اُس کے استحکام کی کھلی کھلی شہادت دے رہا تھا اور یہ پھول بیروت کے جنگلوں میں سے اُس مقام پر پایا جاتا
ہے جسکو کہ ظہور اشرفیہ کہتے ہیں اور اس اطراف کے بعض لوگ اُسے چڑیا کا پھول اور بعض شہد کی مکھی کا پھول بھی
کہتے ہیں میں نے آپ لوگوں میں سے بعض کو دیکھا ہے کہ حیوانات کی صورت پر اس قسم کے پھولوں کے بننے
کی عجب واہی تباہی وجہیں بتاتے ہیں۔ میں اُن سے اسی پھول کے بننے کی ایسی وجہ پوچھتا ہوں جس کو عقل
مان لے۔ میں تو خیال نہیں کر سکتا کہ آپ لوگ اسپر قادر ہوں گے اور نہ میرے خیال میں سوائے اس طرح کے
اور کسیطور پر عقل کی تسکین ہو سکتی ہے کہ اسکے بننے کو ذی قدرت۔ صاحب ارادہ۔ اعلے درجہ کے علم اور حکمت رکھنے
والے (خدا) کے فعل کے حوالہ کیا جائے نہ یہ کہ ذرات مادہ کی حرکت۔ قانون تباینات یا اسی کے مثل اور بے تکے۔ ٹھوس
اور اندھا دھند باتوں کو اس کا مدار قرار دیا جائے۔
پھر خیال کیجئے کہ کہاں تو ہم دیکھتے ہیں کہ بعض نبات کو کیسی ہی سختی سے کیوں نہ چھوا جائے لیکن اُسے
ذرا بھی احساس نہیں ہوتا اسی بنا پر ہم حکم لگاتے ہیں کہ نبات اور حیوان میں جہاں اور فرق ہیں یہ بھی ہے
کہ حیوان میں تو احساس کرنے کی قوت پائی جاتی ہے اور نباتات میں نہیں لیکن یکایک ہم بعض نبات کو ذی حس
بھی پاتے ہیں چنانچہ منجملہ اُن کے چھوئی موئی کا درخت ہے کہ جب اُسے چھوا جائے یا حرکت دیجائے تو
اُسکے چھوٹے چھوٹے پتے باہم ملجاتے ہیں اور باقی پتے کچھ رہ جاتے ہیں اور کوئی کوئی نبات حیوان کا شکار
کرتی ہے چنانچہ ہم اسکا پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ جب اُسپر مکھی گرتی ہے تو اُسے محسوس کر کے پکڑ لیتی ہے اور اُس کو
بالکل چوس جاتی ہے کہاں تو ہمارا یہ خیال ہے کہ نبات جب تک کہ اُسے کوئی خارجی فاعل مثل ہوا یا حیوان کے حرکت
نہ دے تو وہ حرکت نہیں کرتی لیکن ہم دیکھتے کیا ہیں کہ بعض نبات بلا کسی ظاہری قاسر کے خود بخود بھی حرکت کرتی ہیں
پس کچھ نبات خود بخود ایسی حرکتیں کرتی ہے کہ اُنسے ہوا میں ہندسہ کی مخروطی شکلیں بنجاتی ہیں۔ اور مکانیتاتیں چھوٹی چھوٹی

پتیوں سے ملکر بنا ہوتا ہے جن میں سے سب سے بڑی پتی بیچوں بیچ میں اوپر کو ہوتی ہے اور دو چھوٹی چھوٹی پتیاں اُس کے پیچھے دونوں طرف واقع ہوتی ہیں اور وہ دونوں پتیاں جبتک رہتی ہیں اسوقت تک رات و دن - گرمی میں جاڑے میں - دہوپ میں سایہ میں - خواہ آسمان صاف ہو یا بارش ہوتی ہو ہر حال میں برابر متحرک رہتی ہیں اُن کی حرکت کبھی رُکتی ہی نہیں - لگاتار حرکت متدیر کے ساتھ اُن میں سے ایک اوپر کو اُٹھتی ہے اور دوسری نیچے کو جھکتی ہے - ان کے خلاف اوپر کی درمیانی پتی سوائے صبح و شام کے اور کسیوقت نہیں حرکت کرتی - اور آپ ہی لوگوں کی زبانی معلوم ہوا ہے کہ اُنھوں نے ہندمیں دریائے گنگ کے کنارہ پر ایک گھاس دیکھی ہے جسکی پتیاں اسیطرح ہر منٹ میں ساٹھ حرکتیں کرتی ہیں پس وہ تو ایک زندہ اور بڑہنے والی گھڑی ہے جو بند ہی نہیں ہوتی اور نہ اپنے رکھنے والے کو اپنے لیے کسی قسم کے صرف کرنیکی تکلیف دیتی ہے ہند کے مشرک اس گھاس کو مقدس سمجھتے ہیں اور اوس کی طرف خداوندی قوت کی نسبت تبلاتے ہیں حالانکہ وہ تو اپنے پیدا کرنیوالے کے ربوبیت کے ساتھ متفرد ہونے پر شاہد ہے -

بعض نبات کی یہ حالت ہے کہ اُسکا پھول آفتاب کی حرکت کے ساتھ ساتھ حرکت کرتا اور پھرتا جاتا ہے (جسکو ہند میں سورج مکھی کہتے ہیں) وہ ہماری طرف کے شہروں میں بکثرت پایا جاتا ہے لوگ اوسکو فلک اور عابد شمس کہا کرتے ہیں کیونکہ اُسکا متدیر پھول جسمیں کہ عجیب و غریب رنگوں کے دائرے پائے جاتے ہیں جو کہ نہایت مضبوطی کے ساتھ بنے ہوتے ہیں وہ چاروں طرف سے ریشوں سے گھرا ہوتا ہے جو کہ مثل ریشمی ڈوروں کے معلوم ہوتے ہیں اُسکے بعض اقسام میں یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ اُسکے بیچ میں گھڑی کے کانٹے کے مثل ایک شے ہوتی ہے جسوقت آفتاب نکلتا ہے اُسوقت یہ پھول بالکل اُسکے آمنے سامنے ہوتا ہے - اور جوں جوں آفتاب اپنے مدار پر بلند ہوتا جاتا ہے اُتنا ہی یہ پھول بھی اُسی طرف منہ کیے ہوئے اُٹھتا جاتا ہے حتے کہ دوپہر کے وقت یہ پھول مسطح نظر آتا ہے اور پھر آفتاب جتنا کہ غروب کے لیے جھکتا جاتا ہے اُتنا ہی یہ پھول بھی جھکتا چلا جاتا ہے یہاں تک کہ غروب ہونے کے وقت اُس سے مفارقت ہو جاتی ہے - ایسی نادر اشیار کے بنانیوالے اور اعلے درجہ کی واقفیت رکھنے والے کی عجب شان ہے اُسکی پاکی کا کیا کہنا ہے -

پھر نبات کے اقسام میں جو اختلاف پایا جاتا ہے اُس سے تو عقول حیرت میں رہ جاتی ہیں اور وہ اختلاف صاف صاف اسبات کی شہادت دیتا ہے کہ اُسکا پیدا کرنیوالا کوئی فاعل مختار ہے - کوئی قدرتی قانون اُسپر حکم نہیں چلا سکتا اور نہ اُس کی قدرت کی کچھ حد معلوم ہوتی ہے یہاں تک کہ محدود ہونے سے اُس کا مضطر اور بے اختیار ہونا ظاہر ہوتا -

بیان اسکا یہ ہے کہ بعض درختوں کو ہم اسقدر بڑا اور بلند دیکھتے ہیں جسکی کوئی حد ہی نہیں جیسے کہ کوہ لبنان اور امریکا کی بڑی ترائی میں ایک قسم کا درخت دیکھنے میں آیا ہے اُس درخت کی لنبائی تین سو سے چار سو قدم تک کی ہوتی ہے اور بعض بعض کا قطر تو زمین کے قریب تیرہ قدم تک کا پایا گیا ہے اور پوست کی موٹائی اٹھارہ قیراط

تک کی ہوتی ہے ان میں سے بعض بعض درخت تو اتنے بڑے ہوتے ہیں کہ اگر اُسکا تنہ اندر سے خالی کر کے ڈال دیا جائے تو اس میں سے سوار اپنے گھوڑے کی پشت پر بیٹھا ہوا ہوکر اس طرح پر نکل سکتا ہے کہ اسکا بدن اس سے چھونے بھی نہ پائے۔ اور اسکاٹلنڈ میں ایک درخت ہے جسکا محیط نوے قدم کا ہے اور اسی نوع کے چھوٹے سے چھوٹے درخت سے مقابلہ کر کے اس کی عمر کا حساب لگایا گیا ہے اس حساب سے اُس کی عمر پانچ ہزار برس کی معلوم ہوتی ہے۔ اور کالیفورنیا میں ایک صنوبر کا درخت ہے جسکا طول تین سو قدم کا اور محیط اٹھائیس قدم کا ہے عمر چھ ہزار برس کی ہے اور ان سب سے عجیب و غریب ایک عندم کا درخت ہے جو کہ بحر اوقیانوس (اٹلانٹک اوشن) کے جزائر کناریا میں سے ایک میں موجود ہے اسکا تنہ اتنا موٹا ہے کہ اگر دس آدمی ہاتھ پھیلا کر اس طرح کھڑے ہوں کہ ایک کی انگلیوں کے سر دوسرے کی انگلیوں کے سرے ملے رہیں جب بھی اُسکو گھیر نہیں سکتے۔ قریب چار سو برس کے زمانہ گذرا ہوگا جب سے کہ یہ جزیرہ دریافت ہوا ہے آجتک اس درخت میں بظاہر کوئی تبدیلی محسوس نہیں ہوئی کیونکہ اس قسم کے درخت کا نمو بہت ہی آہستہ آہستہ ہوتا ہے جیسا کہ اس نوع کے چھوٹے چھوٹے درختوں کے مشاہدہ سے معلوم ہوا ہے اس لیے جانے کتنی صدیاں اُسپر گذر چکی ہونگی۔ اور بعض لوگ تو اُن میں سے یہاں تک کہتے ہیں کہ میرے نزدیک تو انسان کی پیدائش سے بھی بہتیری صدیوں کے پہلے سے وہ درخت پڑا رہا ہے۔

نباتات میں سے ہم ایک نہایت ہی چھوٹا عالم بھی دیکھتے ہیں جسکا پتہ بذریعہ خوردبین (مائی کراسکوپ) کے لگا ہے جیسے کہ کائی جو پانی کی سطح پر تیرتی ہے یا دیواروں وغیرہ پر جم جاتی ہے بذریعہ خوردبین کے دیکھنے سے ایسا معلوم ہوتا ہے گویا کہ وہ باغ یا مرغزار یا ایک گنجان جنگل ہے جسمیں کہ باوجود اسقدر چھوٹے اور دبے ہوئے ہونے کے پھول اور تخم سب ہی کچھ موجود ہوتا ہے منجملہ اور نباتات کے ہوا میں وہ بھی منتشر ہوتے ہیں دیواروں وغیرہ پر گر پڑتے ہیں پس جب اُسکے موافق زمانہ آتا ہے وہ جم کر بڑھنے لگتے ہیں پھر پھول اور تخم پیدا ہوتے ہیں اگرچہ خالی آنکھوں کو تو محض ایک سبز غبار سا نظر آتا ہے اور کچھ بھی نہیں۔

ہم نباتات میں ایسی صفات دیکھتے ہیں جنکے اعتبار سے وہ قسم ایک دوسرے کے خلاف ہوتی ہیں اُن کی اور انکی تنوع کی شکلیں مختلف ہوتی ہیں۔ پھول پھل تخم بو اور ذائقہ کے اعتبار سے اُن میں نہایت تفاوت پایا جاتا ہے ان کے منافع اور مضرتیں بیشمار ہیں بہرحال یہ امور جن کے لحاظ سے ان میں باہم فرق کیا جاتا ہے بیحد قسم کے ہوتے ہیں۔ پھر بعض نبات کے تنہ دار درخت ہوتے ہیں بعض کی بیلیں پھیلتی ہیں بعض گھاس کی طرح اُگا کرتے ہیں فصل کے لحاظ سے کوئی گرمی میں ہوتی ہے کوئی جاڑے میں۔ کوئی ربیع میں کوئی خریف میں بعض نبات نرم زمین میں پیدا ہوتی ہے بعض پہاڑوں ہی پر کسیکے لیئے فقط بارش کا پانی کافی ہوجاتا ہے کسیکو دریا پانی کی بھی ضرورت ہوتی ہے کسیکو کسی ایک ولایت کے ساتھ خصوصیت ہوتی ہے کوئی تمام ولایتوں میں رہ سکتی ہے۔ پتوں کو دیکھیے تو کسیکے گول کسیکے لمبے کسیکے نکیلے کسیکے چوڑے ہوتے ہیں۔ اور باوجودیکہ اُن کا رنگ سبز ہوتا ہے لیکن سبزی میں بھی بڑا اختلاف پایا جاتا ہے جیسے کہ ایک

اُن نباتات کا بیان جو بذریعہ خوردبین کے دریافت ہوئیں

نوع کی سبزی دوسری نوع کی سبزی کے بالکل مشابہ دیکھی ہی نہیں گئی۔

پھلوں کو لیجئے تو ان میں بھی بڑا اختلاف ہے اُن کے رنگ اور شکلوں کے بیان میں بڑا طول ہو سکتا ہے۔ چنانچہ کوئی پھول گول ہوتا ہے کوئی لمبا۔ کوئی اکہرا کوئی دوہرا۔ اسی طرح بیشمار شکلیں ہوتی ہیں۔ رنگوں کو دیکھئے تو سفید۔ سُرخ۔ زرد۔ نیلگوں۔ سبز اور رنگ برنگ کے نقوش سے منقش نظر آتے ہیں پھر کسی میں دو ہی رنگ ہیں کسی میں بہت متخالف رنگ جمع ملتے ہیں۔ ہر ایک کی خوشبو میں تو خاصیت ہی جدا ہوتی ہے کوئی خوشبو نہایت پاکیزہ اور دل خوش کن ہوتی ہے کوئی نہایت ہی ناگوار کہ جان ہی لیے لیتی ہے۔ خوشبو کے اختلاف کی نسبت اسقدر آگاہ کر دینا کافی معلوم ہوتا ہے کہ ایک نوع کے پھول کی خوشبو کو دوسرے نوع کی خوشبو کے ساتھ پورے طور سے ہم ملتے ہوئے پاتے ہی نہیں۔ اور پھلوں میں شکل رنگ۔ بو۔ ذائقہ اور مقدار کے لحاظ سے تو اتنا اختلاف ہے کہ عقل حیران رہجاتی ہے چنانچہ بڑے۔ چھوٹے۔ چوڑے۔ لمبے۔ گول۔ کروی۔ جھکے ہوئے۔ نوکدار وغیرہ اقسام کے پائے جاتے ہیں پھر ان کا رنگ بھی سُرخ۔ زرد۔ سفید۔ سیاہ۔ نیلگوں منقش وغیرہ دیکھا جاتا ہے۔ بعض پھلوں میں ایسی پاکیزہ خوشبو ہوتی ہے کہ وہ نہ تو اس کے پھولوں میں پائی جاتی ہے نہ پتوں میں۔ اور اس کے سروں پر دوسرے قسم کی اُسی کے قریب قریب خوشبو ہوتی ہے۔ ذائقہ کو لیجئے تو شیریں۔ ترش۔ چاشنی دار۔ تلخ۔ اسیطرح اتنے ذائقے ہوتے ہیں کہ شمار میں نہیں آسکتے۔ پھلوں میں ایک نہایت عجیب بات یہ ہوتی ہے کہ اُن کے چھلکوں میں جو مزہ۔ رنگ اور بو پائی جاتی ہے۔ وہ اُن کے گودے میں نہیں ہوتی۔ اور اُن میں سے جو ہم گودہ میں دیکھتے ہیں اُس کا پتہ تخم میں نہیں ملتا۔ اور جو تخم میں پایا جاتا ہے وہ درخت کے کامل اجزا میں نہیں پایا جاتا۔ بعض پھلوں کے اندر مختلف شکلوں کے بیج طرح طرح کی خوشبوئیں مزے اور رنگ پائے جاتے ہیں۔ بعضے بیج سے بالکل خالی ہوتے ہیں۔ پھر کسی پر ایک غلاف چڑھا ہوتا ہے کسی پر زیادہ اور کسی پر کچھ بھی نہیں ہوتا۔ کوئی پھل ہوتا تو چھوٹا ہے لیکن اسکا درخت بہت بڑا ہوتا ہے جیسے کہ انجیر یا برگد بعض پھل بڑے ہوتے ہیں اور پیدا بیلوں سے ہوتے ہیں جیسے کہ خربزہ۔ بعض مہینہ بھر میں بار آور ہوتے ہیں بعض اس سے بھی کم مدت میں۔ بعض کا پھل برسوں کے بعد ہاتھ آتا ہے۔ بعض کے ریشوں۔ جڑوں۔ پتوں۔ پھول۔ پھل۔ تخم۔ پوست یا عرق سے فائدہ حاصل کیا جاتا ہے۔ بعض کی فقط دو ہی چیزیں کام میں آتی ہیں۔ بعض کی زیادہ۔ بعض کی کل چیزیں بعض کی جڑ مفید ہے اور پھل۔ یا پتے یا پھول ضرر رساں بعض کی اس کے خلاف حالت ہے پس ایک ہی نبات میں مرض اور دوا دونوں ہی مجتمع پائے جاتے ہیں۔ مختصر یہ کہ ہم ایک ہی درخت کو دیکھتے ہیں کہ اس کے ریشہ۔ تنہ۔ پوست۔ پتے۔ پھول۔ پھل۔ اور تخم۔ میں جُدا جُدا خاصیتیں موجود ہوتی ہیں پس ایسا آپ ہرگز نہیں پا سکتے کہ اُن میں سے ایک خاصیت دوسری خاصیت پر پوری پوری منطبق ہو جائے۔ پھر باوجود اسقدر اختلافات کے تعجب یہ ہے کہ تمام اقسام کی نباتات ایک ہی پانی سے سینچی جاتی ہیں ایک ہی مٹی سے اپنی غذا حاصل کرتی ہیں۔ اور ایک ہی ہوا

ہوتی ہے خداتعالےٰ نے آدمی کے لئے بلا کسی مشقت کے جو ہم کو اپنی روٹی کے طیار کرنے میں اٹھانا پڑتی ہے اُسیکو مہیا کر دیا ہے۔ اس درخت سے اُن کو اور بہت سے منافع حاصل ہوتے ہیں۔ انکے جو ان اس کی لکڑی کے ہوتے ہیں۔ اُس کی چھال سے وہ اپنے کپڑے بناتے ہیں۔ اُسکے تنہ کی اُن کی ڈونگیاں بنتی ہیں

دودھ کا درخت

اسی قبیل سے دودھ کا درخت ہے اُس کے اقسام میں سے جو قسم ہیا ہیا کہلاتی ہے ہند میں بھی پائی جاتی ہے اُسکے تنہ میں شگاف دیتے ہیں پھر اُس سے بہت عمدہ دودھ گائے کے دودھ سے ذرا گاڑھا نکلتا ہے۔ براڈل میں ایک درخت ہوتا ہے جس کا نام (ماسا رندویا) ہے وہ ماہ مشابط میں ہوتا ہے اور اوس میں پھل لگتے ہیں جن کا ذائقہ شربت لیموں کا ہوتا ہے۔ اور اوس کے تنہ سے سفید رنگ کا دودھ نکلتا ہے جو مرغوب الطبع اور بکری کے دودھ سے اچھا ہوتا ہے۔ وہاں کے باشندے اُسے بطور غذا کے استعمال کرتے ہیں۔ اور اسی سے اون کو مادہ حیات حاصل ہوتا ہے۔

بالائی کا درخت

اسی قبیل سے بالائی کا درخت ہے جو کہ ہند اور افریقہ میں پیدا ہوتا ہے اوس میں ایسا پھل لگتا ہے جس کے اندر کا گودا قوام اور ذائقہ میں بالکل بالائی کی طرح ہوتا ہے گرم ملکوں میں مہینوں برتنوں میں رکھا رہتا ہے اور اوس کے رنگ میں کچھ فرق آتا ہے اور نہ ذائقہ ہی بگڑتا ہے۔

اسی قبیل سے جوز ہندی یعنے نارجیل کا درخت ہوتا ہے۔ اوس میں اتنے منافع پائے جاتے ہیں کہ وہ سب کسی ایک درخت میں مشکل سے ملیں گے چنانچہ کہا جاتا ہے کہ اُس کے پھل سے پکنے کے قبل شراب بنائی جاتی ہے اور پکنے کے بعد جو اس سے بنتا ہے بالکل دودھ کے مشابہ ہوتا ہے مثل ترکاری کے اُسکے پتے پکتے ہیں۔ اوس کے پھول کے عرق سے شکر بنتی ہے اوس کی لکڑی اور اوس کے پھل کے چھلکے سے برتن۔ پیالے۔ کٹھرے طیار ہوتے ہیں گھروں میں اوس کی لکڑی کی دھنیاں بھی لگائی جاتی ہیں۔ اور اسکے پتوں کے ٹاٹ اور سائبان بنے جاتے ہیں۔ اوس کی چھال کے ریشوں سے کپڑے چھلنیاں بورے اور رسی تیار کئے جاتے ہیں۔ اُسکے پھلوں کی گری کا تیل نکلتا ہے اوس کی لکڑی کے برادہ سے لکھنے کی روشنائی بنتی ہے۔ اُسکے پتوں سے لکھنے کا کاغذ بنایا جاتا ہے۔ کھجور کا درخت بھی کثرتِ منافع کے لحاظ سے اس سے کچھ کم نہیں چنانچہ ہم اُسکے پھل کو دیکھتے ہیں کہ کلی سے لیکر گدرا۔ ادھ کچا۔ پکا ہوا۔ اور خشک سب طور پر کھایا جاتا ہے وہ میوہ کا میوہ ہے اور غذا کی غذا ذخیرہ بنا کر رکھئے جب بھی رہ سکتا ہے۔ اوس کی لکڑی شاخیں۔ ڈالیاں چھال یہاں تک کہ اوس کی گٹھلی بھی کام میں آتی ہے۔ گٹھلی کو پیس کر اونٹوں کو کھلاتے ہیں پس اوس منعم حقیقی کی عجب پاک ذات ہے جو اپنے بندوں کو عجیب و غریب نعمتیں عنایت کرتا ہے اور طرح طرح کے احسانات کرتا ہے انواع انواع اور قسم قسم کی اشیا کے پیدا کرنے پر قادر ہے۔

نباتی دنیا کے بیان میں آخری بات ہم ضرور کہیں گے کہ بلا شک نباتات کے عجائب حالات کو دیکھ کر

[illegible]

عہ شاید تاڑ یا کھجور کا درخت مراد ہے ۱۲ عہ ۵ شبا لا ایک رومی مہینہ کا نام ہے جو کہ قریب قریب مارچ کے ہوتا ہے ۱۲

ہونے پر یا اسکے علاوہ کسی اور شے پر موقوف نہیں ہوتی جیسا کہ ہیں نے دیکھا ہے۔ پس اب ضروری ہے
کہ کوئی مخصص پایا جائے جو اُن میں سے ہر ایک کو ایک عمر کے ساتھ خاص کر دے اور وہ اُن کا پیدا کرنے والا
ہی ٹھیر سکتا ہے جس نے اُنکو عدم سے وجود کی طرف نکالا اور پہلے ہی سے اُنکی تخصیص کر دی - وہ جو چاہتا
ہے وہی کرتا ہے اور جس چیز کا ارادہ کرتا ہے اُس کا حکم کر دیتا ہے۔ حیوانات میں سے بعض ہوا میں زندگی بسر
کرتے ہیں بعض پانی میں رہتے ہیں بعض سطح زمین پر بعض دونوں میں پھر کوئی اپنے دو پیروں پر چلتا ہے اور
اُسکے دونوں ہاتھ غذا کے تناول کرنے اور کام کاج کرنے کے آلات ہوتے ہیں یا وہ اُسکے دونوں بازو
قرار پاتے ہیں جنکے ذریعہ سے وہ ہوا پر اُڑ سکتا ہے۔ بعض کے چلنے کے لئے چار پیر ہوتے ہیں اور بعض کے
اس سے بھی زیادہ کئی کئی دہائیوں تک نوبت پہونچ جاتی ہے جیسے کہ کھنکھجورا۔ اور بعض اپنے پیٹ کے بل
اُن چھلکوں کے ذریعہ سے جو اُس پر لگے ہوتے ہیں چلتے ہیں۔ درختوں اور دیواروں پر چڑھ جاتے ہیں جیسے
کہ سانپ۔ بعض اپنی غذا کو اپنے ہاتھوں سے لیتے ہیں۔ بعض اپنے مُنہ سے۔ بعض چونچ سے۔ بعض ناک
سے جیسے کہ ہاتھی۔ بعض اپنی زبان سے لیتے ہیں جیسے کہ گرگٹ۔ وہ اپنی لمبی زبان میں ایک لسدار مادہ
لگا کر نکالتا ہے۔ اس طرح وہ مکھی وغیرہ کو ہوا سے پکڑ لیتا ہے۔ بعض حیوانات کے شکم کے اندر ہی بیضہ ٹوٹکر
بچہ نکل آتا ہے اور وہ وہیں تام الخلقت بھی ہو جاتا ہے اسکے بعد پیدا ہوتا ہے جیسا کہ اکثر دودہ پلانے والے
حیوانات کا حال ہے اور بعض انڈے دیتے ہیں انڈے کے اندر بچہ کی غذا وغیرہ کا پورا سامان مہیا رہتا ہے
اور اُسکے اندر اُس کی خلقت کی تکمیل ہوتی ہے۔ یہ حالت پرندوں بعض سانپوں اور چھپکلی کی دیکھی جاتی ہے۔ بعض
کی یہ حالت ہے کہ جب تک نر کی منی ہوا سے محفوظ رہکر شکم میں نہ پہونچے حمل قرار ہی نہیں پا سکتا کیونکہ ہوا کے لگنے
سے اُسمیں خرابی آجاتی ہے بعض کی یہ کیفیت ہے کہ جب مادہ اپنے بیضہ کو اپنے جسم سے نکال کر باہر ڈال دیتی ہے
اُسکے بعد نر اپنی منی کو اُس پر گرا دیتا ہے اور اس طرح پر بچہ بنتا ہے جیسے کہ بعض مچھلیوں میں دیکھا گیا ہے کیونکہ اُسکی
منی پانی یا ہوا سے خراب نہیں ہوتی۔ بعض حیوانات اپنے بچوں کو اپنے دو یا زیادہ پستانوں سے دودہ پلاتے
ہیں جس کو اُن کا پیدا کرنے والا اُس میں مہیا کر دیتا ہے۔ بعض اپنے بچوں کو دانہ بھراتے ہیں جیسے کہ کبوتر۔
بعض اپنے بچوں کو اپنے ساتھ لئے پھرتے ہیں اور اُن کی غذا اُنکو بتلاتے ہیں جیسے کہ مرغی۔ بعض حیوانات
میں نر اور مادہ دونوں شریک ہو کر بچہ کی پرورش کرتے ہیں اور یہ اُسوقت ہوا کرتا ہے جبکہ بچے ابتدائے پیدائش
میں چلنے پر قادر نہیں ہوتے جیسے کہ چڑیوں۔ کبوتروں اور انسان میں دیکھا جاتا ہے کیونکہ صرف ایک ہی کا بچہ
کی پرورش میں مشغول ہونا اور اپنی روزی بھی تلاش کرنا اُسکے لئے اُسکی طاقت سے زیادہ تکلیف کا باعث ہوگا
اور بعض کی صرف مادہ ہی اپنے بچوں کی پرورش کر لیتی ہے اور یہ اُسوقت ہوتا ہے جبکہ بچے اپنی ماں کے ساتھ چلنے پھرنے
پر قادر ہوتے ہیں جیسے کہ مرغی اور چکور۔ بعض اپنے بچوں کے لئے عجب کیفیت کا گھونسلا بناتے ہیں خواہ درختوں میں کھود کر یا کسی جگہ یا
کسی اور طور پر۔ بعض اپنے بچوں کو اپنی پیٹھ پر لادے لادے پھرتے ہیں جیسے کہ ایک جانور امریکا میں ہوتا ہے جو

الدلد

طرح بچہ دیتا ہے دودھ پلاتا ہے اور اُنسے فرق اسبات میں ہے کہ وہ اور پرندوں کی طرح ہوا میں اُڑتا ہے۔ وہ ذات نہایت بمراد اور بے مثل ہے جس پر اُس کی مصنوعات کے بارہ میں کوئی قانون حکومت نہیں کر سکتا اور نہ اُس کی قدرت عمل کے طریقوں میں سے کسی ایک طریقہ کے ساتھ محدود ہو سکتی ہے تاکہ اُسے اُسکی پابندی کرنا پڑتی اور وہ اُسکی مخالفت کرنے پر قادر نہ ہو سکتا بلکہ وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے اور اپنی مخلوقات کو جس طور پر ارادہ کرتا ہے بنا دیتا ہے۔ حیوانات میں سے کسیکا بدن اونسے چھپا ہوتا ہے کسیکا بالوں سے۔ کسیکا رُوؤں سے۔ کسیکا ہڈی سے جیسے کہ کچھوا۔ کسیکا چھلکوں سے اور کسیکی کہال پر کچھ نہیں ہوتا صاف نظر آتی ہے۔ پھر حیوانات کی شکل اور ہیئت میں جو اختلاف پایا جاتا ہے اُس سے عقل دنگ ہو کر رہ جاتی ہے۔ چنانچہ بعض لمبے ہوتے ہیں بعض گولائی لیئے ہوئے۔ بعض کی شکل نصف کرہ کی سی ہوتی ہے۔ بعض کے ہاتھ لمبے ہوتے ہیں اور پیر چھوٹے جیسے کہ زرافہ۔ع بعض کی شکل اسکے خلاف ہوتی ہے۔ جیسے کہ خرگوش۔ بعض کی گردن چھوٹی ہے۔ بعض کی لمبی یہاں تک کہ کسی کسیکی تو گردن اتنی لمبی ہوتی ہے کہ وہ رسی کی طرح اپنی گردن کو لپیٹ لیتا ہے اس قسم کا طرابلس کے اطراف میں ایک پرند پایا جاتا ہے جو عصفور سے ذرا بڑا ہوتا ہے بعض کے دو ہی آنکھیں ہوتی ہیں بعض کے بہت زیادہ جیسے کہ بعض بعض مکڑیوں میں پائی جاتی ہیں۔ بعض کے دُم ہوتی ہے بعض کے چپٹی۔ بعض کے کان لمبے ہوتے ہیں۔ بعض کے گول۔ پھر حیوانات میں سے بعض کے سُم ہوتے ہیں۔ بعض کے کھر۔ بعض کے خف جیسے کہ اونٹ کے۔ بعض کے قدم۔ بعض کے پنجے بعض حیوانات میں اوجھڑی دیکھی جاتی ہے تاکہ بناتی غذا جس کی زیادہ مقدار میں ضرورت پڑتی ہے اُس میں پرورش کے لئے کافی طور پر رہ سکے یہ بات نبات خور جانوروں میں ہوا کرتی ہے اور بعض کے فقط معدہ ہی ہوتا ہے کیونکہ اُن کی حیوانی غذا اُن کی پرورش کے لئے بہت تہوڑی مقدار میں کافی ہو جاتی ہے۔ بعض حیوانات کے ایسے دانت ہوتے ہیں جن سے وہ گوشت کو جو کہ اُن کی غذا ہوتی ہے پارہ پارہ کر سکیں بعض کے دانت اپنی غذا یعنے نباتات کے چبانے کے لائق ہوتے ہیں۔ پھر دانتوں کی ساخت کو ملاحظہ کیجیے مخصوصاً انسان میں اور جس ترتیب سے کہ وہ رکھے گئے ہیں اوسکو دیکھنے سے اہل نظر کو تو ایک حیرت سی ہو جاتی ہے چنانچہ کاٹنے والے دانت مُنہ میں سامنے کو رکھے گئے ہیں جو اپنی تیزی کی وجہ سے اُن چیزوں کو جنکے کہ کاٹنے کی ضرورت پڑا کرتی ہے بخوبی کاٹ سکتے ہیں اُسکے پاس ہی کچلیاں ہوتی ہیں جو توڑنے اور ریزہ ریزہ کرنے کے لئے نہایت موزوں ہیں چنانچہ اُن کی شکل ہی سے دیتی ہے کیونکہ وہ بالکل کداری کے مثل ہوتے ہیں اور اُنسے ملی ہوئی داڑہیں واقع ہوئی ہیں جو کہ نظر سے

ع زرافہ بضم اول و تشدید ثانی و فا و نون دست یعنے بفتح اول حیوانیست کہ اشتر گاؤ و پلنگ نام دارد چہ گردنش بگردن شتر ماند و سرش بہ گاؤ و رنگش بہ پلنگ و دمش بدم آہو و دندانش بدندان خر و ہر دو دست دراز و ہر دو پائے کوتاہ ۱۲ بُرغ۔

اتنا ادراک حاصل ہے کہ ایک آدہ سوراخ اُنہیں اُسکے گنے سے روک نہیں سکتا جیسے کہ ڈہنیے کا حال
ہے - پس وہ پیدا کرنے والا بڑا ہی بے مثل ہے جسنے یہ امر کہلے طور پر سمجہا دیا - پہر اونکے رنگوں کے
اختلاف نظر کو بڑے ہی بہلے معلوم ہوتے ہیں اور اونسے عقل حیرت میں رہ جاتی ہے - چنانچہ وہ سفید
سرخ - زرد - نیلگوں ، سیاہ - اور رنگ برنگ کے نقوش سے منقش دیکہے جاتے ہیں - پہر اگر ہم ایک نوع کو
دیکہتے ہیں کہ اوسکے تمام افراد ایک ہی رنگ یا ایک قسم کے نقش رکھنے کے لحاظ سے برابر ہوتے ہیں
جیسے کوا ، چکوز اور عصفور کی ایک مختلف اقسام تو دوسری نوع کو کیا دیکہتے ہیں کہ رنگوں یا نقوش کے لحاظ سے
اوسکے افراد مختلف قسم کے ہوتے ہیں جیسے کہ گہوڑا اور مرغی - بعض کے نقوش ایک ہی کیفیت پر انتظام
کے ساتھ واقع ہوتے ہیں جیسے کہ چیتے اور طاؤس کا حال ہے بعض کی یہ کیفیت نہیں ہوتی جیسے مرغی
کبوتر اور بلی میں دیکہا جاتا ہے کہتے ہیں ایک بات سے دوسری بات پیدا ہو ہی جاتی ہے -
چنانچہ لے اہل سائنس میں سے نے آپ ہی لوگوں میں سے بعض لوگوں کو چیتے کی جلد کے منقش ہونے
کی وجہ یوں بیان کرتے سنی ہے کہ وہ گذشتہ زمانہ میں عرصہ تک درختوں کے سایہ میں بیٹہا کرتا تھا اور شاخوں
میں سے گزر کر آفتاب کی شعاعیں اوسپر پڑا کرتی تہیں اسلیئے اُسکی جلد پر اس طرح کے نقش بنگئے مجھے امید ہے
کہ یہ معلل صاحب اسکی بھی کوئی وجہ بیان کرسکیں گے کہ طاؤس کے پروں پر سنہلی سبز نیلگوں سیاہ سرمئی
وغیرہ رنگوں کی باقاعدہ شکلیں اور نہایت پائدار لکیریں کیونکر بنگئیں - اور اسکی کیا وجہ ہوئی کہ مرغی کے ہر ہر فرد
کے نقش و نگار ایک سے نئے طرز کے نظر آتے ہیں - جسکی نظیر اسی نوع کے بکثرت افراد کی دیکہہ بہال سے بہی
مشکل سے ملے گی -
اسی طرح اور بہت سی چیزیں ہیں - اس شخص نے جو چیتے کی جلد کے منقش ہونے کی وجہ بیان کی ہے میں
یقینی طور پر تو نہیں کہہ سکتا کہ غلط ہے کیونکہ شاید خدا تعالےٰ نے اسی سبب سے اوس میں یہ رنگ پیدا کر دیا
ہو جیسے کہ اوس کی عادت ہی جاری ہو گئی ہے کہ وہ اسباب پر مسببات کو مرتب کر دیتا ہے لیکن میں تو یہ
چاہتا ہوں کہ تمام امور کو محض طبعی ہی نہ قرار دے لیا جائے اور پہر اُنکے لیئے واہی تباہی وجہیں تراشی جائیں بلکہ
ہر علت کو خالق سبحانہ کے فعل کی طرف راجع کرنا چاہیئے ورنہ پہر میں ان سب کی وجہیں پوچھتے پوچھتے ناک میں
دم کر دوں گا اور آپ لوگوں کو اپنے عجز کا اقرار کرنا پڑے گا پہر یا میں کہتا ہوں کہ حیوان کے عجائبات میں سے
اُسکی آواز اور صورت کا مختلف ہونا ہے چنانچہ بعض کی آواز تو ایسی طرب انگیز ہوتی ہے جس کو سنکر دل بہر آتا
ہے - اور بعض کی ایسی ناگوار آواز ہوتی ہے جسکے سننے سے معلوم ہوتا ہے کہ کان بہرے ہوئے
جاتے ہیں - بعض ایسے خوبصورت ہوتے ہیں کہ ان پر نظر پڑتے ہی جم کر رہ جاتی ہے ہٹنے کا نام ہی
نہیں لیتی جیسے کہ طاؤس - زرافہ - اور بعض بعض مرغ - اور سچ پوچھیئے تو نوع انسان میں سے جو حسین ہیں
وہ ان سب سے خوبصورت اور خوشنمائی میں بے نظیر ہوتے ہیں کیونکہ یہاں تو یہ کیفیت ہوتی ہے کہ نظر ہے

[illegible]

اور مقصود اُس سے یہ ہوتا ہے کہ عقلیں متنبہ ہو جائیں اور لوگوں کے افہام کو چونکا دیا جائے کہ یہ سمجھ لو کہ عالم کا بنانے والا فاعل مختار ہے اُسے کوئی شے عاجز نہیں کر سکتی اور نہ اُسکے کامل علم سے کوئی پوشیدہ سے پوشیدہ بات چھپی رہ سکتی ہے۔ وہ تمام اُن بیجا باتوں سے جنھیں جاہل لوگ بکا کرتے ہیں۔ بالکل پاک اور مبرا ہے۔

پھر حیوان کی جو چیز دیکھیے اُس کی عجیب و غریب ترکیب۔ اُسکے ظاہری اور باطنی حواس اور اعضا کی ساخت ہر عضو کا ایک خاص فعل۔ اُسکے بناوٹ کے اختلافات۔ اُن کی باریکیاں اور پھر اُن کا بے شمار فوائد و مصلحتوں پر مشتمل ہونا جو بالکل حکمت پر مبنی معلوم ہوتے ہیں۔ المختصر یہ سب ایسے امور ہیں جنسے عقل کو ایک حیرت سی ہو جاتی ہے۔ افہام حیران و پریشان رہ جاتے ہیں اور ہر عاقل کو یہ بات واضح طور پر معلوم ہونے لگتی ہے کہ اس عالم کا ضرور کوئی ایسا بنانے والا ہے جو اعلےٰ درجہ کا علم رکھنے والا مدبر ذی حکمت اور صاحب قدرت ہے جو چاہتا ہے کر سکتا ہے اور جس چیز کا ارادہ کرتا ہے اُسے ایجاد کر دیتا ہے۔

اب میں چاہتا ہوں کہ اختصار کے ساتھ ان میں سے بعض چیزوں کا ذکر کروں جن پر کہ علم تشریح اور علم فزیالوجی جاننے والوں کو آگاہی ہوئی ہے جن کا کام یہ ہے کہ اعضا حیوانات کی حقیقت۔ اُن کی ساخت۔ اُنکے افعال۔ اور اُنکے فوائد و اغراض سے بحث کریں۔

پس میں کہتا ہوں کہ جب تمام حیوانات خصوصاً انسان کے حواس خمسہ پر نظر ڈالتے ہیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ وہ مضبوطی اور استحکام کے اعلےٰ درجوں پر پہونچے ہوئے ہیں جس وضع پر کہ وہ موجود ہیں اُسکے اعتبار سے وہ سراسر حکمتوں اور کھلے کھلے فائدوں پر مشتمل معلوم ہوتے ہیں کسی طرح سمجھ میں نہیں آسکتا کہ وہ اتفاقی طور پر یا علے وجہ الضرورۃ بن گئے ہوں۔ بلکہ وہ اس امر کی شہادت دے رہے ہیں کہ جسنے حیوانات کو وہ حواس دئے ہیں اُسنے اپنی مخلوقات پر بہت بڑا احسان کیا ہے۔

چنانچہ بصر ایک قوت ہے جو آنکھ کے ایک مجوف پٹھے میں رکھی ہوئی ہے اور وہ دماغ سے جا کر لگا ہے تاکہ جو چیزیں دیکھی جائیں اُن کی صورت وہاں تک پہونچا دے اور پھر نفس اُن کا ادراک کرے۔ پھر آنکھ کو دیکھیے وہ ابصار کا آلہ ہے جسمیں روشنی کے ذریعہ سے صورتیں مرتسم ہوں وہ تمام آلات بصری سے مضبوطی اور صحیح ہونے میں زیادہ مکمل ہے کیونکہ وہ غلطیاں جو تمام آلات بصری میں واقع ہوا کرتی ہیں اسمیں نہایت ندرت اور مشکل سے واقع ہو سکتی ہیں کسی چیز کے صاف طور پر دیکھ لئے جانے کا فیصلہ خود اوسی سے ہو جاتا ہے وہ اُس ہڈی کے جوف میں رکھا ہوتا ہے جس کو حلقہ چشم کہتے ہیں۔ اُس کی ترکیب میں تین طبقے اور تین رطوبتیں شامل ہیں لیکن رباط۔ ورید اور شریان کی رگیں جھلی اور عضلے جن کی اُسکو ضرورت ہے وہ انکے علاوہ ہیں۔

اب طبقات کا حال سنئے پہلے کا نام صلبہ ہے وہ ایک لچک دار مضبوط اور دھندلا پردہ ہے جسکے آر پار

ف [illegible]

ف [illegible]

روشنی نہیں جاسکتی اور نہ اُسکے اُدھر کوئی چیز نظر آسکتی ہے۔ وہ باقی طبقوں اور ساری رطوبتوں پر اسلئے محیط ہوتا ہے تاکہ وہ محفوظ رہیں اُن کی اوضاع اور ترتیب کے نظام کی حفاظت ہوتی رہے ہاں اُسکے آگے کے حصہ میں ایک شفاف قطعہ ہوا کرتا ہے جس کی شکل اس اعتبار سے کہ وہ باہر سے محدب اور اندر سے مقعر ہوتا ہے بالکل گھڑی کے شیشہ کی سی ہوتی ہے اور وہ اس پردہ میں اسی طرح اوترا ہوا ہوتا ہے جس طرح کہ گھڑی کا شیشہ پیتل کی چوڑی میں اترا رہتا ہے اس قطعہ کا نام قرنیہ ہے۔

دوسرے طبقہ کا نام مشیمیہ ہے وہ سیاہ رنگ کا مخمل کی طرح نرم پردہ ہوتا ہے صلبیہ اور شبکیہ کے بیچ میں رہتا ہے۔ تیسرا طبقہ شبکیہ کہلاتا ہے۔ اسکی ساخت آنکھ کے اُس پٹھے کے پھیل جانے سے حاصل ہوتی ہے جو کہ دماغ سے نکلکر آنکھ کے پچھلے حصے میں داخل ہو جاتا ہے اب رطوبتوں کو لیجئے پہلی رطوبت کو رطوبت مائیہ کہتے ہیں وہ پتلی صاف اور شفاف ہوتی ہے اور قرنیہ کے اُدھر ایک گڑھے میں بھری ہوئی ہوتی ہے اور اس گڑھے کو ادھر اُدھر سے ایک پردہ گھیرے ہوتا ہے جسکے بیچ میں ایک سوراخ پایا جاتا ہے۔ اور اس پردہ کا نام قزحیہ ہے اوس کا رنگ سیاہ یا نیلگوں یا سیاہ مائل بسبزی یا کسی اور طرح کا ہوتا ہے اور اس سوراخ کو عربی میں بوبور کہتے ہیں۔ دوسری کا نام رطوبت بلوریہ ہے وہ ایک چکدار چکنا اور مسور کی طرح دونوں طرف سے محدب جسم ہوتا ہے وہ کناروں کی بہ نسبت بیچ میں زیادہ کثیف ہوتا ہے اور قزحیہ کے اُدھر رکھا رہتا ہے۔ تیسری رطوبت کو رطوبت زجاجیہ کہتے ہیں وہ ایک انڈے کی سفیدی کی طرح شفاف اور لسدار جسم ہوتا ہے اور آنکھ کے اندر رطوبت بلوریہ کے اُدھر جسقدر خالی جگہ بچتی ہے۔ اوسکو بھرتا ہوا شبکیہ تک پہونچ جاتا ہے پھر جس چیز کی وجہ سے دیکھی ہوئی چیزوں کی صورتیں آنکھ میں مرتسم ہوتی ہیں وہ روشنی ہے جو کہ اُن چیزوں پر جنھیں کہ ہم دیکھتے ہیں گرتی ہے۔ اور اونسے منعکس ہو کر آنکھوں کے اندر پہونچتی ہے روشنی میں فطرتی طور پر چند قوانین پائے جاتے ہیں جن کی وجہ سے روشنی صورتوں کو لیجاتی ہے۔ اور پھر انھیں مرتسم کر دیتی ہے۔ لیکن خداوندی حکمت آنکھ کے ترتیب دینے میں مختلف تدبیروں سے کام نہ لیتی تو روشنی کے بعض قوانین کے مقتضا کے موافق ہم پورے طور سے نہ دیکھ سکتے۔ اور دیکھی ہوئی چیزوں کی صورتیں آنکھ پر پھیل کے رہجاتیں بیان اس کا یہ ہے کہ روشنی جب کسی کثیف اور کھر درے جسم پر گرتی ہے تو اُس سے منعکس ہو جاتی ہے اور اُس کی صورت مقابل کی شئے پر مرتسم کر دیتی ہے خصوصاً جبکہ وہ مقابل کا جسم جلا کردہ بھی ہو لیکن روشنی جب خطوط مستقیمہ میں حرکت کر کے مقابل کے جسم تک پہونچتی ہے تو صورت کو اوس پر غیر واضح طور پر مرتسم کرتی ہے کیونکہ روشنی کی شعاعیں جسقدر دراز ہوتی جاتی ہیں اوسیقدر وہ پھیلتی جاتی ہیں اور خطوط شعاعیہ میں اتنی ہی دوری بڑھتی جاتی ہے اسلئے مقابل کے جلا کردہ جسم پر اسکی صورت کے واضح طور پر مرتسم کرنے کے لئے اس امر کی ضرورت ہے کہ خطوط شعاعیہ وہاں تک پہنچنے کے وقت مجتمع رہیں پھر یہ سمجھئے کہ یہ نوری خطوط اسیوقت مجتمع ہوتے ہیں جبکہ کسی مسور کی شکل کے شفاف جسم سے گذریں یعنی مسور کی طرح اسکی دونوں جانب محدب او

میں اپنے قلم کو روکتا ہوں نمونہ کے طور پر میں نے کچھ بیان کر ہی دیا ہے۔

ف اگر ہم ساخت انسانی اور اُسکے بدن کے باقی اعضا پر غور کریں اور اُن میں سے ہر ایک کے کام کو دیکھیں اور جتنی چیزیں کہ حیوانی بدن میں پائی جاتی ہیں خواہ وہ بہنے والی ہوں خواہ بستہ ہوں اور اُنکے منافع کو لحاظ کریں تو ہمیں یہ امر کھلی آنکھوں سے نظر آنے لگے گا کہ ان سب چیزوں کے لئے ضرور کوئی ذی حکمت منتظم اور اعلےٰ درجہ کا علم رکھنے والا خالق ہے۔ اب مجھے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان چیزوں میں سے بعض کو اشارتاً ذکر کردوں پس میں کہتا ہوں کہ کیا دیکھنے والوں کی سمجھ میں کچھ نہیں آتا اور کیا بحث کرنے والے غور و فکر سے ذرا بھی کام نہیں لیتے اور اُنہیں عالم کے پیدا کرنے والے کے وجود کا یقین نہیں ہوتا جب وہ اُن چیزوں کو جو انسانی جسم میں پائی جاتی ہیں جیسے کہ کوا۔ کودے دار ہڈی۔ پٹھے۔ دل۔ دو پھیپڑے۔ جگر۔ طحال۔ دو گردے۔ معدہ۔ آنتیں۔ ورید۔ شرائین۔ اوتار۔ عضلے۔ غدود۔ کری ہڈیاں۔ سخت ہڈیاں۔ جالی دار ہڈیاں۔ سائل اشیا جیسے کہ خون۔ صفرا۔ لعاب۔ معدہ۔ آنتوں اور پنکریاس[ع] گلٹی کے عرق۔ مختلف گیس وغیرہ دیکھتے ہیں اور ان چیزوں کے افعال۔ تحریکات۔ اور وہ اعمال جو اُنسے بدن میں مثل ہضم کرنے۔ پرورش کرنے۔ سانس لینے اور اشیا کو باہم جدا کرنے کے انجام پاتے ہیں اُنپر مطلع ہوتے ہیں اور اعضار توالد۔ اُنکے افعال اُنکا استحکام اور توالد و تناسل اور اُن تنظیمات کی کیفیت سے آگاہی حاصل کرتے ہیں جو کہ امر توالد کے انجام پانے۔ بچہ کے محفوظ رکھنے۔ اُسکے نشو و نما وغیرہ کے لئے ضروری ہیں اور اسکے علاوہ اور بھی بہتیرے امور ہیں جن کی تفصیل سے جلدیں کی جلدیں بھری جا سکتی ہیں۔

ف اور وہ علما جو ان مباحث پر تفصیل کے ساتھ واقفیت حاصل کرتے ہیں اور اُن پر ان سب کی باریکیاں۔ اسرار اور حکمتیں ظاہر ہوئی ہیں۔ اس بات کے مستحق ہیں کہ عالم کے لئے ذی علم مدبر با حکمت پیدا کرنے والے خدا کا تمام لوگوں سے اور بھی زیادہ قوی یقین کریں اور اگر ہم کہیں کہ یہ لوگ ان علمار علم کلام سے بھی جو خدا کے وجود پر اجمالی دلیلیں قائم کرتے ہیں بڑھکر خدا پر ایمان لانے اور اُسکے وجود کو ماننے کے مستحق ہیں تو کچھ مستبعد نہیں معلوم ہوتا کیونکہ یہ لوگ تو عالم کے پیدا کرنے والے کی مصنوعات میں سے عجیب سے عجیب اشیار کے تفصیلی حالات پر واقف ہوتے ہیں اور کون کوئی بتا سکتا ہے کہ خدائے پاک کے وجود پر سوائے اسکے کہ اُسکی مصنوعات اور عجائبات قدرت سے اُسپر استدلال کیا جائے اور بھی کوئی عقلی دلیل ہو سکتی ہے۔ پس جب کوئی انہیں مصنوعات میں غور کرے گا۔ اور اُنکی تفصیلی حالت پر اُسے اطلاع ہوگی اُنکا استحکام اور یہ امر کہ اُنکے بنانے میں ضرور ارادہ اور حکمت سے کام لیا گیا ہے اُس پر ظاہر ہوگا اور ضرورت اور اتفاق اُسکے نزدیک ساقط الاعتبار قرار پائیں گے تو اُس وقت آپ دیکھیں گے کہ ایسے شخص کے دل میں ایمان نے پہاڑ سے بھی زیادہ مضبوطی کے ساتھ اپنا قدم جما لیا ہے اور آپ کو نظر آئیگا کہ ضلالت و گمراہی کی دست درازیوں سے وہ کوسوں دور جا پڑا ہے اُس پر

[ع] پنکریاس معدہ سے متصل ایک گلٹی ہوتی ہے جس سے عرق ہاضم نکلتا ہے جسکو لبلبہ کہتے ہیں ۱۲۔

اس کا جادو ہرگز نہیں چل سکتا۔
اور اگر کوئی یہ کہے کہ جو لوگ اُن کالجوں میں داخل ہوتے ہیں جن میں کہ علوم کائنات کی تعلیم ہوتی ہے خصوصاً جن میں کہ علم طب وغیرہ میں کام آنے کی غرض سے علم نباتات یا علم حیوانات پڑھایا جاتا ہے تو اُن میں سے اکثر کی ہم یہ حالت دیکھتے ہیں کہ ان علوم کے حاصل کرنے کے بعد وہ کالج سے کیا نکلتے ہیں بلکہ اسکے ساتھ ہی دائرہ اسلام سے بھی خارج ہو جاتے ہیں اُنکے عقائد اسلامی عقائد سے کوسوں دور معلوم ہوتے ہیں۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ وہ موجد عالم کے اعتقاد کو چھوڑ بیٹھتے ہیں وجود کائنات اور تمام موجودات کے آثار کو مادہ اجزا ارادہ کی حرکت۔ طبیعت۔ قوانین قدرت فطرت وغیرہ اشیاء کے حوالہ کرتے ہیں اُنکے نزدیک خدا کوئی چیز ہی نہیں ہوتا اگر کچھ ہے تو نیچر ہے جو کچھ ہوتا ہے اسی بے شعور ناسمجھ نیچر سے ہو جاتا ہے۔ پس جب انہوں نے اتنا بڑا اسلامی رکن منہدم کر دیا تو انہوں نے دین اسلام میں سے اعتقاد ہی کس بات کا کیا ہے؟ اب اونسے کس عبادت کی امید ہو سکتی ہے؟ اور اون کی کونسی خصلت کونسا ادب قابل ستائش ٹھیر سکتا ہے خصوصاً جب وہ فن طبیعات بھی پڑھ لیتے ہیں جب اُنہیں کائنات کے قوانین قدرت پر اطلاع حاصل ہو جاتی ہے اور جب وہ اُنکے اثر کرنے کی کیفیت سے واقف ہو جاتے ہیں تب تو اُنکے ملحدانہ خیالات کا کچھ ٹھکانا ہی نہیں ہوتا پس جب ایسی کیفیت ہو تو یہ کہنا کہاں رہا کہ جو لوگ ان علوم کو تفصیل کے ساتھ حاصل کرتے ہیں وہ خالق کائنات کے وجود کے یقین کرنے اور اُسکے وجود کے نہایت ہی قوی اعتقاد رکھنے کے زیادہ مستحق ہیں۔
اس اشکال کا جواب مجھسے سنئے انشاء اللہ میں اس اعتراض کا شافی و کافی جواب دوں گا اور میں اپنے جواب سے اپنے اسلامی بھائیوں کو متنبہ کرکے اس امر کی طرف متوجہ کروں گا کہ وہ اس بلائے بے درمان کے دور کرنے کی جانب راغب ہو جائیں جو کہ انکی نسل کے نوجوانوں میں سرایت کرتی چلی جاتی ہے ورنہ آیندہ نسلوں میں جاکر اس کا علاج قریب قریب ناممکن کے ہو جائیگا اسلئے بہتر ہے کہ اس ہا وقعت اور قابل قدر دین کی حمایت کرنے میں کوتاہی نہ کریں اور اسکے تدارک کرنے کی طرف ابھی سے نہایت سرگرمی کے ساتھ متوجہ ہو جائیں۔ پس سنئے کہ یہ علوم مذکورہ یعنی علم نباتات و علم حیوانات اور اسی طرح علم فلکیات۔ علم کائنات جو ایسے ہی اور علوم طبعیہ جنمیں کہ کائنات کے قوانین قدرت سے بحث کیجاتی ہے جن میں کہ روشنی۔ پانی۔ ہوا۔ قوت کہربائی وغیرہ کے خواص بیان کئے جاتے ہیں اس میں تو ذرا بھی شک و شبہ نہیں کہ ان علوم کے مباحث خالق کائنات کے وجود پر جنکے احوال سے ان علوم میں بحث کیجاتی ہے نہایت قوی دلیلوں کے ساتھ دلالت کرتے ہیں اور انسے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا بنانے والا بہت ہی بڑا صاحب قدرت اور اعلیٰ درجہ کی حکمت رکھنے والا ہے کیونکہ ساری کائنات اسی خالق کے آثار ہیں اور مؤثر پر اسکے آثار ہی کو دیکھکر استدلال کیا جاتا ہے اور پھر چونکہ ان علوم کے مباحث میں عقل پر کائنات کے اسرار اور حکمتیں منکشف ہو جاتی ہیں اور اُسکے نزدیک یہ امر ظاہر ہو جاتا ہے کہ ضرور یہ چیزیں کسی ذی اختیار نے اپنے قصد اور ارادہ سے بنائی ہیں اور اُنکے بنانے میں اعلےٰ درجہ کی تدبیر اور

پس اے مادہ کے قدیم ماننے والو اور اے میرے انسانی بہائیو کیا جب ہیں تمام کائنات کے حادث ہونے اور زمین و آسمان کے پیدا کرنیوالے کے واجب الوجود
ہونے پر اتنے دلائل آپ لوگوں کے سامنے قائم کر چکا تو کیا اسکے بعد بھی آپ مادہ کے قدیم ہونے پر اصرار کرینگے اور یہی کہے جائینگے کہ مادہ کے ذرات
بسیطہ کی حرکت ہی تمام کائنات کو بنانیوالی ہے اور خدائے عالم کا جسنے کہ اپنے وجود پر روز روشن کے مثل کہلی کہلی دلیلیں قائم کر دی ہیں انکار
ہی کرتے رہینگے ہیں آپکے لئے اس امر کی دعا کرتا ہوں کہ آپکی عقلیں مختل ہونیسے محفوظ رہیں اور آپ تمام اشیا کو انصاف کی نگاہ
دیکھیں ہیں بمقتضائے انسانی ہمدردی کے آپ لوگوں سے اس امر کی درخواست کرتا ہوں کہ آپ اپنے فکروں سے آزادانہ طور پر غور کریں
اور سوچیں اور ان مغالطہ آمیز باتوں اور واہی تباہی شبہوں سے دہوکا نہ کہائیں جنکی وجہ سے خدانخواستہ آپکو سخت مصیبت اٹھانا پڑے
کیونکہ زندگی کی مدت بہت ہی تہوڑی ہے چند روز میں گذر جائیگی اور جو کچھ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے پیرو کہتے ہیں اسکے صحیح ہونیکی
صورت میں آپکو اس زندگی کے ختم ہونیکے بعد نہایت سخت ہولناک چیزوں سے سامنا پڑیگا اسوقت پشیمانی کچھ کام نہ آئیگی اور اپنی اس غلطی پر
ہمیشہ افسوس کرنا پڑیگا اور عاقل کو تو چاہئے کہ ایسا طریق اختیار کرے کہ جو زیادہ تر احتیاط پر مبنی ہو اور اس امر کا بھی لحاظ رکھے کہ جسکا
وقوع ہونا ذرا مشکل ہے کیوں نہ ہو چہ جائیکہ کہ اگر کسی شے کا وقوع بالکل آسان بھی ہو اور اسکے وجود میں آجانیکی امید بھی پائی جاتی ہو
بہلا اپنے اور پیروان محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے حالات میں غور تو کیجئے اگر آپ ذرا بھی غور کریں تو معلوم ہو جائے کہ آپکی مثال انکے ساتھ
اُن دو شخصوں کی سی ہے کہ جو کسی نہایت رفیع الشان اور مضبوط کوٹہی میں داخل ہوئے ہوں جسمیں کہ متعدد مستحکم کمرے اور نشستگاہیں
پائی جاتی ہوں وہ دروازوں اور جنگلوں سے آراستہ ہو اور اسکے برآمدے اور ڈیوڑہیاں بہت اہتمام اور استحکام کے ساتھ بنائی گئی ہوں
اور ان کمروں میں اعلیٰ درجہ کے فرش بچھے ہوں بڑے بڑے بلند تخت لگے ہوں۔ نہایت بیش قیمت برتن اسکے چاروں طرف
قرینہ سے رکہے ہوں مختلف گہڑیوں متعدد مقیاس الحرارت اور مقیاس الہوا کے ذریعہ سے اسکی دیواروں کی زیبایش کیگئی ہو اسمیں
بود و باش کرنے کے لئے جتنے ساز و سامان ضروری ہوں سب ہی کچھ موجود ہوں اسکے چاروں طرف نہایت خوبصورت سیرگاہیں
نظر آتی ہوں گرد اگرد ایسی چمن بندی کیگئی ہو جسمیں درختوں کا صف باندھکر ایستادہ ہونا نگاہوں کو بہت خوش آیند معلوم ہوتا ہو
قسم قسم کے پہولوں کی کیاریاں موقع موقع سے بنائی گئی ہوں اسکی نہروں اور جدولوں میں پانی شوخی سے بہ رہا ہو۔ اسکی مستحکم
بنی ہوئی حوضیں لبالب بہری ہوں خلاصہ یہ کہ عیش و آرام کے سارے سامان مہیا ہوں کہ جو انہیں دیکھے یہی کہے کہ فلاں چیز
فلاں حکمت پر مبنی ہے۔ اس چیز سے یہ فائدہ ہے اسکا بنانیوالا کیسا ذی اختیار اور مدبر تہا جسنے کہ جو چیز بنائی ایک قرینہ سے
بنائی اور جس شے کے لئے جو مقام تجویز کیا اسکے لئے وہی مناسب تہا اب ایسے مقام پر پہونچکر ان دونوں شخصوں میں سے ایک تو
یہ کہنے لگا کہ ساری صناعی خود بخود تو ہو نہیں سکتی ضرور کسی بڑے صناع نے اسکو بنایا اور اسکی تمام اشیا کو مستحکم کیا ہے صاحب
اسمیں تو ذرا بھی شک نہیں کہ اس کا بنانیوالا ان ساری صناعیوں پر خوب ہی قادر تہا وہ اسکے تالیف و ترتیب کے طریقوں سے
بھی بڑی واقفیت رکھتا تہا جب تو اسنے انتہا درجہ کی حکمت کے موافق اسکو اسقدر مضبوط و مستحکم بنایا اور خوبی یہ کہ اسکے تمام ہی
لوازمات کامل طور پر اسنے مہیا کر دئے تاکہ یہاں رہنا اور کما حقہ عیش و آرام سے بسر کرنا ممکن ہو کوئی امر آسایش میں مخل نہ
ہونے پائے اسکا بنانیوالا اگرچہ ہماری نظروں سے غائب ہے ہمنے اسکو دیکھا نہیں اور نہ ہماری عقل کی یہاں تک رسائی ہوئی
کہ ہم اسکی حقیقت دریافت کر لیتے لیکن تاہم اس بات میں تو ذرا بھی شک نہیں کہ وہ ہے ضرور اور اسمیں علم۔ قدرت۔ تدبیر

نوبت پہونچی کہ فرش باقاعدہ بچھہ گئی برتن قطاروں میں آراستہ ہو گئی گھڑیاں اور مختلف قسم کے مقیاس دیوار پر آویزاں ہو گئی یہی حالت آن ورختون
اور پہولوں کی ہوئی جو یہاں کی سیرگاہوں میں باقاعدہ لگی ہوئے ہیں اُنکے بیج ہوا میں اڑکر یہاں تک پہونچگئی اور اس زمین پر جمکر اُگ آئے اور ہوا کیوجہ
سے ادہر اُدہر منتقل ہو ہو کر باقاعدہ طور پر آراستہ ہو گئے حتے کہ وہ موجودہ حالت پر نظر آنے لگے خلاصہ یہ کہ ہواؤں کی آمد و رفت اور بارش کے اثر سے
کبہی کوئی چیز ادہر ہوئی کبہی اُدہر کبہی اُنکی صورت مناسب وضع پر ہوئی کبہی اُسکے خلاف اسطرح پر مختلف صورتیں بدلا کیں یہاں تک کہ ان اسباب نے اسکو
موجودہ ساخت پر پہونچا دیا اور جب وہ کوٹہی استحکام اور باقاعدگی کے اس مرتبہ پر پہونچگئی تو اب اُسمیں ہوا اور بارش کے مقابلہ کرنیکی پوری قوت آگئی اسکی وجہ سے
ان سب چیزوں میں جو تبدیلیاں اس سے پہلے واقع ہوا کرتی تہیں اب نہیں ہوتیں اور اُسکی وجہ یہی ہے کہ پہلے کی شکلوں میں اسقدر استحکام نہیں آیا تہا جتنا کہ اب
موجود ہے اور میرے نزدیک اس کوٹہی کا مع سارے ساز و سامان کے انہیں اسباب مذکورہ کیوجہ سے موجود اور مرتب ہو جانا کچھہ مستبعد نہیں ہے کیونکہ ہوا اور بارش میں
اگرچہ نہ کچھہ عقل ہے اور نہ علم اور نہ وہ دونوں کوئی کام اپنے قصد اور ارادہ سے کرتے ہیں لیکن اُنکی حرکات اور تصرفات کا بکثرت واقع ہونا اور ان میں فرق کا لگاتار پایا
جانا یہ سب چیزیں ایسی ہیں جنہوں نے اس کوٹہی اور اسکے سارے ساز و سامان کو حالت موجودہ پر پہونچا دیا اور اسمیں اسقدر استحکام آگیا اور میرے نزدیک اس بات کی دلیل
کہ یہ کوٹہی کسی ذی نے اپنے قصد سے نہیں بنائی اور نہ کسی حکمت کی اسمیں رعایت کیگئی ہے یہ ہے کہ اسمیں بعض ایسی چیزیں بہی پائی جاتی ہیں جنمیں ارادہ اور حکمت کا نام و نشان بہی
نہیں معلوم ہوتا پس اے اہل سائنس اور مادہ کے قدیم ماننے والو ان دونوں شخصوں میں سے پیروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مثال تو پہلے شخص کی سی ہے جو یہ
کہتے ہیں کہ جسنے یہ تمام کائنات ایجاد کی ہے وہ صاحب ارادہ ذی قدرت علم اور حکمت رکھنے والا خدا ہے اگرچہ یہاں تک اُنکی رسائی نہیں ہوئی کہ خدا کو وہ اپنی آنکہہ سے
دیکھہ لیتے لیکن اُسکی مصنوعات کو دیکھکر اُنہوں نے اُسکے وجود اور اُسکے صفات پر استدلال کر لیا اور اگر کہیں اُسکی کسی مصنوعات کی حکمت اُنکی سمجھہ میں نہیں آئی تب بہی اُنہوں نے
اس امر کو تسلیم کیا کہ اسمیں بہی کوئی نہ کوئی حکمت ضرور ہے جو ہمپر پوشیدہ ہے اور کیونکر نہ تسلیم کرتے وہ اُسکی باقی مصنوعات میں انتہا حکمتیں مشاہدہ کر ہی چکے تہے اور
دوسرے شخص کی مثال آپ لوگوں کی سی ہے جو لسبات کے قائل ہیں کہ مادہ کی حرکت ہی نے تمام کائنات کو زمانہ دراز میں اسطرح پر بنایا ہے کہ وہ حرکت اجزاء مادہ کیطرح طرح کی
صورتیں لیتی رہی حتی کہ تمام کائنات موجودہ حالت پر پہونچگئی اور انتخاب طبعی کے قانون کے موافق وہ ایسے درجہ پر جا پہونچی جسپر کہ اُسکو قرار رہ سکے اور یہی قانون کائنات
کے نظام کا حافظ ہے اور یہی نہایت عمدہ اشیاء کو باقی رکھتا ہے اس عالم میں حکمت اور قصد کے پائے جانے پر آپ کا استدلال یہ ہے کہ بعض چیزیں عالم میں ایسی پائی جاتی
ہیں کہ جنمیں حکمت اور قصد کا نام و نشان بہی نہیں معلوم ہوتا اور آپ لوگ ہزاروں لاکہوں حکمتوں سے جو اس امر کی کہلی کہلی شہادت دے رہی ہیں کہ اس کائنات کا بنانے والا
بڑا ہی حکمت سے غافل ہے پس ذرا غور تو کرو کہ ان دونوں شخصوں میں سے کون اس امر کا مستحق ٹہیر سکتا ہے کہ عقول سلیمہ اوسکی بات مانیں اور نفسانی تعصبات
اور شیطانی خواہشات سے آزاد عقلیں اُسے تسلیم کریں لیے عقلمند والیسا اندہیر کہ حق کو واضح ہو جانیکے بعد بہی اُسکے ساتہہ روگردانی سے کام لیا جائے اور امر محسوس
کے ظاہر ہو جانے کے بعد بہی اپنی ہٹ کیجائے یا اشرم ! اشرم ! ہم سبکی ہدایت کا خدا ہی مالک ہے جسے چاہے وہ ہدایت کرے۔
اب جبکہ میں صانع عالم کے وجود پر اُسکے تمام صفات کمال کیساتہہ متصف ہونے پر تمام نقائص سے منزہ ہونے پر اور اس امر پر کہ مادہ مادیات اور جمیع کائنات کا پیدا کرنیوالا
وہی خدا ہے آپ لوگوں کے لئے ایسی دلائل قایم کر چکا جنسے مجہے امید ہے کہ انشاء اللہ آپکی عقلونکی تسکین ہو جائیگی اور وہ دلائل آپ لوگوں کے لئے راہ ہدایت میں چلنے
کا باعث ہو جائینگی تو اسکے بعد مجہے آپ لوگوں سے کچھہ اور عرض کرنا ہے وہ یہ ہے کہ میں نے آپ لوگونکی کتابوں میں چند شبہے دیکہے ہیں کہ اگر آپ لوگ اُنکو قطعی دلائل سے
دفع نہ کریں تو وہ آپکے ایمان میں ضرور رخنہ اندازی کا باعث واقع ہوں اور اُنکا نتیجہ نہایت برا ہو لیکن ہاں اگر آپ لوگ اہتمام کیساتہہ حق تک پہونچنے کے
طالب ہو جائیں ان دلائل کو جو میں نے آپ لوگوں کے لئے قائم کی ہیں اپنے دلوں میں جگہ دیں۔ اس خدا کی عظمت کو پیش نظر کر لیں طریق معرفت میں اپنے عجز کا اعتراف
کریں اور تسلیم کر لیں کہ خدا نے پاک اور اُسکے تمام اعمال کے احاطہ کرنیسے ضرور ہم لوگ قاصر ہیں تو پہر یہ سارے شبہے ساقط ہو جائیں اور اس امر کا اعتقاد کر لینا

کہ خدا موجود ہے اور اسی نے ساری کائنات کو پیدا کیا ہے آپ لوگوں پر بالکل آسان ہو جائے اور ذرا بھی دقت نہ پڑے۔ اب ان شبہوں میں سے جو آپ لوگوں کی (یعنی اہل سائنس کی)
کتابوں میں کثرت سے ہیں نہایت ہی مشہور شبہوں کو ذکر کرتا ہوں اور انشاء اللہ ثابت کر دونگا کہ وہ بالکل ہی لچر ہیں پس سنیے پہلا شبہ۔ آپ لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہماری عقلوں میں یہ بات
نہیں آتی کہ کوئی شی موجود تو ہو لیکن نہ وہ جسم ہو نہ جسم کا مادہ ہو نہ جسم کی صورت ہو نہ کوئی ایسا مادہ ہو کہ کسی معقول صورت میں سمجھ میں آسکے نہ اسکی مقدار اور کیفیت کم و بیش آ
سکتی ہوں اسکا فعل تو اسی سے صادر ہوتا ہو لیکن اسکے ساتھ متصل نہ ہو اور اس سے آپکا مقصود خدائے پاک کی ذات ہے۔ دوسرا شبہ۔ آپ لوگ کہتے ہیں کہ یہ بات ہماری
سمجھ میں نہیں آتی کہ کوئی شے عدم محض سے وجود میں آئے یعنی پہلے نہ ہو اور پھر موجود ہو جائے اور اس سے آپکا مطلب یہ ہے کہ مادہ کا عدم سے وجود میں آجانا ہماری عقل میں نہیں
سما سکتی۔ تیسرا شبہ۔ آپ لوگ کہتے ہیں کہ اگر نظام کائنات میں قصد اور حکمت کی رعایت ہوتی تو ہر شے میں قصد و حکمت کے پورے پورے آثار موجود ہونا ضروری
تھا حالانکہ عالم میں ایسی اشیا بھی ہم دیکھتے ہیں کہ قصد اور حکمت پر وہ منطبق نہیں ہوتیں بلکہ قصد اور حکمت کے خلاف معلوم ہوتی ہیں اسلئے علی وجہ الضرورت یہی کہنا
چاہئے کہ تمام چیزیں علی وجہ الضرورت ہو گئیں ایسا ... انطباق ہوگا یعنی تمام اشیاء میں جب قصد اور حکمت کے آثار ہماری سمجھ میں نہیں آئے تو بس یہی کہنا چاہئے کہ تمام چیزیں علی وجہ الضرورت ہو گئیں
کہتا ہوں کہ سابق کی تمام بحث سے آپ اس بات کو جان چکے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیرو خدائے عالم اور اسکی تمام صفات پر اسی کائنات سے استدلال کرتے ہیں
اسواسطے کہ کائنات کے حادث ہونے پر دلیل قائم ہو چکی ہے اور اسکا خود بخود پایا جانا محال ہے اور یہ کائنات عظمت عجیب صنعت استحکام اور مضبوطی کے اعتبار سے ایسے مرتبہ پر
پہنچ چکی ہے کہ ان سب پر حاوی ہو جانا اور سب کو احاطہ کر لینا انسانی عقل کا کام نہیں ہے وہ اس سے بالکل عاجز ہے پس اسوقت یہ کائنات اپنے پیدا کرنیوالے کی صفات اور خود اسکی
کی عظمت پر اور اسکی حکمت کے نہایت ہی عالی ہونے پر کہ جسکا حصر کر لینا ممکن ہی نہیں اور نہ افکار اسکو حاوی ہو سکتی ہیں بہت اچھی طرح سے دلالت کرتی ہے اور انسانی
عقل کا یہی خاصہ ہے کہ آثار کی عظمت سے مؤثر کی عظمت استدلال کیا کرتی ہے اور جسقدر کہ آثار عظیم ہوا کرتے ہیں اسیقدر مؤثر کی عظمت معلوم ہوتی ہے چنانچہ
ہم اور آپ گذشتہ قوموں کی قدر و منزلت پر انکے آثار کی عظمت ہی دیکھکر استدلال کیا کرتے ہیں۔

پھر اگر آپ علمی تحقیقات میں غور کریں اور جتنی چیزیں کہ آپکو دریافت ہو چکی ہیں ان اشیاء سے انکا مقابلہ کریں جو ابتک معلوم نہیں ہو سکیں اور جن پر کہ ابتک پردہ پڑا ہوا ہے تو آپکو
معلوم ہو جائیگا کہ کائنات میں آپکی معلومات بہت ہی کم ہیں حتی کہ جو نسبت ایک قطرہ کو سمندر کے ساتھ یا ایک ذرہ کو ریگستان کے ساتھ ہوتی ہے وہ بھی مشکل سے نکل سکیگی
اور یہ ایسا دعوی ہے کہ جسکا آپ ہرگز انکار نہیں کر سکتے ورنہ علم طب علم کیمیا علم تشریح علم فزیالوجی (وہ علم جسمیں اعضاء حیوانات وغیرہ کے افعال اور حکم سے بحث ہوتی ہے)
علم بائلوجی علم جیالوجی (علم طبقات الارض) علم فلکیات علم کائنات جو اور جو کے علاوہ اور علوم میں جنمیں آپ لوگوں کو خوب مہارت ہے اور جنکی کہ بڑی بڑی ضخیم جلدیں کی جلدیں
آپ لوگوں نے تالیف کر ڈالی ہیں اور انکے بیان میں آپنے بڑی طول سے کام لیا ہے ان سب علوم کو لیجئے انکی کتابوں کو اٹھا کر دیکھئے قریب قریب کوئی صفحہ ایسا نہ ہوگا
کہ جسمیں آپ لوگوں کو یہ کہتے ہوئے نہ پاتے ہوں کہ فلاں امر کی حقیقت ہمیشہ نامعلوم رہی یا اس شے کی حقیقت کے کافی طور پر بیان کرنے تک علما کی رسائی نہ ہو سکی اسمیں انہوں نے بڑا اختلاف
کیا۔ فلاں شے کے بارہ میں کوئی بھی قطعی رائے قائم نہ ہو سکی۔ فلاں شے کا فعل ہمیشہ مخفی رہا۔ فلاں شے کے نتائج کی اطلاع ہی نہ ہوئی علاوہ انکے اسیطرح کی اور عبارتیں لکھا کرتے
رہے ہیں کیونکہ کائنات میں بکثرت ایسی چیزیں موجود ہیں جنکی حقیقت سے ناواقفیت کے آپ لوگ خود قائل ہیں۔ اور آپ لوگ تو ہمیشہ ہی اسی کوشش میں سرگرم رہتے ہیں کہ
کسیطرح اشیاء عالم کی حقیقتوں کو دریافت کریں چنانچہ آپ علمی مجالس میں اور اشیاء کائنات کی نسبت اپنی اپنی رائے ظاہر کرتے ہیں اور بہتیرے ایسے ہیں کہ انکو اپنی رائے کی غلطی ہی جو
انہوں نے ایک زمانہ صرف کر کے حقائق اشیاء کی نسبت قائم کی تھی صحیح ہو جایا کرتی ہے اور یہ ایک ایسی ظاہر بات ہے جس سے کوئی انکار ہی نہیں کر سکتا کیا آپ اور کیا علماء جو اپنی
تحقیقات علمیہ کے درپے رہتے ہیں اس امر سے خوب واقف ہیں۔ اسکی اتنی مثالیں موجود ہیں کہ جنکا کوئی شمار ہی نہیں اگرچہ شاید آپ لوگ اس امر سے انکار کریں اور بکثرت اشیاء سے
ناواقفی اور اپنے علم کی قلت کا ہٹ دھرمی سے اقرار نہ کریں تو میں آپ سے کہونگا کہ اس بات کی بہت ہی بڑی دلیل یہ ہے کہ آپ لوگ مادہ کی حقیقت سے جسے کہ آپ مدت سے دیکھتے
اور چھوتے رہتے ہیں ابتک ناواقف ہیں اور آجتک فلسفی دنیا میں اس کی حقیقت کی نسبت کوئی قطعی رائے قائم نہیں ہوئی حالانکہ مادہ ہی آپ لوگوں کے نزدیک تمام کائنات کی اصل ہے اسیطرح دیکھئے

سے جن اشیاء کا ہم کو ادراک ہوا کرتا ہے آج تک اس کی حقیقت دریافت نہ ہو سکی کہ دماغ ان چیزوں کا کیونکر ادراک کر لیتا ہے غایت سے غایت آپ اسبارہ میں یہ کہیں گے کہ بیرونی اشیاء کی صورتوں کو دماغ تک بہونچا دیا کرتا ہے اور وہ ادراک کر لیتا ہے۔ اب رہی یہ بات کہ اس ادراک کی حقیقت کیا ہے اور اسکا کافی ووافی بیان تو وہ آج تک پورے طور سے آپ لوگوں سے نہیں ہو سکا (اور نہ کبھی ہوگا) اسیطرح حیات یعنی زندگی کی حقیقت کو لیجئے اسکی نسبت آپ اپنے خیال کے موافق یہی کہتے ہیں کہ ذرات مادہ میں باہم جو فعل واقع ہوتا ہے اور اس سے جو آثار ظاہر ہوتے ہیں انہیں میں سے یہ بھی ایک اثر کا ظہور ہے۔ علی ہذا القیاس عقل کی بھی یہی کیفیت ہے وہ بھی آپ کے نزدیک منجملہ آثار کے ایک اثر کا ظہور ہے۔ رہا اس ظہور کی حقیقت کا شافی وکافی بیان کرنا تو یہاں تک آپ کی رسائی ہو ہی نہ سکی اور نہ شاید کبھی ہوگی منجملہ اور مسائل کے ایک جزئی مسئلہ کو دیکھئے وہ یہ ہے کہ آپ لوگوں کی تحقیق کے موافق روشنی اپنی رفتار اور آنکھ کے مختلف طبقوں میں نفوذ کرنے کے لحاظ سے قوانین فطرت کے موافق دیکھی ہوئی چیزوں کی شبکیہ پر الٹی صورت مرتسم کرتی ہے اب آپ لوگ اس امر کی تحقیق نہ کر سکے کہ عقل اسکو سیدھا کیوں دیکھتی ہے۔ اس مسئلہ کی نسبت پیشتر میں ایک احتمال بیان کر چکا ہوں شاید اس سے یہ اعتراض رفع ہو جائے۔

اور جس امر میں کہ میں گفتگو کر رہا ہوں اسمیں بہت بڑی گنجایش ہے اگر میں ان تمام اشیاء کو جنسے کہ آپ اپنے علمی مباحث میں ناواقفی کا اظہار کیا کرتے ہیں شمار کرنا شروع کروں تو کلام میں ضرورت سے زیادہ طوالت ہو جائے۔ میں اتنے مختصر بیان کو بھی منصف کے لئے کافی خیال کرتا ہوں اور ٹھکانے کی بات تو یہی ہے کہ موجودات عالم کی نسبت آپ لوگوں کی ناواقفی اعلیٰ درجہ پر ہے اور بہت ہی بڑھی ہوئی ہے۔ جب یہ حالت ہو اور پھر اسوقت آپ خدائے عالم کی عظمت کا اسکے آثار قدرت سے استدلال کرکے خیال باندھیں اور حقایق اشیاء کی نسبت اپنی ناواقفی کے مرتبہ کو بھی پیش نظر رکھیں تو اسوقت حق اور انصاف کی بات تو یہی ہے کہ اس خدائے عظیم کی حقیقت دریافت کرنے کی ڈینگ سے اپنے آپ کو باز رکھیں۔ اگر انصاف اور شرم بھی کوئی چیز ہے تو کس منہ سے آپ کہہ سکتے ہیں کہ ہم خداوند عالم کی حقیقت دریافت کرنے کی قابلیت رکھتے ہیں جبکہ اس کی مصنوعات میں سے ادنیٰ ادنیٰ چیزوں کی حقیقت سے آپ ناواقف ہیں بقول شخصیکہ ؎

تو کار زمیں را نکو ساختی	کہ با آسماں نیز پرداختی

اور وجہ یہ ہے کہ جو شخص فرض کیجئے کہ ایک گھڑی کی تمام چیزوں کی حقیقت کے دریافت کرنے سے بھی عاجز رہے اور اس کا عجز ظاہر ہو گیا ہو تو اس کو کس طرح سزاوار ہو سکتا ہے کہ وہ محض اس گھڑی کو دیکھکر جس سے کہ صرف یہ معلوم ہو سکتا ہے کہ اس کا کوئی بنانے والا ہے اسکے بنانے والے کی حقیقت دریافت کرلینے کی ڈینگ مارنے لگے اور یہ کہنے لگے کہ میں گھڑی ہی کو دیکھکر بتلا سکتا ہوں کہ اسکے بنانے والے کی کیسی شکل وصورت ہے وہ سفید ہے یا سیاہ دراز قد ہے یا پستہ قد۔ موٹا ہے یا دبلا۔ اسیطرح اور چیزیں بھی۔ جو کوئی ایسے شخص کو محض گھڑی دیکھکر اسکے بنانے والے کی حقیقت دریافت کرلینے کی ڈینگ مارتے ہوئے سنیگا یہی کہے گا کہ کیا تیری عقل جاتی رہی ہے جو ایسی بیہودہ باتیں بکتا ہے۔ عقل کے پورے ذرا سمجھ تو سہی کہ اس گھڑی کے دیکھنے سے صرف یہ تو معلوم ہو سکتا ہے کہ اسکو کسی ایسے بنانے والے نے بنایا ہے جو اسکا بنانا جانتا ہے اور اسکے بنانے پر اسکو قدرت بھی حاصل ہے۔ رہی یہ بات کہ اس گھڑی کے دیکھنے سے یہ معلوم ہو جائے کہ اسکے بنانے والے کی حقیقت کیا ہے

اور اُس کی شکل وصورت کیسی ہے محض گھڑی کے دیکھہ لینے کا تو ہرگز یہ مقتضا نہیں ہوسکتا کہ اُس سے یہ سب کچھ بھی معلوم ہوجائے
اور یہ کیونکر ہوسکتا ہے جبکہ تو اُسکے تمام پرزوں کی بھی پورے طور سے حقیقت نہ جان سکا۔ حالانکہ وہ تیرے سامنے موجود ہیں تو پھر اسکے
بنانے والے کی حقیقت دریافت کرلینے کے لئے جو کہ تیری نظروں سے غائب ہے ناحق اپنے نفس کو تکلیف دیتا ہے۔ یہ امر نہایت
بیجا اور سراسر بے انصافی پر مبنی ہے۔ اور اگر آپ لوگ یہ کہیں کہ ہمارا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ ہم محض کائنات کو دیکھکر اُسکے بنانے والے
خدا کی حقیقت دریافت کرلیں گے بلکہ اسباب کو تو ہم بھی جانتے ہیں کہ محض کائنات کا دیکھہ لینا اُس خدا کی حقیقت پر دلالت
نہیں کرسکتا۔ اور نہ اس سے اسکی حقیقت ہمیں معلوم ہوسکتی ہے ہم تو یہ کہتے ہیں کہ جو خواص آپ نے ذکر کئے ہماری عقلوں میں یہ
نہیں آتا کہ کوئی چیز ایسی بھی ہوسکے جو اُن کے ساتھ موصوف ہوکر پائی جائے بلکہ ہماری عقلوں کو تو اسبات کا یقین ہے کہ ایسی
کوئی شے نہیں پائی جاسکتی کہ جو اُن خواص مذکورہ کے ساتھ موصوف ہو یعنی نہ وہ جسم ہو نہ مادہ جسم ہو۔ علیٰ ہذالقیاس اور خواص بھی
کیونکہ جتنی چیزیں موجودات عالم میں سے ہمیں معلوم ہوئی ہیں اُن میں سے کوئی بھی ایسی نہیں جسمیں خواص مذکورہ پائے گئے ہوں۔
تو اسکے جواب میں ہم کہوں گا کہ اگر آپ کی عقلوں کو اُسکے خیال کرنے کی قدرت نہ ہو تو اس سے یہ نہیں لازم آتا کہ وہ شے واقع میں
بھی موجود نہ ہو کیونکہ بکثرت ایسے حقایق ہیں کہ جنکو آپ پورے طور سے خیال نہیں کرسکتے اور پھر بھی وہ نفس الامر میں موجود ہیں۔
اور صرف اس لئے کہ اُن کے وجود پر دلیل قایم ہے اُن کا وجود مانا جاتا ہے اور آپ لوگوں کا یہ یقین کرلینا
کہ ایسی شے کا جو اِن خواص کے ساتھ موصوف ہو پایا جانا ممکن ہی نہیں قیاس بتمثیل سے ناشی اور اسی پر
مبنی ہے جیسا کہ آپ کے اس قول سے (کیونکہ جتنی چیزیں موجودات عالم میں سے ہمیں معلوم ہوئی ہیں اُن
میں سے کوئی بھی ایسی نہیں جس میں خواص مذکورہ پائے گئے ہوں) ظاہر ہوتا ہے۔ پس آپ لوگوں نے
جتنی اشیا کہ مشاہدہ کیں اُنپر قیاس کر کے یہ گمان کرلیا کہ ہر شے موجود کا ان خواص مذکورہ کے اضداد کے ساتھ موصوف ہونا
لازمی ہے۔ اور یہ قیاس کوئی قطعی دلیل نہیں ہے بلکہ محض ہوکے کی دلیل ہوتی ہے کیونکہ بسا اوقات یہ دلیل انسان کو دہوکا دیکر
غلطی میں ڈال دیتی ہے یہاں تک کہ وہ ایک شے کے احکام کو دوسری شے پر جاری کرنے لگتا ہے۔ حالانکہ وہ احکام اُس
دوسری شے پر بوجہ کسی امر فارق کے کہ جس کی اطلاع مستدل کو نہیں ہوئی جاری نہیں ہوسکتے اسوقت آپ لوگوں سے
پوچھا جاسکتا ہے کہ ایسا خدا جو نہ جسم ہو نہ جسم کا مادہ ہو یہاں تک کہ تمام مادی خواص سے منزہ ہو اگر موجود مانا جائے تو کیا خرابی
لازم آتی ہے اور اسکے ماننے سے کونسا امر مانع ہے۔ آپ لوگوں کا اُسکی حقیقت کے تصور کرنے پر قادر نہ ہونا یہ کوئی استحالہ
کی دلیل نہیں بن سکتی اسی طرح اُن چیزوں پر جو مادی عالم میں آپ لوگوں نے مشاہدہ کیں اُس خدا کو قیاس کرنا کہ جسکی وجہ سے آپنے
یہ یقین کرلیا کہ ایسے خدا کا وجود ناممکن ہے محض مغالطی قیاس ہے کیونکہ ان دونوں میں فرق کی وجہ موجود ہے اور وہ دونوں ہرگز
یکساں نہیں ہیں یہاں تک کہ ایک کے احکام دوسرے پر جاری کرنا صحیح ٹھہر سکے۔ اور اگر آپ کہیں کہ ہمیں اسکی ضرورت کیا ہے
اور کونسی شے ہمارے ذمہ اس امر کو لازم کرتی ہے کہ ہم اُس خدا کے وجود کو مان ہی لیں تو اسکا جواب ہم سے سنئے کہ وہ شے
اُس کے آثار قدرت ہیں کہ جو اُسکے وجود پر دلالت کرتے ہیں۔ اور اگر آپ کہیں کہ اچھا اس کی کیا ضرورت ہے کہ ہم اُس خدا کو جسم

ایک جزئی پر دوسری جزئی کو قیاس کر کے اُسکا حکم دریافت کرنا قیاس بتمثیل کہلاتا ہے - ۱۲ مترجم

کہ آپ کو اطلاع حاصل ہو گئی کہ فلاں چیز کے لئے فلاں شے سبب ہے مثلاً ایک شے کو دوسرے میں ملا دینا یا گرم کرنا یا بجھا دینا وغیرہ یہاں تک کہ اس طرح پر تحلیل یا ترکیب حاصل ہو گئی - باقی رہی عناصر کے متمیز ہو جانے کی حقیقت اور یہ کہ کیونکر ایک دوسرے سے جدا ہو جاتے ہیں یا ذرات مادہ کے خاص طور پر ملجانے کی کیا حقیقت ہے کہ جس سے شے مطلوب حاصل ہوتی ہے واقعی بات تو یہ ہے کہ آپ لوگ ان سب باتوں کو پورے طور پر تصور کرنے سے عاجز ہیں اور نہ ان کا صاف صاف بیان ہی کر سکتے ہیں چہ جائیکہ آپ ان سب کے عمل کرنے پر بھی قادر ہوں اور یہ کر سکیں کہ دوسرے عناصر کے ذرات بسیطہ سے ہر عنصر کے ذرات بسیطہ کو تحلیل کر کے بالکل جدا کر لیں یا ہر عنصر کے ذرات بسیطہ کو دوسرے کے ذرات بسیطہ کے ساتھ خاص اوضاع پر کہ جو لازمی ہیں ملا کر ترکیب دے لیں - اور اس سے آپ لوگوں کا صناعت اور عمل میں بھی عجز ظاہر ہو گیا جیسے کہ ادراک اور معرفت میں ظاہر ہو چکا ہے پس اے عقلمندو! کیا اسکے بعد بھی اس خدا کے اعمال کو اپنے اعمال پر اور اس کی قدرت کو اپنی قدرت پر قیاس کرنے کی ڈینگ مارتے رہو گے اور یہی حکم لگائے جاؤ گے کہ جب تم کسی شے کو عدم محض سے پیدا نہ کر سکے تو وہ خدائے قادر بھی اس سے عاجز رہیگا - آپ لوگوں کی غلط فہمی سے خدا کی پناہ! باوجودیکہ علم اور عمل دونوں میں آپ کا عجز ظاہر ہو چکا پھر بھی آپ دھوکے میں پڑے ہوئے ہیں اور اپنی زبردستی سے باز نہیں آتے اگر دنیا میں انصاف بھی کوئی چیز ہے تو آپ لوگوں کو تو لازمی طور پر وہ طرز و روش اختیار کرنا چاہئے جس پر کہ پیروان محمد صلے اللہ علیہ وسلم چل رہے ہیں کیونکہ یہ طریق بالکل سیدھا - بے انصافی سے خالی اور سراسر انصاف پر مبنی ہے اس طرز کے اختیار کرنے میں انہوں نے دور اندیشی بیدار مغزی اور انتہا درجہ کی احتیاط سے کام لیا ہے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ اُنکے نزدیک خدائے عالم کے وجود پر - اُس کی قدرت کے عجیب و غریب اور باعظمت آثار کے مشاہدہ کرنے سے قطعی دلیل قایم ہو چکی - اور اُنپر بحث و تدقیق سے یہ امر ظاہر ہو گیا کہ اس خدائے پاک کی عظمت کے مقابلہ میں اُنکے قوائے ادراکیہ بالکل قاصر ہیں اسوجہ سے اُسکی حقیقت کا سمجھنا اور تصور کر لینا اُنکے امکان سے باہر ہے اور اس سے وہ سراسر عاجز ہیں اور اس عاجز رہنے سے خدا کا وجود جو آثار قدرت کی دلالت سے اُنکے نزدیک ثابت ہو چکا ہے منتفی نہیں ہو سکتا اور نہ یہ خدا کے وجود پر جو قطعی دلیل سے ثابت ہو چکا ہے ایمان لے آنے کے منافی ٹھہر سکتا ہے -

پھر اُنکے نزدیک دلائل سے قطعی طور پر یہ بات ثابت ہو گئی کہ یہ عالم پہلے بالکل نیست تھا اور اُس کے بعد حادث ہوا ہے اور ظاہر ہے کہ عدم سے اُسکو حادث کرنے کے لئے کسی نہ کسی محدث کا ہونا لازمی ہے اور اُسی کو وہ خدا کہتے ہیں لیکن وہ اس احداث اور پیدا کرنے کی کیفیت کے تصور کرنے سے عاجز ہیں اور اس عاجز رہنے سے اسکا محال ہونا لازم نہیں آتا اور نہ یہ عاجز رہنا عالم کے اسی طور پر پیدا ہونے کے یقین کے منافی ہے کہ جو قطعی دلیل سے اُنکے نزدیک ثابت ہو چکا ہے -

پس اس موقع سے آپ لوگوں میں سے بعض کا وہ قول بھی ساقط ہو گیا کہ جو ایسے موقع پر وہ کہا کرتے ہیں جبکہ پیروان محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا ایسے خدا کے وجود کا اعتقاد کرنا ذکر کیا جاتا ہے کہ جو نہ جسم ہے اور نہ اُس کے لئے اجسام کے صفات ہی ثابت ہیں اور نیز یہ اعتقاد کہ اُس خدا نے عالم کو عدم محض سے پیدا کیا ہے اور وہ قول یہ ہے (کہ صاحب اس اعتقاد میں تو بہت ہی قوی ایمان کی ضرورت ہے جسمیں علم کو کوئی بھی دخل نہیں)

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس قول کے کہنے والوں نے شاید یہ سمجھ رکھا ہے کہ ایمان کسی شے کے محض سیدھے سادے طور پر

بہت سی حکمتیں بھی دریافت کریں اور اس سے انہوں نے اسبات پر استدلال کرلیا کہ وہ نہایت کامل حکمت والا ہے۔ پس کیا
ان کیڑوں میں سے ہر ایک کو یہ کہنا ضروری نہ ہوگا کہ میں اتنے سے ادراک کو لے کر جسکا کہ انسان اور اسکے اعمال کی عظمت اور
اسکی حکمت کی وسعت کے مقابل ہیچ کر کرنا بھی نامناسب ہے اُس کی حقیقت کے ادراک کر لینے کا دعوے کر سکتا ہوں مجھے
اسکی حقیقت کے دریافت کرنے سے سراسر عجز کا اقرار ہے۔ غایت سے غایت مجھے جو کچھ ہو سکتا ہے وہ یہی ہے کہ میں
اسکے وجود اسکی قدرت اس کی حکمت کا یقین کروں اسلئے کہ میں نے اسکے اعمال مشاہدہ کئے ہیں اور اسکی مصنوعات کے
بنانے کی جو کیفیت ہو اسکے ایک بہت بڑے حصہ کے سمجھنے سے اپنے عجز کا اقرار کروں اور محض اسوجہ سے کہ
میری عاجز فکر اس کا تدارک نہ کر سکی اسکے وجود سے انکار نہ کروں۔ اور جب میں اس کی مصنوعات میں سے کسی ایسی
شے کا مشاہدہ کروں جس کی حکمت مجھپر ظاہر نہ ہو تو میرے اوپر یہ بات لازم ہے کہ اسکی حکمت دریافت کرنے سے
اپنے عاجز رہنے کا اقرار کروں کیونکہ اسکے اعمال کی بکثرت حکمتوں سے اسکا ذی حکمت ہونا ثابت ہو چکا ہے اسلئے میں یہ
کہتا ہوں کہ ضرور اسمیں کوئی حکمت ہے لیکن وہ میری فہم قاصر پر مخفی رہ گئی ہے پس یہ کیڑے جب مثلاً ٹیلیگراف کی بلیوں کو
دیکھیں گے اور نیز یہ کہ انکے اوپر تار لگے ہوئے ہیں تو وہ یہ نہ کہیں گے کہ یہ سب راستوں میں بغیر کسی حکمت اور فائدے
کے بارش اور آفتاب کی گرمی سے تلف ہو جانے کے لئے لگے ہیں بلکہ کہیں گے کہ ضرور ان میں کوئی حکمت مدنظر رکھی گئی ہوگی
اگرچہ وہ ہمپر مخفی ہے۔

پس اے اہل سائنس آپ لوگوں کے علوم اور ادراکات اُس خدا کی عظمت اسکے اعمال کی عظمت اور اسکے علم اور حکمت کی وسعت
کے سامنے ایسے ہی ہیں جیسے کہ ان مائکراسکوپی کیڑوں کے ادراکات کو انسانی عظمت کے ساتھ اور نیز اسکے اعمال میں جو
قدرت علم اور حکمت پائی جاتی ہے اسکے ساتھ نسبت ہے بلکہ انصاف تو یہ ہے کہ اس سے بھی کہیں زیادہ تفاوت پایا جاتا ہے
انسانی ادراک کی خداوندی عظمت کے سامنے کوئی ہستی ہی نہیں جب یہ حالت ہو تو آپ لوگوں کا اپنے آپ کو نہایت عظیم
خیال کرنا اور اپنے معلومات اور معارف کی کثرت پر ناز کرنا کیا حقیقت رکھ سکتا ہے۔

میں اپنے خیال میں آپ لوگوں کو اسلامی گروہ میں سے ایک گمراہ اور مبتدع فرقہ (معتزلہ) کے بالکل مشابہ پاتا ہوں انہوں نے
خدائے تعالیٰ کے سامنے بھی اپنے آپ کو بہت کچھ عظیم سمجھا جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ خدا پر بھی اسکے خلق کے بارہ میں اپنی جانب
سے طرح طرح کی شرطیں لگانے لگے اور اس پر بھی مختلف احکام کی تعمیل کو واجب ٹھہرانے لگے۔ چنانچہ وہ اسبات کے
قائل ہو گئے کہ انسان کے حق میں جو امر بہتر ہو خدا کے ذمہ اسکا کرنا واجب ہے اور اس سے وہ بالکل غافل رہے کہ خدا
کے سامنے وہ ایسے ہی ہیں جیسے کہ مائکراسکوپی کیڑے انسان کے سامنے بلکہ اس سے بھی انتہا درجہ حقیر اور ذلیل ہیں۔ اس امر
سے بھی انہوں نے غفلت کی کہ خدائے پاک وہی ہے جسنے کہ انہیں عدم سے پیدا کیا ہے وہ انکا اور ان کی جانوں کا علی الاطلاق
مالک ہے اور وہ فاعل مختار ہے اپنی مملوک چیزوں میں جس طرح چاہے تصرف کر سکتا ہے وہ اپنی مملوک میں کیساہی کیوں نہ تصرف کرے
لیکن اس کی طرف ظلم کی ہرگز نسبت نہیں ہو سکتی۔ کیا آپ یہ نہیں دیکھتے کہ اگر کوئی بہت ہی بڑا بادشاہ پانی میں سے جسکا کہ وہ
مالک ہو ایک قطرہ لیلے حالانکہ اسمیں ان مائکراسکوپی کیڑوں میں سے ہزاروں ہی موجود ہوں اور پھر وہ اسے آگ میں ڈالدے

وارد ہونے کا یقینی طور پر علم حاصل ہوتا ہو قطعی طور پر ثابت ہو۔
اور مشہور وہ ہے جسکا شریعت میں وارد ہونا ایسے اسباب کے بکثرت پائے جانیکی وجہ سے جنسے کہ قلب کو اُسکے وارد ہونے کا
اطمینان حاصل ہوتا ہو قریب قریب یقینی کے ہو اور اسکا مرتبہ گمان غالب سے بڑھا ہوا اور یقین سے کچھ گھٹا ہوا ہے پھر
متواتر اور مشہور میں سے ہر ایک یا تو ایسے معنی پر دلالت کرتا ہوگا جسکے سوا کسی اور معنی پر دلالت کرنے کا اُس میں احتمال
ہی نہ ہو پس وہ کسی دوسرے معنے کی طرف نہیں پھیرا جاسکتا اور اُس میں تاویل نہیں ہوسکتی یہ قسم شریعت میں جتنے مقامات
پر کہ وارد ہوئی ہے۔ اُن میں سے کہیں کبھی کوئی قطعی دلیل عقلی اُسکے معنے کی مناقض نہیں واقع ہوئی اس قسم کا نام ہم
متعین المعنی رکھے لیتے ہیں اور یا مشہور اور متواتر ایسا ہوگا کہ اول نظر میں گو ایک خاص معنی پر اُس کی دلالت ہو لیکن اُسمیں
کسی دوسرے معنی کا بھی احتمال ہوسکتا ہو اگرچہ وہ کسی قدر بعید ہی ہو یہ قسم شریعت محمدیہ میں کہیں کہیں اسطور پر بھی واقع ہوئی
ہے کہ قطعی دلیل عقلی اُسکے ظاہری معنی کی مناقض ہے اسکا نام ہم ظاہر المعنے رکھے لیتے ہیں۔ پھر سننے کہ شریعت
محمدیہ میں نص متعین المعنی کا یہ حکم ہے کہ اگر وہ متواتر ہو تو اُسکے وارد ہونے اور اُسکے معنے متعین کی تصدیق کرنا ضروری
ہے اور اوسکے وارد ہونے کا انکار کرنا یا اُسکے معنی کی تکذیب کرنا موجب کفر ہے یعنے اسلامی دین سے خارج ہوجانے
کو مستلزم ہے اُس کی تاویل کرنا اور کسی دوسرے معنے کی طرف پھیر دینا ہرگز جائز نہیں ہے کیونکہ اوسمیں تاویل کا احتمال
ہی نہیں اور نہ کوئی قطعی دلیل عقلی اسکی مناقض ہے یہاں تک کہ اوسکی تاویل کرنے کی ضرورت پڑے اور اگر وہ نص متعین المعنے
مشہور ہے تب بھی اُسکے وارد ہونے اور اُسکے معنے کی تصدیق کرنا ضروری ہے اُسکے وارد ہونے سے انکار کرنا یا اُسکے
معنے کی تکذیب کرنے کا گمراہی اور نافرمانی میں شمار ہوتا ہے اُسکی تاویل کرنا اور اُسکو کسی دوسرے معنی کی طرف پھیر دینا اُسی
دلیل سے ناجائز ہے جس سے کہ متواتر متعین المعنی کا تاویل کرنا ناجائز ہے۔ اور نص ظاہر المعنی کا حکم یہ ہے کہ اگر وہ متواتر ہو تو اُسکے
وارد ہونے اور اُسکے ظاہری معنی کی تصدیق کرنا ضروری ہے اُسکے وارد ہونے سے انکار کرنا یا اُسکے معنی کی بلا کسی تاویل کے
تکذیب کرنا بھی کفر ہے اور جب تک کہ کوئی قطعی عقلی دلیل اُسکے ظاہری معنی کے خلاف پر دلالت نہ کرتی ہو۔ اُسکی تاویل کرنا بھی جائز
نہیں اور کسی قطعی دلیل کے مناقض ہونے کی صورت میں اُسکے ظاہری معنے سے دوسرے معنے کی جانب احتمالی طور پر پھیر دینگے
اور اُس کی تاویل کرینگے۔ اس طرح پر کہ اُس میں اور اُس امر میں جس پر کہ قطعی دلیل عقلی دال ہے موافقت ہوجائے۔ اور اگر نص ظاہر
المعنی مشہور ہے تو اُسکا حکم بھی نص ظاہر المعنی متواتر کا سا ہے صرف فرق اتنا ہے کہ اُسکے وارد ہونے کے انکار کرنے سے
یا اُسکے معنے کی تکذیب کرنے سے کفر نہیں لازم آتا بلکہ گمراہی اور نافرمانی ہی سمجھی جاتی ہے خلاصہ یہ کہ نص متعین المعنی متواتر
اور مشہور دونوں میں سے شریعت میں کوئی بھی ایسی نہیں جسکے مناقض عقل میں کوئی امر پایا جائے اور نہ اُسکی تاویل ہی جائز
ہے۔ اور نص ظاہر المعنی خواہ متواتر ہو یا مشہور اُن میں سے بھی کسیکی تاویل کرنا اور اُسکے ظاہری و متبادر معنی سے کسی دوسرے
معنی کی طرف پھیرنا جائز نہیں البتہ جس حالت میں کہ عقل کے نزدیک کوئی قطعی دلیل اُسکے ظاہری معنی کے خلاف قائم ہوجائے
اُسوقت بیشک اُس کی تاویل جائز ہے کیونکہ اُسکے متبادر معنی کے اعتقاد پر جمے رہنا اور اُس امر کو جس پر کہ قطعی عقلی دلیل دلالت
کرتی ہے چھوڑ دینا اصل اور مبنا دونوں کو گرا دینا ہے اور وہ اصل عقل ہے جس سے کہ اُس رسول کی جسنے کہ یہ تمام نصوص شرعیہ بتلائی ہیں

رسالت ثابت ہوئی ہے کیونکہ اگر عقل نہ ہوتی تو ہم اُس رسول کے دعوے رسالت میں صادق ہونے پر استدلال نہ کر سکتے
پس جب یہ اصل ہی منہدم ہو جائیگی تو فرع کا بھی لامحالہ انہدام ہو جائیگا پس عقلی دلائل کو چھوڑ دینا نقلی دلائل کو بالکل برہم کرنا
ہے اور یہ خلافِ مقصود ہے اسلئے ہر نص ظاہر المعنی کا جبکہ کوئی قطعی عقلی دلیل اُسکے مناقض ہو یہی حکم ہے کہ اُس میں تاویل کیجائیگی
اور پیروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک یہ کلیہ قاعدہ ہے (ایسا ہی بکثرت اسلامی کتب میں موجود ہے جیسے کہ تفسیر رازی
میں آیت لایکلف اللہ نفساً الا وسعہا کی تفسیر میں مذکور ہے اسی طرح مقاصد اور مواقف میں بھی ہے)

مثلاً قرآن مجید میں سکندر ذوالقرنین کے قصہ میں واقع ہوا ہے "حتی اذا بلغ مغرب الشمس وجدہا تغرب فی عین حمئۃ" یعنی یہاں
تک کہ جب (سکندر ذوالقرنین) آفتاب کے غروب ہونے کے مقام پر پہنچا تو اُسنے اُسے ایک دلدل والے چشمہ میں ڈوبتا پایا۔
پس اس نص متواتر کے ظاہری معنی یہ ہیں کہ آفتاب زمین کے چشموں میں سے کسی چشمہ میں ڈوبا کرتا ہے پس اگر عقلی قطعی دلیل اس ظاہری
معنی کے خلاف اور مناقض نہ قایم ہوتی تو شریعت محمدیہ میں اسی متبادر اور ظاہری معنی کا اعتقاد کرنا ضروری ہوتا اور اس کی تاویل
جائز نہ ہوتی اور اُسوقت یہ کہا جاتا کہ ایک سچے شخص کی خبر نے اپنے ظاہری معنی سے اسبات پر دلالت کی کہ آفتاب زمین کے
چشموں سے کسی چشمہ میں غروب ہوا کرتا ہے اسلئے اسکا اعتقاد کرنا ضروری ہے لیکن چونکہ عقلی قطعی دلیل اسبات پر قایم ہو چکی
ہے کہ آفتاب زمین سے بہت بڑا ہے اور بڑے جسم کا چھوٹے جسم میں سما جانا باوجودیکہ وہ دونوں اپنی مقدار ہی پر باقی بھی رہیں
محال ہے اور علاوہ اسکے اسبات پر بھی عقلی قطعی دلیل قایم ہو چکی ہے کہ آفتاب خود زمین ہی میں نہیں ڈوبتا پس اُسوقت اس
نص کی احتمالی طور پر تاویل کرنا اور اُسکو اُسکے ظاہری معنی سے پھیر دینا واجب ہے یوں تو اللہ ہی اپنی مراد کو خوب جانتا ہے
لیکن مثلاً یوں کہا جائیگا کہ ہو سکتا ہے کہ خدا تعالےٰ کا یہ مطلب ہو کہ ذوالقرنین جب مغرب کے شہروں میں سے اُس
مقام پر پہنچا تو اُسے دیکھنے میں ایسا معلوم ہوا جیسے آفتاب ایک دلدل والے چشمہ میں غروب ہو رہا ہے کیونکہ جو شخص مغربی
بلاد کے سواحل پر آفتاب کیجانب نظر کرے گا تو اُسکے خیال میں یہی آئیگا کہ آفتاب مغربی سمندر میں جو اُن بلاد کو گھیرے ہوئے
ہے ڈوب رہا ہے اور اس سمندر میں سیاہ رنگ کی کیچڑ اور تاریکی بھی بکثرت پائی جاتی ہے اور وہاں گرمی بھی بہت ہے اور یہ اُس
جانب اشارہ ہے کہ زمین کے مغربی کنارے کو سیاہ سمندر گھیرے ہوئے ہے خواہ ہم اُسکو مغربی افریقہ کا کنارہ کہیں
یا مغربی امریکہ کا اور یہ ہرگز مراد نہیں ہے کہ آفتاب حقیقۃً زمین کے چشموں میں سے کسی چشمہ میں غروب ہوتا ہے (یہ تاویل
تفسیر رازی، جلالین، اور تفسیر حواشی سے ماخوذ ہے جیسا کہ اسکو شیخ مرعی الحنبلی نے کتاب عجائب المخلوقات میں نقل کیا ہے
اور بعض اہل قصص نے جو یہ کہدیا ہے کہ آفتاب حقیقۃً چشمہ ہی میں غروب ہوتا ہے یہ بالکل بے ٹھکانا بات ہے
اور امر یقینی کے بالکل خلاف۔ اور خدا کا کلام ایسی تہمتوں سے بالکل مبرا ہے پس سوائے تاویل کی طرف رجوع کرنے
کے اور کوئی صورت باقی نہیں رہی ایسا ہی تفسیر رازی میں ہے)

اور اِس طرح پر تو لوگ بول چال میں کہا ہی کرتے ہیں کہ میں نے فلاں مقام پر آفتاب کو دریا میں ڈوبتے ہوئے پایا اور
فلاں مقام پر آفتاب کو پہاڑ کے پیچھے۔ یا فلاں وادی میں ڈوبتے ہوئے دیکھا حالانکہ قائل کا یہ ہرگز اعتقاد نہیں ہوتا کہ
ان مواقع مذکورہ میں سے کسی میں بھی آفتاب ڈوبتا ہو بلکہ مقصود اس سے یہ ہوتا ہے کہ دیکھنے میں جیسا معلوم ہوتا ہے اُسیکو

ف حتیٰ اذا بلغ مغرب الشمس وجدہا تغرب فی عین حمئۃ [illegible]

بیان کر دیا جائے۔

لیکن جب کوئی عقلی غیر قطعی یعنی ظنی دلیل شریعت کی کسی نص کے متبادر معنے کے مناقض واقع ہو تو اُس نص کی تاویل کرنا اور اُسکو متبادر معنی کے علاوہ کسی دوسرے معنی کی طرف راجع کر دینا ہرگز جائز نہیں بلکہ اُسکے ظاہری معنی کا اعتقاد کرنا اور اُسکو اپنی حالت ہی پر باقی رکھنا ضروری ہے کیونکہ وہ دلیل خود ضعیف ہے اُس کی وجہ سے ہم کو کوئی وجہ مجبوری کی نہیں ہے اور یہ امر واضح ہے کہ قطعی دلیل عقلی وہی ہو سکتی ہے جو اپنے مدلول پر یقینی طور پر دلالت کرے اور اُس میں اپنے مدلول کی نقیض کا احتمال بھی نہ ہو۔ اور ظنی دلیل عقلی اُسے کہتے ہیں جو اپنے مدلول پر رجحان کے ساتھ دال ہو اور اُس میں مدلول کی نقیض کا بھی احتمال پایا جاتا ہو اگرچہ وہ احتمال بعید ہی کیوں نہ ہو پس وہ اسی احتمال کے باعث سے یقینی کے درجہ سے گھٹ جاتی ہے اور اسلامی اعتقادات میں اُس پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا اسی لیے ظنی دلیل شریعت کی کسی متواتر یا مشہور نص کے ظاہری معنے کے معارض بھی نہیں ٹھیر سکتی اور نہ اس دلیل ظنی کی وجہ سے نص کو اُسکے ظاہری معنے سے پھیرنا ہی جائز ہے۔

پھر شریعت محمدیہ میں بعض ایسی نص بھی موجود ہیں جنکے لیے وہ شرائط جنسے کہ وہ متواتر یا مشہور کے درجہ کو پہونچ جاتی ہیں کامل طور پر نہیں پائی جاتیں اسلیے اُنکے وارد ہونے کا ثبوت یقینی نہیں ہے اور اس قسم کا نام آحاد ہے یہ بھی متعین المعنی اور ظاہر المعنی کی طرف منقسم ہوتی ہے اور اسلامی شریعت میں اُس کا یہ حکم ہے کہ شرعی اعمال میں اُسپر وجوباً اعتماد کر لیا جائے کیونکہ اعمال کے حق میں محض ظن کافی ہوتا ہے لیکن اسلامی معتقدات کے بارے میں اُسپر مستقلاً اعتماد نہیں کیا جا سکتا کیونکہ اس کے وارد ہونے کا ثبوت ظنی ہے یقینی تو ہے ہی نہیں اسلیے اُسکے شریعت میں وارد ہونے یا اُسکے معنے کا منکر کافر نہیں سمجھا جاتا۔[عـ۵] (چنانچہ اصول کی کتابوں میں اس کی تصریح موجود ہے لیکن اِن آحاد کو جب قابل اعتماد اشخاص نقل کریں اور مجتہدین نے عبادات کے بارے میں اُن پر اعتماد کر لیا ہو تو پھر جب تک کہ کوئی قطعی دلیل عقلی اُس کے معارض نہ ہو اُسکا انکار کرنا ہرگز جائز نہیں تاکہ کہیں اس طرح پر متواتر اور مشہور کے انکار کرنے تک نوبت نہ پہونچ جائے خدا پناہ میں رکھے)

ہاں جب خبر آحاد کے ساتھ کبھی ایسے ہی امور پائے جائیں جنسے اُس کی تقویت ہو جائے اور یقینی علم اُس سے حاصل ہو سکے اُسوقت البتہ اسلامی معتقدات میں بھی اُس پر اعتماد کیا جا سکتا ہے جیسے کہ اعتقادات کے بارے میں متواتر و مشہور پر اعتماد کیا جاتا تھا۔

دوسرا مقدمہ یہ ہے کہ شریعت محمدیہ بلکہ تمام شریعتوں کا مقصود ایسے امور کا بیان کرنا ہوا کرتا ہے جنسے کہ خلق خدا کو خدا کی معرفت کیجانب ہدایت ہو۔ اُسکے موجود ہونے اُسکے صفات کمال کے ساتھ متصف ہونے کا اعتقاد حاصل ہو۔ اُسکی عبادت کرنے کا طریق معلوم ہو۔ اُسکے شکر ادا کرنے کی کیفیت سے آگاہی ہو اور ایسے احکام پر واقفیت حاصل ہو جائے جنسے کہ معاش کا انتظام درست ہو۔ معاد اور عاقبت کی خوبیاں حاصل ہو جائے رہے علوم کائنات (طبعیات وغیرہ) کے مباحث اور اُنکا بتلانا جیسے کہ عالم کے پیدا ہونے کی کیفیت اور وہ قوانین قدرت جو ارضی یا سماوی اشیاء میں قائم ہیں اور اسی طرح کے اور امور پس اس قسم کی چیزیں شریعتوں کے مقاصد میں سے نہیں ہیں بلکہ یہ سارے مباحث اس قسم

عـ۵ البتہ بلا دلیل شرعی یہ انکار بوجہ ترک واجب کے موجب معصیت ہوگا ۱۲

دوسرا مقدمہ [illegible] بیان [illegible] خلق کو خدا کی [illegible] علوم طبیعیہ [illegible] بیان [illegible]

بعضوں نے تو اسکو جسم بتایا ہے جو کہ اُن کا حامل ہے۔ اور بعض کے نزدیک اس سے مراد ستاروں کی حرکت کا مدار ہے یعنی وہ خلا جسمیں کہ وہ چلتے ہیں (یہ ضحاک کا قول ہے جیساکہ تفسیر رازی میں ہے) اور نصوص اِس امر پر دال ہیں کہ آسمان موجود ہیں اور یہ کہ وہ ستاروں کے علاوہ ہیں جیساکہ گذشتہ نصوص سے سمجھا جاتا ہے اور آگے بھی اُس موقع پر جہاں کہ آپ سے اُن چیزوں کے بارے میں گفتگو ہوگی جو شریعت محمدیہ میں وارد ہوئی ہیں اور آپ اُنسے انکار کرتے ہیں۔ اسکا بیان آتا ہے اور پیروان محمد صلے اللہ علیہ وسلم میں سے جمہور تو اسی بات پر ہیں کہ آسمان ہم کو نظر آتے ہیں۔ اور بعض نے یہ بھی کہا ہے کہ وہ نہیں دکھلائی دیتے اور جو کچھ کہ نظر آتا ہے وہ ہوا ہے (عجائب المخلوقات میں قاضی ابوبکر بن عربی سے یہی نقل کیا ہے اور شاید وہ اُس نص کی جس سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ نظر آتے ہیں کوئی مناسب تاویل کردیں) آسمان و زمین اور ستاروں کے پیدایش کے اعتقاد کے بارہ میں جن نصوص شرعی پر کہ اعتماد کیا جاسکتا ہے اور نیز اُن نصوص کے معانی کی سمجھنے میں جو علما کے اقوال ہیں ان سب کا یہ خلاصہ ہے۔ باقی رہی اُن کی پیدایش کی تفصیل یا آفتاب ستاروں اور زمین کے رفتہ رفتہ بننے کی کیفیت جیساکہ آپ لوگوں کا گمان ہے کہ سب کی اصل مادہ کے غیر منقسم ذرات ہیں پھر اُنسے آفتاب بنا اسکے بعد اُس سے ستارے جدا ہونا شروع ہوئے چنانچہ اُنہیں میں سے ہماری زمین ہے جسمیں کہ متعدد قوانین قدرت پائے جاتے ہیں جنکا کہ آپ لوگ اپنی کتابوں میں ذکر کیا کرتے ہیں یا کسی دوسرے طریق پر اُن کی پیدایش ہوئی۔ اسکی نسبت شریعت محمدیہ نے کچھ تصریح نہیں کی اور نہ اُس کی نصوص میں سے کسی نص سے آپ کی تحقیق کا نفیاً یا اثباتاً پتہ چلتا ہے لیکن ہاں قرآن شریف کی عبارت سے اشارتاً یہ سمجھا جاتا ہے کہ اِس سے بحث کرنا کچھ اچھا نہیں کیونکہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے کہ ہم نے آسمان و زمین کے پیدا کرنے کے وقت انکو حاضر نہیں کر لیا تھا۔

اور جب ہم اُن تفصیلوں میں جنھیں آپ لوگ آفتاب۔ ستاروں۔ اور زمین کے تدریجی طور پر بننے کے بارے میں ذکر کیا کرتے ہیں انصاف کی نظر سے غور کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ باتیں فرضی اور تخمینی ہیں جیساکہ آپ لوگوں کی کتابوں میں آپ کے بیانات کو تامل کی نگاہ سے دیکھنے سے واضح ہوتا ہے پس ممکن ہے کہ خدا تعالےٰ نے اسی طریق سے جسکے کہ آپ لوگ قائل ہیں عالم کو پیدا کیا ہو اور اسی طرح یہ بھی ممکن ہے کہ کسی دوسرے طریقہ سے پیدا کر دیا ہو۔ کیونکہ تاہم یہ تخمینی باتیں گمان کے درجہ پر ہیں محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے پیرو اپنے اعتقاد میں انکا ہرگز یقین نہیں کر سکتے اور انکے لئے اسیقدر کافی ہے جتنا کہ اُن کی شریعت میں اسبارے میں وارد ہوا ہے اور اُس سے جو کچھ اُن کی شریعت کے علما سمجھے ہیں ہاں جب تخمینی امور قطعی دلیلوں سے ثابت ہو جائیں جنمیں کہ نقیض کا احتمال نہ ہو اور عقل کو اُنکے ترک کرنیکی

ف پس ان لوگوں نے افلاک اور سموات کو ایک سمجھا ہے اور جسمانی مانا ہے۔ ف ان لوگوں نے افلاک کو سموات کا مغایر مانا ہے کہ سموات کا وجود تو جسمانی ہے اور افلاک کا وجود خطی یا سطحی ۱۲ ف مثلاً یہ تاویل کر سکتے کہ نظر آنے سے مراد غور کرنا لیا جائے جیسے کہ جہاں یہ وارد ہوا ہے۔ کیا تم آسمانوں کو دیکھتے نہیں۔ اِس کے معنے یہ کہے جائیں کہ کیا تم آسمانوں میں غور نہیں کرتے ۱۲ مترجم۔

ف وہ آیت یہ ہے ما اشھدتھم خلق السموات والارض ۱۲

ہیں اور جب یہ حالت ہو تو اس میں کوئی منافات نہیں کہ آپ کا شمار بھی اہل اسلام میں کیا جائے اور اس طرح پر اس کائنات کے ذریعہ سے خدا تعالےٰ کے وجود اور اُسکی قدرت - علم اور حکمت کے کامل ہونے پر استدلال کرنے میں آپ لوگوں سے کوئی چیز رہ بھی نہیں سکتی لیکن میں آپ کو اس غلطی سے ڈرائے دیتا ہوں کہ آپ ظنی دلیل کو جو آپ کے نزدیک قائم ہوں کہیں یقینی نہ گمان کرنے لگیں اسلئے آپ کو اسبارے میں بڑی باریک بینی سے کام لینا چاہیے خدا ہی ہم سب کا ہادی ہے - کائنات ارض کی پیدائش کی نسبت جو کچھ مینے لکھا ہے وہ انسان سے قطع نظر کر کے تحریر کیا ہے اسکی پیدائش کی نسبت میں مستقل طور پر گفتگو کرتا ہوں -

پس میں کہتا ہوں کہ شریعت محمدیہ کی اُن نصوص میں سے جن پر کہ انسان کی پیدائش کی نسبت اعتقاد کے بارے میں اعتماد کیا جا سکتا ہے یہ وارد ہوا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے اُس کی پیدائش کو مٹی سے شروع کیا اور یہ کہ اُسنے اُسی مٹی سے چپکتے ہوئے گارے سے - نتھرے ہوئے گارے سے - سڑی ہوئی سیاہ مٹی سے - ٹھیکرے کے مثل مٹی سے پیدا کیا - اور یہ بھی وارد ہوا ہے کہ اُسنے اُسے پانی سے پیدا کیا - پس پیروان محمد صلے اللہ علیہ وسلم میں سے بعض علماء (امام رازی) نے یہ کہا ہے کہ انسان کی اصل مٹی اور پانی ہے یعنی خدا نے اُسکو مٹی اور پانی سے پیدا کیا ہے - اسی لئے نصوص میں کہیں پانی کا ذکر ہے کہیں مٹی کا اور وارد ہوا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے انسان کو اپنے دونوں ہاتھوں سے پیدا کیا - یہ عبارت اسبات پر دلالت کرتی ہے کہ انسان کی پیدائش تمام کائنات سے ایک ممتاز صورت پر ہوئی ہے اور وارد ہوا ہے کہ خدا تعالےٰ پاک نے آدمی کو ایک نفس (آدم) سے پیدا کیا - اور اُس سے اُسکی زوجہ (حوا) کو بنایا اور ان دونوں سے بکثرت مردوں اور عورتوں کو پھیلا دیا - ان نصوص سے بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے انسان کو ایک مستقل نوع بنایا ہے بطریق نشو کے نہیں پیدا کیا اور نہ اُس کو کسی دوسری نوع سے نکالا جیسا کہ آپ لوگ کہتے ہیں خصوصاً وہ نص جسکا یہ مضمون ہے کہ اللہ تعالےٰ نے انسان کی پیدائش مٹی سے شروع کی ہے - اور بعض آحادی نصوص میں تو اسکی بخوبی تصریح موجود ہے کہ انسان کی پیدائش مستقل طور پر ہوئی وہ کسی دوسری نوع سے نہیں نکلا - اسمیں کوئی شک نہیں کہ یہ آحادی نصوص گو بانفراد ہا مدار اعتقاد نہیں ہیں لیکن اس سے بھی گئی گذری نہیں کہ ان نصوص کے ظاہری معانی کی جو کہ مدار اعتقاد ہیں تائید و تقویت کردیں - علاوہ بریں یہ امر غایت درجہ مستبعد ہے کہ انسان کی اصل مادہ بسیطہ ہو پھر اُسنے عناصر تک ترقی کی ہو پھر جاندار مادہ تک اور وہ بر تو بلاسم ہے پھر ادنی حیوان تک پھر اُسکے بعد ترقی کر کے بندر تک پہونچا ہو پھر بندر سے انسانی بندر تک اور پھر اُس سے ترقی کر کے انسان بنگیا ہو جیسا کہ آپ لوگ قائل ہیں اور پھر بھی اللہ تعالےٰ نے ان سب کا بیان چھوڑ دیا ہو اور صرف اتنا ہی کہنے پر اکتفا کر لیا ہو کہ انسان کی پیدائش کو اُسنے مٹی سے شروع کیا ہے

ف ان نصوص کا بیان جن سے نکلتا ہے کہ انسان کا ابتدائی خلق مستقل طور پر ہوا [illegible]

ع ۵ آیت یہ ہے بدء خلق الانسان من طین ۱۲ ع ۵ آیت یہ ہے خلقه من تراب ۱۲ ع ۵ انا خلقنا ہم من طین لازب ۱۲ ع ۵ ولقد خلقنا الانسان من سلالة من طین ۱۲ ع ۵ لقد خلقنا الانسان من صلصال من حما مسنون ۱۲ ع ۵ خلق الانسان من صلصال کالفخار ۱۲ ع ۵ واللہ خلق کل دابة من ماء ۱۲ ع ۵ ما منعک ان تسجد لما خلقت بیدی ۱۲ ع ۵ یا ایہا الناس اتقوا ربکم الذی خلقکم من نفس واحدة وخلق منہا زوجہا وبث منہما رجالا کثیرا ونساء ۱۲

ع ۵ آیت یہ ہے بدء خلق الانسان من طین ۱۲

بلکہ اُسکی حکمت کا تو مقتضا یہ تھا کہ ان تطورات اور ترقیات کی تشریح کرنا اور اسکی تفصیل بیان کرنا جیسے کہ اُسنے نسل انسان کی پیدایش کی تفصیل بیان کی ہے چنانچہ نصوص شرعیہ میں اُسنے اس تفصیل کا ذکر کیا ہے کہ اللہ تعالے نے انہیں مٹی سے پیدا کیا (یعنے اسلئے کہ اُنکے باپوں کی غذا جس سے منی بنتی ہے اُس کی اصل مٹی ہی ہے ایسا ہی تفسیر رازی سے معلوم ہوتا ہے اور دوسری تفسیر میں خدا کے اس قول کے معنے کہ اُسنے (خدا نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا یہ لکھے ہیں کہ اُنکے باپ آدم کو مٹی سے پیدا کیا پھر اوروں کو اُنکے نطفہ سے پھر خون بستہ سے پھر گوشت کے ٹکڑے سے پھر اُسکے بعد اُنکو بچہ بنا کر نکالا پس بیشک نفس کے بارے میں یہ تفصیل خالق سبحانہ کی قدرت پر دلالت کرنے کے لئے عقل کے نزدیک بہت باوقعت معلوم ہوتی ہے کیونکہ اسمیں مادہ کے طرح طرح کے انتقالات پائے جاتے ہیں۔ پس نصوص مذکورہ کا طریق نشو اور انسان کے دوسری نوع سے نکلنے کے بیان سے ساکت رہنا اور محض بیان سابق پر اکتفا کرنا اسی بات پر دلالت کرتا ہے کہ انسان مستقل نوع بنا کر پیدا کیا گیا ہے کسی دوسری نوع سے نہیں نکلا جیسا کہ آپ لوگ قائل ہیں اگرچہ دونوں امر عقلاً ممکن ہیں جبکہ خدا کو پوری قدرت حاصل ہے ہاں ان نصوص میں یہ امر صراحتاً مذکور نہیں کہ اللہ تعالے نے انسان کو مٹی سے دفعتاً پیدا کیا یا رفتہ رفتہ بنایا اسلئے اُن نصوص کے موافق جو کہ مدار اعتقاد قرار پاسکتی ہیں ان دونوں امروں میں سے کسیکے ساتھ یقین نہیں کیا جاسکتا بلکہ محل توقف ہے اگرچہ بعض آحادی نصوص سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ پہلے انسان (آدم) کی رفتہ رفتہ پیدایش ہوئی ہے اور اُسپر ایک طویل زمانہ گذرا۔ اور اللہ تعالے کو ہر طرح کی قدرت ہے اور بعض علماء اسلام (امام رازی) نے اللہ تعالے کے اس قول کی تفسیر میں کہ تم کو اُس نے مٹی سے پیدا کیا پھر ناگاہ تم آدمی ہوکر پھیلنا شروع ہوئے۔ یہ تصریح کی ہے کہ انسان کی پیدایش مستقل طور پر ہوئی ادنی حالت سے حالت موجودہ تک ترقی کرکے نہیں پہونچا ہے اور اسبارہ میں وہ یہ کہتے ہیں کہ عربی میں کلمہ (اذا) جسکا ترجمہ ناگاہ اور فوراً ہے کسی امر کے اچانک اور دفعتاً واقع ہوجانے پر دلالت کرتا ہے چنانچہ عربی محاورہ ہے خرجت فاذا الاسد بالباب یعنی میں نکلا پس ناگاہ شیر دروازہ پر تھا اور یہ اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالے نے قالب انسانی کو مٹی سے بنانے کے بعد لفظ کن (ہوجا) کہہ کر انسان ہی بنا دیا اور وہ فوراً پیدا ہوگیا یہ نہیں ہوا کہ وہ معدن بنا۔ پھر نبات ہوا۔ پھر حیوان پھر اسکے بعد انسان بنا اور یہ ایک فلسفی مسئلہ کی طرف اشارہ ہے اور وہ مسئلہ یہ ہے کہ اللہ تعالے نے انسان کو اول ہی سے انسان بنایا ہے اور وہ انسان بننے کے ساتھ ہی حیوان اور نامی سب کچھ بن گیا۔ یہ نہیں کہ اول اوسکو نامی بنایا ہو پھر حیوان بنایا ہو پھر انسان بنایا ہو سو حقیقتاً مقصود اول انواع کا پیدا کرنا ہے پھر اُن انواع میں اُسی ایک ہی قصد اور ارادہ سے اجناس بھی ہوجاتی ہیں سو اللہ تعالے نے مرتبۂ اخیرہ ہی کو مقصود ٹھیرایا ہے جو جنس عالی سے نہایت ہی بعید ہے یہ نہیں کیا کہ اوپر سے درجہ بدرجہ منتقل کرتے ہوئے اخیر مرتبہ (نوع حقیقی) پر لائے ہوں (ختم ہوئی تقریر علامہ رازی کی) پس یہ اس امر کی تصریح ہے کہ اس نص سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ انسان کی پیدایش بطریق خلق کے مستقل طور پر ہے بطریق نشو کے نہیں ہوئی جیسا کہ آپ لوگوں کا گمان ہے اور باقی نصوص سے بھی بظاہر طریق خلق ہی کا پتہ چلتا ہے

۵ع خلقکم من تراب ثم اذا انتم بشر تنتشرون ۱۲ ۶ع نامی سے مراد وہ جسم ہے جسمیں نشوونما ہوتا ہو ۱۲ مترجم۔

اور اس ترقی کے صحیح ہونے پر استدلال کرنے کے بارے میں جس پر کہ آپ نے اعتماد کیا ہے انہیں سے ایک یہ دلیل بھی ہے کہ آپ نے علم جیالوجی کی تحقیقات میں طبقات ارض میں سے سب سے پہلے اور نیچے کے طبقہ میں ادنیٰ درجہ کے نبات اور ادنیٰ درجہ کے حیوان کے آثار پائے پھر اسکے بعد کچھ ترقی یافتہ پھر اور ترقی یافتہ یہاں تک کہ سب سے بڑھکر ترقی یافتہ وہ نبات اور حیوان ہوگا جسکا وجود سب کے بعد ہوا اور طبقات ارض میں سے سب سے اوپر کا طبقہ اسکی پیدائش کی جگہ ہے اور ادنیٰ درجہ والے نبات اور حیوان اپنی ترقی یافتہ نوع کے وجود کے بعد نابود ہوگئے پس اگر مذہب خلق ہی صحیح ہوتا تو چاہیے تھا کہ ہر نوع خواہ وہ ادنیٰ درجہ کی ہوتی یا ترقی یافتہ جیالوجی کے پہلے۔ درمیانی۔ اور آخری سب زمانوں میں پائی جاتی اور زمین کے طبقوں میں سے خواہ نیچے کا ہوتا یا درمیانی یا اوپر کا سب میں اسکے آثار پائے جاتے لیکن ایسا نہیں ہے۔ پس اگر یہ مانا جائے کہ موجودہ انواع ایک دوسرے سے ترقی کرکے بنی ہیں جس بنا پر اصل موجودات ادنیٰ طبقہ کی انواع قرار پاوینگی۔ پھر وہی ترقی کرتے کرتے حالت موجودہ تک پہونچ گئیں اور ترقی یافتہ انواع ادنیٰ درجہ کی انواع کو تنازع بقا کے قانون کے موافق نابود کرتی رہیں تو یہ حالت ہرگز نہ ہوتی جیسا کہ ہماری تحقیقات ہے۔

پھر آپ نے اس ترقی کرنے۔ انواع کے ایک دوسرے کیجانب منقلب ہونے اور ادنیٰ درجہ کی انواع کو ترقی یافتہ انواع کے نیست و نابود کرنے کو چار قدرتی قوانین کے حوالہ کیا ہے۔ پہلا قانون وراثت ہے یعنی فرع اپنی اصل کی صفات کو وراثتاً حاصل کرتی ہے۔ دوسرا قانون تباینات ہے یعنی ہر فرع کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ اپنی اصل کی صفات وراثتاً حاصل کرنے کے ساتھ ہی اپنی اصل سے دوسری صفات میں مختلف اور مباین بھی ہو۔ تیسرا قانون تنازع بقا ہے یعنی انواع میں باہم زندگی بسر کرنے کے اسباب میں سبقت حاصل کرنے کے لئے منازعت واقع ہوتی ہے اور انپر خارجی صدمات جیسے کہ گرمی و سردی طاری ہوتے ہیں اور ضعیف بباعث قوی کے غالب ہونے کے یا بسبب صدمات کے ہلاک ہو جاتا ہے اور قوی جو ان صدمات کو برداشت کر سکتا ہے باقی رہتا ہے۔ چوتھا قانون انتخاب طبعی ہے یعنی قوی اور زیادہ مناسب ہی باقی رہتا ہے ضعیف اور غیر مناسب نابود ہو جاتا ہے پس اس سے نتیجہ نکلتا ہے کہ طبیعت نے انواع موجودہ کو انتخاب کیا ہے۔ اور آپ انہیں قوانین کے موافق نشو اور اس ترقی کی تقریر کرتے ہیں چنانچہ آپ کہتے ہیں کہ جاندار اجسام میں سے جو شے سب سے پہلے موجود ہوئی وہ تکون اول یعنی پروٹو پلاسم ہے جو ذرات مادہ کی حرکت کے باعث سے بعض عناصر کے اجتماع سے بنا پھر اس میں توالد ہونے لگا پس اسکے فروع وراثتاً اسکے صفات حاصل کرنے لگے اور دوسری صفات میں اس سے مباین اور مختلف ہونے لگے اور اسی طرح سے فروع کا یہ معاملہ اصول کے ساتھ جاری رہا اور اس سبب سے ترقی ہوتی رہی یہاں تک کہ ادنیٰ درجہ کی نبات اور حیوان تک نوبت پہونچ گئی اور یہی حالت ہمیشہ رہی پس زمانہ دراز تک فروع کی صفات اصول کو وراثتاً حاصل کرنے اور دوسری صفات میں انسے مختلف رہنے اور ان تباینات کے جو کہ وراثتاً حاصل کیئے گئے بکثرت پائے جانے کی وجہ سے یہاں تک نوبت پہونچی کہ انواع بننے اور ایک دوسرے سے نکلنے لگیں اور تنازع بقا کے قاعدہ سے ضعیف ہلاک ہوتا رہا اور قوی باقی رہا اور طویل زمانہ گذرنے پر اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ انتخاب طبعی حاصل ہوگیا اور ان سب امور سے انواع حالت موجودہ تک پہونچ گئیں حالانکہ سب کی اصل ایک ہی ہے۔ اور جب آپ نے دیکھا کہ انسان بندر کے مشابہ ہے صورت اور بعض

ف ادنیٰ درجہ کی نوع کا اعلیٰ درجہ کی نوع کیجانب ترقی کرنا چار قدرتی قوانین کے موافق ہے اور ان کا بیان ۱۲

اعمال کے اعتبار سے انہی کے قریب قریب ہے تو آپ اسکے قائل ہوگئے کہ اس سے کوئی امر مانع نہیں ہو سکتا کہ وہ دونوں ایک ہی اصل سے نکلے ہوں اور انسان ترقی کر کے حالت موجودہ تک پہونچگیا ہو۔ اور میں نے آپ کے بعض مقابلین کو جو اس مذہب کو نہیں مانتے دیکھا ہے کہ انہوں نے بڑی لمبی چوڑی تقریروں سے ان امور کو باطل کیا ہے جن پر کہ آپ کی دلیلوں کا اسبارہ میں مدار ہے اور آپ حیلہ اور حوالہ کر کے انسے جان بچاتے ہیں۔ اور اپنے مذہب کے ثابت کرنے کے لئے دلائل بیان کرتے ہیں اسبارہ میں آپ کا انکے بہت ہی طول طویل مناظرہ ہوا ہے اور اسبارہ میں بہت سی کتابیں اور رسالے تالیف ہوئے ہیں اور میں بخوف طوالت اس امر کے درپے نہیں ہونا چاہتا جس کے درپے آپ کے یہ مقابلین ہوئے لیکن میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ آپ کے لئے اس امر کو بیان کردوں کہ طریق نشو اور انواع کے ترقی کرنے کے بارہ میں جن امور پر آپ کے استدلال کا مدار ہے وہ محض ظنی امور ہیں جنپر کہ پیروان محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے نزدیک اعتقاد کے بارے میں اعتماد نہیں کیا جا سکتا اور نہ یہ امور ان کی شریعت کے ظاہری نصوص کے مقابل قرار پاسکتے ہیں کہ جسکی وجہ سے وہ ان کی تاویل کرنے پر مضطر ہوں کیونکہ تاویل کرنے پر انکو سوائے امر یقینی کے معارضہ کے اور کوئی چیز مضطر نہیں کر سکتی جیسا کہ ہم پیشتر بیان کر چکے ہیں۔

پس میں کہتا ہوں کہ جب دلیل میں احتمال نکل سکتا ہو خواہ وہ احتمال بعید ہی کیوں نہ ہو تو اس دلیل سے استدلال یقینی ساقط ہو جاتا ہے اور یہ ایسی بات ہے جس سے کوئی عقلمند انکار نہیں کر سکتا۔ اور نہ میں آپ کی نسبت ایسا گمان کرتا ہوں کہ آپ اس سے انکار کرینگے۔ پس جب یہ امر قرار پاچکا تو اب سنئے کہ آپ کا نشو پر اعضا کے نشانات سے یہ استدلال کرنا کہ وہ انواع کے متغیر ہونے پر دلالت کرتا ہے اور یہ تغیر مذہب نشو کے موافق اور مذہب خلق کے خلاف ہے یہ ایسا استدلال ہے کہ جسکا نتیجہ سوائے ظن کے اور کچھہ نہیں نکلتا اور یقین تو کسی طرح پر ہو ہی نہیں سکتا اسلئے کہ اسمیں اور بھی احتمال پایا جاتا ہے کیونکہ کوئی کہنے والا کہہ سکتا ہے کہ ان اعضا کے نشانات میں ممکن ہے کہ کوئی فائدہ اور کوئی ایسی حکمت ہو جو آپ پر مخفی ہو جیسے کہ اجسام نباتات۔ اور حیوانات میں بکثرت چیزوں کے ایسے فوائد ہیں جو آپ پر مخفی رہے ہیں جیسا کہ فزیالوجی کی کتابوں کے دیکھنے سے ظاہر ہوتا ہے مثلاً حیوان کے بدن میں ایک رنگین مادہ کو لیجئے اسکا فائدہ اکثر اجزاء بدن میں کچھہ بھی نہیں معلوم ہوا ہاں صرف آنکھہ کی پتلی میں اسکے فائدہ کا پتہ لگا ہے چنانچہ رنگین مادہ کی آنکھہ کی پتلی میں یہ حکمت ہے کہ جو نوری شعاعیں زائد ہوں انہیں وہ چوس لے اور ایسے ہی اور بہت سی اشیاء ہیں پس آپ کائنات میں سے ہر شے کے فائدہ پر حاوی نہیں ہیں یہاں تک کہ آپ یہ یقین کر لیں کہ ان اعضا کے نشانات میں کوئی فائدہ ہی نہیں۔ اچھا مانا کہ ان میں کوئی فائدہ نہیں اور یہ کہ وہ نوع کے متغیر ہونے پر دلالت کرتے ہیں لیکن ہم یہ کہتے ہیں کہ یہ تو صرف بعض انواع میں موجود ہیں کل میں تو یہ آثار نہیں پائے جاتے۔ یہاں تک کہ آپ کلی حکم لگا سکیں۔ کل کیلئے اکثر انواع میں بھی تو انکا وجود نہیں۔ پس اس سے کونسا امر مانع ہو سکتا ہے کہ یہ تغیر صرف بعض انواع میں ہوا ہو اور یہ وہی انواع ہوں گی جنمیں ان اعضا کے نشانات دیکھے گئے۔ پس ان میں سے بعض انواع بعض کیجانب خدا کے مقرر کردہ اسباب کیوجہ سے بدل گئے ہوں باقی رہیں وہ انواع کہ جنمیں یہ اعضا

نہیں پائے گئے وہ مستقل طور پر پیدا ہوئی ہوں اور اُن پر تغیر طاری نہ ہوا ہو پس مذہب نشو جسکے آپ لوگ عموماً ہر نوع میں قائل ہیں وہ
ثابت نہ ہوا مثلاً ممکن ہے کہ اس قسم کا تغیر سانپوں کی نوع میں جنمیں آپ نے اعضار کے نشانات پائے ہیں واقع ہوا ہو پس وہ ابتدا
میں حرذوں٭ کی طرح پیروں والا ہو پھر جب انسان یا کسی اور حیوان کو اُس سے تکلیف پہونچی ہو تو وہ اُسکے قتل پر مسلط ہو گیا ہو
پس اسوجہ سے وہ زمین کے سوراخوں میں اُس سے ڈرا ہوا پھرتا رہا ہو اور زمین میں گھسا کرتا ہو اور اس حالت میں ضرورت نہ پڑنے کی
وجہ سے اُسنے پیروں کا استعمال بالکل چھوڑ دیا ہو پس زمانہ دراز گذرنے کے بعد خدا نے اس عادی سبب سے اُس کی
خلقت کو بدل دیا ہو اور یہ تبدیلی اُس کی فروع میں منتقل ہونے لگی ہو اور اُس کے پیر بالکل معدوم ہونے لگے ہوں یہاں تک
کہ حالت موجودہ تک وہ پہونچگیا ہو اور صرف پیروں کے نشانات باقی رہگئے ہوں (یہاں پر کچھ گنجائش معلوم ہوتی ہے کیونکہ
بعض آحادی اخبار میں ابن عباس و ابن وہب اور انکے علاوہ اور مفسرین سے یہ منقول ہے کہ سانپ پہلے جنت کے حیوانات میں
سے تھا لیکن چونکہ شیطان کے جنت میں داخل ہوجانے کا یہ ذریعہ بنا تاکہ وہ آدم علیہ السلام کے دل میں وسوسہ ڈالے اسلئے
اللہ تعالےٰ نے اُس کو زمین پر اُتار دیا اور اُس کی صورت بگاڑ دی ورنہ وہ بڑا خوبصورت چار پیروں والا جانور تھا اسکو کنز الاسرار
میں نقل کیا ہے) اسی طرح باقی جانوروں کی نسبت بھی کہا جاسکتا ہے جنمیں کہ اعضار کے یہ نشانات پائے جاتے ہیں۔ باقی
رہیں اور انواع اور وہی تعداد میں زیادہ ہیں ہم کہتے ہیں کہ اُن میں اس قسم کی ذرا بھی تبدیلی نہ واقع ہوئی ہو بلکہ وہ جیسی پیدا ہوئی
تھیں ویسی ہی ہوں پس اس تقریر کی بنا پر آپ لوگوں کا جملہ انواع پر تغیر اور نشو سے پیدا ہونے کا حکم لگانا محض ظن پر مبنی ٹھیرے
گا جو کہ استقرار ناقص کا نتیجہ ہے (اور ظاہر ہے کہ استقرار ناقص سے یقین حاصل نہیں ہوسکتا۔ کیا آپ یہ نہیں دیکھتے کہ اگر کچھ
آدمی سمندروں اور دریاؤں سے دور کے میدانوں میں رہنے والے ملنے جائیں اور اُنہوں نے سوائے خشکی کے جانوروں
کے جو کہ پانی میں نہیں رہتے اور جانور نہ دیکھے ہوں اور وہ اُنہیں جانوروں کو دیکھکر اور اپنے اسی استقرار سے یہ حکم لگانے
لگیں کہ کوئی جاندار پانی میں رہتا ہی نہیں تو اُن کا یہ استقرار محض ناقص ہوگا اور اُن کا یہ حکم لگانا غلط ٹھیرے گا چنانچہ جب
وہ سمندروں اور دریاؤں کے کنارے پر آکر دریائی جانوروں کو دیکھیں گے تو اُنکو اپنے پہلے حکم کی غلطی بخوبی معلوم ہوجائیگی)
یہ تو ہوچکا پھر علم جیالوجی کی تحقیقات میں آپ کا یہ مشاہدہ کہ طبقات ارض میں سے سب سے پہلے طبقہ میں ادنیٰ درجہ
کی نبات اور ادنے درجہ کے حیوان کے آثار پائے جاتے ہیں پھر اُسکے بعد اُس سے ترقی یافتہ پھر اور ترقی یافتہ حتیٰ کہ
سب سے زیادہ ترقی یافتہ حیوان و نبات طبقات ارض میں سے سب سے آخری طبقہ میں ہے اور اُسکے وجود کا زمانہ
بھی سب سے متاخر ہے اور یہ کہ سب سے ادنے درجہ والا پہلے معدوم ہوا پھر اُسکے بعد اب جو ادنیٰ درجہ کا تھا اسی طرح آپ کی
کل سابق الذکر تقریر اور اُس سے آپ کا ترقی اور نشو پر استدلال کرنا اور یہ کہ یہ تحقیق مذہب خلق کے موافق نہیں ہوسکتی اِن
سب امور کی نسبت میں کہتا ہوں کہ جیالوجی کی تحقیقات میں اس کیفیت کی دلالت اگر نشو و ترقی انواع پر تسلیم بھی کرلیجائے
تو وہ بھی ظنی ہوگی کیونکہ کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ ممکن ہے کہ طبقات ارض میں سے سب سے پہلے طبقہ میں ادنیٰ درجہ کی نبات
اور ادنے درجہ کا حیوان پایا گیا پھر اللہ تعالےٰ نے اُس سے اعلےٰ درجہ کی نبات اور حیوان کو مستقل طور پر پیدا کردیا۔ لو

٭ حرذون سوسمار نر یا جانوریست مشابہ بحرباء آن در نواحی مصر خیزد ۱۲ منتہی الارب۔

اپنے سے ادنے درجہ کی کسی نوع سے کوئی نوع نہیں بنی پھر ادنے درجہ والی نوع کو دنیاوی اسباب کیوجہ سے ہلاک کردیا مفقود ہوجو
نے کہ زمانہ موجودہ اس نوع کے مناسب نہیں باقی رہا بلکہ صرف اس کے بعد والی نوع کے مناسب رہگیا یا اعلیٰ درجہ کی نوع
تو اس ادنے درجہ کی نوع پر نصب قتل ہوگیا یا اس کے سوا اور کچھ اسباب پائے گئے پھر زمانہ کے دوسرے دور میں اس نوع سے
اعلیٰ درجہ کی نوع کو مستقل طور پر پیدا کیا یعنی اپنے سے ادنے درجہ کی نوع سے نہیں بنی پھر اسکو بھی اور دنیاوی اسباب کیوجہ
سے نابود کردیا جیسا کہ پیشتر کو پھر اسکے بعد والے زمانہ میں اس سے بھی زیادہ اعلیٰ درجہ کی نوع کو مستقل طور پر پیدا کیا
پھر اسکو بھی ہلاک کردیا اسی طرح سلسلہ جاری رہا یہاں تک کہ یہ نوبت پہونچی کہ نباتات اور حیوان کی موجودہ انواع مستقل
طور پر بن گئیں اپنے سے کم درجہ کی نوع سے کوئی نوع نہیں بنی اور خدا نے موجودہ انواع سے پیشتر کی انواع کو اس قسم کے
دنیاوی اسباب سے نابود کردیا صرف طبقات ارض میں انکے نشانات اور آثار باقی رہگئے پس جب تک یہ احتمال قائم ہے تو تحقیقات
جیالوجی سے ترقی اور نشو پر آپ لوگوں کا استدلال کدھر سے یقینی ہوسکتا ہے اور اس احتمال کی رو سے علم جیالوجی کی
تحقیقات مذہب خلق کے مخالف بھی نہیں ہیں۔ اور اسبات کی نظر کہ جیالوجی کے زمانوں میں انواع حیوانات اور نباتات
کا مستقل طور پر وجود ہوا ایک دوسرے سے یہ نہیں بنیں بلکہ ہر درجہ کی انواع اپنے زمانہ کے مناسب پائی گئیں یہ امر ہے
جسکا کہ ہم ہر سال مشاہدہ کرتے ہیں کہ نباتات اور حیوانات میں سے بہتیرے جبکہ جاڑے کی فصل ختم ہوتی ہے اور فصل بہار
اور گرمی کی آمد آمد ہوتی ہے پیدا ہوجاتے ہیں چنانچہ اسوقت جو شے سب سے پہلے پیدا ہوتی ہے وہ ادنے درجہ کی نبات
ہے جیسے کہ کائی اور گھاس پھر جوں جوں گرمی (ایک درجہ خاص تک) زیادہ ہوتی جاتی ہے اتنی ہی زیادہ اعلیٰ درجہ کی نباتات
پیدا ہوتی جاتی ہیں۔ اسی طرح حیوانات میں سے جو سب سے پہلے پیدا ہوتا ہے یا انڈے سے اسکا بچہ نکلتا ہے وہ ادنے
درجہ کا حیوان ہے جیسے وہ حیوانات جو بدبو سے پیدا ہوتے ہیں اور مچھر اور مکھی وغیرہ پھر رفتہ رفتہ یہ سلسلہ ترقی کرتا جاتا ہے
یہاں تک کہ اعلیٰ درجہ کی نباتات اور حیوانات کی پیدایش کا زمانہ آجاتا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ ان انواع میں سے کوئی ایک دوسرے
سے نہیں بنی ہے اور ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ اس مدت میں جو انواع پہلے بنتی ہیں جوں جوں گرمی (اس خاص درجہ سے) زیادہ
ہوتی جاتی ہے ان میں سے بہت سی انواع دنیاوی اسباب سے ہلاک ہوتی جاتی ہیں جیسے کہ ان میں گرمی کا تاثیر کرنا یا ان
انواع کا ان پر غلبہ حاصل کرنا جو بعد میں ہونے والی ہیں اور جب گرمی کا زمانہ ختم ہوتا ہے تو غالبا سوائے ان اعلیٰ درجہ کی انواع
کے کہ جو اس مدت کی پیدا شدہ انواع میں منتخب شمار ہوتی ہیں اور سب ہلاک ہوجاتی ہیں اور جو ہلاک ہوتی ہیں زمین میں
انکے آثار باقی رہجاتے ہیں۔ پس یہ سالانہ کیفیت علم جیالوجی کی اس حالت کے مشابہ اور مماثل ہے جسکو کہ آپ نے اپنی تحقیقات
سے دریافت کیا ہے یعنی پہلے ادنے درجہ والی نوع کا وجود ہوا پھر اس سے اعلیٰ درجہ کی نوع کا پھر اس سے بھی اعلیٰ کا
یہاں تک کہ یہ سلسلہ انواع موجودہ تک پہونچ گیا اور انکے پیشتر کی ساری انواع ہلاک ہوگئیں پس نشو پر علم جیالوجی کی تحقیقات
سے آپ لوگوں کا استدلال بالکل ساقط ہوگیا جیسا کہ منصف کے نزدیک واضح ہے۔

پھر چاروں قدرتی قوانین جن پر آپ نے اس ترقی اور نشو کو حوالہ کیا ہے دلیلیں نہیں ہیں جو ان دونوں امر پر قائم کی گئی ہوں
بلکہ عالم نبات اور حیوان میں جس ترقی اور نشو کا واقع ہونا مانا گیا ہے اس کی توجیہ کے لیے آپ لوگوں نے ان قوانین کو وضع کیا ہے

لسلئے میں آپ کے ساتھ گفتگو کرنے میں اُس روش کو نہیں اختیار کرتا جسے کہ آپ کے مخالفوں نے اختیار کیا ہے اور اُن
قوانین کے ابطال کے درپے ہو گئے اور آپ اُنکے مقابلہ میں اُنکو ثابت کرنے میں مصروف ہوئے بلکہ میں آپ کے سامنے
صرف یہ بیان کروں گا کہ دیکھئے یہ قوانین کس درجہ تک پایۂ ثبوت کو پہونچتے ہیں اور بر تقدیر ثابت ہونے کے اُن سے
کس مرتبہ کا نتیجہ حاصل ہوتا ہے پس میں کہتا ہوں کہ اصول کی صفات کو فروع کا وراثتاً حاصل کرنا تو ایک دیکھی ہوئی بات
ہے جسکا پیروان محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہرگز انکار نہیں کرتے بلکہ یہ کہتے ہیں کہ خدا کے پیدا کرنے سے اسکا حاصل
ہونا ہر طرح ممکن ہے خواہ بذریعہ اسباب عادیہ کے ہو یا نہ ہو۔ علی ہذا القیاس تنازع بقا کا قانون وہ بھی ایسا ہے جسکے
ہونے سے کوئی امر مانع نہیں ہوسکتا اور نہ اسکے اس نتیجہ سے انکار ہوسکتا ہے کہ بعض انواع باقی رہتی ہیں اور بعض ہلاک
ہوجاتی ہیں گو ہر حالت میں اسکا مرجع اللہ تعالےٰ ہی کی طرف ہے علاوہ بریں اس قانون کو مخلوقات میں حتی کہ انسان کے
اصناف میں بھی آج تک مشاہدہ کرتے چلے آتے ہیں لیکن یہ دونوں قانون تو ایسے ہیں کہ خواہ نشو کے ساتھ پائے جائیں
یا خلق کے ساتھ کوئی خرابی نہیں لازم آتی دونوں امر ممکن ہیں۔ اور جب یہ بات ٹھہری تو اس سے کونسی شے مانع ہوسکتی ہے
کہ تمام انواع مستقل طور پر بنی ہوں اور باوجود اسکے فروع اپنے اصول کی صفات کو وراثتاً حاصل کریں اور باقی رہنے
کے لئے باہم انواع میں منازعت واقع ہو۔ پس قوی باقی رہے اور ضعیف ہلاک ہوجاوے اور پھر بھی ہر نوع اُن میں سے
مستقل طور پر پیدا ہوئی ہو کسی دوسری نوع سے نہ بنی ہو اب رہا قانون تبائنات اور وہ یہ ہے کہ ہر فرع گو اپنی اصل کی
صفات وراثتاً حاصل کریگی لیکن تاہم اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ کچھ دوسری صفات میں اپنی اصل کے ساتھ
مبائن بھی ہو یہ وہ قانون ہے جس میں آپ کے مخالفوں نے آپ سے یہ منازعت کی ہے کہ جو تبائنات فروع میں
پیدا ہوجاتے ہیں وہ عرضی ہیں جوہری نہیں ہیں یہاں تک کہ وہ نوع بدل جاوے اور دوسری نوع بنجائے اور آپ نے یہ جواب
دیا ہے کہ لاکھوں برس کے گذرنے کے بعد یہ تبائنات بار بار اور پے درپے ہوتے ہوتے جوہری بن جاتے ہیں اور
پھر اُن سے نوع کا بدل جانا اور دوسری نوع بنجانا لازم ہوجاتا ہے اور آپ نے اس مبحث میں بہت کچھ الجھے ہیں اور محض
تطویل لاطائل کر کے رائی کا پہاڑ بنا دکھایا ہے اب میں کہتا ہوں کہ قانون تبائنات یعنی یہ کہ فرع اُن صفات کے اعتبار
سے جو اُس کی اصل میں نہیں ہیں اپنی اصل سے مبائن ہوتی ہے نبات اور حیوان میں مشاہدہ کیا گیا ہے اور میں یہ بھی
کہتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ نے اس قانون کو مخلوقات میں مقرر کیا ہے تاکہ باہم اُن میں تمائز پایا جائے کیونکہ اگر تمام انواع
کے افراد میں سے ہر نوع کے تمام افراد ایک ہی صورت پر ہوتے تو باہم اُن میں بڑا اشتباہ پڑتا اور نظام عالم میں
خلل عظیم واقع ہوجاتا کہ جس کی انتہا ہی نہیں کوئی شخص نہ اپنے بیٹے کو پہچانتا نہ اپنی زوجہ کو اور نہ وہ دونوں اس کی شناخت کرسکتے اسی
طرح اسے اپنے اور غیر کے گھوڑے میں بھی تمیز نہ ہوتی اور اسی وجہ سے معاملات میں جو خرابی آتی اور لوگوں کے جو حقوق تلف ہوتے وہ
کسی پر مخفی نہیں۔ اور یہ قانون تو نبات یا حیوان کے ساتھ خاص نہیں ہے۔ اور نہ اُسکو اصول و فروع کے ساتھ کوئی خصوصیت
حاصل ہے بلکہ دنیا کی تمام موجودات میں یہ قانون عام طور پر پایا جاتا ہے چنانچہ آپ کوئی ایسی شے نہ دیکھیں گے جو دوسری شے
کے ساتھ پوری پوری مشابہت رکھتی ہو چاہے وہ اُس کی فرع ہو یا نہ ہو یہاں تک کہ انسانی مصنوعات میں بھی اس قانون کا

وجود ہے چنانچہ آپ کسی کتاب کو دوسری کتاب کے ساتھ پورا پورا مشابہ ہرگز نہ پائیں گے اگرچہ اُن دونوں کے بنانے والے نے اُنکے
پورے طور سے مشابہ بنانے میں کتنی ہی کوشش کیوں نہ کی ہو ایک ہی طرح کے ورق لگائے ہوں ایک ہی مطبع میں چھپا ہو اسی
طرح آپ کسی پیالہ کو دوسرے پیالہ کے بالکل مشابہ نہ دیکھیں گے بلکہ ضرور کچھ نہ کچھ فرق و تباین موجود ہوگا گو وہ کتنا ہی خفی کیوں نہ ہو
اور بغیر باریک بینی سے کام لئے ہوئے نہ معلوم ہوسکتا ہو اور یہ امر محض لطف خداوندی ہے جو اُسنے باہم تمیز کرنے کے لئے مقرر
کردیا ہے جیسا کہ ہمنے کہا پس تمام موجودات میں تباین کا ہونا اور فرق کا پایا جانا پیدا کرنے والے کی جانب سے عطا کیا ہوا ایک ہی
قانون ہے طبعی قانون نہیں ہے جیسا کہ آپ لوگ کہتے ہیں کیونکہ اگر فروع اور اصول کو طبعی نظر سے دیکھا جاوے تو فرع کا یہی حق
اور اوسکے لئے یہی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنی اصل کے پوری پوری موافق ہو اور اُس کی ساری صفات کو وراثتاً حاصل کرے اور
کسی شے میں بھی اس کے ساتھ متباین نہ ہو ہاں جب اُسکا کوئی عارضی سبب پایا جائے تو کوئی مضائقہ نہیں لیکن جب ایسا
اتفاق ہو کہ مشابہت پیدا کرنے کے تمام اسباب متحد ہوں تو اسوقت دو چیزوں کے درمیان تباین کا پایا جانا ذرا بھی پورا نہیں
اترتا نہ اصل اور فرع کے مابین اور نہ اُن دونوں فرع کے درمیان جنکے بننے کے تمام اسباب متحد ہوں جیسے کہ دو جڑواں بچے
جو کہ ایک ہی تھیلی اور ایک ہی جھلی میں پیدا ہوئے ہوں پھر اُن کی پرورش کرنے کے تمام اسباب بھی یکساں رکھنے میں انتہا درجہ
کی باریک بینی سے کام لیا گیا ہو تاہم ہم دیکھتے ہیں کہ کچھ نہ کچھ اُن دونوں میں ضرور فرق و تباین پایا ہی جاتا ہے اور اسوقت تباین
اور فرق کے لئے وہمی اسباب ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر نکالنا جیسا کہ میں نے آپ لوگوں میں سے بعض کو شغل ہے وہ نرا تکلف ہی
تکلف ہے اور انصاف کے دائرہ سے بالکل خارج ہے ۔

جب آپ یہ جان چکے تو ہم کہتے ہیں کہ اس سے کونسا امر مانع ہوسکتا ہے کہ فروع کا اپنے اصول سے متباین ہونا جسپر کہ آپ
لوگوں نے زمانہ دراز میں نوع کے بدل جانے اور بدل کر دوسری نوع بنجانے کے بارہ میں اعتماد کیا ہے ایک معین حد تک ہو
جس سے کہ ایک نوع دوسری نوع کیجانب نہ نکل سکے اور اتنی مقدار سے باہم افراد میں تمائز قایم رہنے کا فائدہ بھی پورا ہوجائے
پس ممکن ہے کہ اللہ تعالے نے کسی نوع کے پہلے فرد کی فروع کو اس سے چند صفات میں متباین بنایا ہو اور علی ہذا القیاس
ان فروع کی فروع کو بھی اسی طرح یہ تباین سلسلۂ نسبی میں لاکھوں ہی افراد اور صورتوں میں جاری ہوتا ہو ایسی حدتک چلا جائے
جس سے ایک نوع دوسری نوع کیجانب نہ نکلے اور پھر خدا تعالے فروع میں اس سلسلہ کو ازسر نو شروع کرے اور اُنکے اجداد
پیشین کی صورتیں انکو عطا کرنے لگے ۔ اسی طرح اسوجہ سے کہ فروع نے اپنے اجداد کی صورتیں پورے طور سے حاصل کرلیں دوسرا
دور بھی ختم ہوجائے پھر اسکے بعد آنیوالی فروع میں بھی یہی کارروائی ہوتی رہے یہانتک کہ اس نوع کا یا اس عالم کا خاتمہ
ہوجائے اور کیا عجب کہ یہ امر ہمارے بعد کی آیندہ نسلوں کے نزدیک بخوبی مدلل ہوجائے کیونکہ زمانہ حال کے لوگوں کی عکسی تصاویر
اُنکے ہاتھ لگ جائیں پھر جب وہ ان تصویروں کا اُن فروع کے ساتھ مقابلہ کرکے دیکھیں جو اُنکے زمانہ میں ہوں تو اُنپر ظاہر ہوجائے
کہ اُن کے اجداد پیشین کی صورتیں اُنکے زمانہ کی موجودہ نسل میں پائی جاتی ہیں پھر ہم کہتے ہیں کہ جب ہم یہ خیال کرتے ہیں کہ اصول
اور فروع میں ادنیٰ سے تغیر کیوجہ سے صورتیں اور شکلیں اسقدر کثرت سے ہوجاتی ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ اس کیفیت کی
صورتیں جنکو ہم نے بیان کیا تھا نہایت کثیر تعداد میں ہوسکتی ہیں اور پھر بھی اُن کیوجہ سے ایک نوع کا دوسری نوع کیجانب نکل جانا

ف [illegible]

اب رہا قانون انتخاب طبعی وہ تو آپ لوگوں کے نزدیک تینوں قوانین مذکورۃ الصدر کے لئے بمنزلہ نتیجہ کے ہے اسلئے وہ بھی ظنی ہی ہوگا اور اگر اسکا واقع ہونا تسلیم بھی کر لیا جائے تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ قانون انواع کے بطریق خلق پائے جانیکے ساتھ بھی پایا جا سکتا ہے اس طرح کہ ہمیں پہلے ادنیٰ درجہ کی نوع موجود ہوئی پھر اس سے اعلیٰ درجہ کی بغیر اسکے کہ ابتدائی ادنیٰ نوع بھی مستقل طور پر پیدا ہوئی ہو اگر بعد آسکا اپنے سے ادنیٰ کیساتھ باقی رہنے میں منازعت کر کے اسے ہلاک کر دیا ہو پھر اس دوسری نوع سے بھی اعلیٰ درجہ کی نوع مستقل طور پر موجود ہوئی ہو اور اُسنے بھی اپنے سے ادنیٰ نوع کو منازعت کر کے ہلاک کر دیا ہو پھر اسی طرح یہ سلسلہ جاری رہا ہو یہاں تک کہ انواع موجودہ تک نوبت پہونچگئی ہو اور کوئی نوع بھی دوسری نوع سے نہ بنی ہو اور سب کی سب مستقل طور پر پائی گئی ہوں پس یہ بات ظاہر ہوگئی کہ زمانہ موجودہ میں سب سے عمدہ اور انسب انواع کا پایا جانا ثبوت نشو کو مستلزم نہیں بلکہ ممکن ہے کہ خلق اور انواع کے مستقل طور پر پیدا ہونے کے ساتھ بھی پایا جائے پس اس قانون کا پایا جانا نشو پر نہیں دلالت کرتا خلاصہ یہ کہ خلق اور انواع کے مستقل طور پر پیدا ہونے کو مان کر بھی ان قوانین اربعہ کی تقریر کرنا ممکن ہے۔ یوں کہا جائے کہ ممکن ہے کہ اللہ تعالےٰ نے پہلے ادنےٰ درجہ کی انواع کو پیدا کیا ہو پھر اُسنے اعلےٰ درجہ کی انواع کو بغیر اسکے کہ وہ اپنے سے ادنےٰ درجہ سے منتقل ہوں مستقل طور پر پیدا کر دیا ہو پھر اُسنے پہلی انواع کو دنیاوی اسباب اور دوسری انواع سے باقی رہنے میں منازعت کرنے کی وجہ سے یعنی تنازع للبقا کے قاعدہ کے موافق ہلاک کر دیا ہو پھر اسی طرح ہوتا رہا ہو یہاں تک کہ انواع موجودہ تک نوبت پہونچگئی ہو اور یہی وہ انواع ہیں جو اپنے سے سابق کی تمام انواع سے بہتر اور انسب ہیں پس یہ کیفیت قانون تنازع اور قانون البقاء احسن پر مشتمل ہے اور باوجود اسکے اللہ تعالےٰ نے فروع کی صفات اصول کو وراثۃً حاصل کرنے اور نیز فروع کے کچھہ دوسری صفات میں اپنے اصول سے مبائن ہونے کے قانون کو بھی جاری کیا ہے لیکن یہ تبائن ایک معین حد تک ہے جس سے کہ ایک نوع دوسری نوع نہ بننے پائے اور اس میں حکمت یہ ہے کہ باہم تمیز قایم رہے جیسا کہ ہم اوپر کہہ آئے ہیں اور اس کیفیت نے دونوں باقی قانون کو شامل کر لیا اور وہ قانون ارث اور قانون تبائن ہیں جنکا مشاہدہ کیا ہی جاتا ہے باوجودیکہ انواع کا بطریق خلق اور مستقل طور پر بننا مانا گیا ہے اور آپ لوگوں کے علم جیالوجی کی تحقیقات بھی اس توجیہ کے ذرا بھی منافی نہیں پس کیا آپ اس توجیہ کے محال ہونے پر کوئی دلیل بیان کر سکتے ہیں ہرگز نہیں ہرگز نہیں۔ اور بعد ساری سابق الذکر تقریر کے عقلی نظر میں طریق نشو طریق خلق پر راجح بھی نہیں معلوم ہوتا بلکہ دونوں امر برابر نظر آتے ہیں پس ان دونوں میں سے ہر ایک کا احتمال ہے اور ہر ایک ممکن اور خداوندی قدرت کے تحت میں داخل ہے۔ اب ظاہر ہوگیا کہ عقلی نظر میں نشو کو خلق پر ترجیح بھی نہیں اور نشو کا احتمال عقل کے نزدیک ظنی[1] بھی نہیں قرار پا سکتا بلکہ نشو اور خلق دونوں میں عقلی طور پر شک اور مساوات ہی کا درجہ پایا جاتا ہے لیکن پیروان محمد صلے اللہ علیہ وسلم خلق اور انواع کے مستقل طور پر پیدا ہونے کے احتمال کو ترجیح دیتے ہیں اور چونکہ اُن کی شریعت کی ظاہری نصوص سے ایسا ہی معلوم ہوتا ہے اسلئے وہ اسی کو مانتے ہیں اور آپ لوگوں کے پاس نشو کو ترجیح دینے اور اسکو ماننے کی جبکہ میں نے اُس کا جس مرتبہ کا ثبوت تھا ظاہر کر دیا۔ کوئی وجہ موجود نہیں ہے۔

یہ تو ہو چکا اب سابق الذکر تقریر کے بعد جب نشو ہی پورے طور سے ثابت نہ ہو سکا تو اب پھر انسان اور بندر کا ایک ہی اصل سے نکلنا

[1] یعنی راجح ۱۲

ف قانون ارتقائے [illegible] طبعی کے [illegible] نشو الانواع [illegible] [illegible] ۱۲

انسان کا بندر سے ترقی کر کے بننا ایک ایسا خیال ہے جس کے خلاف ہر ایک عقلی دلیل موجود ہے ۱۲

بھی جیساکہ آپ لوگ کہتے ہیں یہ بھی نہیں ہوسکتا اور آپ لوگوں کا یہ قول کہ انسان کے بندر کے ساتھ مشابہت رکھنے کے مقتضا
کے موافق کچھ بعید نہیں ہے کہ انسان اور بندر ایک ہی اصل سے نکلے ہوں محض ایک انتہا درجہ کا ساقط الاعتبار شبہ ہے کیونکہ
محض صوری مشابہت کا یہ مقتضا نہیں ہوسکتا اور نہ اس سے یہ امر لازم آتا ہے جیساکہ ظاہر ہے اور اگر آپ کہیں کہ اس سے
لازم تو نہیں آتا لیکن کم سے کم اتنا تو ہے کہ اس سے اسکا ظن اور گمان غالب پیدا ہوجاتا ہے تو میں کہوں گا کہ پیروان محمد صلے اللہ
علیہ وسلم اعتقاد کے بارہ میں ظن پر اعتماد نہیں کرسکتے اور نہ اُسکو اپنی شریعت کی ظاہری نصوص کے لئے معارض اعتبار کرسکتے ہیں
علاوہ بریں اس مشابہت سے جو آپ کے نزدیک ظن پیدا ہوا تھا اُسکے لئے ایک امر دافع بھی موجود ہے اور وہ یہ ہے کہ ہم دیکھتے
ہیں کہ انسان اپنی ابتدائے پیدائش میں عقل اور بدن دونوں میں نہایت کمزور ہوتا ہے چلنے اور آپ سے بیٹھنے پر بھی قادر نہیں ہوتا اور نہ
ذرا سی حرکت ہی کرسکتا ہے جو با قاعدہ ہو اور باوجود اسکے وہ نہایت کند اور نادان بھی ہوتا ہے کہ اپنے اردگرد کی اشیاء کو بھی
نہیں پہچانتا اور نہ اُسے زمین اور آسمان کی تمیز ہوتی ہے نہ آگ اور پانی میں فرق کرسکتا ہے اسی لئے نہ وہ کسی ایذا رساں چیز سے
بچتا ہے نہ کسی نافع چیز کو اختیار کرتا ہے یہاں تک کہ اُسے اتنا بھی تمیز نہیں ہوتا کہ اپنی ماں کی چھاتی کیسے منہ میں لے چنانچہ
وہ کئی روز تک اسکو سکھلانے کی کوشش کرتی ہے جب اُسے وہ دودھ پینا آتا ہے پھر اس ساری کمزوری اور نادانی کے بعد
ہم اُسے دیکھتے ہیں کہ قوت اور ادراک میں ترقی کرنے لگتا ہے یہاں تک کہ ایسے درجہ پر پہونچ جاتا ہے کہ اگر بقیہ حیوانات پر
قیاس کیا جائے کہ وہ اپنی پیدائش کے وقت اس سے کہیں توانا اور سمجھدار ہوتے ہیں تو اس درجہ تک اُسکے پہونچنے کی امید نہیں
ہوسکتی اور انسان کی یہ حالت خداوندی اعمال میں سے نہایت عجیب تر اور اُس کی قدرت کی عظمت پر دلیل روشن ہے کہ اُسنے اتنے
کمزور اور اسقدر نادان حیوان کو ایسے درجہ تک کیسے پہونچا دیا جہاں تک اور حیوانات نہ پہونچ سکے چنانچہ وہ نہایت قوی اور صاحب
غلبہ بنجاتا ہے کہ پتھروں کو اُکھاڑ کر پھینک دیتا ہے، بڑی بڑی عالیشان عمارتیں تعمیر کرتا ہے حالانکہ پہلے وہ نہایت ہی کمزور اور
عاجز تھا۔ اسی طرح وہ مدقق عالم اور محقق فلاسفر بنجاتا ہے بعد اسکے کہ وہ نری نادانی میں غرق تھا اپنی قوت اور عقل کے ذریعہ سے
بحروبر کے حیوانات پر تسلط حاصل کرلیتا ہے پرندوں کو اپنے قبضہ میں لاتا ہے نظام شمسی وقمری کا انضباط کرتا ہے اور پھر
بھی یا تو اپنے پیدا کرنے والے خدائے واحد کا اقرار کرتا ہے یا اُس سے پرلے درجہ کا منکر بنجاتا ہے۔ رہا بندر وہ اور اکثر
حیوانات کی طرح ایک قسم کی قوت کے ساتھ پیدا ہوتا ہے جسکی وجہ سے وہ اسوقت کافی حرکت کرنے پر قادر ہوتا ہے تاکہ
اُسکی ماں جو اُسکی پرورش کرنا چاہے اُسیں وہ اُسکی کچھ مدد کرسکے اور اسوقت اُسکو اسقدر سمجھ ہوتی ہے کہ انسان کے بچہ کے
پاس اُسکا نشان بھی نہیں پایا جاتا چنانچہ جو غذا اُسکے لئے مہیا ہوتی ہے اُسے جان لیتا ہے اور بغیر اُس کوشش و تدبیر
کے جو انسان کی ماں کو اپنے بچہ کے لئے کرنا پڑتی ہے وہ (بندر کا بچہ) اپنی ماں کی چھاتی منہ میں لے لیتا ہے ایذا رساں
چیزوں سے بچتا ہے نافع چیز کو اختیار کرتا ہے اور نہایت ہی تھوڑی مدت میں جسمیں کہ انسان کا بچہ اپنے سُرین پر بیٹھنے کے
بھی قابل نہیں ہوتا وہ اپنا رزق تلاش کرنے کے لئے دوڑنے لگتا ہے اور اسکو اسقدر سمجھ بھی جو اُسکے امور زندگی کی انجام
دہی کے لئے کافی ہو حاصل ہوتی ہے جسکی وجہ سے وہ اپنی نوع کے بڑے بڑوں کے قائم مقام بنجاتا ہے اور حالانکہ وہ دیکھنے
میں بچہ ہی رہتا ہے پس بندر اور انسان میں کہیں فرق موجود ہے سو اگر انسان اور بندر ایک ہی اصل سے نکلے ہوتے اور انسان

اُس سے ترقی کر گیا ہوتا تو اُسکا یہ مقتضا تھا کہ وہ اس حالت میں نہ ہوتا جسکا ہم نے ابھی ذکر کیا بلکہ اپنی پیدایش کے وقت بندر
سے توکم نہ ہوتا جس سے وہ ترقی کرکے بنگیا تھا کیونکہ کہا جا سکتا ہے کہ کیا وجہ ہے کہ انسان کا بچہ قوت اور سمجھ میں
اتنی پستی کی حالت میں ہو باوجودیکہ اُسکا ساتھی جو اُسکے ساتھ ایک ہی اصل سے نکلنے میں شریک ہے اور جس سے کہ وہ ترقی
کرکے بنگیا ہے ہم دیکھتے ہیں کہ ان دونوں باتوں میں اُس سے کہیں کامل ہوتا ہے اور اگر کہا جائے کہ انسان اپنے شریک
(بندر) سے صورت کی عمدگی میں تو ترقی کر گیا ہے لیکن بعض اسباب کیوجہ سے قوت اور سمجھ میں اُس سے گھٹا ہوا رہگیا تو
ہم کہیں گے تو پھر کیا وجہ ہے کہ بڑے ہونے پر یہ دونوں باتیں اُسمیں کامل ہوجاتی ہیں اور وہ بندر پر ان دونوں (قوت
اور سمجھ) میں کہیں زیادہ ترقی کرجاتا ہے پس حق اور سچی بات تو یہ ہے کہ یہ امر آپ کے اس قول کو کہ انسان اور بندر ایک ہی
اصل سے نکلے ہیں بالکل ہی بودا اور کمزور ثابت کرتا ہے اگرچہ ہم اپنی زبان سے اسکو باطل نہ بھی کہیں۔ اور اے اہل سائنس
اگر آپ نظر انصاف سے غور کریں تو آپ کو یہ امر بخوبی ظاہر ہوجائے کہ انسان اور بندر کی صرف صوری مشابہت اتنے
بڑے عظیم فرق کا جو اُن دونوں میں پایا جاتا ہے جسکا کہ ہمنے ابھی بیان کیا ہرگز مقابلہ نہیں کرسکتی خدا تعالےٰ ہمیں اور آپ
دونوں کو امر صواب کی ہدایت کرے یہ وہ تقریر تھی جس کو میں نے اِس موقع پر آپ کے سامنے بیان کرنے کا ارادہ کیا
تھا اور میرے نزدیک اگر آپ انصاف کرینگے تو یہ تقریر اسبات کے لئے کہ نشو کے بارہ میں آپ کے دلائل اور معتقدات محض ظنی ہیں
اور کسی طرح شرعی نصوص کا معارضہ نہیں کرسکتیں کافی ثابت ہوگی اور میں نے دیکھا ہے کہ آپ کے مخالف آپ کے ساتھ مختلف
بحثوں میں اُلجھے ہیں جس کی میں کچھ ضرورت نہیں سمجھتا چنانچہ انہوں نے انواع کے بدل جانے کا آپ کے مقابلہ میں انکار کیا
اور آپ اسپر دلائل قایم کرنے کے درپے ہوگئے اور اسکا ثبوت دینے لگے یہاں تک کہ صناعی تبدیلی سے بھی۔ اور انہوں
نے مابین ایک اور دوسری نوع کے جس سے کہ وہ آپ کے خیال کے موافق بنی ہے حلقوں کے وجود سے قطعی انکار
کیا اور آپ نے اُنکو یہ جواب دیا کہ یہ حلقے بعض میں تو پائے گئے ہیں اور اپنے جی کو یوں خوش کرلیا کہ جیالوجی کی تحقیقات
میں عنقریب باقی انواع میں بھی حلقے دریافت ہوجائیں گے یہ ساری باتیں جملہ خبریہ ہیں جسمیں صدق اور کذب دونوں کا احتمال
موجود ہے بھلا بتلائیے تو ہم میں سے اسوقت کون بیٹھا رہیگا جو آپ کے دعوے کی تصدیق اور مشاہدہ کرے گا حقیقت
حال کو خدا ہی جانے علاوہ بریں اگر ثابت بھی ہوجائے تو یہ احتمال برابر قایم رہیگا کہ انواع مستقل طور پر پیدا ہوئی ہوں جیسا کہ
ہم نے پیشتر ذکر کیا پس آپ کی دلیلیں ظنی ہی رہیں مختصر یہ کہ ہمیں کوئی ضرورت نہیں کہ ہم آپ لوگوں سے آپ کے مخالفوں کی
طرح الجھیں اور چونکہ ہمارا اعتماد شریعت کی ظاہری نصوص پر ہے اسلئے ہمارے لئے تقریر سابق ہی کافی ہے ورنہ اگر ہم آپ سے
اس بحث میں تفصیلی گفتگو کرنا چاہیں تو آپ کو دکھلادیں کہ آپ کی دلیلوں کی جن پر آپ اعتماد کئے بیٹھے ہیں کیا قدر و قیمت ہے
اور آپ کے سامنے اسبات کو ظاہر کردیں کہ اُن کی بنیاد وہم اور محض تخمینی اور فرضی باتوں پر ہے اگر خدا نے توفیق دی تو میں
اس مبحث میں ضرور کچھ تحریر کروں گا جس سے طالبین تحقیق کی تشنگی بجھ جائیگی۔

یہ بحث تو ہوچکی پھر آپ لوگوں کا یہ قول کہ حیات اور عقل انسانی دونوں محض مادہ کے اجزا متحرکہ اور اوسکے عناصر ممتزجہ کی باہمی
تاثیرات کے ظہوروں میں سے ایک قسم کے ظہور کے نام ہیں اگرچہ اصل مادہ حیات اور ادراک دونوں سے بالکل خالی تھا اور یہ کہ

کرتا ہے اور اپنی قدرت سے اُسے موجود کر دیتا ہے اور یہ کہ جو کچھ وہ قضا (حکم) کرتا ہے وہ سب اُسیکے پیدا کرنے سے پایا جاتا ہے اُسکے سوائے کوئی خالق نہیں اگرچہ اُسنے مسببات کو اسباب کے ساتھ مرتبط کر رکھا ہے مسببات کو اسباب سے پیدا کرتا ہے لیکن دونوں کا وہ خود ہی خالق ہے پہلے سبب کو پیدا کرتا ہے اور اُسکے بعد ہی مسبب کو پیدا کر دیتا ہے اور تمام اشیا میں جو تاثیر مشاہدہ کیجاتی ہے وہ خدا ہی کے پیدا کرنے اور ایجاد کرنے سے ہے کوئی شے حقیقت میں طبیعت یا اُس کی قوت کیوجہ سے جو انہیں رکھی گئی ہو اثر نہیں کرتی اور یہ کہ خدائے سبحانہ موجود ہے۔ قدیم ہے۔ ہمیشہ رہے گا۔ اُس کا معدوم ہونا محال ہے۔ ایک ہے۔ اپنی ذات و صفات میں یکتا ہے۔ علاوہ اسکے عالم میں جتنی چیزیں ہیں وہ سب سے غنی ہے۔ کسیکا محتاج نہیں۔ ساری چیزیں اُسی کی محتاج ہیں۔ موجودات میں سے وہ کسی شے کے مشابہ نہیں اور نہ کوئی چیز اُسکے مشابہ ہے۔ کامل درجہ کا ارادہ کرنے والا پورا پورا علم رکھنے والا ہے تمام چیزوں کو جو موجود ہیں خواہ گذر چکیں یا آیندہ ہوں گی۔ سب کو جانتا ہے اُسکے علم سے کوئی شے باہر نہیں جتنی چیزیں عقلاً ممکن ہیں سب پر قادر ہے خواہ وہ کتنی ہی بڑی کیوں نہ ہوں۔ زندہ ہے۔ تمام صفات کمال کے ساتھ جو اُس کی ذات کے شایاں ہیں موصوف ہے۔ تمام صفات نقصان سے منزہ ہے پس یہ وہ مسائل ہیں جن پر سابق کے مباحث میں کافی طور پر گفتگو ہو چکی ہے اب کوئی ضرورت نہیں کیونکہ بعض کے تحقق اور ثبوت پر تو میں نے یقینی دلیل قایم کر دی ہے جیسے کہ مادہ کا حادث ہونا۔ خدا کا موجود ہونا۔ اور اُسکا اپنی صفات کے ساتھ متصف ہونا اور بعض کو جنے آپکے علوم کے ساتھ جنکے وہ معارض معلوم ہوتی تھیں تطبیق دیدی اور اُسکے لئے کوئی توجیہ ذکر کر دی یا میں نے آپ کو ایسا طریق بتا دیا جس پر چلنے سے اسلامی دین کے ساتھ آپ کی ایسی مخالفت نہیں ہوتی کہ اُس سے آپ اسلام کے اعتقاد نہ رکھنے والوں میں شمار ہونے لگیں اور جس چیز کی میں نے تصریح نہیں بھی کی ہے وہ ادنےٰ غور کرنے سے گذشتہ مباحث سے سمجھی جا سکتی ہے اور تفصیلی گفتگو بکثرت اسلامی کتابوں میں موجود ہے جسکا جی چاہے اُسکی جانب رجوع کرے۔

اب رہی یہ بات کہ اللہ تعالےٰ نے ہمارے اوپر سات آسمان پیدا کئے اور اِن آسمانوں کے اوپر ایک بہت بڑا جسم جسکا نام کرسی ہے اور اُسکے اوپر اُس سے بھی بڑا جسم جسکا نام عرش ہے پیدا کیا۔ اور یہ کہ ہمارے اور ان اجسام کے مابین بہت ہی بڑی مسافت حائل ہے اور یہ کہ اُسنے ایک بہت بڑا جسم جسکا نام لوح ہے اور ایک دوسرا جسم جسے قلم کہتے ہیں اسلئے پیدا کیا تاکہ جتنی ہونے والی چیزیں ہیں بثبت رہیں اور لکھی جائیں گو وہ اسکا محتاج نہ تھا اور یہ کہ انسان کو خدا کی نعمتیں اُسکے ایک بنائے ہوئے مکان میں ملیں گی جس کا نام جنت ہے اور دوسرے مکان میں اُسکا عذاب ہوگا جسے جہنم کہتے ہیں۔ زمین۔ آسمان اور عالم کے تباہ ہونے کے بعد جب لوگ مرنے کے بعد زندہ ہوں گے تو خدا ان لوگوں کو ان دونوں مکانوں میں داخل کریگا پس میں کہتا ہوں کہ آپ اور پیروان محمد صلے اللہ علیہ وسلم خلاء[ع] ممتد کے تو قائل ہی ہیں اور اس سے مراد بہت ہی دور و دراز بُعد ہے جسکی وسعت کو سوچکر عقل حیران رہجاتی ہے پھر آپ کہتے ہیں کہ آفتاب اور ستارے اس خلاء دور و دراز میں قانون کشش کے ذریعہ سے قایم ہیں اور پیروان محمد صلے اللہ علیہ وسلم میں سے بعض کا قول بھی آپ کے قول کے موافق اور مؤید معلوم ہوتا ہے

ع خلاء سے یہاں زمین کے اوپر کی وہ فضاء مراد ہے جو دیکھتے ہیں بیجد معلوم ہوتی ہے اور اس سے حقیقی خلاء مراد نہیں کیونکہ اہل سائنس کہتے ہیں کہ اس تمام فضاء میں ایتھر پھیلا ہوا ہے ۱۲ مترجم

وہ یہ ہے کہ آفتاب اور ستارے آسمان میں گڑے ہوئے نہیں ہیں بلکہ وہ خلار میں قایم ہیں اور اُس خلار میں جو اُنکا مدار حرکت ہے
وہی اونکا فلک ہے جیسا کہ پیشتر گذر چکا پس اس سے کونسی چیز مانع ہو سکتی ہے کہ اسی خلار دور و دراز میں ان ستاروں کے
اُدہر ان اجسام مذکورہ کو بھی خدا نے پیدا کیا ہو اور وہ ساتوں آسمان (اور اُن کا نظر نہ آنا پیروان محمد صلے اللہ علیہ وسلم میں سے
بعض کے قول کے موافق ہے جیسا کہ پیشتر گذرا اور وہ ابو بکر بن العربی ہیں) عرش . کرسی . لوح و قلم . جنت اور دوزخ ہیں -
اور خدا نے اُنکو وہاں اپنی قدرت سے قایم کر رکھا ہے چاہے اُسنے قدرتی قوانین میں سے جنھیں کہ وہ اپنی مخلوقات میں رکھدیا
کرتا ہے کسی قانون سے کام لیا ہو یا بلا کسی طبعی قانون کے محض اپنی قدرت سے اُنہیں روک رکھا ہو کیونکہ وہ اس بات پر پیروان
محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے اس اعتقاد کے موافق پورے طور سے قادر ہے کہ قوانین قدرت محض عادی اسباب ہیں جیسا
کہ اُسنے آفتاب اور ستاروں کو اُس خلار میں جس میں کہ وہ پائے جاتے ہیں قایم کر رکھا ہے پھر یہ سب ہم سے نہایت ہی دور و دراز
مسافت پر واقع ہیں جیسے کہ باہم خود اُنکے مابین بہت ہی بڑی مسافتیں حائل ہیں اور خدا کی اور اُس کی قدرت کی جو عظمت ہم اُس
کی مصنوعات میں جنکا ہم مشاہدہ کرتے ہیں دریافت کرچکے ہیں اُسکے لحاظ سے تو ان میں سے کوئی اَمر بھی بعید نہیں معلوم ہوتا پس
یہ سب چیزیں ممکن ہیں اور ہو سکتی ہیں عقل انکو محال نہیں سمجھتی اور خدا کی قدرت ممکن کے ساتھ ایجاد کرنے کیلئے متعلق ہونے کی صلاحیت
رکھتی ہے - رہا اُنکے ادراک تک آپ لوگوں کی رسائی نہ ہونا خواہ بذریعہ حواس ہو یا بواسطۂ دیگر ذریعوں کے اُنکے معدوم ہونے کو
مقتضی نہیں ہے اور اس تقریر سے یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ ساتوں زمینوں کے موجود ہونے سے بھی جیسا کہ بعض شرعی نصوص میں
وارد ہوا ہے کوئی امر مانع نہیں ہو سکتا. ممکن ہے کہ اسی خلار میں جسمیں کہ ہماری زمین اور تمام ستارے قایم ہیں چھ زمینیں اور بھی قایم
ہوں اور اُن میں مخلوقات بھی پائی جاتی ہو جیسا کہ آپ لوگ ستاروں میں مخلوقات کے موجود ہونے کا گمان کرتے ہیں سو اگر آپ
کہیں کہ ہم نے تو انکو بڑی بڑی دوربینوں سے بھی نہیں دیکھا تو میں کہوں گا ممکن ہے کہ روشن ہی نہ ہوں جو نظر آسکیں اور یہ
بھی احتمال ہے کہ آپ نے انکو دیکھا ہو اور انہیں ستاروں میں جو کہ خلار میں قایم ہیں اُنہیں بھی شمار کر لیا ہو. اگر آپ کہیں ہمنے مانا کہ یہ
سب کچھ ممکن اور ہو سکتا ہے لیکن اسپر کیا دلیل ہے کہ یہ سب چیزیں بالفعل موجود بھی ہیں اور کونسا امر باعث ہوا کہ پیروان محمد
صلے اللہ علیہ وسلم اُنکے قائل ہی ہو جائیں تو میں کہوں گا کہ اس کا باعث اُن کی شریعت کی نصوص ہیں جو ان اجسام کے موجود
ہونے کی تصریح کرتی ہیں اور یہی اُنکے وجود پر اُن کی دلیل ہے اور یہ وہ نصوص ہیں جنکا اُنکے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام
سے وارد ہونا قطعی طور پر ثابت ہے اور وہ جتنی چیزوں کی خبر دیں سب میں سچے ہیں کیونکہ وہ جھوٹ سے معصوم اور محفوظ
ہیں اسلئے کہ پیروان محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے نزدیک خدا کے پاس سے اُنکا رسول بنکر آنا قطعی دلیلوں سے ثابت ہو چکا ہے
اور اگر آپ پوچھیں تو پھر اللہ تعالیٰ نے ان اجسام کو پیدا کیوں کیا تو میں جواب دوں گا کہ جیسے اُسنے ستاروں زمین اور باقی
عالموں کو جنکا آپ مشاہدہ کرتے ہیں پیدا کیا وہی تمام چیزوں کے پیدا کرنے کی خوب حکمت جانتا ہے اور وہ تو فاعل مختار ہے
جو چاہے سو کرے اُس سے کوئی نہیں پوچھ سکتا اور سابق میں اس امر پر دلیل قایم کر چکا ہوں کہ اعمال خداوندی کے جمیع اسرار
کو عقل انسانی احاطہ نہیں کر سکتی ہے پس اُسکو یاد کیجیے - اور پیروان محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے ان اجسام کے پیدا کرنے کے
بہت کچھ اسرار اور حکمتیں بھی بیان کی ہیں کہ اگر ہم اُنکو بیان کرنا شروع کریں تو بہت طوالت ہو جائے جسکا جی چاہے اُن کی کتابوں

کو دیکھ لے۔

اب رہا یہ امر کہ اُس خدا نے کچھ نورانی اجسام پیدا کئے ہیں جنکا نام ملائکہ (فرشتے) ہے اور جو اپنی شکل کے بدل لینے پر قادر ہوتے ہیں اور یہ کہ آسمان اور زمین کے مابین جسقدر مسافت ہے وہ اُسے ایک بہت ہی تہوڑی مدت میں قطع کر سکتے ہیں اور یہ کہ وہ ہمارے سامنے سے اس طرح گذر سکتے ہیں کہ ہم انہیں نہ دیکھیں اور یہ کہ وہ ایسے ایسے افعال کر سکتے ہیں جن سے انسانی قوتیں عاجز ہیں اور یہ کہ آسمان فرشتوں سے بھرے ہوئے ہیں جیسے کہ اُسنے کچھ دوسرے اجسام بھی جو ملائکہ مذکورہ کے ساتھ بعض خواص میں (جیسے کہ شکل بدل لینے پر قادر ہونا نظروں سے پوشیدہ رہ سکنا۔ بڑے بڑے افعال پر قدرت رکھنا) مشابہ ہیں پیدا کئے ہیں لیکن وہ ملائکہ سے اس امر میں مختلف ہیں کہ وہ اُن کی طرح نورانی نہیں اسی طرح بعض اور باتوں میں بھی اختلاف رکھتے ہیں جیسا کہ گذر چکا ہے اور ان اجسام کا نام جن ہے۔ پس میں کہتا ہوں کہ اس سے کونسا امر مانع ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالے نے کچھ اجسام انہیں خواص کے ساتھ موصوف بنائے ہوں جنھیں کہ ملائکہ کہتے ہیں اور کچھ دوسرے اجسام بھی جو امور مذکورہ میں اُن کی نظیر ہوں پیدا کئے ہوں جنکا کہ نام جن ہو اور ممکن ہے کہ اُن کا مادہ مادہ ایتھر کی طرح ہو جس کی نسبت آپ یہ کہتے ہیں کہ وہ تمام عالم میں بھرا ہوا ہے حالانکہ آپنے اُسے دیکھا نہیں یا اُن کا مادہ مادہ ہوا کی طرح ہو جس کو اللہ تعالے نے بنا کر اُسکے ذروں کو ایسی کیفیت پر مجتمع کیا ہو جس کی وجہ سے اُسمیں خواص مذکورہ کی صلاحیت آگئی ہو جیسے کہ اُسنے حیوان کو جمادی عناصر سے ایسی کیفیت پر بنایا جس سے کہ اُسنے حیات ادراک۔ اور حرکت وغیرہ ساری قوتیں حاصل کر لیں حالانکہ پہلے عناصر میں ان میں سے کوئی شے بھی موجود نہ تھی پس ممکن ہے کہ ہمارا اُنکے دیکھنے پر قادر نہ ہونا اُن کی شفافیت اور لطافت کے باعث سے ہو جیسے کہ ہوا اور ایتھر کا حال ہے علاوہ بریں پیروان محمد صلے اللہ علیہ وسلم اس اعتقاد کی بنا پر کہ دکھلائی دینا محض خدا کے پیدا کرنے سے ہوتا ہے جیسے کہ سابق میں اسکی تقریر گذر چکی یہ امر بالکل ظاہر ہے اور اُنکے اپنی شکل بدل لینے پر قادر ہونے کی توجیہ باوجودیکہ وہ عقلاً ممکن ہونے کی وجہ سے خدا کی قدرت کے تحت میں داخل ہے اس طرح ہو سکتی ہے کہ اللہ تعالے نے ان اجسام کو ایسی کیفیت پر بنایا ہو جسکی وجہ سے وہ ہوا۔ ایتھر یا اسی کے مثل کسی اور شئے سے کچھ مقدار لے لینے پر قدرت رکھتے ہوں اور اُسکو کثیف کر کے جس صورت کا چاہیں خول بنا سکتے ہوں پھر اُسے پہن لیتے ہوں اور اس طرح نظروں میں اُسی صورت کے معلوم ہونے لگتے ہوں اور کیمیاوی اعمال ہیں جو اللہ تعالے نے بعض اجسام کو بعض کیجانب منقلب کرنے پر جیسے کہ کثیف کو لطیف اور لطیف کو کثیف بنا دینے وغیرہ پر انسان کو قادر کر دیا ہے اس سے ہماری تقریر کا سمجھنا عقلوں کو بہت ہی آسان ہو جاتا ہے اور چونکہ اجسام کا مختلف شکلوں پر ہو جانا کیسے ہی کیوں نہ ہو خداوندی قدرت کی عظمت کیجانب منسوب ہوتا ہے جسکے وہ اعمال عقلوں کو مدہوش کئے دیتے ہیں جو حیوان اور نبات کو مختلف خواص عطا کرنے کے بارہ میں ہوئے ہیں اسلئے اسمیں ذرا بھی تعجب نہ کرنا چاہئے۔

رہا یہ امر کہ باوجودیکہ لطیف اجسام ہیں لیکن ایسے ایسے اعمال کرنے پر قدرت رکھتے ہیں جن سے انسانی قوتیں بالکل عاجز ہیں تو میں کہتا ہوں کہ ہواؤں کے یہ کام کہ وہ کیسے بڑے بڑے درختوں کو اُکھیڑ کے پھینکدیتی ہیں اور نیز قوت کہربائی کے کرشمے کہ وہ کس طرح بڑی بڑی گرانبار اشیاء کو جنکو ہزاروں آدمی ملکر حرکت بھی نہیں دے سکتے کھینچ لیتی ہے دیکھکر ملائکہ اور جنوں کے اعمال میں کچھ بھی تعجب نہیں معلوم ہوتا خصوصاً جبکہ اسکا بھی خیال کیا جائے کہ انکو ان اعمال کی قوت بخشنے والا وہی خدا ہے جس کی قدرت

ہونے کے بعد بھی باقی رہتی ہے اُسے ادراک ہوتا ہے اور الم حاصل کر سکتی ہے اور یہ کہ انسان کو مرنے اور فنا ہونے کے بعد خدا تعالیٰ
پھر لوٹائیگا اور اُسکے ساتھ دوبارہ روح کا تعلق پیدا کر دے گا اور اُسنے جو اپنی زندگی کی مدت میں اچھے عمل کئے ہوں گے
اُن کی جزا دے گا اور بُرے عمل پر اُن کی سزا کرے گا اور جس وقت بدن کے ساتھ روح کا تعلق ہوتا ہے اور انھیں حیات قایم ہوتی
ہے اُس وقت لذت اور الم مجموعہ روح اور بدن کے ساتھ قایم ہوتا ہے۔ اور یہ کہ باقی حیوانات کی بھی انسان ہی کی طرح ارواح ہوتی
ہیں اور اُنہیں اتنا ادراک حاصل ہوتا ہے جتنا کہ اُنہیں اپنی زندگی بسر کرنے کے لئے کافی ہو البتہ اتنا ادراک اور اتنی عقل اُنکو نہیں
حاصل ہوتی جتنی کہ انسان کو ہوتی ہے چنانچہ اسی لئے خدا کی عبادت کی تکلیف انسان کو دی گئی ہے نہ باقی حیوانات کو پس میں کہتا
ہوں جب آپ نے امور مذکورہ کی تصدیق سے اس بنا پر انکار کیا کہ آپ کے علوم سے محض ہیکل انسانی ہی کا پتہ لگ سکا اور اسکے
سوا کسی چیز کو جیسے کہ روح آپ نہ جان سکے علیٰ ہذا القیاس حیوانات میں بھی آپ ارواح کو نہ دریافت کر سکے تو سُنئے کہ پیروان محمد
صلے اللہ علیہ وسلم اسبات پر متفق ہیں کہ ہر انسان کے ایک روح ہوتی ہے جسے کہ اُسکے بدن سے تعلق ہوتا ہے لیکن ہاں اُس کی
حقیقت سے بحث کرنے میں اُنہوں نے اختلاف کیا ہے پس بعضوں نے تو اُس میں خوض ہی نہیں کیا اسلئے کہ صاحب بعثت
سے اُسپر کوئی دلیل نہیں وارد ہوئی تھی ان لوگوں کے طریق پر اُن شرعی نصوص کے تصدیق کرنے کے لئے جو روح کے وجود پر
دلالت کرتی ہیں صرف یہی اعتقاد رکھنا کافی ہے کہ ہر انسان کے روح ہوتی ہے اور وہ ایک موجود شے ہے جس کی حقیقت خدا ہی
خوب جانتا ہے اور اوسکے وجود کے قائل ہو جانے سے عقل کے نزدیک بھی خلاف نہیں لازم آتا۔ رہا اس کا محسوس نہ ہونا اُس کے عدم
کو مقتضی نہیں ہے کیونکہ ممکن ہے کہ ہم اُسکو اُسکی لطافت کیوجہ سے محسوس نہ کرتے ہوں جیسے کہ ایتھر جسکے آپ لوگ قائل ہیں
حالانکہ آپ نے کبھی اُسے محسوس نہیں کیا یا اُسکے بہت باریک اور چھوٹے ہونے کی وجہ سے ہم اُس کا ادراک نہ کر سکتے ہوں جیسے
کہ وہ حیوانات جو بذریعہ خوردبین (مائی کراسکوب) کے نظر آتے ہیں یا کسی اور وجہ سے اور ان میں سے بعض لوگوں نے اُس کی
حقیقت سے بحث کرنے میں خوض کیا ہے چنانچہ بعض محققین نے کہا ہے اور وہ شیخ نووی ہیں جیسا جوہرہ کے حاشیہ امیر میں
ہے کہ روح کے بارہ میں جتنے اقوال ہیں سب میں زیادہ صحیح بعض محققین (وہ امام الحرمین ہیں) کا یہ قول ہے کہ روح ایک
لطیف۔ شفاف بالذات زندہ جسم ہے جو اجسام کثیفہ میں اُسی طرح رگ و پے میں سرایت کئے رہتا ہے جیسے کہ سبز شاخ
میں پانی۔ پھر بعض تو یہ کہتے ہیں کہ بدن میں اُس کی جائے قرار معلوم نہیں اور بعض کہتے ہیں کہ اُسکا مقر پیٹ ہے۔ بعض کہتے ہیں
قلب کے قریب ہے۔ بعض کہتے ہیں قلب ہی ہے۔ پھر اُنہوں نے نفس حقیقت انسان میں اختلاف کیا ہے۔ پس بعض کہتے
ہیں (اور وہ جمہور متکلمین ہیں جیسا کہ رازی وغیرہ میں ہے) کہ انسان بدن ہی ہے لیکن ہاں اُسکے روح ہوتی ہے (جیسا کہ پیشتر گذر چکا)
جو اُسکے ساتھ متعلق ہوتی ہے اور روح کے متعلق ہونے سے خدا کے پیدا کرنے کے باعث سے بدن کو حیات حاصل ہوتی ہے۔
بعض کہتے ہیں کہ انسان مجموعہ روح اور بدن کا نام ہے۔ اور بعض قائل ہیں جنکی تعداد بہت کم ہے کہ انسان فقط روح ہی ہے
اور بدن صرف اُسکا قالب ہے۔ لیکن بعد اسکے سب اسبات پر متفق ہیں کہ اللہ تعالےٰ لوگوں کے مرنے اور اُنکے بدنوں کے فنا اور
منتشر ہو جانے کے بعد اُنکے بدنوں کو دوبارہ بنا کر اُنہیں ضرور زندہ کرے گا۔ اور اُن کی ارواح کا اُنکے بدنوں کے ساتھ تعلق
پیدا کر دیگا اور اُنسے حساب لیگا پھر اُن میں سے بعض کو جنت یعنی جزا کے مکان میں داخل کر دے گا اور بعض کو جہنم یعنی سزا کے

کر اسباب کا اعتقاد کر لیا جائے کہ حساب کیلئے بدن کو اُسکے فنا ہونے کے بعد دوبارہ پیدا کرنے اور ارواح کا اُنکے ساتھہ مکرر تعلق پیدا
کرنے کے ذریعہ سے بعث اور اسکے توابع ضرور واقع ہوں گے اور یہ اعتقاد ایسے طریق پر ہونا چاہئے جس میں کوئی عقلی محال لازم

(بقیہ حاشیہ متعلقہ صفحہ ۲۱۳) چیز ضرور ہے جس کا ایتھر سے تعبیر کرتے ہیں اور جب ایسی مادی چیز موجود ہے تو یہ بھی ضروری ہے کہ اُسمیں اور گھومتی ہوئی
زمین میں رگڑ پیدا ہو جسکے اثر سے زمین کی سالانہ حرکت میں بھی ضرور فرق واقع ہوگا ایک دم دار ستارہ جسکو انکیز کمرٹ کہتے ہیں جبکہ وہ غائب ہوتا ہے
اور پھر جب وہ طلوع ہوگا ہم کو حساب سے اچھی طرح معلوم ہے لیکن آبزرویشن (مشاہدہ) سے معلوم ہوتا ہے کہ اُسکی حرکت گھٹتی جاتی ہے جس سے یہ بات
بخوبی ثابت ہوتی ہے کہ یہ حیرت انگیز کمی اسی مادہ کی رگڑ کی وجہ سے ہے جو ہوا کی طرح سیاروں کے مابین ہر جا واقع ہے یا وہ سیارے اُسکے اندر اُسی طرح
حرکت کر رہے ہیں جس طرح پانی کے اندر مچھلیاں یہ رگڑ زمین کی حرکت کے مقابلہ میں گو بہت کم ہے۔ یہ کہنا چاہئے کہ کوئی چیز نہیں لیکن وقت کی رفتار
کی طرح آہستہ آہستہ اپنا اثر کریگی اور اس کا آخری نتیجہ یہ ہوگا کہ کل سیاروں کی حرکت میں فرق آجائیگا اور حرکت کرنے کی انرجی (قوت) حرارت میں
تبدیل ہو جائیگی۔ گو اس موقع پر پروفیسر بل فور اسٹورٹ کی کتاب کنسرویشن آف انرجی (انرجی کبھی ضائع نہیں ہوتی) ہمارے ساکت کرنے کے
لئے کھولکر رکھدی جائیگی مگر ہمارے دعوے کو اس سے کچھ نقصان نہیں پہونچتا۔ ہمارا مطلب یہ نہیں کہ زمین کے حرکت کرنے کی انرجی ضائع ہو جائیگی
بلکہ ہم یہ کہتے ہیں کہ اُس کی انرجی حرارت کے قالب میں بدل جائیگی اور پھر اس وسیع اور پُر فضا میدان یعنی دنیا میں ایسی آگ برسنے لگے گی کہ کوئی
جاندار جانبر نہ ہو سکے گا۔
انرجی کا حرارت کی صورت میں تبدیل ہو جانا گو نیوٹن کی آنکھہ سے ضرور چھپا ہوا تھا اور اسکے بعد بھی کچھہ دنوں اس امر میں پس و پیش رہا کہ متحرک جسم کے
رک جانے پر انرجی کیا ہوئی کہاں گئی۔ لیکن بعض بعض فلاسفروں کی تحریر سے پتہ چلتا ہے کہ نیوٹن سے پہلے بھی بعض بعض کو اس امر کا شبہ سا تھا
کہ شاید انرجی حرارت میں تبدیل ہو جاتی ہے اور پھر تو یورپ کے محققین میں سے۔ سر ہمفری ڈیوی۔ بنجمن ٹامسن۔ کاؤنٹ۔ کر مفرڈ۔ سی کوئین۔ میر
کولڈنگ اور ہیرن کی تحقیقات نے اس مسئلہ کو بہت اچھی طرح ثابت کر دیا کہ انرجی واقعی حرارت کے قالب میں تبدیل ہو جاتی ہے۔
پس اسی بنا پر ہم بھی اس کہنے پر مجبور ہیں کہ وہ انرجی جس پر خدا کی جاندار مخلوق کی حیات مبنی ہے اب خراب ہوتی جاتی ہے حرارت تمام عالم میں
پھیلتی جاتی ہے۔ اور سال بسال اُسکو ترقی ہوتی جاتی ہے گو اُسکا بڑھنا ابھی ہمکو محسوس نہیں ہوتا مگر یہ کون کہہ سکتا ہے کہ آگے چلکر ایک ایسا وقت
نہ آئیگا کہ اُسکے بڑھنے سے ہم اچھی طرح واقف نہ ہو جائیں گے۔ سر ڈبلو ٹامسن کہتے ہیں "کل یونیورس (عالم) ایک سسٹم (منتظم) ہے جسکی ابتدا
تھی اور ختم ہوگا۔ اسلئے کہ زوال کی حالت ہمیشہ ایک حال پر اور ایک ہی حد پر نہیں ٹھہر سکتی" ہمارے زمانہ حال کے محققین سائنس میں سے پروفیسر
گال اور رابرٹسن صاحب نے کیا خوب کہا ہے "اگر ہم یونیورس کو ایک ایسا لمپ فرض کریں جو نہیں جلا ہے تو شاید ہم کہہ سکتے ہیں کہ وہ ہمیشہ سے ہے
لیکن اگر اُسکو مثل ایسے لمپ کے خیال کریں کہ جو جلایا گیا ہے تو ہم کو اسکا پورا یقین ہے کہ وہ ازل سے نہیں جلتا ہے اور ایک ایسا وقت آئیگا کہ وہ
گل ہو جائیگا۔
دنیا کے مختلف مقاموں کی آبادی اور اُسکے کل کاموں کا مدار حرارت کے مختلف درجوں (ٹمپریچر) پر ہے جسکا اعتدال اُس رقیق مادے پر منحصر ہے جو آفتاب
زمین۔ اور سیاروں کے مابین بھرا ہوا ہے۔ اور جو سیاروں کی مختلف حرکتوں کو برابر کر رہا ہے مگر انرجی کے حرارت میں تبدیل ہونے جیسے

عہ دیکھو انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا۔ ۱۲
عہ دیکھو پاپولر ریڈنگز ان سائنس بائی گال اینڈ رابرٹسن ۱۲

اور کمزور دین والوں کے خیالات پریشانی سے بچانے کے لئے ہم کہتے ہیں کہ جسم کے جو اجزار لوٹائے جائیں گے وہ سب اصلی اجزا
ہوں گے یعنی وہ اجزار جو اول عمر سے آخر تک باقی رہتے ہیں نہ زائد اجزار ایسا ہی اُس شبہ کے جواب دینے کے لئے جو ایک انسان
کے دوسرے انسان کو کھا جانے کی بنا پر کیا گیا ہے جمع الجوامع اور اُسکے حاشیہ کمال سے نقل کر کے یواقیت میں
اصلی اجزار اور زائد اجزار کا ماننا ذکر ہے اور اسی امر سے باقی شبہوں کا بھی جواب دیا جا سکتا ہے جیسے کہ میں ابھی اُنکی تقریر کرتا ہوں
پس کون امر مانع ہو سکتا ہے اگر اللہ تعالیٰ جس کا علم وسیع اور قدرت نہایت ہی عظیم ہے انسان کے ان اصلی اجزار کو متفرق ہونے اور اپنی
صورت کے زائل کرنے سے محفوظ رکھے اور دوسرے حیوان کے اصلی اجزار کی ترکیب میں نہ داخل ہونے دے چاہے وہ زائد اجزار
کی ترکیب میں داخل ہو جائیں اس طرح پر اصلی اجزار اُسکے منتشر ہونے کے وقت اُنسے جدا ہو جائیں گے پھر بعث اور دوبارہ زندہ
کئے جانے کے وقت روح کا تعلق خدا انہیں اصلی اجزا کے ساتھ کر دے گا اور اُنکے ساتھ کچھ زائد اجزار بھی ملا دیگا۔ عام ہے کہ یہ بعینہ
وہی اجزار ہوں جو قبل موت کے اِن اصلی اجزار کے ساتھ منضم تھے یا دوسرے ہوں اور نعمت وعذاب کا احساس صرف روح اور
انہیں اجزار اصلیہ کو ہو گا۔ اس کیفیت پر یہ امر بخوبی صادق آتا ہے کہ یہ دوبارہ زندہ کرنا ہے کیونکہ روح کا اصلی اجزار کے ساتھ
دوبارہ تعلق پیدا کیا گیا ہے بعد اسکے کہ ان اجزار سے روح کا تعلق جدا ہو گیا تھا اور انہیں اصلی اجزا میں حیات لوٹائی گئی ہے
اور اُنکے ساتھ زائد اجزار ملا دئے گئے ہیں جنکے بعینہ اعادہ کرنے پر انسان کا اعادہ کرنا اور دوبارہ زندہ کیا جانا موقوف نہیں
پس اب نہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ جس انسان کو نعمت یا عذاب دیا جائیگا وہ اُس انسان کا غیر ہے جو قبل موت کے تھا اور نہ یہ کہ
دو روحوں کا ایک بدن کے ساتھ متعلق ہونا لازم آتا ہے اور نہ یہی کہ بہت سے آدمیوں کے لئے صرف ایک ہی مادہ ہو گا بلکہ اصلی
اجزار کے ساتھ کسی روح کے متعلق ہونے کیوجہ سے جیسے کہ قبل موت وہ کوئی انسان تھا اُسی طرح بعث اور دوبارہ زندہ
کئے جانے کے وقت بھی اُسی روح کے اُنہیں اصلی اجزار کے ساتھ متعلق ہونے کیوجہ سے بعینہ وہی انسان رہے گا اور خدا
کا علم اور اُسکی قدرت اس کیفیت کو ایسے طور پر جاری کرنے کے لئے جس سے کوئی بھی محال نہ لازم آئے کافی ہے چاہے یہ امر
کسی قدرتی قانون کے ذریعہ سے انجام پائے یا بلا کسی قانون کے اور ہمارا اُسکو نہ دیکھنا اُسکے واقع میں نہ ہونے کو مستلزم نہیں کیونکہ
احتمال ہے کہ ہم صرف زائد اجزار کو مشاہدہ کرتے ہوں اور اصلی اجزار خواہ اپنے باریک اور چھوٹے ہونے یا اپنی لطافت کے
باعث یا کسی اور وجہ سے ہمارے مشاہدہ میں نہ آسکتے ہوں اور کائنات میں تو بہت سے عالم ایسے ہیں جو ہمارے حواس سے
مخفی اور پوشیدہ ہیں (جیسے گیس ایتھر وغیرہ) تو ممکن ہے کہ یہ بھی اسی قبیل سے ہوں خلاصہ یہ کہ ہماری شریعت کی نصوص
بعث اور دوبارہ زندہ کئے جانے کے ساتھ ناطق ہیں اسلئے ہم اس پر ایمان لاتے ہیں اور اسکا اعتقاد رکھتے ہیں کہ یہ امر

عـ ظاہر بات ہے کہ کیا انسان اور کیا دیگر حیوانات زمانہ حیات میں سب کے بدن سے اجزار تحلیل ہوتے رہتے ہیں اور بجائے اُن کے بذریعہ
غذا کے دوسرے اجزار جزو بدن بنتے رہتے ہیں اب یہ تبدیلی یا تو تمام اجزار میں ہوتی ہو گی یا صرف بعض میں تبدیلی ہو گی اور بعض اجزار اول عمر
سے آخر تک باقی رہتے ہوں گے اول تقدیر پر تو یہ بات ثابت ہو گی کہ اگر کسی انسان کے سارے اجزار بدل جائیں جب بھی وہ انسان دوسرا انسان
نہیں بنتا بلکہ اُتنیں صرف اُس کی روح کا اعتبار ہے اور ثانی تقدیر پر اصلی اور زائد اجزار ثابت ہو جائیں گے۔ بہرحال دونوں تقدیر پر انسان کا دوبارہ
زندہ کیا جانا بلا تکلف ثابت ہوتا ہے ۱۲ مترجم۔

ایسے طریق پر ہوگا جس سے کوئی محال نہ لازم آئے اور ہمارے ذمہ اسکی تفصیلی کیفیت کا بیان کرنا ضروری نہیں اور اگر اسکی ضرورت ہی ہو تو ہمارے خیال میں ایسی ہی کیفیت جسکی ہمنے تقریر کی عقلوں کو تسکین بخشنے اور اشکالات کے دفع کرنے کے لئے بالکل کافی ووافی ہے۔ زیادہ تو خدا ہی جانتا ہے لیکن میں کہتا ہوں کہ خدا کے فضل سے اس مقام کی توجیہہ اور توضیح ایسے طور پر ممکن ہے کہ جن شرعی نصوص پر اعتقاد کے بارہ میں مدار ہے اُن میں سے کسیکے بھی خلاف نہ پڑے اور اس مقام پر ضرورت ہے کہ میں امت محمدیہ کے علماء کا کچھ کلام اسکے پیشتر ذکر کردوں تاکہ اُسکے سمجھنے کے بعد یہ توجیہہ اچھی طرح دل کو لگے

ف پس سنئے کہ شریعت محمدیہ کے علماء کا رئیس جس شخص نے اسبات پر کہ اصلی انسان اس ڈھانچہ کے علاوہ ہے استدلال کیا ہے (امام رازی ہیں اپنی تفسیر کبیر میں ذکر کرتے ہیں) چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ اسبات کا تو ہمیں بدیہی علم حاصل ہے کہ بدن کے اجزا کمی اور زیادتی کے اعتبار سے تبدیل ہوتے رہتے ہیں جیسے کہ فربہ اور لاغر ہوتے ہیں اور یہ بات بھی بالبداہت معلوم ہوتی ہے کہ متبدل اور متغیر ہونے والی شئے (بدن) ثابت اور باقی رہنے والی شئے (انسان) کے مغائر ہے اور ان دونوں باتوں کے ملانے سے اس کا قطعی علم حاصل ہوتا ہے کہ انسان اس مجموعی بدن کا نام نہیں ہے پھر اُنہوں نے کہا ہے کہ انسان کبھی زندہ رہتا ہے باوجودیکہ اُس کا بدن مردہ ہوجاتا ہے۔ پس ضرور ہوا کہ انسان اس بدن کے مغائر ہو اور جو کچھ ہمنے ذکر کیا اسکے صحیح ہونے کی دلیل خدا تعالے کا یہ قول ہے "ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا بل احیاء عند ربھم یرزقون یعنی اور جو لوگ خدا کی راہ میں قتل کئے گئے اُنکو ہرگز مردہ نہ خیال کر بلکہ وہ زندہ ہیں اُنہیں اپنے رب کے پاس رزق ملتا ہے" پس یہ نص اسبارہ میں صریح ہے کہ یہ مقتول زندہ ہیں حالانکہ بذریعہ حس بدن مردہ معلوم ہوتا ہے۔ پھر حضرت علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ انسان مرنے کے بعد زندہ کیا جاتا ہے اور ایسا ہی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ قول ہے "انبیاء اللہ تعالے لا یموتون ولکن ینقلون من دار الی دار یعنے خدا تعالے کے نبی نہیں مرتے لیکن ایک مکان سے دوسرے مکان میں منتقل کردئے جاتے ہیں"۔ علے ہذا القیاس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ قول "القبر روضۃ من ریاض الجنۃ او حفرۃ من حفر النار یعنی قبر یا تو باغات جنت میں سے ایک باغ ہوتی ہے یا آگ یعنی دوزخ کے خندقوں میں سے ایک خندق"۔ پس یہ جملہ نصوص اسبات پر دال ہیں کہ انسان ان کے مرنے کے بعد زندہ رہتا ہے حالانکہ بداہت عقل اور فطرت دونوں اسبات پر شاہد ہیں کہ یہ بدن مردہ ہے اور اگر ہم اسکا اسی حالت میں زندہ ہونا جائز رکھیں تو اس طرح کی زندگی تمام جمادات میں ہوگی۔ اور یہ نرا دھوکا ہے۔ اور جب یہ ثابت ہوگیا کہ انسان زندہ اور بدن مردہ ہے تو لازم آیا کہ انسان بدن نہیں ہوسکتا بلکہ کوئی دوسری چیز ہے پھر اُنہوں نے کہا ہے کہ شرعی نصوص سے جن لوگوں کا مسخ ہوجانا معلوم ہوا ہے اُن کی نسبت کہا جاسکتا ہے کہ حالت مسخ میں وہ انسان باقی رہا یا نہیں پس اگر نہیں باقی رہا تو یہ اُس انسان کو مار ڈالنا اور اُس حیوان کو جسکی جانب وہ مسخ ہوا تھا از سر نو پیدا کرنا ہوگا حالانکہ مسخ اسے نہیں کہتے اور اگر ہم کہیں کہ مسخ ہوجانے کی حالت میں بھی وہی انسان زندہ ہے تو اس تقدیر پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ وہی انسان اور وہی بدن باقی ہے البتہ وہ ہیکل اور شکل نہیں رہی پس ضروری ہوا کہ انسان اس بدن کے مغائر کوئی شئے ہو۔

ف امام رازی کا بیان
اسپر استدلال کہ انسان
بدن کا نام نہیں
بلکہ وہ ایک شے اور
اس کا مغائر ہے ۱۲

ع۱ مقصود اس تقریر سے اپنے مقابل کو الزام دینا نہیں ہے بلکہ صرف یہ بات دکھلانا ہے کہ علماء امت محمدیہ کی کیا رائے ہے تاکہ آگے چلکر جو احتمالات ممکنہ بیان کئے جاویں اُنمیں شبہ مخالفت رائے علماء امت کا نہ ہو۔ واللہ اعلم ۱۲

اور تیسری مرتبہ اُس حالت میں جبکہ زمین کے اندر کی تاریکی میں ہوں گے یہی خدا کے اس قول خلقاً من بعد خلق فی ظلمٰت ثلٰث"
کا مطلب ہے (یعنی تین تاریکیوں میں یکے بعد دیگرے پیدا کرنا) خدا کی عادت اسی طرح جاری ہوئی ہے پھر کہا ہے۔ ظاہر یہی معلوم ہوتا ہے
کہ اللہ تعالےٰ نے انہیں جب آدم علیہ السلام کی پشت میں لوٹایا تو اُن کی روحوں کو قبض کر لیا کیونکہ جو کچھ وہ مرنے کے بعد زمین
میں لوٹانے کے وقت کیا کرتا ہے اُس کا قیاس اسی کو مقتضی ہے کیونکہ وہ اُن کی روحوں کو قبض کر لیا کرتا ہے اور زمین میں انکو لوٹا
دیتا ہے۔ انتہٰی باختصار (شعرانی کا قول اختصار کے ساتھ تمام ہوا) اور مشہور اماموں میں سے بعض نے (امام ابو طاہر اپنی کتاب
سراج العقول میں لکھتے ہیں جیساکہ شعرانی کی کتاب الیواقیت سے معلوم ہوتا ہے) سابق الذکر شبہوں کے جواب میں جو بعث
پر وارد ہوتے ہیں کہا ہے جسکا خلاصہ یہ ہے کہ جو ذرہ پہلے زمین سے لیا گیا تھا انسان میں باقی رہتا ہے کبھی نہیں بدلتا۔ اور وہ
وہی جزر ہے جو قایم رہتا ہے اور جس سے کہ عہد لیا گیا تھا (یعنی جیساکہ ذروں کے خطاب کرنے کی آیت میں ہے جو پیشتر گذری)
اور قبر میں اسی پر سوال متوجہ ہوتا ہے اور وہی جواب کا ذمہ وار بنتا ہے اس طرح کہ اُس میں روح لوٹا دیجاتی ہے جیساکہ احادیث صحیحہ
اور اخبار سے معلوم ہوتا ہے پھر اُسکے ساتھ باقی اجزا جہاں جہاں ہوں گے خداوندی قدرت سے ملجاویں گے یہاں تک کہ پورا
آدمی بنجاویگا جیساکہ دنیا میں تھا یہ ایسی بات ہے کہ نہ عقل اسکی مخالف ہے نہ شرع۔ انتہٰی ببعض اختصار۔ (امام ابو طاہر کا قول
کسیقدر اختصار کے ساتھ تمام ہوا) پس یہ دلائل جنھیں کہ اس عالم (رازی) نے اسبات پر قایم کیا کہ انسان اس ڈھانچہ کا نام
نہیں ہے اور میں نے انہیں نقل کیا اور سابق الذکر آیت کی تفسیر جسمیں آدم علیہ السلام کی اولاد سے عہد کا لیا جانا مذکور ہے اور جو
کچھ اسبارہ میں بعض علماء اسلام (خازن اور شعرانی جیساکہ جن سے پیشتر منقول ہو چکا) کیجانب سے کہا گیا ہے اور وہ تقریر جسے
کہ اس اسلامی عالم (ابو طاہر) نے اُن شبہوں کے رد کرنے کے لئے جو بعث پر وارد ہوتے ہیں بیان کیا اور جسکی نسبت یہ ذکر کیا
کہ عقل اور شرع اسکے مخالف نہیں جب ہم اِن سب کو خیال کر کے سمجھتے اور نظر دقیق سے دیکھتے ہیں تو صاف ظاہر ہوجاتا ہے
کہ پیروان محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے جائز ہے کہ اِن اجزاء اصلیہ کی تفسیر انہیں ذرات کو ٹھہرائیں جنکی نسبت پیشتر گذر چکا ہے
کہ آدم علیہ السلام کی پشت سے نکالے گئے تھے اور اُنسے عہد لیا گیا تھا سو انکو یہ کہنا بھی ممکن ہے کہ یہ ذرے ہر انسان کے
کچھ اصلی اجزاء ہیں اور باقی بدن جسے ہم مشاہدہ کرتے ہیں وہ زائد اجزاء کا بنا ہوا ہے جو آتے جاتے اور تبدیل ہوتے رہتے ہیں
پس حقیقی انسان جو مخاطب اور مکلف ہے اور جو دوبارہ زندہ کیا جائیگا جسے نعمت ملیگی یا جسے عذاب ہوگا یہ وہی ذرے مع روح
کے ہیں جو اُن میں حلول کرتی ہے اور انسانی ہیکل جسکا مشاہدہ کیا جاتا ہے وہ زائد اجزاء ہیں اور اعادہ اور دوبارہ پیدائش کے
متحقق ہونے کے باب میں اُن کا کوئی اعتبار نہیں اِن اجزاء زائدہ میں دونوں باتیں برابر ہیں خواہ وہ بعینہ اعادہ کئے جائیں یا اُنکے
مثل اور اجزاء ملا دئے جائیں بلکہ اعادہ کی تحقیق میں جنکا اعتبار ہے وہ صرف اصلی اجزاء ہیں جن پر سوا اسکے اور کوئی حالت طاری
نہیں ہوتی کہ روح اُنسے نکل جاتی ہے اور زائد اجزاء اُنسے جدا ہوجاتے ہیں اور بعث میں اُنہیں کیجانب روح لوٹا دیجائیگی اور زائد اجزاء
اُنہیں کے ساتھ ملا دئے جائیں گے۔ اور پیشتر گذر چکا ہے کہ بعض لوگ روح کے بیان کرنے میں صرف اسی پر اکتفا کرتے
ہیں کہ وہ ایک موجود شے ہے۔ اسکی حقیقت خدا ہی خوب جانتا ہے اور بعض اسکی یہ تفسیر کرتے ہیں کہ وہ ایک لطیف۔ شفاف
اور بالذات زندہ جسم ہے اور کثیف اجسام میں اس طرح رگ و پے میں سرایت کئے ہوئے ہے جیسے کہ سبز لکڑی میں پانی۔

پس جملہ امور مذکورہ کی بنا پر اس مقام کی ایسی تقریر کرنا ممکن ہے جس سے بعث ، سوال قبر ، اور اسیکے مثل اور شرعی امور پر جو شبہے وارد ہوتے ہیں سب دفع ہو جائیں اور کمزوروں کے خیالات پریشانی سے محفوظ رکھے جا سکیں ۔ پس یوں کہا جائے کہ اس سے کونسی شے مانع ہو سکتی ہے کہ اللہ تعالے نے ارواح کو لطیف مادہ کے اجزاء فردہ سے جیسے کہ ایتھر کا مادہ جس کے موجود ہونے کے آپ قائل ہیں ایسی ترتیب اور ایسی کیفیت و وضع پر بنایا ہو جس سے روح کی نسبت جتنے خواص ذکر کئے جاتے ہیں اور شرعی نصوص سے سمجھے جاتے ہیں سب حاصل ہو جائیں اور خواص یہ ہیں کہ وہ (روح) بنفسہ اور خود زندہ ہے یعنے اسکے ساتھ کسی دوسری شے کے ملانے کی ضرورت نہیں جس سے کہ وہ زندہ ہو جائے اور یہ کہ وہ صاحب ادراک ہے اور جب کسی جسم میں حلول کرتی ہے تو اُسے بھی حیات ۔ ادراک ۔ اور زندہ شے کے اور باقی صفات سے موصوف کر دیتی ہے اور اس میں یہ سب خواص آجاتے ہیں ۔

(جیسے مقناطیس کی حالت ہے کہ فولاد کے ساتھ رگڑ دینے سے اُس میں لوہے کے کشش کرنے کی قوت پیدا ہو جاتی ہے) اور وہ (روح) باوجود ان سب باتوں کے ایک نہایت ہی چھوٹا ذرہ ہے جسکو ہمارے حواس ادراک نہیں کر سکتے پھر اور اجزاء فردہ سے بہت ہی چھوٹے چھوٹے ذرے ایسی کیفیت پر بنائے ہوں جو اپنے ساتھ روح کے متعلق ہونے کے وقت حیات ۔ اور ادراک وغیرہ اسکے باقی خواص کو حاصل کر لیتے ہوں اور اُن ذرات کے لئے خدا نے انسانی اعضا بھی بنا دئے ہوں جیسے کہ اُن حیوانات کے اعضاء ہوتے ہیں جو مائیکرا سکوب (خوردبین) سے نظر آتے ہیں اور یہی اصلی اجزاء ہوں جنکا پیشتر ذکر ہو چکا پھر حضرت آدم علیہ السلام کی ہیکل کو زائد اجزاء سے بنایا ہو اور اُن کی اُس ہیکل میں کہیں پر اُنکے اس ذرہ (جزء اصلی) کو بھی رکھدیا ہو اور احتمال ہے کہ وہ مقام تمام ہیکل میں سے قلب ہی ہو اور یہی قریب تر معلوم ہوتا ہے ۔ (اور علم فزیالوجی جاننے والوں کی عبارت عنقریب آتی ہے جس سے اس کے لئے قلب ہی کا مرکز ہونا فہم کے قریب ہو جاتا ہے) پھر اُن کی (آدم کی) ساری اولاد کے ذروں کو اُن کی ہیکل کی پشت میں رکھدیا ہو اور انہیں ان کروڑوں ہی ذروں کی گنجائش ہونا کوئی تعجب خیز امر نہیں کیونکہ پانی کے ایک چھوٹے سے قطرہ میں اتنے حیوانات مائیکرا سکوب (خوردبین) سے نظر آتے ہیں جنکا شمار روئے زمین پر کے سارے موجودہ آدمیوں کے برابر ہوگا جیسا کہ آپ لوگ کہتے ہیں ۔ پس اس سے کوئی امر مانع نہیں ہو سکتا کہ اُن کی پشت میں جمیع بنی آدم کے ذرے جو دنیا کی مدت میں پائے جائیں گے سما گئے ہوں ۔ پھر خدائے پاک نے آدم علیہ السلام کی روح کو اُنکے ذرہ (جزء اصلی) میں جو اُن کی ہیکل کے اندر تھا داخل کر دیا ہو اور وہ اُسمیں حلول کر گئی ہو ۔ اور عجب نہیں کہ قرآن شریف میں خدا کے اس قول سے (ونفخت فیہ من روحی یعنی میں نے اس میں اپنی روح پھونک دی) اسیکی طرف اشارہ ہو اور اس قول میں روحی (اپنی روح) سے مراد وہ روح ہو جسکے نئی طرح پر پیدا کرنے اور اسکی پیدائش کی حقیقت کے شناخت کے لحاظ سے خدا تعالے متفرد ہے ۔ پس اس ذرہ (جزء اصلی) میں اُس روح کے حلول کرنے کے وقت حیات پیدا ہو گئی ہو اور پھر ساری ہیکل میں سرایت کر گئی ہو کیونکہ خدائے پاک نے اس ہیکل کو اس استعداد کے ساتھ پیدا کیا تھا پھر اسکی پشت سے بنی آدم کے سارے ذروں کو نکالا ہو اور اُن میں اُن کی روحیں داخل کر دی ہوں جسکی وجہ سے وہ زندہ اور صاحب ادراک بنگئے ہوں اسکے بعد اُنسے خطاب کیا ہو اور عہد لے لیا ہو پھر اُن کی روحوں کو اُنسے جدا کر کے حضرت آدم علیہ السلام کی پشت میں لوٹا دیا ہو اور مسامات کی راہ سے انکی

سے کیونکہ دارومدار توان اصلی ذروں کے نہ بدلنے پر ہے زائد اجزا رچاہے بدلیں یا نہ بدلیں۔
اور ان ذروں کو ان ہیکلوں میں داخل کر دیگا اور چونکہ ان ذروں کے ساتھ روح متعلق ہو چکی ہوگی اسلئے اس میں اور ان ہیکلوں میں
حیات قایم ہو جائیگی اور آخرت و قیامت میں لوگ اُٹھ کھڑے ہوں گے جیسے کہ اس دنیا میں تھے اور ساری مذکورہ باتیں ممکن
ہے کہ انسان کے علاوہ باقی حیوانات میں بھی اسی تفصیل سے واقع ہوں۔ اور جب ہم اللہ تعالیٰ کی وسعت علم اور عظمت قدرت
اور کائنات میں ان دونوں کے آثار کو خیال کرتے ہیں تو ہمیں ان مذکورہ باتوں میں سے کوئی شئے بھی مستبعد نہیں معلوم ہوتی خواہ
یہ ساری کارروائی اُن قوانین قدرت کے ذریعہ سے جنکو اللہ تعالےٰ نے اُن میں اسی غرض سے رکھدیا ہو اور جنکے موافق یہ سارے
اتصالات و انفصالات اور زائد اجزار کے تکونات حاصل ہوئے ہوں انجام پائے یا بلا کسی قانون کے اور اے اہل سائنس جب
آپ اُن باتوں میں جن کے آپ حیوانات کے غایت درجہ چھوٹے ہونے۔ قطرہ بھر پانی میں اُن کے بکثرت پائے جانے اُن
کی حیات۔ حرکت اور اپنی ضروریات زندگی کے ادراک کرنے اور اپنے آپ کو محفوظ رکھنے کے بارہ میں مائیکر اسکوب (خوردبین)
کے ذریعہ سے تحقیقات کر کے قائل ہیں غور کرینگے تو آپ کو ظاہر ہو جائیگا کہ اسبات میں کوئی تعجب اور کسی قسم کا استحالہ نہیں کہ
انسان کے ذروں میں حیات اور سارے خواص حلول کریں اور یہ کہ جتنے خواص روح کی نسبت بیان کئے گئے ہیں وہ سب
اُس میں پائے جائیں اور جب آپ اسبات میں تامل کرینگے کہ انسانی ہیکل میں نہایت کثرت سے مسامات موجود ہیں حتیٰ کہ آپ لوگ
قائل ہیں کہ ایک بالشت مربع میں چالیس لاکھ مسامات پائے جاتے ہیں تو حضرت آدم علیہ السلام کی پشت سے ان ذروں کے
نکلنے اور پھر انکے دوبارہ داخل کئے جانے میں آپ کو ذرا بھی استبعاد نہ ہوگا اور امراض کے کیڑوں کا (جیسے کہ ملیریا میں)
بدن میں داخل ہونا اور ایک بدن سے دوسرے بدن میں متعدی ہو کر منتقل ہو جانا۔ اور اُن کا دوران خون میں سرایت کر جانا یہ
ایسے امور ہیں جو ہمارے بیان کو آپ کی عقلوں کے اور بھی زیادہ قریب کر دیتے ہیں۔ اور حقایق مذکورہ کی امثال جیسا کہ آپ
لوگ قائل ہیں آپکے علوم ڈاکٹری کی کتابوں میں بکثرت موجود ہیں۔

پھر آپ لوگ قائل ہیں کہ منی میں کیڑے پائے جاتے ہیں جو نر کے دونوں خصیوں سے نکلتی ہے اور مادہ کے تخم کو حاملہ کرتی
ہے اور یہ کیڑے غایت درجہ چھوٹے ہوتے ہیں اور مائیکر اسکوب (خوردبین) سے نظر آتے ہیں اور ایک کیڑا طول میں قیراط کے
پانچسو حصوں میں سے ایک حصہ سے لیکر چھ سو حصوں میں سے ایک حصہ تک کا ہوتا ہے۔ اور ایک کیڑے کے سر کا طول
قیراط کے پانچ ہزار حصوں میں سے ایک حصہ سے لیکر چھ ہزار حصوں میں سے ایک حصہ تک کا ہوتا ہے۔ وہ اپنی دموں کو اس طرح
ہلا کر جس سے اُن کا سر مختلف سمتوں میں چلے منی میں حرکت کرتے رہتے ہیں اور یہ امر ظاہر ہوتا ہے کہ اُن کی حرکت مستقل ہے خارجی
کیفیات کے ساتھ کوئی تعلق نہیں رکھتی بشرطیکہ منی کے طبعی گاڑھے پن اور کثافت میں فرق نہ آنے پائے اور مادہ کے بدن
کے اندر ان کی حرکت سات یا آٹھ دن تک قایم رہتی ہے اور باہر چوبیس گھنٹہ تک اور اُن کی حرکت کا کوئی سمت معلوم ہی نہیں
ہوتا اور بعض علم فزیالوجی جاننے والے کہتے ہیں کہ وہ تیرہ منٹ میں ایک قیراط مسافت قطع کرتے ہیں انکا بڑا فائدہ یہ معلوم
ہوتا ہے کہ قریب قریب تمام حیوانات کی منی میں پائے جاتے ہیں اور مادہ کے بیضہ یعنے تخم سے اُن کا چھو جانا حاملہ کرنے
کے لئے اشد ضروری ہے جیسا کہ علم فزیالوجی کی کتابوں میں مذکور ہے۔ پس اس سے کونسا امر مانع ہو سکتا ہے کہ خالق

سبحانہ نے منی کے انہیں کیڑوں کو بنی آدم کے فردوں کا جوکہ ان سے کبھی چھوٹے ہوں حامل بنایا ہو اور وہ انہیں منی میں لئے پھرتے ہوں یہاں تک کہ ماں کے تخم میں انکو ڈالتے ہوں اور انسانی ہیکل جو زائد اجزا سے بنتی ہے مادہ کے تخم کے نشوونما پانے سے بننے لگتی ہو اور حقیقی انسان جسمیں کہ روح حلول کرتی ہے اور اس میں اول حیات آتی ہے پھر اس سے تمام ہیکل میں سرایت کرجاتی ہے وہی ہو جسکے حامل یہ منی کے کیڑے تھے اور جسے کہ انہوں نے مادہ کے تخم میں داخل کردیا تھا اور اسکے ساتھ ہی وہ سب ذرے بھی داخل ہوجاتے ہیں جو اس کی اولاد میں پیدا ہونے والے ہوں - اور اس کی ہیکل میں باقی رہتے ہوں حتی کہ اس کی منی میں نکلتے ہوں اور اس کی فروع کی ہیکل میں منتقل ہوتے رہتے ہوں اور اسی طرح یہ سلسلہ جاری رہتا ہو اور جب یہ کیفیت ہو جس سے عقل اور شرع مانع نہیں تو پیروان محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا کلام بلکہ بکثرت عقلاء کا یہ قول متحقق ہوجاتا ہے کہ ہر انسان اپنے باپ سے منتقل ہوکر اپنی ماں کے رحم میں آتا ہے بخلاف اس بات کے جسکے آپ لوگ قائل ہیں کہ انسان صرف اپنے ماں کے تخم سے بنتا ہے اور باپ کی منی کی صرف حاملہ کردینے کے لئے ضرورت پڑتی ہے -

پس چونکہ آپ لوگوں نے فقط انسانی ہیکل کو دیکھ لیا اور اسکے سوا کسی چیز کی آپ کو خبر نہ ہوئی اسلئے آپ صرف اسی کے قائل ہوگئے اور لوگوں کی رسائی ہیکل کے سوا کسی اور شے کی طرف بھی ہوئی اسلئے وہ قائل ہوئے کہ اصلی انسان اپنے باپ سے جدا ہوکر آتا ہے اور ماں سے صرف اسکو انسانی ہیکل دستیاب ہوتی ہے اور انسان کا اپنے باپ سے جدا ہوکر آنا ایسا امر ہے جسکو بکثرت لوگوں کی عقلیں مانتی ہیں اور باپوں کی اس قدر شفقت و میلان جو اپنی اولاد پر دیکھا جاتا ہے اس سے اسکی کسی قدر تائید ہوسکتی ہے -

پھر علماء علم فزیالوجی نے عمل قلبی کے نظام یعنی اسکی حرکت کے سبب میں اختلاف کیا ہے اور اسکی وارہ تباہی وجہیں بتائی ہیں اور پھر خود ہی انکو توڑا ہے آخر کار جس امر پر اکر قرار ہوا ہے وہ یہ ہے کہ اس عمل کا سبب خود قلب ہی میں موجود ہے پھر انہوں نے کہا ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اسکی حرکت کا نظام ان عصبی گانٹھوں سے پیدا ہوتا ہے جو قلب میں موجود ہیں پس اس نظامی عمل کے حقیقی مرکز یہی ہیں مگر اب تک اسکا پتہ نہیں لگا کہ یہ عصبی مرکز منقطع اور منتظم عمل کیوں کرتے ہیں دائمی عمل کیوں نہیں کرتے یعنی انکی حرکت باقاعدہ اور رک رک کر کیوں ہوتی ہے برابر کیوں نہیں ہوتی رہتی -

پھر انہوں نے کہا ہے کہ بکثرت تجربوں سے یہ بات ظاہر ہوئی ہے کہ قوت دافعہ جو قلب کے انقباضات سے پیدا ہوتی ہے صرف وہی دوران خون کے لئے کافی ہے یہاں تک انکا کلام ختم ہوا پس جب آپ اس قول میں غور کرینگے تو یہ بات آپ کے نزدیک ظاہر اور آپ کی عقلوں کے قریب تر ہوجائیگی کہ انسانی ذرہ کا مرکز تمام ہیکل انسانی میں سے قلب ہی ہے اور جب اسمیں روح حلول کرتی ہے تو اسمیں وہ حیات پیدا کردیتی ہے اور وہ یہ منتظمہ حرکت کرنے لگتا ہے اس سے دوران خون پیدا ہوتا ہے پھر اس سے تمام ہیکل میں حیات سرایت کرجاتی ہے اور اس ذرہ اور روح کا چھوٹا ہونا اس امر سے مانع نہیں ہوسکتا کہ اس سے ہیکل انسانی کی حیات اور اسکے اعصاب و عضلات کے اعمال کے لئے کافی عمل پیدا ہوجائے کیونکہ بہتیرے ایسے نہایت ہی چھوٹے آلات ہیں کہ جب انکو چھوٹا سا بچہ حرکت دیتا ہے تو اس سے ایسی حرکت پیدا ہوجاتی ہے جو بہت ہی بڑے آلہ کے گھمانے کے لئے کافی ہو اور اس سے بڑے بڑے اعمال پیدا ہونے لگتے ہیں جنکے کرنے کے لئے نہایت ہی عظیم قوت کی ضرورت ہے اور

یہ بات تو انسان کے عمل میں پائی جاتی ہے تو پھر بھلا خیال تو کیجیے کہ خدا کے عمل میں آپ کے نزدیک کونسا استبعاد باقی رہتا ہے جو اعلےٰ درجہ کا علم اور کامل قدرت رکھتا ہے جسنے اپنی مصنوعات کو ایسی کیفیتوں پر پیدا کیا ہے جنکے خواص کو دیکھکر فکروں کو حیرت سی ہو جاتی ہے۔ اور عقلیں اپنے آپے میں نہیں رہتیں۔

ف — بحث سابق کا خلاصہ یہ ہے کہ اس تقریر پر حقیقی انسان وہ ذرہ ہی ہے جو قالب میں حلول کئے رہتا ہے اور جسمیں کہ روح حلول کرتی ہے پس اُسمیں حیات پیدا کر دیتی ہے پھر اس سے ساری ہیکل میں حیات سرایت کر جاتی ہے پھر یہ ہیکل محض اسباب کا آلہ ہے کہ اس عالم میں یہ ذرہ اپنے اعمال پورے کرے اور اُس کے ذریعہ سے علوم و معارف حاصل کرلے اور یہی ذرہ مع اس روح کے جو اسمیں حلول کئے رہتی ہے تمام تکلیفات شرعیہ کا مخاطب ہے اسیکا اعادہ کیا جائیگا اسیکو نعمت ملیگی اور اسیکو عذاب ہوگا خلاصہ یہ کہ جتنے امور انسان کے حق میں وارد ہوئے ہیں سب اسیکے ساتھ تعلق رکھتے ہیں۔ اس تقریر کی بنا پر جتنے شبہات کہ شرعی اخبار جیسے کہ بعث۔ قبر میں سوال ہونے۔ اسمیں نعمت یا عذاب کے دئے جانے۔ اپنی قبروں میں بعض لوگوں کے زندہ رہنے وغیرہ پر وارد کئے جاتے تھے سب کے سب ایک سرے سے ساقط ہو گئے جیسا کہ سچے طور پر غور کرنے سے ظاہر ہوتا ہے۔ واللہ علم۔

پس اگر کوئی کہے کہ شریعت میں ہم کچھ ایسی نصوص دیکھتے ہیں جو نفس ہیکل انسانی کے اعادہ کا ذکر کرتی ہیں یا اسکے بعض اجزا کے اعادہ کی اُن میں تصریح موجود ہے جیسے کہ اللہ تعالے کے اس قول میں ہے۔ (من یحیی العظام وہی رمیم قل یحییہا الذی انشاہا اول مرۃ) یعنی (لوگ تعجب سے پوچھتے ہیں) ہڈیوں کو کون زندہ کرے گا حالانکہ وہ گل چکی ہوں گی ہ (تو اے پیغمبر اُنسے) آپ کہدیجیے کہ اُنکو وہی زندہ کرے گا جسنے اُنہیں پہلی مرتبہ پیدا کیا تھا۔ پس یہ مضمون بعث اور اعادہ کی اس توجیہ کے ساتھ کیونکر منطبق ہوگا جسکو آپ نے ذکر کیا۔ تو میں کہوں گا کہ سابق الذکر توجیہ کا یہ مقتضی ہے کہ جس طرح اصلی اجزا کے لئے کہ یہی انسانی ذرے ہیں بعث ہوگا جس کی کیفیت میں بیشتر بیان کر چکا ہوں اسی طرح انسانی ہیکل کیلئے بھی جو زائد اجزا سے بنی ہے بعث ہوگا لیکن بیشتر جو اشکالات بعث پر وارد کئے گئے تھے وہ میری تقریر سے اصلی اجزا یعنی ذرات انسانی کے اعادہ کے اعتبار سے مندفع ہو گئے پھر بعد اسکے کہ اصلی اجزا کے اعادہ کی کیفیت طریق مذکور پر بیان کرنے کی وجہ سے یہ اشکالات مندفع ہو چکے ہیں تو اب ہیکل انسانی کے اعادہ کئے جانے پر جو زائد اجزا سے بنتی ہے عام ہے کہ وہ زائد اجزا بعینہ اعادہ کئے جائیں یا اُنکے مثل دوسرے اجزا بنائے جائیں وارد نہیں ہو سکتے اور شریعت نے جو زائد اجزا یعنے ہیکل کے اعادہ کئے جانے کی تصریح کی ہے اس سے اسکے سوا اور اشکالات کا دفع کرنا مقصود ہے جو اہل جاہلیت کے خیال کے موافق اُنکے اعادہ کئے جانے پر وارد ہوتے تھے کیونکہ بعث کے ذکر کرنے کے وقت اُن کا خیال صرف اسی ہیکل کی جانب جسکا وہ مشاہدہ کرتے تھے جاتا تھا چنانچہ وہ کہتے تھے کہ ہڈیوں میں گل جانے کے بعد حیات کیسے عود کر آئیگی اور یہ اجزا جو زمین کے اندر پھیلے ہوئے پڑے ہوں گے کیونکر مجتمع ہو جائیں گے پس نصوص نے اسکئے انہیں اشکالات کو اس طرح دفع کیا کہ خدا قادر اور علیم ہے اس سے وہ عاجز نہیں ہو سکتا پس وہ ان ہڈیوں کو اسی طرح زندہ کر دے گا جیسے کہ اُسنے پہلی مرتبہ اُنکو پیدا کیا تھا اُسکا علم تمام موجودات کو محیط اور اُسکی قدرت تمام ممکنات پر حاوی ہے علیٰ ہذا القیاس اُسکے اعتراضوں کے لیسے ہی اور بھی جوابات ہیں۔ اور یہ امر اُس توجیہ کے منافی نہیں ہوتا جو دوسرے سابق الذکر اشکالات کے دفع کرنے کے لئے اصلی اجزا یعنی انسانی ذروں کے اعادہ کئے جانے کے

ف خلاصہ تقریر ... کے بارے میں

بارہ میں پیشتر بیان کی گئی ہے پس چاہئے کہ ذرا غور کر لیا جائے۔

اے صاحبو! جو کچھ میں اس سے پیشتر شرح و بسط کے ساتھ بیان کر چکا ہوں اس کے بعد ذرا یہ بھی سن لیجئے کہ میں یہ نہیں کہتا کہ یہی توجیہ اور اصلی اجزاء کے ذروں کے ساتھ اور زائد اجزاء کی ہیکل کے ساتھ تفسیر اور اسکے علاوہ جو تفصیل میں نے اس مقام پر بیان کی ہے وہ سب پیروان محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے کلام میں تصریحاً موجود ہے یا اُنکے ذمہ بحث کا اسی تفصیل و بیان کے موافق اعتقاد کرنا ضروری ہے۔ ہرگز نہیں بلکہ میں تو صرف یہ کہتا ہوں کہ علماء شریعت نے بیان کیا ہے کہ انسان کے اصلی اور زائد دو قسم کے اجزاء ہوتے ہیں اور اسکے ذریعہ سے اُنہوں نے اُن شبہوں کو دفع کیا ہے جو بعث وغیرہ پر وارد ہوتے ہیں اور میں آپ سے پہلے کہہ بھی چکا ہوں کہ شریعت کے بڑے بڑے جلیل القدر کثیر علماء (جیسے کہ امام رازی۔ ابو طاہر مصنف سراج العقول شعرانی، خازن۔ اور ایسے ہی اور علماء) کے کلام سے مستنبط ہوتا ہے کہ اس سے کوئی امر مانع نہیں ہو سکتا اگر اصلی اجزاء سے جنھیں اُنہوں نے اعتراضوں کے جواب دینے کے لئے ذکر کیا ہے یہی ذرے مراد ہوں جو اس نص قرآنی کی تفسیر میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے کلام میں مذکور ہیں جنہیں آدم علیہ السلام کی اولاد سے عہد کے لئے جانے کا بیان کیا ہے اور یہ کہ روحیں انہیں ذروں کے ساتھ ملکر حقیقی انسان کے افراد ہوں اور یہ کہ زائد اجزاء سے انسانی ہیکلیں مراد ہوں اور نہیں علماء شریعت کے کلام سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حقیقی انسان کا مقر تمام ہیکل میں سے صرف قلب ہی ہے پس یہ ہیکل جو برابر بدلتی اور متغیر ہوتی رہتی ہے حقیقی انسان کے لئے اس عالم میں اُسکے اعمال کی انجام دہی اور علوم و معارف کے حاصل کرنے کا ذریعہ اور آلہ قرار پایا گا اور یہ ایسی بات ہے جس سے بعث پر جو پیشتر اشکالات وارد کئے گئے تھے اُن کا منتفع ہونا آپ کے نزدیک بالکل ظاہر ہو جاتا ہے اور اس سے عقل و شرع کی کوئی مخالفت بھی نہیں لازم آتی۔ اور پیروان محمد صلے اللہ علیہ وسلم شبہوں کے جواب دینے کے لئے اُنکے قائل ہو سکتے ہیں۔ ورنہ انہیں اپنا اعتقاد درست رکھنے کے لئے صرف اتنا ہی کہنا کافی ہے کہ ہمارا اعتقاد ہے کہ انسان کے روح ہوتی ہے جسکی حقیقت خدا ہی خوب جانتا ہے اور ایسے ہی تمام حیوانات کے بھی۔ اور خدا انسان کو اُسکے مرنے کے بعد ضرور دوبارہ زندہ کرے گا۔ اُس سے حساب لیگا۔ پھر اُسے نعمت۔ یا عذاب دیگا اور یہ سب کچھ ایسی کیفیت پر ہوگا جس سے کوئی محال نہ لازم آئے اور ہمیں اُسکی تفصیل کرنا ضروری نہیں ہے اُسکو خدا ہی خوب جانتا ہے کیونکہ یہ امر عقلاً ممکن ہے اور خدا کے علم و قدرت کی وسعت کے سامنے ایسی شے کا ہو جانا کوئی محال نہیں۔

پس اے اہل سائنس اس مقام میں ذرا غور کیجئے اور باریک بینی سے کام لیجئے کیونکہ آپ کو اپنے علوم میں کوئی شے ایسی نہ ملیگی جس سے تفصیل سابق میں کی ساری چیزوں میں سے کوئی بھی ناممکن ثابت ہوتی ہو جیسے انسان کے لئے روح کا ہونا وغیرہ۔

ہاں اگر میرے بیان کے بعد بھی کوئی شے کسی چیز کے ناممکن ثابت کرنے میں آپ کی مدد کر سکے گی تو سمجھ لیجئے کہ یہ وہی شے ہے جسے کہ عناد اور انصاف کا ترک کر دینا کہتے ہیں۔ سو اسکا کوئی علاج نہیں۔ اور اگر آپ کہیں ہم تسلیم کرتے ہیں کہ پیشتر کی جملہ باتیں عقلاً ممکن تو ہیں لیکن پیروان محمد صلے اللہ علیہ وسلم جو اُنکے واقع ہونے کے معتقد ہو گئے ہیں اسکا کیا باعث ہے؟ تو میں کہوں گا کہ میرا وہی پیشتر والا جواب یاد کر لیجئے جسے کہ میں اسی کی نظیر میں بیان کر چکا ہوں وہ یہ ہے کہ اس کا باعث اُنکے

لئے وہ شرعی نصوص ہیں جو اُنکے سچے رسول کی زبانی معلوم ہوئیں جنمیں ان امور کی تصریح موجود ہے اور وہ سب بلکہ تاویل کو بھی متحمل
نہیں ہوسکتیں۔ پس جب تک یہ امور عقل پر منطبق اور اُسکے حکم کی رو سے ممکن ہیں اُسوقت تک اُنکے لئے اپنی ظاہری النصوص
کو چھوڑنا اور کسی قسم کی تاویل کیجانب مائل ہونا ہرگز جائز نہیں۔ علاوہ بریں خاصکر بعث و حشر گو اُسکی نسبت یہ مشہور ہے کہ اُسکے
امکان کی دلیل عقلی ہے جیسے اُسکی نظیروں کی اور اُسکے وقوع خارجی کی دلیل نقلی اور وہ بھی شرعی نصوص ہیں۔

لیکن اگر باریک بینی سے کام لیا جائے تو اُسکے واقع ہونیکی بھی عقلی دلیلیں ظاہر ہوجاتی ہیں اگرچہ وہ قطعی اور برہانی نہ سہی لیکن
اطمینان بخش ضرور ہیں جنھیں عقلیں مان جاتی ہیں اور اُنسے دلوں کی تسکین ہوجاتی ہے اور اگر ان سب کو یکجائی طور پر دیکھا جائے تو عقل
کے نزدیک بعث کے واقع ہونے میں ذرا بھی شک و شبہ نہیں رہتا اُسکے واقع ہونے کا پورا پورا یقین ہوجاتا ہے۔

پس بعض اسلامی علماء کے افادات میں سے جو کچھ میں اس موقع پر بیان کرتا ہوں اُسکو سنئے جسمیں میں نے بغرض تشریح کے
کہیں اپنی طرف سے کچھ بڑھایا ہے یا اُسکا خوبی کے ساتھ اختصار کردیا ہے۔

چنانچہ میں کہتا ہوں کہ ان امور پر کہ خدائے عالم موجود ہے وہ تمام صفات کاملہ کے ساتھ متصف ہے اُسکی مخلوقات میں اُسکی اعلیٰ
درجہ کی حکمت اور انتہا درجہ کا عدل پایا جاتا ہے اُنپر اُسکی مہربانی اور رحمت بہت بڑھی ہوئی ہے۔ قطعی دلیلیں قایم کرنے
کے بعد ایسے شخص پر جو اسکا اعتقاد کرتا ہو بلا شک و شبہ یہ بات ظاہر ہوجاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب خلق کو پیدا
کیا اُنکو عقل دی جس سے وہ نیک و بد میں تمیز کرسکتے ہیں انھیں قدرت عنایت کی جسکے سبب سے بھلائی و بُرائی کے
کرنے پر قادر ہیں تو اُسکی حکمت و عدل کا مقتضا یہ ہے کہ انہیں بے ادبی اور بُرائی سے اپنا ذکر کرنے، جہالت، کذب
اور اپنے نیک بندوں کی ایذا رسانی خلاصہ یہ کہ جتنے بُرے اور قبیح کام ہیں سب سے منع کردے۔ اور اُنکو اچھے کام کرنے اور عمدہ
اخلاق کے ساتھ متصف ہونے کی ترغیب دے جس سے اُنکی زندگی منتظم اور باقاعدہ رہے اور سب جانتے ہیں کہ بغیر اسکے
کہ اچھے کام کو ثواب و جزا کے ساتھ اور بُرے کام کو عقاب و سزا کے ساتھ مرتبط رکھا جائے یہ دونوں امر ہرگز پورے نہیں
ہوسکتے اور چونکہ یہ جزا و سزا اس عالم دنیا ہی میں ہمیشہ نہیں ملجاتی اسلئے ضروری ہے کہ کوئی دوسرا عالم پایا جائے۔ جہاں یہ
کام پورا ہو۔ اور یہ نہیں کہا جاسکتا کہ عقلوں میں چونکہ یہ بات موجود ہے کہ وہ عمدہ چیزوں کو پسند کرتی ہے اور خراب چیزوں
کو ناگوار سمجھتی ہے اسلئے اُسی سے محض ترہیب (ڈرانا) و ترغیب (رغبت دلانا) کافی ہوجائیگی۔ کیونکہ نفس اور خواہش نفسانی
دونوں انسان کو اسبات پر اُبھارتے رہتے ہیں کہ وہ جسمانی خواہشوں اور لذتوں میں پھنسا رہے اور جب عقل کے ساتھ یہ کشاکش
لگی ہو تو اسکے لئے ضرور ہے کہ کوئی قوی مرجح اور کامل معاون پایا جائے اور یہ بغیر اسکے نہیں ہوسکتا کہ کرنے اور باز رہنے پر وعد
وعید، جزا و سزا مرتب ہو۔

علاوہ بریں عقل صریح حکم لگاتی ہے کہ حکیم کی حکمت کا مقتضا ہے کہ نکوکار اور بدکار میں فرق کرے سب کو ایک ہی لکڑی نہ ہانکے
اور یہ فرق اس عالم دنیا میں معلوم نہیں ہوتا کیونکہ ہم بہتیرے بدکاروں کو انتہا درجہ کی راحت میں پاتے ہیں اور بہتیرے نکوکاروں
کی اسکے خلاف حالت ہے۔ پس ضروری ہے کہ اس عالم دنیا کے بعد کوئی دوسرا عالم ہو جہاں کہ یہ فرق و امتیاز حاصل ہو
پھر یہ دیکھئے کہ اگر لوگوں کے لئے خوف معاد نہ ہوتا تو عالم میں بڑی گڑبڑ مچ جاتی۔ بڑے بڑے فتنے برپا رہتے

ف بعث و حشر کے وقوع ہونے پر عقلی دلائل مصنف کے اطمینان بخش دلائل

ف قیامت کی اول دلیل

ف قیامت کی دوسری دلیل

ف قیامت کی تیسری دلیل

اس سے ثابت ہوا کہ اگر سعادتِ اخروی حاصل نہ ہو تو انسان تمام حیوانات حتیٰ کہ غلیظ کے کیڑوں سے بھی گیا گذرا ہوگا اور چونکہ یہ امر قطعاً باطل ہے اسلئے ہم کو معلوم ہو گیا کہ ضرور آخرت بھی کوئی چیز ہے اور انسان آخرت ہی کے لئے پیدا کیا گیا ہے نہ کہ دنیا کے لئے۔ ہاں یہ بات ہے کہ یہ عالم دنیا گویا نیک چلن اور شریر کے درمیان میں امتیاز کر دیتا ہے تاکہ اول کو ثواب۔ اور دوسرے کو عذاب دیا جائے کیونکہ جتنے شریر ہیں انکے لئے آگ ہی مناسب ہے، وہ اپنے وجود کا ثمرہ اور حصۂ دنیاوی لذتوں سے حاصل کر چکے ہیں چنانچہ اسی لئے دنیاوی لذتوں سے شریروں۔ اور بدچلنوں کو ہم مالا مال پاتے ہیں۔ اور نیک لوگ اکثر بے لطف رہتے ہیں۔

اور اسی مقام سے اے اہل سائنس آپ کو معلوم ہو جائیگا کہ آپ کے مخالفوں میں سے اہل شرایع کا آپ کی نسبت یہ قول کہ "ان لوگوں کا مذہب خصوصاً معاد کے انکار کے بارہ میں ایسا شر ہے جسکے مثل کوئی شر نہیں" بالکل سچا ہے کیونکہ اس سے لازم آتا ہے کہ حلال اور حرام کوئی چیز ہی نہ ہو اور دنیا آبادی نہ رہ سکے۔ اور اگر آپ یہ جواب دیں کہ نظام عالم اس طرح کامل رہ سکتا ہے کہ انسان کو اپنے حقوق اور ان واجبات کی معرفت حاصل ہو جائے جو اُنکے ذمہ ہیں اور اُنکی یہ معرفت پورے پورے صحیح اور عام علم سے کامل ہو سکتی ہے تو میں کہوں گا کہ آپ کو اس جواب میں اسبات کا خیال نہیں رہا کہ خواہشات۔ شہوات۔ اور اپنے نفس کی محبت کا محض وہ قوانین جنکو علم قایم کرے گا ہرگز مقابلہ نہیں کر سکتے۔ پس ضرور ہے کہ کوئی دوسرا مانع ہو جو نفوس کو ضرر رساں اشیاء سے باز رکھے اور کوئی ایسا مرجح ہو جو طریق خیر کی پیروی کرنے اور راہ شر سے اجتناب کرنے کو ترجیح دیدے اور وہ مرجح معاد اور جزائے اعمال کا یقینی اعتقاد ہے ورنہ جسے عقل ہو وہ اس امر کو غور کر دیکھے کہ جب انسان کو یہ اعتقاد ہو کہ وہ زمین کی گھاس کی طرح اُگتا ہے پھر بلا اسبات کے کہ اُسے کہیں جانا ہو وہ سرے سے زائل ہو جاتا ہے اور اسکے وجود کا فائدہ یہی حیوانی لذتیں ہیں جو مدت حیات میں اُسے حاصل ہوتی رہتی ہیں تو علم نے اُسکے لئے حقوق اور واجبات کی معرفت کے کیسے ہی کچھ قواعد کیوں نہ مقرر کر دئے ہوں لیکن جب اُسے یہ قدرت حاصل ہوگی کہ وہ بلا کسی شخص کی اطلاع کے کسیکو قتل کر کے اُسکا کروڑوں روپیہ کا مال لیلے یا کسی شریف کی آبروریزی کر کے بلا اسکے کہ کسیکو اس کی خبر ہو نہایت ہی مرغوب لذت حاصل کر سکے تو کیا اسوقت یہ گمان ہو سکتا ہے کہ یہ قوانین جنھیں کہ علم نے مقرر کیا تھا۔ اس جرم کے ارتکاب سے اُسکو باز رکھہ سکیں گے؟ ہرگز نہیں۔ اور اسبات کا انکار کرنا محض دھینگا دھینگی ہے۔

پس جو شخص اسبات کو پورے طور سے سمجھتا ہو گا وہ انسان بھی جب تک کہ اُسے یہ نہ معلوم ہو جائے کہ اُسکے دین سے علاقہ ہے اور وہ معاد کا اعتقاد رکھتا ہے کبھی مطمئن نہیں ہو سکتا ہم تو اب بھی بعض بعض فرقوں کو دیکھتے ہیں کہ باوجودیکہ وہ معاد کے معتقد ہیں تاہم اُن میں وہ وہ فساد ظاہر ہوتے ہیں جنکا کچھ ٹھکانا نہیں۔

پس اسی پر قیاس کر لیجئے کہ اگر یہ اعتقاد اُنہیں نہ ہوتا تو اسوقت اُن کی کیا حالت ہوتی بلاشک اگر وہ فساد اب رائی کے برابر ہے تو جب پہاڑ ہی بنجاتا۔ علاوہ بریں جن فرقوں میں آجکل علم کا خوب چرچا ہو رہا ہے وہی شرور اور برائیوں سے زیادہ حصہ لیتے ہیں بلکہ جوں جوں علم کی ترقی ہوتی جاتی ہے اُن میں روز افزوں برائیاں بڑھتی جاتی ہیں۔ حرامکاری جس سے کہ لوگوں کے نسب ضایع ہوتے ہیں اور باہم مدد اور ہمدردی کا شیرازہ کھلتا ہے پھیلتی جاتی ہے۔ قتل۔ خودکشی

اُس نے اپنے بیان سے جتنے شبہے کہ اُنکو شریعت محمدیہ میں ہوتے تھے سب کو زائل کر دیا اور انہیں دکھلا دیا کہ عقل سلیم کی نظر
میں اُن کے مذہب کی کیا قدر و قیمت ہے تو وہ اپنی غفلت سے بیدار ہوئے نیند سے چونکے اور اُن کی عقلوں کو تنبیہ ہوا اور
تاریکی سے اُن کی فکروں کو خلاصی حاصل ہوئی اور اُس عالم سے کہنے لگے اے ہمارے راہ نما اور ہمارے ساتھ خیر خواہی سے
پیش آنے والے ہم تیرے غایت درجہ شکر گذار ہیں تو نے جتنی دشواریاں ہمیں پیش آتی تھیں وہ زائل کر دیں اور ہمارے لئے
رستہ صاف کر دیا لیکن اس سے تو محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی تصدیق سے جو مانع تھا وہ زائل ہوا ابھی اُنکی تصدیق کے
لئے جو امر مقتضی ہو وہ تو باقی ہی ہے۔ اور ہمارے نزدیک وہ مقتضی یہ ہے کہ جتنی دلیلیں پیروان محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے
نزدیک قایم ہیں ہم دیکھیں کہ وہ سب صحیح اور اُنکے صدق پر بھی قطعی دلالت کرتی ہیں یا نہیں۔ تو اُس عالم نے جواب دیا کہ یہ
کام تو آپ کا ہے اور خدا کے فضل سے آپ پر آسان بھی ہے پس ان تمام دلیلوں میں انہوں نے غور کرنا شروع کیا اور
ان میں اجمالاً و تفصیلاً ہر طرح پر باریک بینی سے بحث کرنے لگے آخر کار بڑے غور اور فکر کے بعد انہیں ظاہر ہو گیا کہ ان
دلیلوں کا صحت کے اعتبار سے بڑا درجہ ہے اور وہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے صدق پر ایسے صاف طور پر دلالت کرتی ہیں جسمیں
شک و شبہ کی گنجایش ہی نہیں خصوصاً سب کے سب ملکر کیونکہ عقل سلیم اسکو محال سمجھتی ہے کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے
دعوے کی صحت پر دلالت کرنے میں ساری دلیلیں متفق ہو جائیں اور پھر بھی وہ دعوے صحیح نہ ہو رہا سب دلیلوں کا اتفاقی طور
پر متفق ہو جانا اسکو عقل تسلیم نہیں کرتی علاوہ بریں ان دلائل میں سے بعض دلیلیں ایسی بھی ہیں جنکے قایم کرنے میں محمد صلے اللہ
علیہ وسلم کو کوئی بھی دخل نہیں اور اُنکے اتفاقی طور پر حاصل ہو جانے کا سوائے ہٹ دہرمی کرنے والے کے اور کون قائل
ہو سکتا ہے؟ (ان دلائل کی تفصیل اس فرقہ سے گفتگو کرنے کے موقع پر سابق میں گذر چکی ہے جہاں کہ وہ محمد صلے اللہ
علیہ وسلم کے حالات سے تفتیش کرنے لگا ہے اور آیندہ بھی اُن فرقوں پر رد کرتے وقت جو پیروان محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے
دلائل میں شک ڈالنے کے درپے ہیں ایسا کلام آئیگا۔ پس مناسب ہے کہ اپنے اپنے موقع پر سب کو دیکھ لیا جائے
یہاں مکرر بیان کرنے کی حاجت نہیں) پس اب اس فرقہ نے خدا کے پاس سے رسول بنکر آنے کے دعوے میں
محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کر لی۔ خدا کے وجود کا مقر ہو گیا۔ اُس کے رسولوں۔ اُس کی کتابوں۔ بعث و حشر
اور جتنی چیزیں کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم لائے ہیں سب کا معتقد بنگیا۔ اور ایمان لے آیا۔ اور ایمان بھی ایسا جو شافی و کافی بیان و
توضیح سے ثابت ہو گیا۔ پس اس فرقہ کے لوگ پیروان محمد صلے اللہ علیہ وسلم میں سے نہایت مکرم اور آپکے پکے پیرو ہو گئے
اور خدا سب چیزوں پر پورے طور سے قدرت رکھتا ہے۔

یہ تو ہو چکا اب سنئے کہ سابق الذکر فرقوں میں سے ہر فرقہ میں کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو اپنی قوم کے سردار و رئیس تھے
خواہ اُنکو دینی ریاست حاصل تھی یا صاحب حکومت و سیاست تھے لوگوں میں اُن کی بات بھی چلتی تھی دلوں میں اُن کا
رعب و داب بھی بیٹھا ہوا تھا۔ اُن کے حکم کی نافرمانی اور اُن کی رائے کی مخالفت کوئی نہیں کر سکتا تھا اقوال و افعال میں اُنکی
پیروی کیجاتی تھی ساری قوم اُنکے تابع تھی اور جب وہ لوگوں پر اُنکے مال و متاع۔ آبرو اور اُن کی جانوں پر زبردستی کرتے تھے
تو اُنکی سرداری اور قومی عزت کا پاس و لحاظ کر کے اُنکے ساتھ چشم پوشی کیجاتی تھی۔ پس جسوقت کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے

خدا کے پاس سے رسول بنکر آنے کا دعوے کیا اور سابق الذکر فرقوں کے ساتھ آپ کی گذری جو کچھ گذری پھر آخر کار انہوں
نے ان دلائل کے باعث سے جو انکے نزدیک آپ کے صدق پر قایم ہوئیں آپ کے دعوے کی تصدیق کر لی تو ان
رئیسوں اور سرداروں کے جی میں بھی آپ کے دعوے کی سچائی جاگزین ہوئی اور دلائل کے واضح ہونے کے باعث سے انہیں
بھی پورا پورا یقین آگیا لیکن ریاست اور قومی امتیاز کی محبت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے گردن اطاعت کے جھکانے
اور آپ کی تصدیق کے اقرار کر لینے سے انہیں مانع ہوئی اور انکے دل میں یہ گذرا کہ جب وہ آپ کی اطاعت اختیار کر لیں گے
اور آپ کے مطیع بنجائیں گے تو انسے انکی سرداری چھن جائیگی اور وہ اپنے قومی امتیاز سے محروم رہ جائیں گے اور یا تو
اور لوگ ان کی اطاعت کرتے تھے اب انہیں خود اطاعت کرنا پڑیگی اور شریعت کے احکام بلا اسکے کہ ان کی کچھ رعایت
کر کے کچھ فرق کیا جائے ان پر جاری ہوں گے جیسے کہ اس شریعت کی شان ہے کہ تعمیل احکام کے لحاظ سے
اسکے سارے پیرو برابر سمجھے جاتے ہیں اور یہ کہ انکو اپنی قوم کے اموال جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے تحت حفاظت
میں داخل ہو جائیں گے اسوقت تک نہ مل سکیں گے جب تک کہ وہ ایسا عمل نہ کریں جس سے عام لوگوں کو فائدہ پہونچ
سکتا ہے اور یہ کہ ان میں سے جو کوئی کسی کے مال یا آبرو یا جان کے معاملہ میں زبردستی کریگا اسکے ساتھ سوائے اس
صورت کے کہ صاحب حق معاف کر دے اور کسی صورت میں ذرہ برابر بھی سہولت نہ برتی جائیگی۔
پس ان لوگوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی سچائی جو انکے دلوں میں جاگزین ہو گئی تھی اسکو چھپا ڈالا اور ایسے
امور کی تدبیریں سوچنے لگے جو آپ کے خلاف شان ہوں اور آپ کے متبعین کو پراگندہ کر دیں۔ پس انہیں اپنا مقصد اس
تدبیر سے بہت سہولت کے ساتھ حاصل ہوتا ہوا معلوم ہوا کہ ان فرقوں پر شبہے کرنا شروع کریں جو آپ کے پیرو بنگئے
تھے تاکہ آپ کی جانب سے انکے دل مشکوک ہو جائیں سو وہ ان دلائل میں جنسے ان فرقوں نے استدلال کیا تھا طرح
طرح کے احتمالات نکال نکال کر اور تاویلیں کر کر کے انکے دلائل کی تضعیف پر آمادہ ہو گئے تاکہ وہ دلیلیں ان کی نظروں
میں یقینی نہ رہیں پھر اسوقت انکو یہ کہنا ممکن ہو کہ جن دلائل پر آپ نے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کے بارہ میں
اعتماد کر لیا ہے وہ تو محض ظنی دلیلیں ہیں اور صرف انہیں ظنی دلیلوں کی وجہ سے آپ لوگوں کو ہرگز مناسب نہیں کہ آپ
اپنی مالوف رسمیں اور وہ اعتقادات جن پر آپ کے باپ دادا تھے چھوڑ دیں اور گذشتہ رسولوں سے جو دین آپ کو حاصل
ہوئے تھے انکے تارک بنجائیں کیونکہ ایسی حالت میں ظن پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔
پس انہوں نے ان واہی تباہی شبہوں اور باطل احتمالات کو اپنے دلوں میں مرتب کیا۔ اور اس فرقہ کے پاس آئے جنے
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اسوقت تصدیق کی تھی جبکہ آپ نے اپنے قرآن کو مقابلہ کے لئے پیش کیا اور فرمایا
کہ تمام فصحا و بلغا اس کی جیسی ایک سورت کے لانے سے بھی عاجز ہیں اور اس فرقہ کے لوگ باوجودیکہ بڑے فصیح و
بلیغ تھے لیکن مقابلہ کرنے سے عاجز رہے اور اسی سبب سے انہوں نے آپ کے دعوی رسالت کی تصدیق کر لی
پس انسے یہ لوگ کہنے لگے کہ ممکن ہے کہ انکو (یعنی محمد صلعم کو) ایسے درجہ کی فصاحت و بلاغت حاصل ہو گئی ہو جو آپ لوگوں
میں سے کسی میں بھی نہ پائی جاتی ہو اور اسی وجہ سے آپ لوگ انکے مقابلہ کرنے سے عاجز رہے ہوں ایسا تو بہت ہوا کرتا ہے

که ہر فن کے جاننے والوں میں کوئی کوئی ایسا شخص ہوتا ہے جسے اس فن میں کامل دستگاہ حاصل ہوتی ہے حتے کہ اسی فن کے
باقی جاننے والے اُسکے سامنے اقرار کرتے ہیں کہ وہ ہمارا سردار ہے اور ہم لوگ اُسکی گرد کو بھی نہیں پہنچ سکتے۔ پس اُس اقرار
نے ان لوگوں کو یہ جواب دیا کہ اگرچہ فصاحت و بلاغت ایک ایسا فن ہے جسکی بنیاد اصلی اور فطرتی قابلیت اور استعداد پر ہے
لیکن اُس میں کمال پیدا کرنے اور اعلے درجہ پر پہنچنے کے لیے بہت کچھ مشق اور اُسکے طریقوں کے مہارت کی ضرورت ہے
مثلاً اشعار کہنا اُنہیں روایت کرنا خطبوں کے لکھنے پڑھنے کی مشقت اُٹھانا۔ فصحاء سے سوال و جواب کرنا۔ بلغاء سے
سبقت لیجانے کی کوشش کرنا تاکہ اُس کا قوی ملکہ پیدا ہو جائے اور اپنی فطرتی استعداد کے موافق کمال پیدا کر کے انہیں کے زمرہ
میں داخل ہو سکے۔ علاوہ بریں کیسی فصاحت و بلاغت کتنی ہی بڑے مرتبہ کو کیوں نہ پہنچ جائے لیکن یہ بھی تو ضرور ہے کہ اُسکی
نوع میں سے اُس کی کوئی نظیر موجود ہو اُس کی صنف میں سے اسکی کوئی مثال پائی جاوے گو وہ اُس سے کسی وجہ میں کم
ہی کیوں نہ ہو۔ اور ہم دیکھتے ہیں کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم اگرچہ فطرتی طور پر اس فن کی استعداد رکھتے تھے لیکن ہم نے ابتدائے
پیدائش سے لیکر چالیس برس کی عمر تک کہ جو زمانہ تحصیل اور مشق کا ہے آپ کو کبھی اس فن کی مشق کرتے نہیں پایا جس سے
آپ ایسے درجہ پر پہونچ جاتے اور نہ اس مدت میں آپ نے شعر گوئی یا اشعار کی روایت کرنے ہی کی تکلیف گوارا کی علاوہ بریں
آپ کو خطبوں اور رسالوں کی جانب بھی کبھی کچھ توجہ نہ ہوئی اور نہ اس مدت میں ہمنے یہ دیکھا کہ فصحاء سے سوال جواب کرنے
اور بلغاء پر غلبہ حاصل کرنے کی آپ کو کبھی حرص ہوئی ہو اور وہ برابر ہمارے سامنے ہی رہے اُن کا حال ہم سے پوشیدہ نہیں رہ سکتا
اور کیونکر پوشیدہ رہ سکتا تھا حالانکہ جو شخص اس فن میں ذرا محنت کرتا ہے وہ ہم لوگوں میں ویسی ہی شہرت پا لیتا ہے جیسے
دن دوپہر کو آفتاب کیونکہ یہ فن تو ہمارے اعلے درجہ کے مفاخر میں سے ہے پس آپ کے چالیس برس کی عمر کو پہونچتے ہی
دیکھتے کیا ہیں کہ آپ ایک فصیح کلام جسکا نام قرآن ہے لے آئے ہیں جسکی فصاحت و بلاغت نے ہمارے دانت کھٹے کر دیے
اور بالکل ہی ہمکو ہرا کر ہمارا ابدا پن ثابت کر دکھایا اور یہ بھی ہے کہ جو طرز قرآن شریف میں فصاحت و بلاغت کے لحاظ سے اختیار
کیا گیا ہے وہ بالکل انوکھا طرز ہے کہیں اُس کی نظیر نہیں ملتی پس وہ نہ اشعار کے قبیل سے ہے نہ رجز ہی معلوم ہوتا ہے
اور نہ خطبوں اور رسالوں کا سا اُسکا طرز ہے اور نہ کوئی اور ہی نمونہ ملتا ہے جسکا اُس میں اقتدا کیا گیا ہوتا اور اسوجہ سے وہ اپنی [illegible]
میں اور بھی بڑھ جاتا ہے۔ بھلا بتائیے تو سہی کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے کس کے پاس اس طریقہ کی مشق کی جو اُسکے قرآن
میں موجود ہے اور سارے ملک عرب میں کہیں اُسکا پتہ نہیں کیا یہ ہو سکتا ہے کہ آپ ہی اس طریقہ کے موجد ہوئے ہوں اور
پھر اُس میں ایسے درجہ پر پہونچ گئے جہاں اور کوئی نہیں پہونچ سکتا اشیاء کے موجدین میں تو عادتاً یہ امر دیکھا نہیں جاتا بلکہ عادت
یوں جاری ہے کہ ہر موجد سے اُسکی ایجاد بچہ کی طرح پہلے اُس سے صادر ہوتی ہے اور دوسرے لوگ اُسکی تربیت کرتے
رہتے ہیں یہاں تک کہ وہ اپنے انتہائی درجہ پر پہونچ جاتی ہے رہا یہ امر کہ موجد اپنی ایجاد میں ایسے اعلے درجہ پر پہونچ جائے
کہ جسکے بعد کوئی مرتبہ نہو اور وہاں تک کسی دوسرے کی رسائی ہی نہ ہو سکے انسانی موجدوں میں تو یہ بات کبھی دیکھی نہیں گئی
بلکہ استقراء کے موافق یہ کہنا بھی کچھ مستبعد نہیں کہ سوائے اُس صورت کے کہ ایجاد ادنے درجہ کی اور معمولی ہو یہ امر ممکن ہی نہیں ہے
پس محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا اپنی عمر کے گذشتہ زمانہ میں اس فن کی مشق نہ کرنا جسکی وجہ سے وہ ایسے درجہ پر پہونچ جاتے

جہاں کوئی نہ پہونچ سکے اور قرآن شریف کا اپنے اسلوب کے اعتبار سے انوکھا ہونا جسکی وجہ سے وہ فصاحت و بلاغت کے ایسے درجہ پر پہونچ گیا جسکے مقابلہ سے ہم لوگ عاجز رہگئے یہ دونوں امر اس احتمال کو سرے سے باطل کرتے ہیں جسے کہ آپ نے اس موقع پر نکالا ہے اور جسکے ذریعہ سے آپ نے ہمیں شک میں ڈالنا چاہا تھا پس ہم لوگ بلا کسی شک و شبہ کے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی آپ کے دعوے میں ہمیشہ تصدیق کرتے رہیں گے اور اسبات کے قائل رہیں گے کہ قرآن کا جیسا کلام لانا انسانی قدرت میں نہیں ہے بلکہ وہ خدا ہی کے پاس سے آترا ہے جیسا کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا دعویٰ ہے اسکے بعد یہ شک ڈالنے والے اس فرقہ کی جانب مائل ہوئے جسنے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی اسوجہ سے تصدیق کی تھی کہ آپ کے لائے ہوئے قرآن کو ایسی صفات فاضلہ پر مشتمل پایا جن سب کا کسی کلام میں مجتمع ہوجانا سوائے اس صورت کے کہ وہ خدا کے پاس سے آیا ہو کسی طرح ممکن نہیں۔ اور نیز اس فرقہ کیجانب جسنے آپ کی اس سبب سے تصدیق کی تھی کہ آپکی شریعت کی حالت بالکل منتظم اور باقاعدہ ہے اسمیں کل فضیلتیں پائی جاتی ہیں اور وہ اپنے پیروی کرنے والوں کی حالت کو باقاعدہ بنا دینے کی پوری پوری کفیل ہے پس یہ لوگ ان دونوں فرقوں سے کہنے لگے ہم کو یہ خبر پہونچی ہے کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے دعوے رسالت سے پیشتر بلاد روم کیجانب تجارت کیلئے دو مرتبہ سفر کیا ہے اور ہمیں یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ وہاں آپ کو بعض راہبوں سے ملنے کا اتفاق ہوا ہے (بحیرا راہب جو آپ کو شام کے رستہ میں جب آپ قریش کے تاجروں کے ساتھ تھے۔ ملا تھا اور آسنے علامات سے آپکو پہچان لیا تھا کہ آپ نبی آخر الزماں ہیں جیسا کہ سیر نبویہ میں منقول ہے) شاید آپ نے اس قرآن کو جسمیں تمام فضائل موجود ہیں انہیں سے نقل کر لیا ہو اور انسے آپ یہ شریعت سیکھ آئے ہوں اور اپنے بلاد میں آکر مدعی رسالت بنگئے ہوں اور اپنے دعوے کی تائید اسی قرآن اور شریعت سے کرنے لگے ہوں اور چونکہ آپ کے بلاد میں ایسے واقف کار لوگ موجود نہ تھے تاکہ جو کچھ آپ لائے ہیں اسکے مثل وہ بھی لاکر آپ کا مقابلہ کرسکتے اسلئے آپ لوگ اس وہم میں پڑ گئے ہیں کہ جو کچھ آپ لائے ہیں وہ خدا ہی کی جانب سے ہے انسانی کارروائی نہیں ہے پس اسکا ان دونوں فرقوں نے انہیں یہ جواب دیا کہ قرآن کی ایسی کتاب جو ان تمام صفات فاضلہ پر مشتمل ہو جنکی شرح اور اس امر کا بیان ہمارے استدلال میں گذر چکا ہے کہ ان سب کو بڑے بڑے علماء و حکماء اور سیاست و ملکی انتظام کے ماہر بھی ایسی کتاب میں ہرگز جمع نہیں کرسکتے اور یہ کہ ایسی شریعت جو عقائد حقہ اخلاق حسنہ اور ان عبادتوں پر مشتمل ہو جو سراسر حکم اور اسرار پر مبنی ہوں اور اسمیں ایسے احکام موجود ہوں جو تمام خلق کے حالات کے منتظم اور باقاعدہ بنا دینے کی ذمہ داری کرتے ہوں علیٰ ہذا القیاس اور دیگر امور بھی اسمیں پائے جاتے ہوں جنکے پورے پورے بیان کرنے کے لئے تو بہت سی جلدوں کی ضرورت پڑیگی ہاں اجمالاً ان کا بیان پہلے گذر چکا ہے پس ان سب باتوں کی نسبت اگر بفرض محال یہ احتمال نکالا جائے کہ شاید آپ نے کسی دوسرے سے ان چیزوں کو سیکھ لیا ہو تو وہ بھی صحیح نہیں ٹھیر سکتا کیونکہ اسکے لئے اتنی مدت مدید کی ضرورت پڑیگی جو برسوں کی متعدد دہائیوں سے گنی جا سکے اگرچہ ان باتوں کا سکھلانے والا بہت ہی کامل حکماء ہی میں سے ہو اور سیکھنے والا بھی اعلےٰ درجہ کا ذکی ہی کیوں نہ ہو اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے جتنی عمر کہ ہم لوگوں میں گذاری ہے اس کی ساری مدت میں سے صرف چند ایام کے لئے تجار قریش کی ہمراہی میں جو روم کے شہروں میں بغرض تجارت جایا کرتے تھے ہم لوگوں سے علیحدہ رہے ہیں اور اسی مدت میں آپ مکہ سے بلاد روم تک گئے

بھی اور آئے بھی اور تجارت کے سارے کاروبار بھی انجام دئے بھلا اس عرصہ میں آپ کیونکر ساری باتیں سیکھ سکتے تھے اتنی مدت جو اسکے لئے بھی کافی نہیں کہ آپ اپنی لائی ہوئی شریعت کے متعدد ابواب میں سے ایک باب کو بھی سیکھ سکتے سیکھنے کی دشواریوں اور اسکے لئے کافی زمانہ کے ضروری ہونے کو ہم میں سے ہر شخص جانتا ہے علاوہ بریں جو کچھ محمد صلے اللہ علیہ وسلم لائے ہیں اُسکا سیکھ لینا تو پڑھے لکھے شخص پر بھی دشوار ہے اور بلا مدت مدیدہ کے وہ بھی سیکھ نہیں سکتا چہ جائیکہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم جو اُمّی (ان پڑھ) محض تھے نہ لکھے پڑھے۔

پھر بھلا عقل کیونکر تجویز کرسکتی ہے کہ آپ سب کچھ سیکھ لیتے باوجودیکہ اُمّی تھے اور اپنے شہر سے بہت تھوڑے ہی دن علیحدہ رہے تھے اور آپ کا اُمّی ہونا جسکی نسبت آپ دعوے کیا کرتے ہیں اور اپنے قرآن میں بھی اپنی رسالت پر استدلال کرنے کے موقع پر خدا کا یہ قول ذکر کرتے ہیں (وما کنت تتلو من قبلہ من کتاب ولا تخطہ بیمینک اذا لارتاب المبطلون) جسکا ترجمہ یہ ہے اور تو اس سے پہلے کبھی کوئی کتاب نہ پڑھتا تھا اور نہ لکھتا تھا (اگر ایسا ہوتا تو ایسی حالت میں اہل باطل کو شک کی گنجائش ہوسکتی تھی (نہ کہ اب شک کا کوئی موقع ہے) آپکا یہ اُمّی اور ان پڑھ ہونا صرف آپ کے دعوے ہی پر مبنی نہیں ہے بلکہ خود ہمارے نزدیک بھی بلا شبہ ثابت ہے اسلئے کہ آپ نے ہم ہی لوگوں میں نشو ونما پایا ہے اور ہمیں کبھی اسکا علم نہیں ہوا کہ آپ نے لکھنے پڑھنے کی مشقت اُٹھائی ہو اور نہ ہم میں سے کسی نے کبھی آپ کو دیکھا اور نہ ہم سے کبھی کسی نے یہ نقل کیا کہ آپ نے کسی دن ایک سطر بھی لکھی ہو اور اگر آپ ایسی قوم میں رہکر اس (کتابت) کو جانتے ہوتے جسمیں کہ سوائے معدودے چند اشخاص کے اس فن کے جاننے والے نہ تھے تو آپ کا حال اتنی مدت تک ہم سے چھپا نہ رہتا چاہے آپ چھپانے کا قصد ہی کیوں نہ کرتے اور بھلا آپ (اگر جانتے ہوتے تو) چھپانے کا قصد ہی کیوں کرنے لگے تھے حالانکہ کوئی شئے اسکی جانب آپکو داعی نہ تھی بلکہ اُلٹے اظہار کا داعی موجود تھا کیونکہ اس جاہل اور بے پڑھے لکھے گروہ میں تو یہ بڑا کمال تھا اور یہ بات کو عقل ہرگز نہیں تسلیم کرتی کہ آپ نے اس فن کے سیکھنے سے پہلے ہی اسکا پختہ قصد کرلیا ہو کہ میں اس فن کو حاصل کروں گا اور لوگوں کو اپنے اس حال کی خبر نہ ہونے دوں گا اُسپر کسی روم کے راہب سے اس قرآن اور اس شریعت کے سیکھنے میں اپنے اس فن سے مدد لوں گا اور اسکے بعد مدعی رسالت بنجاؤں گا بھلا کیسے ہوسکتا ہے کہ اپنے نفس کے لئے پہلے ہی سے آپ نے ان سب باتوں کا بیڑا اُٹھا لیا تھا اور پھر یہ بات پوری بھی ہوگئی کہ آپکے اس فن کو حاصل کرنے اور نیز جو کچھ کہ آپ لائے ہیں اُسکے سیکھنے کا حال لوگوں سے بالکل مخفی رہا اور آپ نے اسی بھروسہ پر رسالت کا دعوے کردیا سبحان اللہ سوائے اُس شخص کے کوئی قائل نہیں ہوسکتا جو ہٹ دھرمی پر کمر باندھے اور وہی باتوں کا مطیع بنجائے اور بعد ان سب باتوں کے عقل کسی ایسے سکھلانے والے کے بلاد روم میں یا اور کہیں پائے جانے کی بھی تو تصدیق نہیں کرتی جو تمام ان علوم ومعارف پر جسپر کہ قرآن اور یہ شریعت مشتمل ہے حاوی اور ان سب خوبیوں پر محیط ہوگیا ہو اور ہم پر اہل روم کے ساتھ مخالطت کرنے کے بعد یہ بات ظاہر بھی ہوگئی کہ جو کچھ محمد صلے اللہ علیہ وسلم لائے ہیں روم کے تمام علماء کے پاس بھی اُسکا وجود نہیں چہ جائیکہ ان میں سے بعض کو سب کچھ معلوم ہوتا۔ بلکہ ہم نے تو ان کو دیکھا ہے کہ مخالطت اور آپ کی لائی ہوئی چیزوں پر مطلع ہونے کے بعد آپ کی شریعت کی خوبی انتظام سے بہت تعجب کرتے ہیں اور اس میں سے جو

تھے کسی راہب کا جسکی نسبت آپ کو گمان ہے حاوی سمجھانا اور ہر ایک کے لیئے جو حکم ضروری تھا اُس کا مستحضر کر لینا بلاشبہ
محال ہے سوائے [illegible] کر دینے والے کے اور کوئی اسکا قائل نہیں ہو سکتا۔ اور اگر آپ کہیں کہ پیروان محمد صلے اللہ علیہ وسلم
میں بعض بعض شخص (خواہ سلمان فارسی ہوں یا اور کوئی) ایسے قوم کے موجود تھے جو علوم و معارف اور انتظامات ملکی میں شہرۂ
آفاق تھے پس اس سے کونسا امر مانع ہو سکتا ہے کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم جو حوادثات آپ کو پیش آتے ہوں اُنکے احکام
اور جو سوالات کہ آپ سے کیئے جاتے ہوں اُنکے جوابات اور جو اعتراضات اور شبہے آپ پر وارد کیئے جاتے ہوں اُن میں سے
ہر ایک کا دفعیہ اور علاوہ اسکے جو کچھ ہو جب اُسکی آپ کو ضرورت پڑا کرتی ہو اُسیوقت سب کچھ آپ اُن شخصوں سے پوچھ
لیا کرتے ہوں پس جب کبھی ان امور میں سے کوئی امر آپ کو پیش آتا ہو تو آپ اُس شخص کے پاس چلے آیا کرتے ہوں اور
اُس سے دریافت کر لیا کرتے ہوں پس وہ جیسی حالت ہو اُسکے موافق بتا دیا کرتا ہو۔ تو ہم کہیں گے اس بات کا وہم کرنا کئی
وجہوں سے بالکل لچر ہے اول تو اسوجہ سے کہ یہ بات مخفی نہیں کہ ان سب اشیا کا سکھنا سکھانا ایک ایسا امر ہے
جو ایک آدہ نشست یا چند نشستوں میں پورا نہیں ہو سکتا اور مخفیۃً ہی یہ انجام پا سکتا ہے بلکہ پورے طور سے صرف ایسی
تعلیم ہو سکتی ہے کہ جب سیکھنے والا سکھلانے والے کے پاس مدت دراز تک آمد و رفت کرتا رہے۔ اور اگر ایسا ہوا ہوتا تو لوگوں
میں یہ بات ضرور مشہور ہو جاتی کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم فلاں شخص سے علوم حاصل کیا کرتے ہیں اور یہ امر واقع کے خلاف ہے
دوسرے اسوجہ سے کہ اگر یہ شخص محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو تمام اُن علوم کا جو آپ کے قرآن و شریعت میں موجود ہیں سکھلانے
والا ہوتا تو غایت درجہ کا محقق اور بڑا ہی صاحب فضل ہوتا لوگوں میں شمار کیا جاتا حالانکہ یہ اشخاص جنکی نسبت آپ لوگوں کا
گمان ہے اس پایہ کے شخص نہیں ہیں بلکہ لوگوں میں جن اشخاص کی معرفت و واقفیت کے لحاظ سے شہرت تھی انمیں بھی تو انکا شمار نہیں۔ اور پیروان محمد صلے اللہ علیہ
وسلم میں سے بہتیرے لوگ شرعی احکام پر لحاظ رکھنے کے لحاظ سے ان شخصوں سے بدرجہا بڑھے ہوئے تھے
اور وہ خود اُنسے اور اُنسے بھی کم درجہ کے لوگوں سے علوم حاصل کیا کرتے تھے اور اپنے ضروری امور سیکھا کرتے تھے اور
شاگردوں کی طرح اُن کے ساتھ فروتنی سے پیش آتے تھے اور عقل اس امر کی ہرگز تصدیق نہیں کرتی کہ یہ اشخاص اس پایہ کے
ہوتے اور پھر بھی اپنا حال مخفی رکھتے۔

اور تیسرے اسوجہ سے کہ اگر یہ اشخاص محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے سکھلانے والے ہوتے تو محمد صلے اللہ علیہ وسلم ضرور
اپنے سارے پیروی کرنے والوں پر انہیں شخصوں کا رتبہ مقدم رکھنے میں مضطر ہوتے اور اگر آپ اُن کی اتنی قدر و منزلت
میں کوتاہی کرتے تو اُنکو کب صبر آتا۔ حالانکہ ہم دیکھتے ہیں کہ پیروان محمد صلے اللہ علیہ وسلم میں بہتیروں سے اُن کا درجہ گھٹا

۵ علاوہ بریں یہ شبہ اس طرح بھی بالکل ساقط ہو جاتا ہے کہ سفر روم میں جب آپ راہب سے ملے تھے تو تنہا نہ تھے بلکہ قریش کے اور
لوگ بھی آپ کے ساتھ تھے پس اگر آپ نے اُس راہب سے جو کچھ سیکھا ہوگا وہ ساتھیوں کو ضرور معلوم ہوگا۔ پھر دعوے رسالت
کے وقت اُن میں سے کسی نے اس امر کو ظاہر کیوں نہ کر دیا کیونکہ اُن میں کے بہتیرے ایسے تھے جو آپ کے اوپر ایمان نہ لائے
تھے۔ اور آپ کے مخالفوں کا ساتھ دیتے تھے۔ اس سے صاف معلوم ہوا کہ وہاں آپ نے کسی راہب سے کچھ
نہیں سیکھا ۱۲ مترجم۔

ہوا تھا اور پھر بھی خوش تھے انکو یہ امر ذرا ناگوار نہ تھا۔

چوتھے اسوجہ سے کہ ہم نے ان اشخاص کی قوم سے اس کے بعد میل جول کیا تو ہم نے ان علوم۔ احکام اور جملہ بھلائیوں کی جامع شریعت کو جو سب کچھ محمد صلے اللہ علیہ وسلم لائے تھے انکے پاس نہ پایا اور ان میں سے بہتیری چیزیں ایسی ملیں جنکا انکے یہاں اصلاً و نقلاً کچھ پتہ ہی نہ تھا بلکہ ہمنے خود نہیں دیکھا کہ آپ کی شریعت سے جو قوانین انکو اپنے انتظام ملکی کے مناسب معلوم ہوتے ہیں اقتباس کر لیتے ہیں۔ پس یہ اشخاص جملہ علوم و معارف کو کہاں سے لے آئے جس حال میں کہ ان کی قوم انسے محروم تھی۔ پس اے شک و شبہ میں ڈالنے والو اس بیان نے تمہارے سارے ان احتمالات کو جو تم نے ہم پر وارد کئے تھے باطل اور مہمل ثابت کر دیا اسلئے ہم بلا کسی شک و شبہ کے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے دعوے کی برابر تصدیق کرتے رہیں گے۔

اب یہ بہکانے اور شک میں ڈالنے والے لوگ اس فرقہ کے پاس آئے جسنے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے صدق پر اسبات سے استدلال کیا تھا کہ اہل فصاحت و بلاغت نے قرآن شریعت کے معارضہ سے اپنے عجز کا اقرار کر لیا اور کلام کی خوبیوں کے واقفکاروں نے اس امر کی شہادت دی کہ قرآن شریف اتنی صفات فاضلہ پر مشتمل ہے کہ جن سب کا قرآن کی ایسی کتاب میں جمع کر دینا ہر کسیکا کام نہیں۔ اور بعض اہل فصاحت و بلاغت کا قرآن کے معارضہ سے عاجز رہنا اس دلیل سے ظاہر ہو گیا کہ وہ قرآن کا معارضہ تو نہ کر سکے بلکہ بجائے اسکے گھر بار چھوڑ کے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے لڑنے کو منظور کر لیا جس کے باعث سے وہ مقتول ہوئے۔ انکے بچے قید کئے گئے۔ انکے شہر اجاڑے گئے انہیں جلا وطن ہونا پڑا پس انہوں نے آسان طریق کو تو چھوڑ دیا اور وہ قرآن کا معارضہ کرنا تھا اگر انہیں قدرت ہوتی اور لڑائی بھڑائی کے طریق میں جو سب سے دشوار طریق تھا چلنا اختیار کر لیا پس یہ لوگ انسے کہنے لگے کہ نہیں کیا معلوم کہ ان دونوں فرقوں نے جنمیں سے ایک نے قرآن شریف کے معارضہ سے اپنے عاجز ہونے اور دوسرے نے قرآن شریف کے اتنی صفات فاضلہ پر مشتمل ہونے کا اقرار کر لیا تھا اور یہ سب محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے متبع بنگئے تھے انھوں نے یہ امر کسی غرض و غایت کے لئے کیا ہو جسکے حاصل کرنیکا اسی اتباع کو انہوں نے ذریعہ قرار دیا ہو اور اسی لئے انہوں نے یہ اقرار کر لیا ہو اور اس امر کی شہادت دیدی ہو تاکہ یہ انکے لئے انکے ملامت کرنے والوں پر حجت بنجائے رہا وہ فرقہ جسنے معارضہ کو تو چھوڑ دیا اور اپنے گھر بار کو ترک کر کے جنگ پر آمادہ ہو گیا جسکی وجہ سے کچھ ضرر سے اٹھانا پڑا۔ اسکی نسبت کہا جا سکتا ہے کہ بسا اوقات محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہی نے جنگ کی ابتدا کی ہو اور آتش جنگ کے برافروختہ ہو جانے کے باعث سے انہیں معارضہ کرنے کی فرصت نہ ملی ہو اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے انہیں اتنی مہلت نہ لینے دی ہو اور اسی سبب سے وہ آسان طریق کو چھوڑ کر دشوار طریق پر چلے ہوں خلاصہ یہ کہ وہ اسپر مضطر کر دیئے گئے ہوں پس اس فرقہ نے ان لوگوں کو یہ جواب دیا کہ آپ کا پہلے دونوں فرقوں کی حق میں یہ کہنا کہ شاید ان کا اقرار کرنا اور ان کا شہادت دینا اور پھر اتباع کر لینا کسی غرض و غایت پر مبنی ہو جسکے حاصل کرنے کا انہوں نے اسے ذریعہ قرار دیا ہو تو یہ سر تا پا بے تکی اور بالکل بے سوچی سمجھی بات ہے اسلئے کہ یہ امر پوشیدہ نہیں ہے کہ عاقل

ف
ان لوگوں [illegible]
[illegible] تنبیہات وارد
[illegible] کتابہائے سابق
[illegible] دونوں فرقوں
کی حالت درج کی
تصدیق کر لی تھی
اور [illegible]
جواب مندرجہ بالا ۱۲

کے نزدیک سب سے مشکل کام اپنے دین کا چھوڑ دینا ہے جسمیں اسے دنیوی اور اُخروی نجات کی امید ہو اور بعد اسکے تمام
چیزوں سے دشوار تر یہ امر ہے کہ وہ اُن رسموں کو چھوڑ دے جنکا وہ خوگر ہو رہا ہے اور اُنہیں اپنے اسلاف پیشین سے
سیکھا ہے حتی کہ بعض کی تو یہ حالت ہے کہ باوجودیکہ اُنہیں اپنی رسموں کی برائی بھی معلوم ہو جائے تاہم اُن کا چھوڑنا اُنپر
نہایت ہی شاق ہوتا ہے اور اُن کا جی اُنپر جمے ہی رہنے کو چاہتا ہے اس بنا پر عاقل اپنے دین کو اُسوقت تک ہرگز
نہیں چھوڑ سکتا جبتک کہ اُسے اپنے دین کے سوا کسی دوسرے دین میں نجات حاصل ہو جانے کا پورا پورا الیقین نہ ہو جائے
علی ہذا القیاس وہ اپنی رسموں کو بھی خصوصاً موروثی رسموں کو سوائے اُس حالت کے کہ کوئی ایسا ہی قوی سبب پایا جائے
نہیں چھوڑ سکتا اور ہم دیکھتے ہیں کہ ان دونوں فرقوں نے اپنے دین کو جس سے اُنہیں اپنی نجات کی امید تھی چھوڑ دیا اور اپنی
اُن رسموں کے بھی تارک بنگئے جنکے کہ وہ خوگر ہو رہے تھے اور اُن سب چیزوں کی نہایت شدت کے ساتھ مذمت
کرنے لگے اور اُنہوں نے قرآن کے معارضہ سے اپنے عجز کا اقرار کر لیا اور اُسپر محض اطلاع حاصل کرتے ہی بلا اسکے
کہ اُنہیں محمد صلے اللہ علیہ وسلم کیجانب سے کچھ خوف ہوتا قرآن کے فضل کی شہادت دینے لگے کیونکہ اُن میں خود بہت
ہی قومی پاس رکھا خواہ جود تھا اور اُنہیں محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے مال و دولت کی حاجت نہ تھی (کیونکہ پہلے آپکے
پاس کچھ تھا ہی نہیں) بلکہ قبل اسکے کہ آپ کی حمایت کرنے والی جماعت قایم ہوئی ہوتی اور آپ کے ہاتھ کچھ مال آیا ہوتا
یا اور کوئی مضطر کر دینے والا سبب پایا جاتا وہ لوگ یہ شہادت دے چکے تھے اور قرآن کے فضل کا اقرار کر چکے تھے
یہ بات آپکے اور اُنکے حالات پر اُنکے اتباع کرنے کی کیفیت پر پوری پوری اطلاع حاصل کرنے سے بخوبی معلوم ہوتی ہے پس اگر
اُنکو معارضہ کرنے سے اپنے عاجز ہونے اور قرآن کے اسقدر فضائل پر مشتمل ہونیکا جنکے جمع کرنے سے انسان
عاجز ہے یقین نہ ہو گیا ہوتا تو وہ ہرگز یہ اقرار نہ کرتے اور کبھی اس کی شہادت نہ دیتے اور نہ وہ اتباع ہی کرتے جسکی
وجہ سے اُنہیں اپنا دین جسکو وہ اپنے اعتقاد کے موافق باعث نجات سمجھتے تھے چھوڑنا پڑا اور اپنی رسموں کے ترک کرنے
کی مشقت اُٹھانا پڑی حالانکہ وہ عقیل و فہیم اور باہوش تھے۔

رہا نصاریٰ و بلغا کے حق میں جنکا معارضہ سے عاجز ہونا اس طرح پر ظاہر ہوا کہ اُنہوں نے معارضہ کو چھوڑ کر
جنگ کو منظور کیا جسکی وجہ سے اُنہیں بہت سے نقصانات اُٹھانا پڑے یہ کہنا کہ شاید اوقات محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہی
نے جنگ کی ابتدا کی ہو اور اُنکو معارضہ کی فرصت نہ ملی ہو اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے اُنہیں اس کی مہلت نہ لینے
دی ہو اس کی نسبت ہم کہتے ہیں کہ اگر محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا معارضہ کے لئے اُنکو بلانا اور اُنکا باز رہنا ایک آدہ واقعہ
یا ذرا سی مدت میں ہوتا تو البتہ عقل آپ کے اس احتمال کو قبول کر سکتی لیکن یہ بات نہیں ہے کیونکہ آنکے اور محمد صلے اللہ
علیہ وسلم کے مابین اُسوقت تک ہرگز لڑائی واقع نہیں ہوئی جبتک کہ آپنے بار بار قرآن کو معارضہ کے لئے اُن پر پیش
نہیں کر لیا اور کھلے خزانہ اُسکی منادی نہیں کر دی کہ انسان اُسکے معارضہ سے بالکل عاجز ہے اور اسپر ایک مدت گذر
نہیں گئی اور مدت بھی کوئی تھوڑی نہیں بلکہ ایک قسم کی طویل مدت۔ علاوہ بریں اس زمانہ کے شروع شروع میں آپکے
اسقدر پیرو بھی نہیں ہوئے تھے جنسے لڑائی کیجا سکے پھر اسکے بعد بھی کہ آپ کے اور اس فرقہ کے مابین آتش جنگ بر[illegible]

کے قائم مقام ہے گویا خدا یہ فرماتا ہے کہ ان امور میں میرا بندہ سچا ہے جو میری جانب سے وہ باتیں پہونچاتا ہے اور عالم کے عادی
قوانین قدرت کو اُسکے ہاتھ پر میں خرق کر دینا اور ان عادی قوانین قدرت کے خلاف ظاہر کرنا بھی میری جانب سے اُس کے دعوے
کی تصدیق ہے (سابق میں اسکی کافی طور پر توضیح ہو چکی ہے اگر آپ چاہیں تو وہاں دیکھ لیں) علاوہ بریں بعض خارق عادت امور
محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر ایسے بھی ظاہر ہوئے ہیں جنکی نسبت عقل ہرگز تصدیق نہیں کر سکتی کہ جادوگروں کو ان پر
قدرت ہو سکتی ہے جیسے کہ چاند کا شق ہو جانا جسکا تمام لوگوں نے خواہ وہ وہاں موجود تھے یا میدانوں میں سفر کر رہے تھے
سب نے بچشم خود مشاہدہ کیا تھا چنانچہ جیسے کہ اس امر کو ان لوگوں نے جو محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس موجود تھے اور جنھوں
نے کہ اسکی درخواست کی تھی دیکھا تھا اسی طرح ان مسافروں نے بھی اسکا مشاہدہ کیا تھا اور آکر خبر دی تھی جو دور دور دراز مقامات
سے وارد ہوئے تھے جنکا افق محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس والے لوگوں کے افق کے ساتھ موافقت و مساوات رکھتا تھا
پس فرض کر لیجئے کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے حاضرین کی نظر بندی کر دی ہو یہاں تک کہ انھوں نے اس امر کا مشاہدہ کر لیا
کہ چاند شق ہو گیا تو گویا آپ کی قدرت میں یہ بات بھی ہو سکتی ہے کہ آپ ان مسافروں کی بھی نظر بندی کر دیتے جنمیں سے ہر
فریق میدانوں میں جدا جدا مقام پر تھا اسبات کا سوائے اس شخص کے کوئی قائل نہیں ہو سکتا جو دہینگا دہینگی کرے یا
اس امر سے محض ناواقف ہو کہ جادوگروں کو اپنے اعمال میں کہاں تک قدرت ہو سکتی ہے علاوہ بریں ہم نے بعد اسکے کہ
ان خوارق کے باعث سے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کر لی اور پورے طور سے آپ کی شریعت پر مطلع ہو گئے اور
آپ کے ساتھ خوب خلا ملا بھی بڑھا لیا اور آپ کے حالات میں نہایت باریک بینی سے غور کیا تو ہم نے آپ کی شریعت
میں سرتاپا راستی اور وہی تمام امور پائے جن پر عمل کرنے والے کو سراسر بہبودی اور بھلائی حاصل ہو اور تمام نقصانات سے
وہ محفوظ رہے اور آپ کی شریعت اصل استقامت اور راستی میں گو رسل سابقہ کی شرائع کے مثل نکلی لیکن تمام ابواب کمالات
پر پورے طور سے حاوی ہونے کے لحاظ سے اُنسے بھی فوقیت لیگئی اور ہم نے محمد صلے اللہ علیہ وسلم میں کوئی ایسی
چیز نہیں دیکھی جس سے عقل انکار کرے یا آپ کی جانب سے دل میں کچھ شک پیدا ہو اور نہ آپ کی شان جادوگروں کی
سی معلوم ہوئی اور نہ آپ کا حال حیلہ بازوں ہی کا سا نظر آیا جو متاع دنیا کے حاصل کرنے اور اپنی شہوت رانی کے لئے
طرح طرح کے حیلے بہانے کیا کرتے ہیں بلکہ آپ کا تو یہ طریق ہے کہ لوگوں کو راہ راست کی ہدایت کرتے تھے اور یہ سکھلاتے
تھے کہ وہ اپنے مالک کا شکر ادا کیا کریں کنبہ والوں کے ساتھ سلوک سے پیش آئیں یتیموں اور مسکینوں کو کھانا کھلایا
کریں اور باوجود اس کے آپ اپنے پیروی کرنے والوں پر پدر شفیق کی طرح شفقت فرماتے تھے آپ کو اُنکے مال و دولت
کی ذرا بھی طمع نہ تھی اور نہ انکی لذیذ چیزوں سے آپ کو کچھ میلان تھا بلکہ آپ پہلے رسولوں کی طرح (علیہ وعلیہم الصلوٰۃ
والسلام) خود ہی ان پر احسان کیا کرتے تھے۔ پس جو کچھ ہمنے پیشتر بیان کیا اُسکی بنا پر ہمیں محمد صلے اللہ علیہ وسلم
کے دعوے کے سچے ہونے میں ذرا بھی شک باقی نہیں رہا اور آپ کا یہ بہکانا اور شک میں ڈالنا بالکل بیہودہ ہو گیا اور
ہر منصف کی نظر میں اسکا کچھ اعتبار نہ رہا اسلئے ہم محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے دعوے کی برابر تصدیق کرتے رہینگے
اور جو کچھ آپ خدا کے پاس سے لاتے ہیں اسی پر ایمان رکھیں گے خدا ہی توفیق کا مالک ہے۔

اسکے بعد یہ بہکانے اور شک میں ڈالنے والے لوگ اس فرقہ کی طرف مائل ہوئے جسنے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے صدق
پر اس سبب سے استدلال کیا تھا کہ جو انبیائے سابقین کی کتابوں میں ایسے رسول کی علامتیں مذکور تھیں جسکو اُنکے بعد
خدا بھیجنے والا تھا وہ سب علامتیں آپ پر منطبق ہو گئی تھیں پس اس فرقہ سے یہ لوگ کہنے لگے کہ آپ کو کیا معلوم کہ یہ
علامتیں کسی ایسے رسول پر منطبق ہو چکی ہوں جو محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے دعوے کرنے سے پہلے ہی گذر چکے ہوں
تو اس فرقہ نے انہیں یہ جواب دیا کہ ہم نے اُن رسولوں کے حالات کی تواریخ سے بحث کر کے دیکھا ہے جو محمد صلے اللہ
علیہ وسلم سے پیشتر اور ان کتابوں میں ان علامتوں کے وارد ہونے کے بعد ہوئے ہیں پس ہمیں تو اُس میں سے کوئی
بھی ایسا رسول نہیں ملا جس پر ساری علامتیں منطبق ہو جاتیں اور اگر کوئی ایسا ہوا ہوتا تو رسولوں کی ساری تاریخیں اُسکے
ذکر سے خالی نہ ہوتیں اور اُس کی خبریں بھی ہم تک ضرور نقل کیجاتیں اگرچہ بعض قصص کی کتابوں ہی میں کیوں نہ اُنکا ذکر ہوتا
کیونکہ ایسے شخص کا بالکل اس طرح ذکر ہرگز نہیں مٹ سکتا۔ ہاں بعض انبیا ایسے پائے گئے ہیں جنمیں بعض بعض علامتیں
پائی گئی ہیں لیکن اُنسے پیشتر کوئی ایسا نہیں ہوا جسمیں یہ سب کی سب علامتیں موجود ہوتیں اور ہم نے اپنے استدلال
کی تقریر میں اسکی توضیح کر دی ہے (پس وہیں دیکھہ لینا چاہیئے) پھر یہ لوگ اُنسے کہنے لگے تمہیں یہ کیا معلوم شاید خدا کی جانب
سے آئندہ کوئی رسول آئے جسپر یہ ساری علامتیں منطبق ہو جائیں اور اِن کتابوں میں جس شخص کی خبر دی گئی ہے اس
سے وہی مقصود ہو اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر یہ علامتیں اتفاقی طور پر منطبق ہو گئی ہوں اگرچہ ان سب علامتوں کا دو شخصوں
میں جمع ہو کر پایا جانا نہایت ہی مستبعد ہے لیکن تاہم عقل اسکو محال بھی نہیں سمجھتی۔ پس اس فرقہ نے ان لوگوں کو
یہ جواب دیا ہمارا اعتقاد یہ ہے کہ جس خدا کی جانب یہ بات منسوب کیجاتی ہے کہ اُسنے رسولوں کو بھیجا اور اُنپر کتابیں اور
وحی نازل کیں وہ خدا نہایت ہی علیم وحکیم ہے اسلئے جتنی آئندہ ہونے والی باتیں ہیں اُن سب کا علم بھی اُسے ضرور ہونا
چاہیئے۔ پس جب اُسے یہ معلوم تھا کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم آئندہ ہوں گے اور رسالت کا دعویٰ کرینگے اور ساری
علامتیں اُنپر منطبق ہو جائیں گی اور وہ مقصود نہ ہوں گے بلکہ جو مقصود ہوں گے وہ اُنکے بعد آئیں گے تو ضرور تھا کہ
اپنی حکمت کے مقتضا کے موافق وہ ہمکو اسپر ضرور آگاہ کر دیتا چاہیے ان کتابوں میں صرف اتنا ہی کیوں نہ کہہ دیتا کہ
آئندہ ایک شخص مدعی رسالت پیدا ہوگا اور میرے رسولوں کی کتابوں میں جو علامتیں مذکور ہیں وہ سب اُسپر منطبق
ہو جائیں گی لیکن وہ میری مراد نہ ہوگا بلکہ میری مراد صرف وہ شخص ہوگا جو اُسکے بعد آئیگا اور چونکہ خدائے سبحانہ کیجانب
سے اِس قسم کی کوئی اطلاع وارد نہیں ہوئی ہے اسلئے لازم ہے کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہی یقیناً مراد ہوں اور ان
علامات کا دو شخصوں میں پائے جانے کا احتمال جسکی نسبت تم کہتے ہو کہ عقل اسے محال نہیں سمجھتی تو اس تقریر سے
ظاہر ہو گیا کہ وہ بلا شک محال ہے کیونکہ اس سے یا تو اللہ تعالےٰ کا آئندہ کے واقعات سے جاہل اور ناواقف
رہنا لازم آئیگا یا یہ ماننا پڑے گا کہ خدا کے اعمال حکمت کے خلاف بھی ہوتے ہیں اور وہ اپنے بندوں کو دھوکے
میں ڈالا کرتا ہے اور یہ تمام چیزیں محال ہیں (جیسا کہ یہ امر جہاں خدا کی صفات کا بیان ہوا ہے ثابت ہو چکا ہے)
پس جو شئے محال کو مستلزم ہے وہ بھی محال ہوگی۔ اس بنا پر ان علامتوں کے دو شخصوں میں پائے جانے کو عقل

اُس شخص کو سچا سمجھا تھا جسے بادشاہ نے بھیجا تھا اور اس موقع پر اسکا کچھ اور بیان کر دیا جائیگا) کیا آپ یہ نہیں دیکھتے کہ ایک
موٹی سی رسی چند مہین تاگوں کا مجموعہ ہوتی ہے جسمیں سے ہر تار کو ایک چھوٹا سا بچہ بھی تنہا منقطع کر سکتا ہے لیکن ان سب تاروں کا
مجموعہ جسے رسی کہتے ہیں اُسکے قطع کرنے سے قوی سے قوی شخص بھی عاجز ہے اور یہی کیفیت اس حالت میں بھی ہے
اگر کسی مجمع سے ایک جماعت کثیر جسمیں کہ وہ ایک تقریر کرنے والے کے پاس حاضر تھے جسنے اُن میں تقریر بیان کی تھی نکلے
اور اُن میں سے ہر شخص یہ خبر دے کہ مقرر اثنار تقریر میں منبر سے گر پڑا اور اُس کا سر پھٹ گیا۔ پس اس صورت میں اُن میں سے
ہر شخص کی خبر علیحدہ علیحدہ اگرچہ ظنی ہے ہر ایک میں احتمال ہے کہ اُسنے جھوٹ کہہ دیا ہو لیکن اُن سب لوگوں کی خبر مجموعی
طور پر ضرور یقین کو مفید ہیں عقل اسبات کو محال سمجھتی ہے کہ اتنی بڑی جماعت کی جماعت نے جھوٹ بولنے پر اتفاق کر لیا حالانکہ
ہر ایک اُن میں سے ایک جدا جدا خیال کا آدمی ہو اور کوئی ایسا جامع بھی نہ پایا جائے جو اتنے بہت سے لوگوں کو اس جھوٹی خبر
کے تراش لینے پر اکٹھا کر دے۔ اور ایسا ہی اُسوقت بھی ہے جبکہ ایک جماعت یہ کہے کہ حاکم اپنے سفر سے اس
شہر میں لوٹ آیا ہے پس کوئی تو یہ کہتا ہو کہ مینے آج اوسکے بعضے نوکروں کے پاس دیکھا ہے کہ اُسکے کپڑے آگئے ہیں
کوئی کہتا ہو کہ میں نے اُس کے خاص خادموں کو جو اُسکی خدمت میں رہا کرتے ہیں دیکھا ہے کہ وہ آگئے ہیں کوئی یہ کہتا ہو کہ
میں نے اُسکے عزیز لڑکے کو جسے کہ وہ کیا سفر اور کیا حضر ہمیشہ اپنے ساتھ رکھتا ہے اور اُسکی عادت ہے کہ کبھی
اس سے جدا نہیں ہوتا وہ بھی آگیا ہے کوئی کہتا ہو کہ میں نے توپیں سر ہونے کی آواز سنکر بعض توپخانہ والوں سے اس کا
سبب پوچھا تھا تو وہ کہتے تھے کہ آج شہر میں حاکم وارد ہوا ہے اسی لئے توپیں سر ہو رہی ہیں کوئی کہتا ہو کہ میں نے اُسکے
اہل عملہ کو دیکھا ہے کہ کشتی سے اُترتے وقت امیر کو سلام کرنے اور اُس سے ملاقات کرنے کے لئے جلدی جلدی جا رہے
تھے اور انہیں سے یہ خبر بھی مجھے معلوم ہوئی ہے اسی طرح کسی نے کچھ کہا اور کسی نے کچھ اور انمیں سے ہر ایک نے ایک ایسی دلیل بیان
کی کہ جب اُسے بجد ذاتہ دیکھا جائے تو ظنی ہے لیکن عقل ایسے موقع پر ہر دلیل کو علیحدہ علیحدہ لحاظ نہیں کرتی بلکہ سب کو مجموعی
طور پر دیکھتی ہے اور کہتی ہے کہ یہ ساری دلیلیں اتفاقی طور سے ایک ہی بات پر ہرگز اکٹھا نہیں ہو سکتیں اور اسیوجہ سے
حاکم کی آمد کا قطعی طور پر یقین کر لیتی ہے پس یہ بات ظاہر ہو گئی کہ ان دلیلوں میں سے ہر ہر دلیل چاہے ظنی ہی کیوں ہو
لیکن سب ملکر ضرور یقین کو مفید ہوں گی اور مجموعی طور پر اُن سے بلاشک قطعی علم حاصل ہو جائیگا۔ نہ آپ لوگوں کا یہ کہنا اچھا ہے
ہے کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی فطرتی تیزی اور قوت بیانیہ کے زور سے ہر فرقہ کے لئے ظنی دلیل قائم کر دی ہو اور
اوسکو یقینی دلیل کے پیرایہ میں مزین کر کے ظاہر کر دیا ہو تو اسبات کا وہ شخص قائل ہو سکتا ہے جسے اُن دلائل کی حقیقت
سے کچھ واقفیت ہی نہ ہو جن پر کہ ان فرقوں نے اعتماد کیا ہے کیونکہ اُن میں سے اکثر دلیلیں ایسی ہیں جنکے حصول میں محمد
صلے اللہ علیہ وسلم کے عقل کو ذرا بھی دخل نہیں۔ پس کیونکر کہا جا سکتا ہے کہ آپ ہی نے اُن دلیلوں کو قائم کیا ہو اور یقین
کے پیرایہ میں اُنہیں مزین کر دیا بھلا غور تو کیجیے کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو کیونکر ممکن تھا کہ آپ فصحا و بلغا رئیس قرآن کے
معارضہ سے عجز کو پیدا کر دیتے اگر خود قرآن ہی معجزہ واقع ہوا ہوتا (اور جو شبہے اس پر وارد ہوتے ہیں اُن کا جواب
اُس موقع پر گذر چکا ہے جہاں پیشتر مادی فرقہ سے گفتگو ہوئی ہے پس چاہیے کہ وہیں دیکھ لیا جائے)

فرض کریجئے کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے جو علامتیں رسل سابقہ کی کتابوں میں اخلاق اور افعال اختیاریہ کی قبیل سے ذکر تھیں
اپنے میں پیدا کرلی ہوں مثلاً یہ کہ آپ نیکی سے محبت اور گناہ سے عداوت رکھیں گے ۔ انصاف سے حکم کریں گے
کفار سے محاربہ کرینگے وغیرہ وغیرہ ۔ تو کیا آپ کو اپنے میں جسمانی علامتیں پیدا کرلینا بھی ممکن تھا مثلاً یہ کہ آپ کے دونوں شانوں
کے مابین آپکے بادشاہ کی علامت ہوگی اور یہ کہ آپ قوی ہوں گے ۔ اور کیا ان علامتوں کا پیدا کرلینا بھی آپ کے قبضہ
میں تھا کہ جو اختیاری نہ تھیں بلکہ عالم میں اقبال مندی میں جنکا شمار ہے جیسے کہ فرقوں کا آپ کے ماتحت ہونا ۔ اور
ہدایا کا بادشاہوں کے پاس سے آپ کے پاس وارد ہونا ۔ مالداروں کا آپ کی اطاعت کرنا ۔ اور صحرار کا آپ کے ذکر
کے ساتھ اپنی آواز بلند کرنا ۔ اور صحرار سے مراد وہ دیار ہیں جنمیں قیدار سکونت پذیر تھے اور آپ کا (ایسے) پتھر (کے مانند)
ہونا جسے معماروں نے رد کیا ہوا اور وہ کونے کا سرا بنگیا ہو ۔ اور آپ کو فرقوں پر حکومت ملنا ۔ حبشہ کا آپ کے سامنے گھٹنوں
کے بل گر پڑنا یمن کے بادشاہوں کا آپ کے پاس قربانیاں لیکر آنا اور ان فرقوں کا آپ کے ساتھ فروتنی واطاعت سے
پیش آنا ۔ آپ کو سبا کا سونا دیا جانا ۔ روئے زمین پر آپ کا اور آپ کے پیروی کرنے والوں کا زراعت کثیرہ کے مثل ہونا
آپ کی سلطنت کا دن بدن بڑھتا جانا ۔ آپ کے غلبہ کے بعد بتوں کا ٹوٹ جانا اور زمین پر ڈال دیا جانا ۔ اور جن بادشاہوں سے
آپ کا محاربہ ہوا جو پرندوں کا انکے گوشت کو کھانا ۔ آپ کے پیروی کرنے والوں کا بادشاہوں کو طوق وزنجیروں میں باندھکر
لے چلنا اور گھسیٹنا ۔ خدا کا ان سے قوم بنی اسرائیل کو غیرت دلانا ۔ ایک جاہل قوم سے انکو غیرت دلانا اور غضب ناک کرنا ۔
(ان علامتوں کا انطباق اس فرقہ کی گفتگو میں گذر چکا ہے جسنے ان علامتوں سے استدلال کیا تھا پس وہیں دیکھنا چاہئے)
پس ہماری تقریر سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ جتنے احتمال تم لوگوں نے تمہیں شک میں ڈالنے کے لئے وارد کئے تھے سب
ناممکن ہیں عقل سلیم جو تعصب سے خالی ہو انکی ہرگز تصدیق نہیں کرسکتی اسلئے ہم محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے دعوے کی
بلا کسی شبہ کے برابر تصدیق کرتے رہیں گے ۔

پھر یہ بہکانے اور شک میں ڈالنے والے لوگ اس فرقہ کی طرف جھکے جو طبعی اور مادہ کا قدیم ماننے والا فرقہ تھا پھر اسنے
محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کرلی تھی اور آپ کا پیرو بنگیا تھا اسلئے کہ محمدی عالم نے اس فرقہ کے لئے ایسے دلائل
بیان کردئے تھے اور ان کی تشریح کردی تھی جو خدا کے عالم اور وحی سے انکار کرنے کے بارہ میں اسکے مذہب کے
بطلان پر اور نیز اس امر پر دلالت کرتی ہیں کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا دین صحیح اور عقل کے موافق ہے اور اسکے احکام
یقینی ہیں اور اس کے ساتھ ہی جتنے شبہے کہ طریق تصدیق میں انکو سد راہ ہوسکتے تھے ان سب کو اسنے دفع کردیا
تھا پس ان بہکانے اور شک میں ڈالنے والے لوگوں نے بعد اسکے کہ ان مذاکرات اور مباحثات پر اطلاع حاصل کرلی جو اس
فرقہ اور محمدی عالم کے مابین واقع ہوئے تھے یہ دیکھا کہ جتنے شبہوں سے اس فرقہ کو شک میں ڈالنے کی انہیں امید
ہوسکتی تھی ان سب کو اس محمدی عالم نے اپنے مباحثوں میں دفع کردیا ہے اور سب کا بطلان ظاہر کردیا تو یہ لوگ اپنا
منہ لیکر رہگئے اور کہنے لگے کہ ہمارے لئے اس فرقہ کے ساتھ سوائے اسکے اور گنجائش باقی نہیں رہی کہ ہم اس فرقہ
والوں کو اس عالم کی گفتگو کے بارہ میں مشکوک بنادیں جسکی وجہ سے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی پیروی اختیار کرنے

ہیں اُن کی تسکین ہوگئی ہے پس اُنسے کہنے لگے کہ شاید اس عالم کی قوت بیانیہ اور قوت استدلال بڑھی ہوئی ہو اور
اُس کی نظر وسیع ہو مباحثوں کے مختلف اسلوب وطرز اور اُنکے ہر طرح کے پہلوؤں سے کامل واقفیت رکھتا ہو اُسنے
اپنی جادو بیانی کے منتر سے آپ لوگوں کی عقلوں کو لبھا لیا ہو یہاں تک کہ آپ کو یہ خیال بندھ گیا ہو کہ جو کچھ آپ کے
خیالات اور مذہب ہیں اُس کی شریعت کے مخالف ہے وہ باطل ہے اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا دین صحیح وحق ہے
پس آپ کو چاہئے تھا کہ آپ اپنے مذہب پر جمے رہتے اور اپنے اعتقادات کو جو بڑے لمبے چوڑے علوم پر مبنی ہے
محض اس عالم کی گفتگو اور مباحثہ کیوجہ سے نہ چھوڑ بیٹھتے تو اس فرقہ نے اُن لوگوں کو یہ جواب دیا کہ ہم لوگ دانشمند ہیں ہمیں
مناظروں میں کامل دستگاہ حاصل ہے جو شخص ہم سے مناظرہ کرے ہم اُسکے مقابلہ میں پوری پوری فطانت سے کام
لے سکتے ہیں اسلئے ہم ہرگز ایسا خیال نہیں کر سکتے کہ یہ محمدی عالم بلکہ اس سے کوئی بہت ہی بڑا ہی کیوں نہ ہو ہمارے
سامنے دلائل میں رنگ آمیزیاں کرنے اور ہم پر اُن کو ملتبس کر دینے کی قدرت رکھتا ہو اور کسی امر ناصواب اور غلط بات سے
ہماری عقلوں کو تسکین دے سکتا ہو جتنی چیزوں میں اُسنے ہم سے مناظرہ کیا ہے اور اُسنے ہماری عقلوں کی تسکین
کردی ہے ان سب میں اُسنے واضح طور پر عقلی بیان کا طرز اور عقل صریح کے مقتضا کے موافق روش اختیار کی ہے چنانچہ
پہلے تو اُسنے ہمارے لئے صحیح دلیل سے جو حقایق کائنات کی نسبت ہماری تحقیقات پر مبنی ہے مادہ عالم کا حدوث
ثابت کر دیا پھر عالم کے پیدا کرنے والے خدا کے واجب الوجود ہونے اور اُسکے اُن صفات کے ساتھ موصوف ہونے
جن پر کہ کائنات میں اُس کے آثار دلالت کرتے ہیں ہمارے لئے دلیل قایم کردی اور جتنے شبہے اس خدا کے وجود کی
تصدیق کرنے سے ہمارے لئے مانع ہو سکتے تھے سب کو دفع کر دیا اور واضح طور پر اس کی مثالیں بیان کر کے ہم کو
سمجھا دیا اور ہماری عقلوں کو اس امر پر متنبہ اور بیدار کر دیا کہ کائنات کی تفاصیل اور اُنکے اسرار وحکم سے جنکے مباحث
کی تدوین ہمارے علوم کی کتابوں میں پورے پورے بیان کے ساتھ ہوئی ہے اس خدائے پاک کے وجود پر اُسکی عظمت
صفات اور وفور حکمت پر ہم استدلال کریں پھر اُسکے بعد اُسنے ہمارے لئے مابین اُن امور کے جو محمد صلے اللہ علیہ
وسلم کی شریعت میں وارد ہوئے ہیں اور ہمارے علوم میں جو امور بظاہر اُنکے خلاف تھے اُن میں باہم تطبیق دیدی یہاں تک
کہ شریعت میں جو چیزیں وارد ہوئی ہیں اُنسے ہمارا گریز کرنا جاتا رہا پھر ہم لوگوں کے اعتقادات پر اعتماد کرنے کے باعث سے
خصوصاً انسان کے لئے بعث کے منکر ہونے سے انسانی دنیا میں جو جو نقصانات اور قباحتیں پیدا ہوتی ہیں اُسنے
ہمیں کھلم کھلا دکھلائیں۔ پھر اسکے بعد ہم نے اُن دلیلوں میں غور کیا جن پر ان فرقوں نے اعتماد کر کے محمد صلے اللہ علیہ
وسلم کی تصدیق اور پیروی اختیار کرلی تھی تو ہمیں یہ بات ظاہر ہوئی کہ وہ سب دلیلیں صحیح اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے صدق
پر یقینی دلالت کرتی ہیں خصوصاً سب کی سب مجموعی طور پر جنکے اسقدر وفور کے ساتھ اتفاقی طور پر مجتمع ہو جانے کا ہرگز
احتمال نہیں ہو سکتا۔ پس اسوقت ہمارے لئے پورے طور سے حق ظاہر ہو گیا اور حق کے ظاہر ہونے کے بعد بجز
جان بوجھ کر گمراہی اختیار کر لینے کے اور کیا رہ گیا اور ہم لوگ تو ہمیشہ لوگوں میں اسکے دعوے بنگہار کرتے ہیں کہ
صاحب ہم تو آزاد خیال کے ہیں ہمیں جہاں کہیں حق ملتا ہے بلا تکلف قبول کر لیتے ہیں پھر بعد ان سب باتوں کے

بھی ہم کیونکر دھینگا دھینگی کریں اور امر صواب کی مخالفت پر آمادہ ہو جائیں خصوصاً دھینگا دھینگی بھی کیسی جسکا نتیجہ ابدی تلخی اور اپنے آپ کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے خسران میں ڈالنا ہو پس بعد اسکے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی تصدیق اور پیروی اختیار کرنے کے سوا ہمارے لئے اور کوئی گنجایش نہیں ہی اسلئے ہم نے کامل درجہ کے ایمان اور پکے یقین کے ساتھ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کرلی اور آپ کے پیرو بنگئے سو آپ لوگوں کا اس محمدی عالم کی گفتگو میں ہم کو شک دلانا کچھ نفع نہیں دے سکتا آپکو اور آپ کی خیر خواہی کو ہمارا اسلام ہے آپ اپنی خیر خواہی رہنے دیجئے اور ہمارے پاس سے تشریف لے جائیے۔

اب اسوقت یہ بہکانے اور شک میں ڈالنے والے لوگ ان فرقوں کے پاس سے غیں غیں کرتے ہوئے خالی ہاتھوں لوٹ آئے اور اُن کا کچھ مدعا حاصل نہ ہو سکا۔ خدا فسادیوں کی کارروائی کو راس نہیں لگنے دیا کرتا۔

یہ تو سوچ چکا اور سُنئے کہ منجملہ تمام جماہیر کے جنکے مابین محمد صلے اللہ علیہ وسلم دعوے رسالت کرتے کھڑے ہوئے تھے ایک ایسا فرقہ بھی تھا جنکے خیالات نہایت ہی پست تھے عقل کُند تھی اور تعصب میں ایسا کٹر تھا کہ چاہے پہاڑ ٹل جائے لیکن وہ اپنی ہٹ دھرمی سے ذرا نہ ٹسکے اور وہی مرغے کی ایک ٹانگ گایا کرے پس جب اس فرقہ نے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا دعویٰ سُنا اور ان تمام فرقوں کو آپ کی پیروی کرتے دیکھا تو اپنے سو ر اختیار سے یہی اچھا سمجھا کہ اپنے معتقدات اور رسوم پر اندھا دھند تعصب کے ساتھ جمے رہیں اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے دعوے کی بلاکسی دلیل اور سند کے صرف یہ کہکر تکذیب کیا کریں کہ صاحب ان اعتقادات اور رسموں پر تو ہم نے اپنے باپ دادوں کو پایا ہے ہم تو محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے دعوے کیوجہ سے انمیں سے کچھ بھی نہیں چھوڑ سکتے اور بھلا کیونکر چھوڑدیں حالانکہ ہمارے اسلاف اسی پر رہے اور برسوں سے ہم بھی اسی پر عمل کرتے چلے آتے ہیں خلاصہ یہ کہ وہ اپنی اسی پست خیالی اور اپنی اسی ہٹ دھرمی پر اصرار کیا کئے پس اس فرقہ کے لوگ نہایت ہی کمینہ طرز اور خطرناک طریق کی پیروی کے ساتھ اپنی گمراہی میں بہے اور انھوں نے امر صواب کا اتباع نہ کیا اور عقلمندوں کی طرح اپنی اختیار کی ہوئی باتوں کے بارہ میں گفتگو کرنے سے کنارہ کش رہے انھوں نے اپنے خیالات کی جاہلانہ طور پر حمایت کی۔ پس خسران کے غاروں میں جا گرے۔ اور ذلت وخواری کے سب سے نیچے طبقہ میں اُتر گئے خدائے پاک اس عناد اور سرکشی میں انکو ہرگز معذور نہ رکھے گا قیامت کے دن انسے ضرور انتقام لے گا۔

اور اگر کہا جائے کہ اس فرقہ کے خیالات تو بالکل پست اور یہ تو عقل کا کُند تھا جیساکہ ابھی تم نے ذکر کیا پس شاید خدا کے نزدیک اُن کا یہ عذر چل جائے اور وہ یہ کہدیں کہ اے ہمارے رب جب محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے رسالت کا دعویٰ کیا تھا تو ہمیں اتنی سمجھ ہی نہ تھی جس سے انکے دعوے کی توضیح کرنے تک ہماری رسائی ہو سکتی۔ اسلئے ہم انکی تکذیب پر اصرار کرتے رہے تو میں کہوں گا انکے خیالات کا پست اور عقلوں کا کُند ہونا اسوجہ سے نہیں تھا کہ انکی اصل خلقت میں کسی قسم کا نقصان تھا اور اُن کی عقلوں میں کوئی فطری ضعف تھا جسکی وجہ سے وہ مجنونوں اور حیوانات کے درجہ پر اُتر جائیں یہاں تک کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے دعوے کی تکذیب پر جمے رہنے اور اُس کی تحقیق نہ کرنے میں

[illegible]

خدا کے نزدیک معذور سمجھے جائیں اور تکلیف شرعی اور خداوندی احکام کی تعمیل جس کا خدا نے بندوں کو اپنے رسولوں کی زبان سے مکلف بنایا ہے اُنسے ساقط ہو جائے بلکہ یہ عقل کی کندی اُن میں اسوجہ سے تھی کہ وہ شہوات میں غرق تھے لذات کے خیال میں لگے رہتے تھے مرغوبات دنیوی اور اپنی ہوا و ہوس میں پھنسے رہا کرتے تھے اسی لئے غور و تحقیق کا طریق اُنکو بار معلوم ہوا اور خواری و ذلت پر مائل ہو گئے اور دلیل اسکی یہ ہے کہ ہم انہیں مرغوبات کی تحصیل اور ہر بارہ دنیوی مقاصد کے اپنے مقابل و مخالف سے مجادلہ کرنے میں دیکھتے ہیں کہ وہ بڑے غور و فکر سے کام لیتے ہیں بڑے بڑے استدلال کرتے ہیں۔ اپنا مطلب حاصل کرنے کے لئے بڑے محقق اور باریک بین بنتے ہیں ایک ایک سوئی کے لئے بھی بڑی بڑی فکریں کرتے ہیں۔ پس جب انہوں نے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا دعوےٰ سنا تھا تو اسکے بارہ میں غور و تحقیق کرنے سے انہیں کونسا مانع پیش آگیا تھا بجز اسکے کہ وہ اپنی شہوات اور ہوائے نفسانی میں پھنسے تھے دنیائے فانی پر مائل ہو رہے تھے پس قانون انصاف کے موافق قیامت کے دن وہ خدا کے انتقام کے مستحق ہوں گے سوائے انصاف کے اُنپر تنکا برابر بھی ظلم نہ ہوگا (اسی طرح آپ بہتیرے لوگوں کو دیکھیں گے جو لذات اور فانی مرغوبات کے حاصل کرنے میں پھنسے ہوئے ہیں اپنے عقائد کی تصحیح اور عبادات و معاملات کے سیکھنے سے اپنے آپ کو انہوں نے مہمل چھوڑ رکھا ہے اسکی ذرا پروا نہیں کرتے اور جب اُنسے کہا جاتا ہے کہ شریعت تمہیں ان چیزوں کے سیکھنے کی تکلیف دیتی ہے اور اسکا حکم کرتی ہے تو کہتے ہیں کہ ہماری عقلوں میں اُنکے سمجھنے کی طاقت ہی نہیں ہے اُنکو جان ہی نہیں سکتیں ہم اتنی سمجھ اور فکر کہاں سے لائیں جو ایسی باتوں میں غور کر سکیں حالانکہ مرغوبات دنیوی کے حاصل کرنے اور ادنےٰ ادنےٰ چیزوں پر اپنے مخالفوں سے جھگڑنے میں آپ کو وہ بڑے مدقق فلاسفر اور محقق حکیم نظر آئیں گے پس اگر وہ اپنی عقلوں کو جو خدا نے انہیں عنایت کی ہیں اس قدر علم کے سیکھ لینے کی طرف متوجہ کرتے جتنا کہ خدا نے اُنپر فرض کیا ہے تو وہ اپنے میں سیکھنے کی قابلیت اور سمجھنے کی ضرور استعداد پاتے لیکن کاہلی اور شہوات میں پھنسے رہنے اور ہر وقت متاع دنیا کی تحصیل نے انہیں مدہوش و سرگرداں بنا رکھا ہے اپنے ظاہر کو عمدہ عمدہ لباس سے آراستہ کرتے ہیں اپنے شکم کو طرح طرح کے کھانوں سے سیر کرتے ہیں اور اُن کی عقلوں کو دیکھئے کہ سچے علوم اور معارف حقہ کے زیور سے بالکل خالی ہیں پس وہ شریعت محمدیہ کی نظر میں کسی طرح معذور نہیں ٹھیر سکتے خدا اُنسے قیامت کے دن اُن امور کی نسبت ضرور پوچھے گا جن چیزوں کے سیکھنے کا اُسنے انہیں حکم دیا تھا اور اسوقت اپنی کوتاہی کی وجہ سے طرح طرح کے عذاب کے مستحق ہوں گے۔

ف

علےٰ ہذا القیاس اُن فرقوں کے ساتھ جو محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی رسالت سے جہالت۔ نادانی۔ اور گمراہی کیوجہ سے انکار کیا کرتے تھے۔ آپ کی برابر یہی کیفیت رہی کہ آپ اُنکے لئے اپنے دعوے کے صدق پر براہین و دلائل قائم کیا کئے۔ اُنکے روبرو وعظ و نصیحت پیش کرتے رہے حتی الامکان اُن کی تالیف قلب میں کوشاں رہے اُنکو راہ حق کی ہدایت کرتے رہے اسی طرح دعوےٰ رسالت کئے ہوئے آپ کو ایک مدت گذر گئی اور آپ کو سوائے اسکے اور کچھ حکم نہ ملا کہ آپ اُنکو موعظت و تبلیغ کرتے رہیں اور نہایت خوبی کے ساتھ اُنسے مناظرہ کیا کریں لیکن جب عقول سلیمہ اور انظار صحیحہ کے نزدیک یہ بات ظاہر مدلل

اور مجبور ہیں ہوئی کہ ان لوگوں کے ساتھ دلیل و برہان سے کام نہ چلیگا انہیں نصیحت نفع نہ بخشیگی اور انکو ہدایت کرنے کا کوئی
ثمرہ نہ ہوگا بلکہ انہوں نے اپنی گمراہی میں پڑے رہنے اور دین حق اور راہ راست کی پیروی قبول نہ کرنے اور اپنے ہی نفس
کے ساتھ بدسلوکی کرتے رہنے سے گذر کر یہ طریقہ اختیار کیا کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے متبعین کی ایذا رسانی
میں کبھی کوتاہی نہیں کرتے تھے انہیں جب کبھی موقع ملتا تھا تو ان کے ساتھ مکاری و دغابازی سے پیش آتے تھے انکے
دین کے رستہ میں اڑنگا لگاتے تھے انکے لئے نئی نئی ضرر رساں باتیں ایجاد کیا کرتے تھے انکے ساتھ شریروں اور
فسادیوں کا سا معاملہ کرتے تھے تو پھر اس وقت خدا نے آپ کو اجازت دی کہ آپ اپنے اعدا اور جھگڑالو دشمنوں سے
جو بالکل کند طبیعت اور ناسمجھ ہیں جہاد کریں اور بجائے ترغیب کے مجبوراً ترہیب سے کام لیں اور اس طرح پر ان کی ایذا رسانی
اور فساد کو دفع کریں اور سرکشی و عناد کی جڑ ہی کاٹ دیں اور ایسا تو بسا اوقات ہوتا ہے کہ نیکوں کی سلامتی کے لئے
شریروں کی بیخ کنی پر جرات کیجاتی ہے اور اگر کسیکا کوئی عضو مریض ہو جاتا ہے تو ہلاکت سے بچانے کے
لئے اسکا وہ عضو قطع کر دیتے ہیں لیکن خدا نے جہاد کو ایسے حدود پر مقرر و مشروع کیا ہے جس سے رفق و آسانی
کی بھی گنجائش باقی رہتی ہے اور شفقت و انصاف ہاتھ سے جانے نہیں پاتا اور صورت اسکی یہ ہے کہ مخالفین کو
پہلے اسلام اور خدا تعالے کی توحید اور جتنی چیزیں کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم لائے ہیں ان سب کی تصدیق کیجانب
موعظت حسنہ کے ساتھ دعوت دیجاتی ہے پس اگر انہوں نے قبول کر لیا تو بہت اچھی بات ہے پھر تمام مسلمانوں
کی طرح وہ بھی سمجھے جاتے ہیں اور اگر انکو قبول نہ ہوا تو پھر اگر وہ مشرکین عرب میں سے ہوئے جنکے لغت میں شریعت
محمدی نازل ہوئی ہے اور انکو کسی آسمانی کتاب یا دین کا شبہ بھی نہ ہوا بلکہ وہ بت پرست یا آتش پرست یا انہیں
کی طرح اور کوئی نکلے تو انکے لئے حکم ہے کہ قتل کئے جائیں (جیسا کہ یہ حکم موسوی شریعت میں ساتوں فرقوں کے
حق میں تھا اور وہ فرقے حیثین ہیں اور جنکا انکے ساتھ ذکر کیا گیا ہے جیسا کہ سفر استثنار میں ہے اور نیز اسی شریعت
میں مرتد اور بتوں کے لئے جانور ذبح کرنے والے اور بتوں کی عبادت کی ترغیب دینے والوں کے حق میں بھی یہی
حکم تھا) اور اگر وہ مشرکین عرب میں سے نہ ہوئے تو انسے کہا جاتا ہے کہ جزیہ اور اطاعت قبول کر کے صلح کر لیں
اگر انہوں نے اسے قبول کر لیا تو ان کی جانیں مسلمانوں کی جانوں کی طرح انکے مال مسلمانوں کے مالوں کی طرح انکی
آبرو مسلمانوں کی آبرو کی طرح محفوظ ہو جاتی ہے ان حقوق میں ذرا بھی کوتاہی گوارا نہیں کیجا سکتی چاہے وہ ذرا ہی سی
بات کیوں نہ ہو یہاں تک کہ ان کی غیبت کرنا، انکو گالی دینا یا کسی ادنیٰ مکدر کر دینے والی شے سے ایذا پہونچانا ہرگز
جائز نہیں ہاں اگر کوئی ایسی ہی شرعی وجہ پائی جائے جس سے مسلمانوں کو بھی سزا دیجا سکتی ہو تو انہیں کے مثل
انہیں بھی سزا دیجائیگی جیسے مثلاً تادیب کی غرض سے۔
اور اگر انہوں نے جزیہ دینا اور اطاعت کرنا بھی قبول نہ کیا تو پھر اسوقت انسے محاربہ کیا جاتا ہے مسلمانوں کو انکا مال
اور انکا خون مباح ہو جاتا ہے وہ انکو غلام بنا سکتے ہیں جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں ان ساتوں مذکورہ
فرقوں کے علاوہ اور فرقوں کے حق میں یہی حکم تھا اور پھر جہاد کی کچھ حدیں بھی مقرر ہیں کہ انسے تجاوز کرنا جائز نہیں

ہیں تھے۔ یوشع علیہ السلام چلتے ہے اور انہوں نے لاکھوں ہی کو قتل کرڈالا جیسا کہ ان کی کتاب کے پہلے باب سے لیکر
گیارہویں باب تک کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے اور انکی کتاب کے بارہویں باب میں اس کی تصریح موجود ہے کہ انہوں
نے کفار کے بادشاہوں میں سے اکتیس بادشاہ قتل کئے اور بنی اسرائیل کو انکی مملکت پر تسلط حاصل ہوگیا۔ اور سفر سموئیل
سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ داؤد علیہ السلام ساری بستی کو اجاڑ ڈالتے تھے اور اہل جاسور۔ جزر اور عمالقہ میں سے کسی
مرد یا عورت کو زندہ نہیں چھوڑتے تھے انکے جانور اور مال ومتاع کو لوٹ لیتے تھے اور سفر مذکور میں ہے کہ موات کے رہنے
والے داؤد علیہ السلام کے غلام ہوگئے تھے اور انکو خراج دیا کرتے تھے اور انہوں نے عادار سے ایک ہزار سات سو
سوار اور بیس ہزار اسکے پیادے لے لئے اور قبیلہ آرام میں سے بائیس ہزار کو مارا اور یہ کہ انہوں نے مدیانوں کے سات سو
گھوڑوں اور چالیس ہزار سواروں کو قتل کر ڈالا اور یہ کہ انہوں نے ان قوموں کو جو قریہ ربہ میں رہتی تھیں گرفتار کر لیا اور آروں
سے چیر ڈالا اور لوہے کے موسلوں سے انہیں کچلا اور چھریوں سے انکے ٹکڑے کر دئے اور اسی طرح بنی عمون کے سات
قریوں کے ساتھ کارروائی کی اور اول سفر ملوک سے معلوم ہوتا ہے کہ انبیا علیہم السلام نے ان لوگوں میں سے جو اسکا
دعوے کرتے تھے کہ ہم لوگ بعل کے نبی ہیں چار سو پچاس آدمیوں کو ذبح کر ڈالا اور پھر بھی داؤد علیہ السلام نے اپنے
تمام اعمال کو نیکیوں میں سے شمار کیا اور منجملہ انکے اعمال کے انکے جہادات بھی تھے اسلئے کہ انہوں نے زبور کے
اٹھارہویں باب میں کہا ہے اور میرا رب مجھے میری نیکی کے مثل جزا دے گا اور میرے ہاتھ کی پاکی کے مثل مجھے
بدلا دیگا اسلئے کہ میں نے رب کے رستوں کی حفاظت کی ہے اور میں نے اپنے خدا کے ساتھ کفر نہیں کیا اسلئے کہ
اسکے سارے احکام میرے آگے ہیں اور اسکے عدل کو میں نے اپنے سے دور نہیں ہونے دیا اور میں بلا عیب
اسکے ساتھ رہوں گا کیونکہ اسنے میرے گناہ سے میری حفاظت کی ہے اور خدا نے اسبات کی شہادت دی
ہے کہ انکے جہادات اور جملہ نیک افعال خدا کے نزدیک مقبول ہیں کیونکہ اسنے اول سفر ملوک میں اس طرح کہا ہے
میرا بندہ داؤد ہے جسنے میری وصیتوں کی حفاظت کی اور پورے دل سے میری اطاعت اور میرے سامنے نیک
عمل کئے اور پولس نے ان انبیار کے لئے شہادت دی ہے کہ کفار سے جہاد کرنے کے بارہ میں انکے اعمال
نیک تھے گناہ کے قبیل سے نہ تھے اور ان کا منشا قوت ایمان اور رحمن کے وعدوں کو حاصل کرنا تھا نہ سنگدلی اور
ظلم اگرچہ ان میں سے بعض کے افعال ظاہرا نہایت ہی شدید قسم کے ظلم معلوم ہوتے ہیں خصوصاً بچوں کا قتل کرنا
جو گناہ سے بالکل بے لوث ہیں اسلئے کہ اسنے رسالت عبرانیہ میں اس طرح کہا ہے اور میں کیا کہوں اسلئے کہ میرے
لئے وقت تنگ ہے اگر میں جدعون۔ باراق۔ شمسون۔ یفتاح۔ داؤد۔ سموئیل اور ان انبیار کا حال بیان کروں جنہوں
نے ایمان سے ممالک پر غلبہ حاصل کیا۔ نیکی کے کام کئے۔ سچے وعدے حاصل کئے۔ شیروں کے منہ بند کر دئے
آگ کا زور ٹھنڈا کر دیا۔ تلوار کی دھار سے نجات پائی ضعف سے بچے رہے۔ جنگ میں بڑے شدید ہوگئے۔ بیگانوں
کے لشکروں کو شکست دی۔ اور اگر کوئی منہ پھٹ یہ کہے کہ داؤد کے جہادات تو سلطنت اور مملکت حاصل کرنے
کے لئے تھے تو ہم کہیں گے کہ ایسی بات دین کی کمی سے ناشی ہے کیونکہ داؤد علیہ السلام کا ان لوگوں کو خصوصاً

نہ کرتے تو اُس دن پروردگار کے غضب سے سب ہلاک ہوجاتے جیساکہ سفر مذکور سے معلوم ہوتا ہے اور جیساکہ اُسنے پچاس ہزار ستر آدمیوں کو اہل بیت شمس میں سے اس بنا پر ہلاک کرڈالا کہ اُنہوں نے خدا کے تابوت کو دیکہا تھا جیساکہ پہلے سفر سموئیل سے معلوم ہوتا ہے ۔ اور کبھی موذی سانپوں کو بہیجکر سزا دیتا ہے جیساکہ بنو اسرائیل نے جب دوسری مرتبہ موسے علیہ السلام کی مخالفت کی تھی تو اُسنے اُنپر موذی سانپوں کو بہیجا تھا اور اُنکو کاٹ کاٹ کہاتے تھے چنانچہ اُن میں سے بہتیرے مرگئے جیساکہ سفر عدد سے معلوم ہوتا ہے پس اس فرقہ نے بعد اسکے کہ جہاد کے بارہ میں شرائع سابقہ کے احکام اور کفار کے بارہ میں انبیاء کے اعمال اور کافروں اور گنہگاروں کے ساتھ خدا کی عادت وغیرہ میں غور کرکے دیکہہ لیا تو کہنے لگے کہ جب یہ بات ہے کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کسی شریعت کو ہمراہ لے کر خدا کے پاس سے رسول بنکر آئے ہیں اور یہ بات قطعی دلائل سے پایۂ ثبوت کو پہونچ گئی ہے تو اُن کی شریعت میں جہاد کی مشروعیت اور اپنے مخالفوں کو قتل کرنے اُنکے مال ومتاع کو لوٹ لینے اور اُنکو غلام بنانے کے بارہ میں اونپر کوئی چیز معیوب نہیں ٹہر سکتی خصوصاً جس حال میں کہ اُن کی شریعت کے جہاد میں بہ نسبت جہاد شرائع سابقہ کے ہم سہولت اور تخفیف بھی پاتے ہوں پس آپ کی شریعت شرائع سابقہ کے مخالف نہیں ہے اور نہ یہی ہے کہ خدا کے نبیوں کی شریعت کے ساتھ جو لوگ کفر یا گناہ کرکے مخالفت سے پیش آتے ہیں ۔ اُنکے ساتھ جو خدا کی عادت جاری ہے اُسکے خلاف اور مضاد آپ کی شریعت میں کوئی حکم ہو پس ہر شخص جو وحی کی تصدیق کرتا ہو اور خدا کے پاس سے انبیاء پر شرائع کے نازل ہونے کا یقین رکھتا ہو اُسکے ذمہ واجب ہے کہ مشروعیت جہاد کے بارہ میں خاصکر محمدی شریعت ہی پر شبہ اور طعن کو اپنے دل میں جگہ نہ دے رہا وہ شخص جو خدائے عالم کا وجود ہی نہ مانتا ہو اور نہ شرائع کے نازل ہونے کا قائل ہو تو اُس سے یوں گفتگو کیجائیگی کہ پہلے خدائے عالم یعنی اللہ تعالےٰ کے وجود پر استدلال کیا جائے گا خدا کی وحی ثابت کرنا پڑیگی (جیساکہ بادی فرقہ کے مناظرہ میں یہ ہوچکا ہے) پہر بعد اسکے کہ اُسپر حجت قائم کردی جائیگی اور وہ شرائع کی تصدیق کا التزام کرلے گا تو اُسکی بھی وہی حالت ہوجائیگی جو دوسرے اہل ملت کی ہے جو اُس ملت کی تصدیق کرتے ہیں ۔ پس اب ہم اس شخص کے مقابلہ میں ثابت کردینگے کہ جو کچھ خدا نے شرائع میں مشروع اور مقرر کیا ہے وہ ضرور مستحسن ہے اور اسوقت اُسے معلوم ہوجائیگا کہ جہاد کے بارہ میں محمدی شریعت شرائع سابقہ کے مخالف نہیں ہے بلکہ اسمیں بہت سی تخفیفات اور سہولتیں موجود ہیں جو شرائع سابقہ میں نہ تھیں جیساکہ اس کا بیان پیشتر گذر چکا ہے

ف پہر بعد اسکے کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا دین شایع ہوگیا اور اسمیں جہاد مشروع ہوچکا تو ایک اور فرقہ کو یہ وہم ہوا کہ یہ دین محض تلوار کے زور سے قائم ہوا ہے اور اُسی سے پہیلا ہے اور یہ بات ایسی ہے جس سے جی میں شک پیدا ہوتا ہے اور آدمی کو یہ کہنے کا موقع ملتا ہے کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے جتنے پیرو ہیں وہ لوگ قتل سے دہمکا کر دین میں داخل ہونے کے لئے مجبور کئے گئے ہیں لیکن باوجود اس خیال کے اس فرقہ نے انصاف کو نہیں چہوڑا اور اُسے ضروری سمجہکر محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے دین کی ابتدائی کیفیت کا پورا پورا حال دریافت کیا تو اُنکے نزدیک غایت درجہ کی تفتیش اور تدقیق اور اس دین کی ابتدائی حالت کی تاریخ کے دیکھنے سے یہ بات محقق ہوگئی کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم پہلے پہل جب دعوے رسالت کرنے کہڑے ہوئے تھے تو اُسوقت تن تنہا اور بے یار ومددگار تھے نہ آپ کو کسی قسم کی حکومت حاصل تھی اور نہ آپ کا کنبہ ہی ایسا ذی قدرت تھا

[illegible]

جس کی حمایت کا آپ بھروسہ کرتے بلکہ جمہور کے تابین جب آپ دعوے رسالت کرنے کھڑے ہوئے تھے تو آپ کے لئے
کسو باقی طائفوں پر غلبہ حاصل ہو جانا اور اُن سب کے مقابلہ کی تاب لا سکنا تو جدا رہا خود انہیں لوگوں نے آپ کے دعوے کی سب
سے پہلے تکذیب کی اور آپ کے سخت دشمن ہو گئے اور آپ کے کنبہ کے شریر لوگ آپ کی ایذا رسانی اور آپ کو سب رائے بنانے
پر طیار اور آمادہ ہو گئے لیکن تاہم محمد صلے اللہ علیہ وسلم اپنے دعوے پر برابر جمے رہے اور ایذا رسانوں کی ایذا دہی پر صبر کیا
کئے خلق خدا کو حق کی جانب بلانے اور اُنکے لئے دلائل قایم کرنے میں مشغول رہے اپنے دین کی خوبیاں ظاہر کرتے رہے
اور جس طریق پر وہ لوگ تھے اُسکی بُرائیاں دکھلاتے رہے یہاں تک کہ خدا کو جنکی ہدایت منظور تھی اُنکے نزدیک حق واضح ہو گیا
پھر عقول سلیمہ آپ کے دین کو قبول کرنے اور آپ کی شریعت کو مستحسن خیال کرنے لگیں اور جماعتیں کی جماعتیں آپ کی پیروی
کو اختیار کرنے لگیں اور اُس وقت آپ کو کسیکے ایک قطرۂ خون کے گرانے کا بھی حکم نہیں دیا گیا تھا اور آپ اپنے قرآن کی تلاوت
کرتے تھے جسمیں خدا کا یہ قول موجود تھا (لا اکراہ فی الدین قد تبین الرشد من الغی) یعنے دین میں کوئی زبردستی نہیں ہے
ہدایت گمراہی سے متمیز ہو چکی ہے۔ اور یہ قول جسمیں پیروان محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو خطاب کیا گیا ہے (یا ایہا الذین آمنوا علیکم
انفسکم لا یضرکم من ضل اذا اہتدیتم) یعنے اے ایمان والو تم اپنے نفسوں کی خبر لو جب تم ہدایت قبول کر چکے تو جو گمراہی میں ہے گا
وہ (اور اُسکا گمراہی میں رہنا) تمہارے لئے ضرر رساں نہیں ہو سکتا اور خدا کا یہ قول (ومن کفر فعلیہ کفرہ) یعنے جسنے کفر کیا اُسکا
کفر اُسی پر پڑیگا اور اسیکے مثل اور آیتیں بھی موجود ہیں۔ اور جس زمانہ میں آپ نے اس طریقہ کا التزام کر رکھا تھا اور جہاد شروع
بھی نہیں ہوا تھا تب ہی ایک جم غفیر آپ کا پیرو بنگیا تھا جیسا کہ آپ کے حالات کی تاریخ دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ
ابوذر اور اُنکے بھائی اُنیس اور اُن کی والدہ (رضی اللہ عنہم) یہ سب اس زمانہ کے شروع ہی میں اسلام لے آئے تھے اور جب
اپنے قبیلہ میں لوٹ کر گئے تھے تو ابوذر رضی اللہ عنہ کی دعوت اسلام کیوجہ سے غفار کا آدھا قبیلہ کا قبیلہ مسلمان ہو گیا اور آپ کی
بعثت کے ساتویں برس قبل اسکے کہ آپ مدینہ کیجانب ہجرت کرتے اور جہاد شروع ہوتا آپ کے متبعین میں سے تراسی
مرد مع اٹھارہ عورتوں کے مکہ سے حبش کیجانب مشرکوں کے ستانے کے باعث سے ہجرت کر گئے تھے اور کچھ مسلمان
مکہ میں باقی رہ گئے تھے اور کوئی بیس آدمی نجران کے نصرانیوں میں سے مسلمان ہو چکے تھے اور ایسا ہی ضماد ازدی بعثت کے
دسویں برس کے قبل ہی مسلمان ہو گئے تھے اور طفیل بن عمرو دوسی بھی ہجرت سے پہلے مسلمان ہو چکے تھے اور یہ بہت
بڑے شریف آدمی تھے اُن کی قوم اُن کی اطاعت کرتی تھی اور بعد اسکے کہ یہ اپنی قوم کیطرف واپس گئے اونکی دعوت اسلام
کے باعث سے اُنکے والد اور والدہ دونوں مشرف باسلام ہو گئے اور مدینہ منورہ میں ہجرت سے پہلے مصعب بن عمیر
رضی اللہ عنہ کے وعظ کی برکت سے ایک دن میں بنی اشہل کا قبیلہ کا قبیلہ اسلام لے آیا اور اس قبیلہ کے مردوں اور عورتوں میں سے
کوئی ایسا باقی نہیں رہا جو مسلمان نہ ہو گیا ہو ہاں صرف ایک عمرو بن ثابت رہ گئے تھے جو بعد کو اسلام لائے۔ اور ان لوگوں کے
اسلام لانے کے بعد مصعب رضی اللہ عنہ لوگوں کو دعوت اسلام کیا کرتے تھے یہاں تک کہ انصار کے مکانوں میں
سے کوئی مکان ایسا نہ رہا تھا جسمیں متعدد مسلمان مرد اور عورتیں نہ موجود ہوں ہاں مدینہ کے دیہاتوں میں سے نجد کیجانب

ؔ مدینہ کیجانب ہجرت مراد ہے ۱۲ مترجم

انکی وجہ سے غلام پر بڑی روک ٹوک لگ جاتی ہے خصوصاً اسلئے کہ انہوں نے بعض ممالک میں غلاموں کو دیکھا کہ طرح طرح
کے ظلم جھیلتے ہیں (جیسا کہ یہ رسم کچھ زمانہ سے یورپ میں جاری تھی جس کو زیادہ عرصہ نہیں گذرا اور بعض ممالک امریکا میں جتک
جاری ہے) چنانچہ اُن ممالک میں غلاموں کو مار پڑتی ہے اُن کی اہانت کیجاتی ہے ننگے بھوکے رکھے جاتے ہیں چوپایوں کی طرح قید
رہتے ہیں اُنسے ایسے ایسے مشقت کے کام لئے جاتے ہیں جسکی وہ طاقت نہیں رکھتے گویا کہ نوع انسانی میں اُن کا شمار ہی نہیں
خاصکر جبکہ وہ سیاہ رنگ کے بھی ہوں۔ اور یہ کہ اُن کا آزاد کرنا دین کے کار ثواب میں شمار نہیں کیا جاتا اور سوائے شاذ و نادر
حالت کے اُن کو کوئی آزاد نہیں کرتا اور وہاں اُن کی حالت ادنیٰ درجہ کے حیوانات سے بھی بدتر ہوتی ہے۔ پس ان لوگوں نے یہ
خیال کرلیا کہ دین محمدی بھی شاید غلامی کو باوجود ان سب خرابیوں کے جائز رکھتا ہے اور غلام کے ساتھ ایسے برے طور
سے پیش آنے کی اجازت دیتا ہے اور شرائع سابقہ میں غلامی کے مشروع ہونے سے انکو کچھ سہو بھی ہوگیا۔ لیکن باوجود
اس خیال کے انہوں نے اپنا رخ بدلا اور دین محمدی میں غلامی کے مشروع ہونے کی کیفیت میں نہایت تدقیق کے ساتھ
غور کرنے لگے اور اُن باتوں کو انہوں نے نہایت تامل کی نظر سے دیکھا جن پر کہ غلامی کے مشروع ہونے کی کیفیت
مشتمل ہے اور وہ یہ ہیں کہ اہل دین کو اُن کی دنیاوی ضرورتوں کے برآنے میں کچھ مدد ملے۔ اعدائے دین پر غلامی کے عائد
کرنے سے اُن کی ایذا رسانی سے نجات حاصل ہو۔ اپنے مخالفوں کی خدمت کرنے سے اُن کی شوکت ٹوٹے۔ انکی پرخاش
دفع ہو اور ساتھ ہی اسکے مسلمانوں کو بہت کچھ وصیتیں بھی کی گئی ہیں جسکے موافق غلام کی راحت محفوظ رہے۔ اور غلام اپنی
زندگی بسر کرنے میں اپنے مولے کے مساوی رہ سکے اور اس طرح پر اگر وہ وحشی بھی ہوگا تو اسمیں تہذیب اور تمدن آجائیگا اور
شریعت محمدیہ اُن سختیوں اور بدسلوکیوں سے جنکو بعض بعض قومیں اپنے غلاموں کے ساتھ برتا کرتی ہیں کچھ بھی روا نہیں
رکھتی نہایت سختی سے اُن کی ممانعت کرتی ہے اور اخروی سزا سے ڈراتی ہے اور باوجود اسکے ثواب جزیل کا وعدہ کرکے
غلاموں کی آزاد کرنے کی ترغیب بھی دیتی ہے چنانچہ اُسنے بہت سے ایسے وسائط مشروع کئے جنکا مقتضا یہ ہے کہ غلام
بکثرت اور عام طور پر آزاد کئے جائیں۔ اُن کی غلامی کی مدت کم ہوجائے اور اُسنے غلام اور اُسکے مولے کے مابین اگرچہ
آزادی کے بعد ہی کیوں نہ سہی ایسا علاقہ قایم کر دیا ہے جو علاقۂ نسب کے مانند ہے۔ اسمیں سفید و سیاہ کا کوئی فرق نہیں
کیا جاتا اور اِن لوگوں کو یہ بھی معلوم ہوا کہ اس شریعت کے ماننے والوں نے یہ بات دیکھکر کہ شریعت غلام کے ساتھ سلوک
اور احسان کے ساتھ پیش آنے کی ترغیب دیتی ہے بہت سے ایسے طریقے اختیار کئے ہیں جن کا نتیجہ یہ ہے کہ غلاموں کے
ساتھ نیکی اور سلوک کا برتاؤ کیا جائے اور یہ کہ بسا اوقات غلاموں کو غلامی کی بدولت ایسی نعمت ملتی ہے کہ اگر وہ غلامی
میں داخل نہ ہوتے تو اس کا ملنا انکو ممکن نہ ہوتا۔ پھر انہوں نے شرائع سابقہ کی نصوص کی دیکھ بھال کی تو انہوں نے
اُن کتابوں میں جو شرائع سابقہ کی جانب منسوب کیجاتی ہیں اسبات کی تصریح پائی کہ غلامی اُن میں بھی مشروع تھی بس
دین محمدی میں غلامی کی مشروعیت پر جو اُن کا اعتراض تھا اسوقت انہوں نے اسکو واپس لیا اور کہنے لگے کہ جب اس دین کے
ماننے والے اپنے نزدیک قطعی دلائل کیوجہ سے اس امر کا یقین کرتے ہیں کہ اُن کا دین خدا کیجانب سے مشروع ہے اور انکے
دین نے اپنے مخالفوں کا غلام بنا لینا انکے واسطے اسلئے مباح کر دیا ہے کہ وہ اُن کی خدمت سے نفع اٹھائیں مخالفوں کی

ایذارسانی کی خلش اُنسے مٹ جائے وہ پرخاش نکالنے سے باز رہیں اور اُنکے مالکوں پر ایسی شرطیں لگا دیں جو اسبات کی پوری
کفیل ہیں کہ اُنکے غلاموں کو راحت ملے اور وہ اپنی زندگی بسر کرنے میں اُنہیں کے برابر رہیں اور مالکوں کے لئے اُنکے آزاد کرنے
اور اُنکی غلامی کی مدت کم کرنے کے ترغیب دلانے والے ابواب کھولدیے پس اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ بہتیرے غلاموں کو تہذیب حاصل
ہوجاتی ہے اپنی زندگی نہایت خوبی کے ساتھ بسر کرنے لگتے ہیں اور انکے ساتھ وہ وہ سلوک اور احسانات کئے جاتے ہیں کہ
اگر وہ غلام نہ ہوتے تو اُن کا حاصل کرنا اُنکو نصیب نہ ہوتا اور یہ کہ اُنکے دین نے مالکوں کو اپنے غلاموں کی ایذارسانی اور
اُنپر ظلم کرنے سے روک دیا ہے اور اُنہوں نے یہ بھی دیکھا کہ شرائع سابقہ میں بھی غلامی کی مشروعیت پائی جاتی ہے تو کہنے
لگے پھر یہ کوئی نئی بات نہیں ہے اسلئے دین محمدی اور اُسکے ماننے والوں پر غلامی کے مشروع ہونے سے کوئی الزام
نہیں عائد ہوسکتا۔

باقی رہیں وہ وصیتیں جو غلام کی راحت کی محافظ اور اس امر کی کفیل ہیں کہ وہ اپنے مالک کے برابر گذران کرسکے تو وہ شریعت محمدیہ میں
نہایت کثرت سے پائی جاتی ہیں اور ہم اس موقع پر اتنی ہی اکتفا کرنا مناسب سمجھتے ہیں جو آگے آتی ہیں خدا تعالے نے قرآن
کریم میں ارشاد فرمایا ہے ع۱ جسکا ترجمہ یہ ہے (اور خدا کی عبادت کرو اور کسیکو اسکا شریک مت ٹھہراؤ اور (یہ وصیت مانو کہ) اپنے
والدین کے ساتھ احسان سے پیش آیا کرو اور (نیز) اپنے قرابت مندوں اور یتیموں اور مسکینوں اور قرابت مند اور اجنبی
پڑوسیوں سفر کے ساتھیوں اور مسافروں اور اُن لوگوں کے ساتھ جنکے تمہارے ہاتھ مالک ہیں یعنے وہ تمہارے
مملوک ہیں (احسان سے پیش آیا کرو) بے شک اللہ اُس شخص کو پسند نہیں کرتا جو بڑائی مارتا (اور) اتراتا ہو) پس اللہ تعالے نے اس
موقع پر جہاں اسبات کا حکم دیا ہے کہ اس کی خالص طور پر عبادت کیجائے جو ایمان کی بنیاد ہے اور یہ کہ والدین کے ساتھ سلوک و
احسان کا برتاؤ کیا جائے جنکی نعمتوں کا مرتبہ خدا کی نعمتوں کے بعد ہی ہے اور یہ کہ ان لوگوں کے ساتھ احسان و سلوک کا برتاؤ کیا جائے
جنکے ساتھ ایسا برتاؤ کرنا شفقت ۔ رحمت ۔ اور انسانیت کا مقتضا ہے تو اُسکے ساتھ ہی خدا نے ممالیک یعنی غلام اور لونڈیوں کے
ساتھ احسان و سلوک سے پیش آنے کی بھی وصیت کی ہے اور اُسکو بھی امور مذکورہ بالا کے مقارن گردانا ہے اور ممالیک کے لئے
احسان و سلوک سے پیش آنے کا حکم کرنا تمام احسانات و سلوک کو جو اُنکے ساتھ ممکن ہیں سب کو شامل ہے اور جتنی تکلیفیں کہ
اسکی مناقض ہیں سب کا دور کرنا بھی اسمیں آگیا اور اسکی شرح رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اس قول سے معلوم ہوتی ہے جس ع۲
قول کا ترجمہ یہ ہے (تمہارے غلام تمہارے بھائی ہیں خدا نے اُنکو تمہارے ہاتھوں کے تحت میں یعنی تمہارے قبضہ میں کردیا ہے
جو تم کھاؤ اُسی میں سے اُنکو بھی کھلاؤ اور جو تم پہنو اُسی میں سے اُنکو .... بھی پہناؤ اور خدا کے بندوں پر عذاب کرو
یعنی اُنکو تکلیف نہ دو) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غلاموں کے حقارت سے ڈرانے اور یعنی بڑائی کے خیال سے بچنے کے بارہ میں فرمایا ہے ع۳ جسکا ترجمہ

ع۱ وہ آیت یہ ہے (واعبدوا اللہ ولا تشرکوا بہ شیئاً وبالوالدین احساناً وبذی القربیٰ والیتامیٰ والمساکین والجار ذی القربیٰ والجار الجنب والصاحب بالجنب وابن السبیل وما ملکت ایمانکم ان اللہ لایحب من کان مختالاً فخوراً)

ع۲ وہ حدیث یہ ہے (عبیدکم اخوانکم جعلہم اللہ تحت ایدیکم اطعموہم مما تاکلون والبسوہم مما تلبسون ولا تعذبوا عباد اللہ)

ع۳ وہ حدیث یہ ہے (ولا یقل احدکم عبدی ولیقل فتائی وفتاتی وغلامی)

یہ ہے (اور تم میں سے کوئی (اپنے غلام کو) یہ نہ کہے کہ میرا بندہ بلکہ یہ کہا کرے کہ میرا چھوکرا۔ میری چھوکری میرا غلام اور دنیا سے رخصت ہوتے وقت جو رسول اللہ علیہ وسلم کا آخری کلام ہے وہ آپ کا یہ قول ہے (الصلوٰۃ وما ملکت ایمانکم یعنی نماز اور اپنے مملوک (غلام و لونڈی) کا بڑا خیال رکھنا) پس اہل انصاف غور کر لیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جہاں نماز کی وصیت کی ہے جو کہ دین کا ستون ہے اور جس میں کہ آپ کی آنکھوں کو دنیا میں ٹھنڈک حاصل ہوا کرتی تھی چنانچہ آپ نے فرمایا ہے (وجعلت قرۃ عینی فے الصلوٰۃ یعنے نماز میں میری آنکھوں کو ٹھنڈک حاصل ہوتی ہے) اسکے ساتھ ہی ساتھ اس وصیت کو بھی ذکر کیا ہے جو آپ نے اپنے پیروی کرنے والوں کو ممالیک (غلام اور لونڈیوں) کے بارہ میں فرمائی ہے۔

اور ناظرین یہ بھی دیکھ لیں کہ آپ نے اپنے اصحاب سے انتقال کے وقت جو آخری کلام کیا ہے وہ یہی دونوں باتوں (نماز اور احسان ممالیک) کی وصیت ہے۔ پس یہ امر غلاموں کے بارہ میں پوری پوری وصیت کر جانے پر دلالت کرنے میں بالکل کافی ووافی ہے اب اسبارہ میں کسی اور چیز کے بیان کرنے کی کچھ حاجت نہیں۔ اور ممالیک یعنی غلام و لونڈیوں کو تکلیف دینے سے ممانعت تو شرعی نصوص میں ایک مشہور بات ہے یہاں تک کہ وارد ہوا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کا غلام آزاد کر دیا تھا جسنے اُسے اپنی لونڈی کے ساتھ پا کر اُسکے ناک۔ کان۔ کاٹ ڈالے تھے اور اُسکے ولاؔ کو سرکاری کر دیا اور مسلمانوں کو اُسکی اعانت کی وصیت کر دی اور اسکے بعد آپ نے مسلمانوں کے بیت المال سے اُس غلام کا نفقہ مقرر کر دیا اور آپ کے خلیفہ (عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالےٰ عنہ) نے ایک شخص کی لونڈی کو آزاد کر دیا تھا جسنے اُسے گرم توے پر بٹھایا تھا جس کی وجہ سے اُسکے سرین جلگئے تھے اور آپ نے اُس شخص کو خوب پٹوایا اور ایسے بہت سے واقعے ہیں جنمیں اپنے غلاموں پر سختی کرنے والوں کو سخت سزا دی گئی ہے۔ اور غلاموں کی ایذا رسانی کے بارہ میں قیامت کے دن کی وعیدیں تو مشہور ہی ہیں۔

باقی رہی ممالیک (یعنی غلاموں اور لونڈیوں) کے آزاد کرنے کی ترغیب تو اسبارہ میں تو شرعی نصوص اس کثرت سے ہیں جنکا کچھ شمار ہی نہیں اور یہاں ہم اسیقدر بیان پر اقتصار کرنا مناسب سمجھتے ہیں جو آگے آتا ہے چنانچہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ حال تھا کہ آپ ممالیک کے آزاد کرنے کی برابر ترغیب دیا کرتے تھے اور شرعی نصوص میں وارد ہوا ہے کہ جو شخص ایک جان کو بھی آزاد کریگا خدا اُسکے ہر ہر عضو کے مقابلہ میں آزاد کرنے والے کے ہر ہر عضو کو آگ سے رہائی دے گا" یہانتک کہ اسکو سنکر مرد یہ پسند کرنے لگا کہ وہ کسی مرد کو آزاد کرے تاکہ اُسکے پورے پورے اعضا رہائی پائیں اور عورت یہ چاہنے لگی کہ وہ کسی عورت کو آزاد کرے تاکہ اُسکے پورے پورے اعضا رہائی پائیں (ایسا ہی عقود جواہر منیفہ میں بروایت حماد مذکور ہے اور حماد نے ابراہیم سے روایت کی ہے اور ایسی حدیث کا حکم مرفوعؔ حدیث کا سا حکم ہے۔ اور دوسرے لفظوں میں یہ حدیث

ع شریعت کا قانون ہے کہ کسیکا آزاد کردہ غلام یا لونڈی جب مرجائے اور اُسکے قرابت مندوں میں سے اُسکا کوئی وارث نہ ہو تو اُسوقت اُسکی میراث اسی آزاد کرنے والے کو ملتی ہے اور اسکو ولاء کہتے ہیں ۱۲ مترجم۔ ع مرفوع وہ حدیث کہلاتی ہے جسکا سلسلۂ روایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک بالتصریح پہونچایا گیا ہو۔ اور حدیث کا سلسلۂ روایت جس صحابی تک پہنچکر سکوت کیا گیا ہو اُسکو موقوف کہتے ہیں۔ اور یہ اصول حدیث کا قاعدہ ہے کہ اگر صحابی کسی ایسی بات کی خبر دے جو بلا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنے ہوئے قیاس سے نہیں معلوم ہو سکتی تو گو اُسنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُننے کی تصریح نکی ہو تاہم وہ حدیث اس حدیث کے مثل سمجھی جاتی ہے جسمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُننے کی تصریح بھی کر دی گئی ہو یعنی حدیث مرفوع کے مثل ۱۲ مترجم

اس طرح مروی ہے جو شخص کسی رقبہ یعنی غلام یا لونڈی کو آزاد کرے خدا تعالےٰ اُسکے ہر ہر عضو کے مقابلہ میں آزاد کرنے والے کے اعضا میں سے ہر ہر عضو کو آگ سے رہائی دیدیتا ہے یہاں تک کہ اُس کی شرمگاہ کے مقابلہ میں اُسکی شرمگاہ کو۔ اور اللہ تعالےٰ کے قول (فَكُّ رَقَبَةٍ) کی تفسیر میں مروی ہے کہ ایک دیہاتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آپ سے عرض کرنے لگا یا رسول اللہ مجھے کوئی ایسا عمل بتا دیجئے جو مجھے جنت میں داخل کردے (آپ نے فرمایا جان کا آزاد کرنا اور گردن کا چھوڑنا) اسنے عرض کیا یا رسول اللہ کیا یہ دونوں امر ایک نہیں ہیں؟ آپ نے فرمایا نہیں۔ جان کا آزاد کرنا یہ ہے کہ تو بلا شرکت غیرے اُسکو آزاد کرے اور گردن کا چھوڑنا یہ ہے کہ تو اُس کی قیمت میں مدد کرے (ایسا ہی تفسیر رازی میں ہے) یعنی اگر آقا نے اپنے غلام سے کچھ روپیہ لے کر آزاد کردینے کا وعدہ کرلیا ہو تو کوئی شخص غلام کو روپیہ دیکر اُس کے آزاد کرانے میں معاون بنجائے اور اس بارہ میں بہت سی نصوص بھری پڑی ہیں۔

رہا یہ امر کہ شریعت محمدیہ نے بہت سے ایسے وسائط اور ذرائع مقرر کئے ہیں جنکا مقتضا یہ ہے کہ غلام بکثرت اور عام طور پر آزاد کئے جائیں اور اُن کی غلامی کی مدت کم ہوجائے سو وہ یہ ہیں کہ اُسنے آزاد کرنا بہت سی جنایتوں کا شرع میں کفارہ قرار دیا ہے جیسے کہ کسیکا دھوکے میں قتل کرڈالنا۔ رمضان کا روزہ بلا عذر توڑ ڈالنا۔ قسم کھاکر اُسکے خلاف کرنا۔ اور شریعت نے بعض ممنوع چیزوں سے رہائی پانے کا ذریعہ بھی آزاد کرنے کو قرار دیا ہے جیسے کفارہ ظہار[2] کا اسلئے کہ جو اپنی عورت سے ظہار کرتا ہے اُسکے لئے جب تک کہ وہ کفارہ نہ ادا کردے اپنی عورت کے پاس جانا یا اُسکے مقدمات جیسے بوسہ وغیرہ لینا ہرگز جائز نہیں اور کفارہ میں جس چیز کا اول مطالبہ کیا جاتا ہے وہ یہی آزاد کرنا ہے پھر باوجودیکہ مطلقاً آزاد کرنا شریعت میں مستحسن ہے اور اسپر ثواب کا بھی وعدہ ہے لیکن تاہم بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں جو اسقدر ہمت نہیں کرسکتے کہ غلام آزاد کرکے اپنے ہاتھ سے اسقدر مال جانے دے سکیں تو شریعت نے اُن کا لحاظ کرکے مکاتبت کو مشروع قرار دیا ہے اور مکاتبت یہ ہے کہ آقا اپنے غلام کے ساتھ اسبات پر متفق ہوجائے کہ اگر غلام اتنا مال ادا کردیگا تو وہ آزاد ہوجائیگا پس اسوقت آقا کو مال حاصل کرنے کی سعی کرنے کے لئے اپنے غلام کو آزادی دینی پڑیگی۔ اور جب وہ غلام اُسقدر مال جتنے پر شرط ٹھہری تھی ادا کردیگا تو آزاد ہوجائیگا اور شریعت نے آزادی کے لئے ایسا ہی عقد بھی مشروع کیا ہے جسے عتق علی مال کہتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ آقا اپنے غلام سے کہے کہ ہزار روپے پر مثلاً تو آزاد ہے پس اگر غلام اسے قبول کریگا تو فوراً آزاد ہوجائیگا۔ اور اُسکے ذمہ اُتنے روپوں کا ادا کرنا لازم ہوگا جتنے پر شرط ٹھہری ہے اور نیز شریعت نے اُس شخص کے حال کا لحاظ کرکے جسے غلام سے خدمت لینے کی مدت العمر ضرورت رہیگی مدبر بنانے کو مشروع کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ آقا اپنے غلام کو اپنے بعد آزادی دیدے یعنی یوں کہے کہ میرے مرنے کے بعد تو آزاد ہے پس ایسی حالت میں غلام کا بیچنا۔ ہبہ کرنا۔ کسی کو خیرات میں اُسکا دیدینا۔ رہن رکھنا ممنوع ہوجاتا ہے اور وہ

---

[1] یعنی کسیکی گردن کا چھوڑنا ۱۲ مترجم

[2] ظہار شریعت میں اُسے کہتے ہیں کہ کوئی شخص اپنی عورت کو اپنی ماں بہن وغیرہ (جن کے ساتھ اُسے نکاح کرنا حرام ہے) کے کسی ایسے عضو سے جس کی طرف اُسے دیکھنا جائز نہیں (مثلاً پیٹھ یا شرمگاہ وغیرہ) تشبیہ دیکر اپنے اوپر حرام کرے مثلاً یوں کہے کہ تو میرے اوپر میری ماں کی پشت یا شرمگاہ کے مانند حرام ہے ۱۲ مترجم

اپنے آقا کے مرنے کے بعد فوراً آزاد ہو جاتا ہے اور شریعت نے وصیت بالعتق بھی مشروع کی ہے اور یہ بھی لحاظ کیا ہے کہ غلام
کے بعض بعض مالکوں کو آزادی کے مذکورہ اسباب میں سے کسیکا بھی اتفاق نہیں پڑتا اور نہ انہیں آزاد کر کے ثواب حاصل کرنے
کی ایسی رغبت ہی ہوتی ہے لیکن بسا اوقات وہ کسی نفع کے حاصل کرنے کی رغبت یا کسی مضرت رساں شے سے خوف کے
وقت خدا سے یہ امید کر کے نیک کام کر گذرتے ہیں کہ اُسکے سبب سے اُنکا مقصد حاصل ہو جائیگا اسلئے اُسے آزاد کرنے کی نذر کو
مشروع کیا ہے کیونکہ امید ہے کہ ان دونوں سببوں میں سے کسیکے حاصل ہونے کے وقت وہ نذر کر بیٹھیں یا ایسے لوگ
جب اپنے اوپر کسی کام کے کرنے یا اُس سے باز رہنے کو لازم کرنا چاہتے ہیں تو بسا اوقات اپنے اوپر ایسی شرط لگا لیتے ہیں
جس کا کرنا ان پر نہایت دشوار ہوتا ہے تاکہ جس امر کا اُنہوں نے التزام کیا ہے اُسے پورا کر سکیں
اس لئے اُس نے آزاد کرنے کے حلف کو مشروع کیا ہے کیونکہ شاید جس چیز کا اُنہوں نے التزام
کیا تھا اُسکے خلاف کر گذریں اور اسی بہانہ سے اُنکے غلام کو آزادی ملجائے پس جب کوئی تامل کرنے والا امور مذکورہ میں غور کریگا
تو اُسے معلوم ہو جائیگا کہ ان سے مقصود یہی ہے کہ اتنے اسباب میں سے کسی نہ کسی سبب سے غلام کو ایسے طریق پر آزادی ملجائے
جو شریعت میں پسندیدہ ہو۔ اور یہ خدا کا انعام ہے کہ اُسنے غلاموں کی آزادی پھیلانے اور ان کی غلامی کی مدت کم کرنے کی غرض
سے کتنے ایک وسیلے مقرر کر دئے پھر چونکہ شریعت نے مولے کو لونڈی کے نفس کا مالک بنایا ہے اسلئے اُس کی شرمگاہ کا بھی
اُسکو مالک قرار دیا ہے اور اُس کے لئے یہ بات مباح کر دی ہے کہ وہ لونڈی کو سرّیہ بنالے یعنی اُس سے صحبت کیا کرے
کیونکہ شریعت کو یہ منظور ہے کہ اُس کی نسل معطل نہ رہے اور اپنے مولے کی حمایت میں رہنا اُس کی اولاد کو اختلاط نسب سے
محفوظ رکھے پس اسوقت وہ اُسکی زوجہ ہی کی طرح ہوگی اُس کی اولاد کا نسب محفوظ رہیگا بخلاف زنا کے کیونکہ اُنہیں یہ بات
نہیں پھر منجملہ ان رعایتوں کے جو اس لونڈی کے ساتھ اسبات کے مقابلہ میں کہ مولے کو اُسکے ساتھ صحبت کرنا جائز
ہے کی گئی ہیں ایک وہ رعایت منجملہ وسائل آزادی بھی ہے اور وہ یہ امر ہے کہ شریعت نے ایسی لونڈی کے لئے جو اپنے مولے
سے بچہ جنی ہو جا ہے وہ بچہ جسکے اعضاء ظاہر ہوگئے ہوں کم دنوں کا ہی کیوں نہ ساقط ہو گیا ہو یہ حکم کیا ہے کہ وہ مستولدہ
اور ام ولد ہو جاتی ہے یعنی اسوقت مولے پر اُس کا بیچنا۔ ہبہ کرنا۔ رہن رکھنا۔ اور اسی قسم کے اور تصرفات سب ممنوع ہو جاتے
ہیں اور اُسکے مرنے کے بعد وہ بالکل آزاد ہو جاتی ہے پس اس حکم میں غور کرنا اس امر کی قطعی دلیل ہے کہ شریعت کو لونڈیوں کے
ساتھ کیا کچھ رعایت منظور ہے اور اُنکے حالات پر کہاں تک نظر ہے۔ اور آزادی کے بکثرت وسائل میں سے جنہیں کہ صلہ
رحم بھی ہوتا ہے اور قرابت مندوں میں سے باہم وحشت بھی دفع ہوتی ہے شریعت نے یہ بات مشروع کی ہے کہ جو
شخص اپنے ذی رحم محرم کا مالک ہو جائے تو وہ مملوک اُس شخص پر آزاد ہے اور غلاموں کے ساتھ رحمت اور شفقت کی
رعایات میں سے یہ امر ہے کہ شریعت ماں اور اُس کے چھوٹے بچہ کے درمیان یا اُسکے اور اُس کے باپ کے درمیان
یا ایسے دو شخصوں کے درمیان جنہیں محرمیت کا علاقہ پایا جاتا ہو اور ان میں سے ایک بڑا اور دوسرا کم سن ہو یا اسی طرح کے

عه ذی رحم محرم سے ایسا عزیز مراد ہے جسکے ساتھ رحم یعنی پیدائش کا علاقہ پایا جاتا ہو اور اُس سے اُسکے عورت ہونے کی تقدیر پر نکاح نہ ہو سکتا ہو جیسے باپ بیٹے
یا بیٹی کا مالک ہو جائے تو یہ بیٹا یا بیٹی آزاد ہو جائیں گے ۱۲ مترجم

دو چھوٹوں کے درمیان آن میں سے کسی ایک کو دوسرے شخص کے ہاتھ بیع وغیرہ کرکے جدائی ڈال دینا اور ایک کو دوسرے سے علیحدہ کر دینا مکروہ و ناگوار سمجھتی ہے خلاصہ یہ کہ اس عادل شریعت نے آزاد کرنے پر رغبت دلانے والی۔ غلامی کی مدت کم کرنے والی۔ اور غلاموں کے لئے رحمت و شفقت کی ضروری کرنے والی اشیاء میں سے کوئی شے ایسی نہیں چھوڑی جس کی ترغیب نہ دلائی ہو اور آسکے لئے متعدد ابواب نہ کھولدئے ہوں۔ تپس جو انتظام اسنے غلامی کے بارہ میں کیا ہے اسمیں سچے طور پر غور کرنے سے ہم یہی پاتے ہیں کہ اسنے غلامی کو صرف بقدر ضرورت مشروع کیا ہے۔ اور اسنے ہر امر کو بھی آسکے انداز پر رکھا ہے اور اس میں ایسے اسلوب کالحاظ کیا ہے جس سے مخالفین کی شوکت ٹوٹ جائے اور اُنکی برخاش سے نجات ملے اور پیروانِ شریعت کا کام چلے آنکو نفع حاصل ہو اور غلام کی راحت بھی محفوظ رہے اور اس سے تمام ضرر رساں شرار دفع ہوں اسے دشواریوں سے بعجلت نجات حاصل ہو اور حتے الامکان اُس سے حرج دور رہے۔

رہا یہ امر کہ شریعت محمدیہ نے غلام کے لئے اُس کے اور اُس کے مولے کے مابین ایک قسم کا رشتہ و قرابت قائم کی ہے پس بیان اُس کا یہ ہے کہ اُسنے غلام کے آزاد ہونے کے بعد ان دونوں کے مابین ولاء کا حکم کیا ہے۔ اور اس ولاء کے احکام میں سے یہ امر ہے کہ جب وہ آزاد کردہ غلام کسی جنایت کا خطأ مرتکب ہو جس سے دیت (خونبہا) لازم آئے تو وہ دیت اُس کے مولے اور عصبات مولے سے حصہ رسدی لیجاتی ہے تو گویا یہ غلام اپنے مولے کا بیٹا یا بھائی ٹھیرا اور یہ امر آزاد کردہ غلام کی رعایت مدنظر رکھے جانے کے ثبوت میں بالکل کافی ووافی ہے کیا ان سارے امور مذکورہ کے بعد بھی یہ کہا جا سکتا ہے کہ مسلمان غلاموں کو خصوصاً اُن میں سے حبشیوں کو انسان نہیں شمار کرتے بلکہ آدمیت کے درجہ سے گھٹا ہوا شمار کرتے ہیں۔ ہرگز نہیں ہرگز نہیں۔ آن کی شریعت اُنکو آدم اور حوا ہی کی اولاد سے شمار کرتی ہے لیکن ہاں اُنکے ساتھ ایسے معاملہ کی بھی اجازت دیتی ہے جس سے اُنکا شر دفع ہو اور تاہم اُنکو رحمت و شفقت سے محروم نہیں کرتی۔ اُن کی اس روک ٹوک کی مدت کے کم کرنے میں ذرا بھی کوتاہی روا نہیں رکھتی۔

ف رہا یہ امر کہ پیروانِ شریعت محمدیہ نے اس پر نظر کرکے کہ اُن کی شریعت غلاموں کے ساتھ سلوک واحسان سے پیش آنے کی ترغیب دیتی ہے بہت سے ایسے طریقے اختیار کئے ہیں جسکا نتیجہ غلاموں کے ساتھ نیکی اور احسان سے پیش آنا ہوتا ہے اور یہ کہ بسا اوقات اُنکو وہ نعمتیں غلامی کی بدولت حاصل ہو جاتی ہیں جنکا حاصل کر لینا اگر وہ غلامی میں داخل نہ ہوتے تو کسی طرح اُنکو ممکن نہ تھا پس یہ بات ان امور سے جو مسلمانوں میں مشاہدہ کئے جاتے ہیں بالکل واضح و ظاہر ہو جاتی ہے اور وہ امور یہ ہیں کہ اُن کا اپنے بردوں اور آزاد کردہ غلاموں پر اوقاف کو وقف کر دینا۔ اُنکے لئے میراث کی وصیت کر جانا وغیرہ چنانچہ بہتیرے غلام ان احسانات اور میراث کی بدولت اپنے مولے کی اولاد سے بھی زیادہ مالدار ہو گئے ہیں اور بہتیروں نے اپنے مولے

ف غلاموں کو بہت [illegible] غلامی کے سبب [illegible] اسقدر نعمت ملجاتی [illegible] جو بلا غلامی [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible]

ع ولاء قرابت کو کہتے ہیں شریعت کا حکم ہے کہ اگر کوئی شخص غلام کو آزاد کردے تو اُن دونوں میں ایک قسم کی قرابت قائم ہو جاتی ہے جس کا ثمرہ یہ ہے کہ اگر غلام مثلاً کسیکو خطأ مار ڈالے تو اُس کی دیت غلام کے عزیز و اقارب (عصبہ) کی طرح اُس کے مولے اور اقارب مولے کو دینا ہو گی اور اگر غلام مرجائے اور اُس کا کوئی عزیز وارث نہ ہو تو اُس کی میراث اُس مولے کو ملیگی ۱۲ مترجم

کی لڑکیوں سے شادی کر لی بلکہ بہتیرے مولے ایسے بھی ہیں جو غلام کو آزاد کر کے اپنا متبنّٰی بنا لیتے ہیں بلکہ آنکو اپنی اولاد سے بھی زیادہ عزیز سمجھتے ہیں یا اپنی بیٹی آنکو بیاہ دیتے ہیں اور بہتیرے ایسے بھی غلام ہیں جو امیر یا سلطان بنگئے ہیں (جیساکہ شاہان مصر جنکی شہرت عالمگیر ہے اور کافور اخشیدی کی نسبت تمام لوگوں کو یہ بات معلوم ہے) اور بہتیرے آزاد کردہ غلام مراتب جاہ اور مناصب علیہ جیسے کہ قضا اور افتا تک بلکہ مرتبۂ اجتہاد تک پہونچگئے ہیں (اسبارہ میں آپ کو عطا بن ابی رباح کا حال معلوم ہو جانا کافی ہے جو کہ فقہ کے ایک جلیل القدر امام ہیں خلیفہ اُن کی زیارت کی تمنا میں رہا کرتا تھا اور دروازہ سے آنکو پیش قدمی کر کے لیتا تھا اور اپنے پہلو میں نشست کے لئے جگہ دیتا تھا) اور یہ امر اسبات کے بیان کرنے کے لئے کافی ہے کہ غلاموں کو غلامی کی بدولت کیا کچھ نعمتیں ملجاتی ہیں کہ اگر وہ غلام نہ ہوتے تو آنکو ہرگز نصیب نہوتیں بلکہ وہ اپنے وحشی شہروں میں اپنی اسی موٹی جھوٹی حالت میں پڑے رہتے اب کیا اسکے بعد بھی کہا جاسکتا ہے کہ شریعت محمدیہ غلاموں کو آدمیت کے مرتبہ سے گرا ہوا اعتبار کرتی ہے اور انہیں انسانیت کے حقوق نہیں دیتی ایسے بہتان سے خدا کی پناہ!۔

اور اگر کہا جائے کہ ہم تو بعض مسلمانوں کو دیکھتے ہیں کہ اپنے غلاموں کے ساتھ وہ ایسی ایسی سنگدلی کا معاملہ کیا کرتے ہیں تو ہم کہیں گے کہ ہاں بعض ایسے احمق بھی تو ہیں جو عادل اور مہربان شریعت کے احکام کو چھوڑ کر اپنی اولاد کے ساتھ ایسا معاملہ کرتے ہیں جسکو شریعت ہرگز پسند نہیں کرتی اور نہ شفقت و رحمت اُسکی اجازت دیتی ہے لیکن ایسے لوگ بہت نادر اور قلیل الوجود ہیں۔ تو کیا ان سنگدلوں کو دیکھکر یہ کہا جائیگا کہ سارے مسلمان اپنی اولاد سے ایسی ہی بُری طرح سے پیش آتے ہیں اور اس سے یہ نتیجہ نکال لیا جائیگا کہ مسلمانوں کو چاہئے کہ ایسا کام ہی نہ کریں جس سے بچے پیدا ہوں۔ بلاشک یہ بیہودہ نتیجہ ہذیانی دلیل سے پیدا ہوا ہے کیونکہ یہ بات تو ہر عقلمند جانتا ہے کہ احکام صرف عام اور شایع فعل پر مبنی ہوا کرتے ہیں قلیل اور نادر الوجود امور پر مبنی نہیں ہوتے بلاشک بعض مہذب و متمدن ممالک میں جو نوکروں اور غلاموں پر ایسی ایسی سنگدلیاں سُنی جاتی ہیں جس سے بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جائیں اور یہ انہیں متمدن اور مہذب لوگوں میں شایع ہیں جو انسانی ہمدردی اور شفقت پر حریص ہونے کے دعوے مارا کرتے ہیں اگر یہی معاملہ مسلمانوں میں اپنے غلاموں کے ساتھ عام طور پر رائج ہوتا اور اُن کی شریعت کی انہیں اجازت ہوتی تو البتہ شریعت محمدیہ میں غلامی کے بُرا سمجھنے کی ظاہر وجہ ہو بھی سکتی تھی لیکن یہ بات ہرگز نہیں ہے چنانچہ پوری تلاش و استقرار اور اسلامی تاریخوں کے دیکھنے سے معلوم ہو سکتا ہے اور جو شخص بلا دلیل قائم کئے ہوئے محض متعصب اور خودغرض اشخاص کی اشاعت اور غیر محقق لوگوں کی خبروں پر اعتماد کر کے اسکے خلاف کہیگا تو سمجھ لیجئے کہ وہ شخص مسلمانوں پر اور ان کی شریعت پر بدگمانی کر کے غلط اور جھوٹی تہمت لگا کر بہتان باندھتا ہے۔ خدا ہم کو ایسے افترا بہتان اور جھوٹ سے بناہ میں رکھے جس سے انسانی شرافت پر بٹہ لگے۔

رہا یہ امر کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے پہلے جو شریعتیں تھیں اُن میں بھی غلامی مشروع ہے اور جو کتابیں ان شرایع کی جانب منسوب کیجاتی ہیں اُن میں اس کی تصریح موجود ہے اسکے بیان کے لئے توریت کی بکثرت آیتیں جو اپنے مخالفوں کے غلام بنا لینے پر دلالت کرتی ہیں کافی ہیں منجملہ اسکے کتاب استثنا میں ہے "اور جب تو کسی قریہ کے پاس اس سے مقاتلہ کرنے کو جائے پہلے اسکو صلح کی طرف بلا لیں اگر وہ قبول کرلے اور تیرے لئے دروازے کھولدے تو جتنے فرقے اسمیں ہوں گے وہ اخلاص

کر بیٹھے اور تیرے خدم نہیں گے بخشے جزیہ دینگے۔ اور سفر عدد سے ماخوذ ہوتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے جب بارہ ہزار آدمیوں کو اہل مدین کے محاربہ کے لئے بھیجا تھا تو اُن پر وہ لوگ غالب آگئے تھے اور اُن میں سے سارے مردوں اور پانچ بادشاہوں کو قتل کر ڈالا تھا اور اُن کی عورتوں بچوں اور مواشی سب کے سب کو گرفتار کر لیا تھا۔ اور قریوں۔ دیہاتوں۔ اور شہروں کو آگ سے جلا ڈالا تھا پھر جب وہ لوگ واپس آئے تو موسیٰ علیہ السلام غضبناک ہوئے اور کہنے لگے تم نے عورتوں کو کیوں زندہ رہنے دیا پھر ہر لڑکے (مذکر بچہ) اور ہر شوہر دیدہ عورت کو قتل کرنے اور کنواری لڑکیوں کے باقی رکھنے کا حکم کیا پس اُن لوگوں نے ویسا ہی کیا جیسا موسیٰ علیہ السلام نے حکم دیا تھا اور غنیمت میں چھ لاکھ پچھتر ہزار بکریاں۔ بہتر ہزار گائیں۔ اکسٹھ ہزار گدھے بتیس ہزار کنواری لڑکیاں تھیں پس یہ آیت اس شریعت میں دشمنوں کے یہاں تک کہ لڑکوں اور شوہر دیدہ عورتوں کے قتل کے جائز ہونے پر دلالت کرنے کے ساتھ ہی غیر شوہر دیدہ عورتوں کے لونڈی بنا لینے پر بھی دلالت کرتی ہے اور سفر سموئیل میں ہے کہ موآب کے بیٹے غلام داؤد علیہ السلام کے غلام بھی انکو خراج دیتے تھے اور تیموتاؤس کیجانب پولس کے پہلے خط کے چھٹے باب میں یہ تصریح موجود ہے کہ وہ تمام لوگ جو غلام ہیں راہِ روشن کے نشان کے نیچے ہیں پس انہیں چاہئے کہ اپنے سرداروں کو پورے اکرام کا مستحق سمجھیں تاکہ خدا کے نام اور اُس کی تعلیم پر بہتان نہ باندھا جائے اور جنکے سردار مسلمان ہیں وہ انکو حقیر نہ سمجھیں کیونکہ وہ بھائی ہیں بلکہ چاہئے کہ اُن کی بہت زیادہ خدمت کریں اسلئے کہ جو فائدے میں شرکت رکھتے ہیں وہ مسلمان اور پیارے ہی لوگ ہیں اسکی تعلیم دے اور یہی کہ وعظ کہہ انتہی۔

اس نص سے شریعت عیسوی میں غلامی کا ثابت و برقرار رہنا سمجھا جاتا ہے اور یہ کہ غلاموں کو پورے اکرام کے ساتھ اپنے مالکوں کو تکلیف دی گئی ہے اگر انکے مالکوں کو اُن کا غلام بنا لینا اس شریعت میں مشروع نہ ہوتا تو انکو انکی اطاعت و خدمت کا ہرگز حکم نہ کیا جاتا اسلئے کہ شرائع سے جو بات معلوم ہوتی ہے اُس کے موافق مکلف کو ایسی چیز کے کرنے کا حکم نہیں کیا جاتا جو خدا تعالےٰ کے نزدیک ممقوت و مبغوض ہو۔ اور اس سے یہ بھی سمجھا جاتا ہے کہ اُن پر اپنے مالکوں کی اطاعت واجب ہے چاہے وہ ایماندار بھی نہ ہوں کیونکہ پہلے عموماً کہا گیا پھر ایماندار مالکوں کی اس امر کے ساتھ تخصیص کر دی گئی کہ وہ انکو حقیر نہ سمجھیں اور اُن کی بہت زیادہ خدمت کریں اور اگر غلام بنانا اس شریعت میں جائز و مباح نہ ہوتا تو وہ شریعت ایماندار اِن کے غلاموں پر اُن کی رعایت اور زیادہ خدمت لازم کر کے لوگوں کو اپنا غلام بنائے رکھنے پر ایمانداروں کو برقرار نہ رکھتی چنانچہ یہ سب امور ظاہر ہیں اور تطس کیجانب پولس کے خط کے دوسرے باب میں یہ تصریح موجود ہے" اور غلام اپنے مالکوں سے پستی سے پیش آئیں انکو تمام چیزوں میں راضی رکھیں انکے خلاف کوئی بات نہ کہیں انکے ساتھ اچکاپن نہ کریں بلکہ پوری پوری نیکی کے ساتھ امانت سے پیش آتے رہیں تاکہ وہ ہمارے مخلص یعنی اللہ کی تعلیم کو تمام امور میں مزین کریں انتہی۔ اور یہ نص افادہ میں پہلی نص کے قریب ہی قریب ہے اور اپنے اس قول" انکو تمام چیزوں میں" کے ظاہری عموم کے موافق پہلی نص پر اسبات کو اور زیادہ کرتی ہے کہ غلاموں کے ذمہ اپنے مالکوں کی اطاعت واجب ہے یہاں تک کہ ایسے امر میں بھی کہ وہ خدا کی نافرمانی ہی کیوں نہ ہو جیسے کہ مثلاً جب مالک اپنے غلام کو زنا کا حکم کرے لیکن شریعت محمدیہ میں اپنے مالک کی ایسے امر میں اطاعت کرنا غلام پر واجب نہیں ہے کیونکہ ہمیں یہ قاعدہ ہے کہ خالق کی نافرمانی کے ساتھ کسی مخلوق کی اطاعت نہیں۔ پس غلام پر واجب ہے کہ

خدا کی نافرمانی کے علاوہ اور امور میں اپنے مولے کی اطاعت کیا کرے مگر ہاں جب اُسپر جبر و زبردستی کیجائے اور اُسے
قتل وغیرہ کی دھمکی دیجائے تو اُسوقت اسبارہ میں اُس کا حکم غیر مملوک اشخاص کا سا ہے یعنے اگر اُنپر ایسی زبردستی کیجائے تو
بعض گناہ زبردستی کیوجہ سے اُنکے لئے مباح ہو جاتے ہیں اور بعض مباح نہیں ہوتے جیسا کہ اس شریعت میں اُسکی
تفصیل کی گئی ہے اس موقع پر جو کچھ مذکور ہوا ہے وہ نص بالا میں اس قول "تمام چیزوں میں" سے جو ظاہری عموم سمجھا جاتا تھا
اُسکے موافق بیان کیا گیا لیکن ہاں اگر یوں کہا جائے کہ پولس کے خط میں جو نص موجود ہے اُسکے قول "تمام چیزوں میں"
سے جو عموم سمجھا جاتا ہے دوسری نصوص سے اُس کی تخصیص کر لی گئی ہے اور وہ نصوص شریعت عیسوی کیجانب جو کتابیں
منسوب کیجاتی ہیں اُن میں اس موقع کے علاوہ اور مواقع میں مذکور ہیں اور پطرس کے پہلے خط کے دوسرے باب میں مذکور ہے
اے خادمو پوری ہیبت کے ساتھ اپنے مالکوں کے لئے پست ہو جاؤ نہ فقط نیک اور نرمی کرنے والوں ہی کے لئے
بلکہ سختی سے پیش آنے والوں کے لئے بھی انتہیٰ۔ اور اس نص نے اگرچہ لفظ کے اعتبار سے غلاموں کو ذکر نہیں کیا
بلکہ خادموں کو ذکر کیا ہے لیکن اُس کا قول "مالکوں کے لئے" یہ قرینہ اس امر کو معین کرتا ہے کہ خادموں سے غلام ہی مراد لیا
اور اس نص میں اطاعت واجب کی گئی ہے یہاں تک کہ سختی سے پیش آنے والوں کے لئے بھی اور اگر عناداً اُس قرینہ کا
اعتبار نہ کیا جائے تو ہمیں اپنا مطلب ثابت کرنے کے لئے پہلے ہی کی دونوں نص بالکل کافی ہیں۔ پس جب اُس قوم کے
لئے جو شریعت محمدیہ پر غلامی کے بارہ میں اعتراض کرتی تھی امور مذکورۃ الصدر ظاہر ہوئے اور اُنکو اس شریعت میں غلامی کے
مشروع ہونے کی حکمت۔ اُسکے حدود اور شریعت کی وہ عنایتیں اور رعایتیں جو اُسنے غلاموں کے ساتھ مدنظر رکھی ہیں
معلوم ہوئیں جنکی وجہ سے غلاموں کی راحت محفوظ رہتی ہے بلکہ کبھی کبھی اُنکو بہتیری نعمتیں حاصل ہو جاتی ہیں اور جو کہ اُنکی غلامی
کی مدت کی کمی کا باعث ہو جاتی ہیں اور اُنہوں نے موسوی و عیسوی شریعت کی اُن نصوص میں بھی غور کیا جو غلامی کے مشروع
ہونے پر دلالت کرتی ہیں اور یہ بتلاتی ہیں کہ غلامی اِن دونوں شریعتوں میں موجود تھی تو اسوقت وہ کہنے لگے کہ شریعت
محمدیہ پر اسبارہ میں کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا اسلئے کہ وہ عدل کے موافق حکم ہے اسمیں دو ضرروں میں سے ادنےٰ درجہ کا ضرر
اختیار کیا گیا ہے اور یہ قاعدہ عقل کے موافق ہے اور اسمیں شفقت۔ رحمت۔ اور انسانیت کی حتی الامکان رعایت مدنظر
رکھی گئی ہے اور اسمیں ضرورت کو اُسی کے اندازہ پر رکھا ہے پس اس بیان کے بعد ہر منصف اور دین و شرائع کے تصدیق کرنے
والے کے لئے کوئی اعتراض کی گنجائش باقی نہیں رہی۔

رہا دشمنوں کا مال چھین لینا اور اُنپر خراج (ٹیکس) مقرر کرنا سو اسمیں بھی اعتراض و جواب کے اعتبار سے ویسی ہی گفتگو ہو سکتی ہے
جو غلامی کے بارہ میں کی گئی اسلئے اب تطویل کی حاجت نہیں معلوم ہوتی بلکہ غلامی اور جہاد کے مسئلہ کی بابت جو دلائل
اور شرائع متقدمہ کی نصوص مذکور ہوئیں وہی کافی ہیں اُنہیں سے اسبارہ خاص میں مستقل گفتگو کرنے سے استغنا ہو جاتا ہے
چنانچہ یہ امر سچے طور پر غور کرنے سے بخوبی ظاہر ہے۔ خدا اس کی توفیق دے۔ کیونکہ وہی توفیق کا مالک ہے۔

پھر بعد اسکے کہ شریعت محمدیہ میں جہاد مشروع ہوا اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے مخالفوں کے ساتھ محاربہ اور ایسا محا
شروع کیا جو خدا نے اسبارہ میں مشروع کیا تھا تو آپ اُن میں سے بعضوں کو اُنکی ایذا رسانی کے دفع کرنے اور اپنے متبعین

[illegible]

اور دین کی حفاظت و نصرت کی غرض سے قتل کرتے تھے اسلئے کہ یہ تمام امور بغیر اُنکے قتل کے پورے نہیں ہو سکتے تھے
اور بعضوں کو غلام بنالیتے تھے۔ بعضوں پر خراج (ٹیکس) مقرر کرتے تھے اور اُنسے اطاعت کا عہد لیکر اُنکو صاحب ذمہ بنالیتے
تھے اس طرح پر کہ جو حقوق نفع حاصل کرنے کے لئے مسلمانوں کو حاصل ہیں اُنکو بھی دئے جائیں اور جن امور سے مسلمانوں
کو ضرر پہونچ سکتا ہے (یعنی خلاف قوانین تعزیرات اسلام کے عمل کرنے کی صورت میں) اور وہ سزا کے مستحق ہو سکتے ہیں۔
اُنہیں امور سے وہ بھی مستحق ضرر و سزا ٹھہریں۔ اور اُن کی حمایت و حفاظت اور اُنکے حقوق کی مراعات و نگہداشت مسلمانوں پر
واجب ہو جاتی تھی جان۔ آبرو اور مال کے اعتبار سے اُن کی ایذا رسانی حرام ہوتی تھی اور آپ اُنپر یہ شرط لگا دیتے تھے
کہ شریعت کے چند ایسے احکام کا بھی اتباع کریں جنکے باعث سے دوسروں کے حقوق پر اُن کی افترا پردازی اور تعدی
سے حفاظت رہے۔ اور اُنکو اُنکے دین پر رہنے دیتے تھے اور اپنے اعتقاد کے موافق اُنہیں اپنی مذہبی رسمیں ادا کرنے
کی عام اجازت ہوتی تھی لیکن ایسے طریق پر جس سے دین محمدی کی شان و شوکت محفوظ رہے اور اُسکے پیروی کرنے
والوں کے خیالات کو پراگندگی نہ لاحق ہونے پائے اور اُن کا اخروی اور قیامت کا معاملہ خدا کے سپرد کرتے تھے اور غلامی
یا خراج کو اُس وقت اُنپر آپ مقرر کرتے تھے جبکہ آپ یہ دیکھ لیتے تھے کہ یہ امر اُن لوگوں کی ایذا رسانی کے دفعیہ کے لئے کافی
ہے اور یہ کہ جو کچھ خراج اُنپر مقرر کیا گیا ہے پیروان شریعت کے لئے بھی نفع کا باعث ہوگا اور اپنے دشمنوں کے ساتھ محاربہ
کرنے میں محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا حال کنوئیں پر کے ڈول کی طرح تھا کہ کبھی اِنکے ہاتھ اور کبھی اُنکے ہاتھ یعنی کبھی آپ اُنپر غالب
آتے تھے اور کبھی وہ لوگ مسلمانوں پر اور یہ بات خدا کی منجملہ عادات کے ہے کہ اُسے اپنے رسولوں کے بارہ میں برتا کرتا ہے
لیکن آخر کار خدا کی جانب سے پوری پوری آپ ہی کی مدد ہوتی تھی اور آپ ہی فتحیاب ہوا کرتے تھے (اور انجام نیک تو متقیوں کے
لئے ہے ہی) یہاں تک کہ بہت سے شہروں پر آپ کا تسلط ہو گیا اور متعدد قبائل آپ کی اطاعت میں سرنگوں ہو گئے اور
خدا نے اپنے دین کو باقی دینوں پر غالب کر دیا اور وہ برابر غالب رہا اور ہمیشہ رہیگا اور اگر اُسکو سیفی غلبہ کسی زمانے میں نہ بھی ہو
تاہم دلیل و برہان اور پختہ عقلوں کے اُسکو مستحسن شمار کرنے کے اعتبار سے تو اُس کا غلبہ کہیں نہیں گیا ہے۔
پھر آپ کے دین کے بعض دشمن قلعوں اور دُھسوں میں پناہ گزین ہو گئے تھے اور آپ اُنکے لئے ہمیشہ موقع کے منتظر رہتے
تھے اور اُن کی ہدایت پر حریص ہو کر برابر کسے دلائل کے ساتھ مراسلہ کرتے رہتے تھے اور اپنے اتباع کو اُسکی وصیت کیا
کرتے تھے کہ ایسے طریق پر جو اُنکے معاملہ میں مشروع ہے جب کبھی موقع اور وقت ملے اُنکو برابر دعوت اسلام کرتے رہیں
اُسکو چھوڑیں نہیں۔ اور یہ حکم قیامت تک جاری رہیگا۔
پھر بعض دشمنوں نے ظاہر تو یہ کیا کہ وہ آپ کے دین کے متبع اور پیروان دین اور اُسکے نصرت کرنے والوں کی لڑی میں منسلک
ہیں اور واقعی بات یہ تھی کہ وہ اپنے دلوں میں تکذیب کو چھپائے رکھتے تھے اور اس پر برانگیختہ کرنے والا امر اُنکے لئے یا تو خوف
تھا اور یا اُن غنیمتوں کی طمع تھی جو خدا نے آپ کے اور آپ کے اتباع کے ہاتھوں پر فتح کر دی تھیں پس محمد صلے اللہ علیہ
وسلم شروع شروع میں باوجودیکہ آپ کو اُن کی حقیقت حال اور بدطینتی کی پوری اطلاع تھی تاہم اُنکو اپنے اتباع کے زمرہ میں
شمار کر لیتے تھے اور اُنکے مخفی خیالات اور ارادوں کو فاش کرکے اُنہیں رسوا نہ کرتے تھے اور نہ اُنکو ضرر پہونچانا روا رکھتے تھے

جو لوگ کہ تکذیب پر مصر رہے اور قلعہ بند ہو گئے اُن کا حکم اور نیز منافقوں کا حکم اور ذمیوں کی قسمیں اور علامات

اس خیال سے کہ کہیں دشمن یہ بات نہ شایع کر دیں کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم اپنے پیروی کرنے والوں کو اپنی تصدیق کے بارہ میں
جھوٹا سمجھتے ہیں اور انکے اخلاص میں شک کرتے ہیں اور انکو اپنے اغراض بد کے لئے مار ڈالا کرتے ہیں اور یہ ایسی بات تھی
جس سے لوگوں کو سنکر نفرت پیدا ہوتی اور جو لوگ متوجہ بھی ہوتے انکے ارادے بھی پھر جاتے خصوصاً جبکہ دین اپنے
نشو ونما کی ابتدائی حالت میں تھا لیکن جب شوکت اسلام کو قوت ہوئی اور اسکے بہت سے مدد کرنے والے ہوگئے اور اسکا
نور چھا گیا اور یہ بات عام طور پر ظاہر ہوگئی کہ اپنے اصحاب کے ساتھ آپ کا معاملہ محض خیر خواہی اور خالص شفقت پر مبنی ہے
اور ان باطل اشاعات کی کوئی گنجایش نہ رہی تو اسوقت آپ کے مولے ومالک (خدا) نے ان منافقوں اور دوزخی لوگوں کی
فضیحت۔ سرزنش ملامت کی اور اس امر کی آپ کو اجازت دیدی کہ آپ اپنے مخلص پیروی کرنے والوں کو انسے اور انکے مکر
سے ڈرایا کریں پھر اسکے بعد یہ لوگ منقسم ہوکر دو فرقے بنگئے بعض نے تو جب اہل دین سے مخالطت کی اور اس پاک اور سچا دل بعثت
کی حقیقت پر مطلع ہوئے اور انہوں نے اپنے باطل اعتقادات اور ادنے درجہ کی عادات ورسوم کا شریعت سے مقابلہ کیا تو انکی
نیت خالص اور دل صاف ہوگیا اور گو پہلے منافقانہ ایمان لائے تھے لیکن پھر حقیقی مومن بنگئے اور پھر انکا شمار بھی بہترین
اتباع اور بڑے بڑے انصار میں ہونے لگا اور بعض خوف کی حالت میں عداوت کا گھونٹ پی پی کر اپنے نفاق پر جمے ہی رہے
اور ان لوگوں نے اگر اپنی جانوں کو تلوار کی دھار سے بچا بھی لیا تو کیا ہوا آخرت میں ان کو دردناک عذاب اٹھانا ہی پڑیگا۔
اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے اس قسم کے لوگوں کی یہ علامت قرار دی ہے جو انکے نفاق کا عنوان اور فرومائگی کی دلیل ہے اور
وہ یہ ہے کہ منافق جب کوئی بات کہے تو جھوٹ بولے اور جب وعدہ کرے تو پورا نہ کرے اور جب امین بنایا جائے تو خیانت
کرے۔ خدا تعالےٰ سے ہم دین۔ دنیا۔ آخرت سب کی حفاظت اور سلامتی کی دعا مانگتے ہیں۔
یہ تو ہوچکا اب سنئے کہ جب خدا تعالےٰ نے اپنے نازل کئے ہوئے قرآن کریم اور آپ کی استوار سنت سے جسکی اسنے اپنے
رسول پاک کیجانب وحی کی تھی اپنے دین کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں پر پورا کر چکا (خدا آپ کو آپ کی شان کے
مناسب ہماری جانب سے جزائے خیر دے) تو اس کے بعد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم دنیا سے رخصت ہوگئے اور
آپ نے رفیق اعلےٰ کو اختیار کر لیا۔ خدائے سبحانہ نے اپنے دین کو پورا کرکے ہمارے اوپر بہت ہی بڑا احسان کیا اور ہم کو
بہت بڑی بزرگی سے سرفراز کر دیا چنانچہ اسنے اپنے باکمال رسول پر اس روز جو ہمارے لئے عید اکبر تھا اپنے اس قول کو نازل
فرمایا (الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا) یعنے آج کے دن میں نے تمہارے دین کو تمہارے
لئے کمل کر دیا اور تمہارے اوپر اپنی نعمت پوری کر چکا اور تمہارے لئے بینے دین اسلام کو پسند کیا ہے۔ یہ کیسی کامل نعمت ہے اور
کتنا ذی فضل احسان ہے پس ہم اسکے عطا کرنے والے خدائے پاک کی حمد اور اسکا شکر کرتے ہیں جیسی حمد وشکر کا وہ مستحق
ہے اور سارے محامد اللہ تعالےٰ ہی کے لئے ہیں جسنے ہم کو اسکی ہدایت کی اگر اللہ ہمکو ہدایت نہ کرتا تو ہم ہرگز ہدایت نہ پاسکتے
تھے۔ اور اس آیت کریمہ کا نازل ہونا بلا شک محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی موت کی خبر دیتا تھا جیسا اس بات کو آپ کے صدیق اکبر
اس آیت کو سنتے ہی سمجھ گئے اور رونے لگے کیونکہ نور بصیرت سے انکے لئے یہ امر ظاہر ہوگیا تھا (اور مومن خدا کے نور سے
دیکھا کرتا ہی ہے) کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا بھیجا جانا اور دنیا میں آپ کا وجود شریف تبلیغ دین کی حکمت کے لئے تھا پس جب

تعالیٰ نے ایسے شخص کو اجتہاد کی اجازت دی ہے جو اجتہاد کی قابلیت رکھتا ہو اور یہ منصب ایسے لوگوں کو عطا فرمایا ہے جن کا فضل امت میں ظاہر ہو چکا ہو۔ پس امت نے ان دونوں ماخذوں (قرآن اور احادیث) سے انہیں دونوں طریقوں کے ذریعہ سے احکام استنباط کرنا شروع کئے یہاں تک کہ احکام دین کی تصریح سے اُنکے لئے احکام اجتہادیہ ہی کافی ہو گئے اور اُن کو اپنی عبادات، معاملات، آداب و حدود میں جتنی چیزیں لازم تھیں سب دستیاب ہو گئیں۔ پھر علمار امت نے اُن صفات سے بحث کی ہے جنکا وجود ایسے شخص (مجتہد) میں ضروری ہے اور جن کی وجہ سے وہ اجتہاد در قرآن واحادیث سے احکام استنباط کرنے کے درجہ پر پہونچ جاتا ہے پس انہوں نے اُن کو اُن شرائط میں منحصر پایا جنکا آگے بیان ہوتا ہے۔

پہلی شرط تو یہ ہے کہ یہ شخص قرآن شریف کے علم پر حاوی ہو اس طرح پر کہ اُسکے لغوی اور شرعی معانی سے واقف ہو۔ لغوی معانی سے تو اس طرح پر کہ (الفاظ) مفردات اور مرکبات کے معانی اور اُن کی خصوصیتوں سے واقفیت رکھتا ہو جو اُن میں معانی کے سمجھنے کے اعتبار سے پائی جاتی ہوں۔ اور اُسکے لئے کئی علموں کی حاجت ہو گی۔ اول تو علم لغت ہی جس سے وہ معانی معلوم ہوں گے جنکے لئے عربی لغت کے (جسمیں کہ قرآن نازل ہوا ہے) الفاظ مفردہ وضع کئے گئے ہیں۔

دوسرے علم صرف ہی جس سے عربی لغت کے الفاظ مفردہ کی بنار اور اُنکے صیغوں کے احوال معلوم ہوتے ہیں۔

تیسرے علم نحو جس سے عربی لغت کے الفاظ مفردہ کے وہ حالات جو مرکب ہونے کے وقت اُنکو لاحق ہوا کرتے ہیں اور نیز اسوقت اُن کے مبنی اور معرب ہونے کی کیفیت اور اُنکے ایسے معانی پر دلالت کرنے کا حال جو ترکیب سے پیدا ہو جایا کرتے ہیں معلوم ہوتا ہے۔

چوتھے علم معانی جس سے کلام عربی کے وہ حالات معلوم ہوتے ہیں جنسے وہ کلام مقتضائے حال (یعنی موقع و محل کے مقتضا) کے مطابق ہوتا ہے۔

پانچویں علم بیان جس سے ایک معنی کو مختلف طریقوں سے ادا کرنا معلوم ہوتا ہے۔ لیکن اس امر میں یہ تعمیم ہے کہ ان علوم مذکورہ کو اُسنے پڑھ لکھکر حاصل کیا ہو یا اپنے سلیقہ سے اُنسے واقفیت رکھتا ہو جیسا کہ مجتہدین صحابہ رضی اللہ عنہم کا حال تھا۔ رہا قرآن کے شرعی معانی کا جاننا سو اس طرح پر ہے کہ اُن معانی سے واقفیت رکھتا ہو جو احکام شرعیہ میں مؤثر ہیں مثلاً خدا تعالیٰ کے اس قول میں (او جار احد منکم من الغائط) میں یہ جانتا ہو کہ غائط سے مراد حدث ہے (یعنی بدن سے کسی نجاست کا نکلنا جو ناقض وضو ہے) اور یہ کہ حکم کی علت زندہ انسان کے بدن سے نجاست کا نکلنا ہے اور نیز وہ شخص (مجتہد) قرآن شریف کے اقسام جو اصول فقہ میں مذکور ہوتے ہیں جانتا ہو یعنے خاص۔ عام۔ مشترک۔ مجمل۔ مفسر۔ محکم۔ مطلق۔ مقید۔ صریح۔ کنایہ۔ ظاہر۔ نص۔ خفی۔ مشکل۔ متشابہ۔ دال بعبارۃ۔ دال باشارۃ۔ دال باقتضاء۔ دال بدلالۃ۔ مفہوم معتبر۔ امر و نہی کا مقتضا اور اسکے علاوہ وہ امور جنکا علم اصول میں ذکر ہوتا ہے کہ جو علوم دینیہ میں سے بہت ہی عظیم علم شمار کیا جاتا ہے اور ان اقسام کا محض جاننا ہی کافی نہیں بلکہ اس کو یہ بھی معلوم ہو کہ فلاں شئے خاص ہے اور فلاں عام ہے اور یہ ناسخ ہے اور وہ منسوخ ہے۔

۵؎ غائط لغت میں اُس میدان کو کہتے ہیں جو پست ہو اور اس سے پائخانہ سے کنایہ کیا جاتا ہے اسلئے کہ اکثر پست زمین میں قضائے حاجت کے لئے بیٹھتے ہیں ۱۲ کمافی منتہی الارب۔

وغیرہ وغیرہ۔

اور یہ اخیر (یعنی ناسخ و منسوخ کا جاننا) نصوص کے نزول کی تاریخ سے واقفیت رکھنے پر موقوف ہے۔ اس طرح پر کہ فلاں نص پہلے نازل ہوئی پھر فلاں اُسکے بعد نازل ہوئی اور یہ امور معانی کے جاننے کے مغایر اور اُنکے علاوہ ہیں۔ لیکن امور مذکورہ کے مواقع کا اس طور پر جان لینا کافی ہے کہ حکم کے طلب کرنے کے وقت اُنکی طرف رجوع کرنے پر قدرت ہو یہ نہیں کہ زبانی یاد ہوں۔ اور اس موقع پر قرآن سے مراد بھی اُسیقدر ہے جس کو معرفتِ احکام سے تعلق ہے۔

اجتہاد کی دوسری شرط یہ ہے کہ وہ کم سے کم اِس قدر احادیث سے واقف ہو جسقدر کہ احکام سے تعلق رکھتی ہیں اور وہ بھی اس طرح پر کہ متن احادیث کو جانتا ہو یعنی اُنکے لغوی اور شرعی معنی سے واقفیت رکھتا ہو جیسا کہ قرآن کے بارہ میں گذرا اور اُسکے خاص و عام وغیرہ اقسام کو پہچانتا ہو جنکی نظیر قرآن کے بیان میں بھی گذر چکی ہے۔

اور ان احادیث کی سند کا بھی علم رکھتا ہو اور مراد اس سے احادیث کے ہم تک پہونچنے کا طریق ہے خواہ وہ تواتر[۱] ہو یا شہرت[۲] ہو یا آحاد[۳] ہو اور اسمیں حدیث کے راویوں کے احوال کی معرفت بھی مندرج ہو جائیگی۔ کہ وہ معدل ہیں یا مجروح ہیں اور یہ بہت ہی وسیع علم ہے اسمیں صحیح تاریخ سے مطلع ہونے کی بڑی ضرورت ہے لیکن چونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور مجتہدین کے مابین ایک طویل زمانہ حائل ہو گیا اسلئے راویوں کے حالات سے بطور خود واقف ہونا تو بہت ہی مشکل ٹھیریگا پس اُن ائمہ کی تعدیل اور تجریح پر اکتفا کیا جائیگا جو علم حدیث کے امام مانے گئے ہیں اور اُن پر اسبارہ میں وثوق کیا گیا ہے۔

اجتہاد کی تیسری شرط وجوہ قیاس کو جاننا ہے یعنے اُس طریق کو جسکے ذریعہ سے مجتہد احکام کو مستنبط کرتا ہے ان سب طریقوں کے شرائط۔ اُنکے احکام اقسام اور یہ کہ ان میں سے کونسی قسم مقبول ہے اور کونسی مردود ان سب کو جانتا ہو جیسا کہ کتب اصول میں بیان کیا گیا ہے۔ اجتہاد کی چوتھی شرط یہ ہے کہ اُن مسائل کو جانتا ہو جنپر اُن علماءِ اسلام کا اجماع ہو گیا ہے۔ جنکا اجماع معتبر ہے تاکہ اپنے اجتہاد میں اُنکے اجماع کی مخالفت نہ کرے۔ اور یہ تو سبھی جانتے ہیں کہ مجتہد کا ایماندار ہونا۔ عادل ہونا شرائط میں سے ہونا چاہیئے اس بارہ میں کلام کے طویل کرنے کی کوئی حاجت نہیں اسلئے کہ یہ تو ظاہر ہی ہے۔ پس جب کسی شخص میں یہ ساری شرطیں کامل طور سے پائی جائیں تو اُسے جائز ہے کہ قرآن اور حدیث سے شرعی احکام کا استنباط کرے اور دوسرے لوگوں کو جو اجتہاد کی قابلیت نہیں رکھتے۔ اس کی تقلید اور پیروی کرنا اور اُسکے استنباط کئے ہوئے احکام پر

---

[۱] تواتر سے مراد یہ ہے کہ اس حدیث کے روایت کرنے والے ہر زمانہ میں اِس قدر ہوں کہ عقل سب کا جھوٹ پر اتفاق کر لینا عادتاً محال سمجھتی ہو

[۲] مشہور سے مراد یہ ہے کہ وہ حدیث حد تواتر کو تو نہ پہونچی ہو لیکن کسی مرتبہ میں راوی تین سے کم نہ ہوئے ہوں تین یا تین سے زیادہ ہی رہے ہوں۔

[۳] آحاد سے مراد یہ ہے کہ اُس حدیث کی سند میں تواتر کے شروط نہ پائے جاتے ہوں۔ پھر خبر آحاد کی تین قسمیں ہیں۔ پہلی قسم مشہور ہے۔ دوسری عزیز جس کے معنے یہ ہیں کہ اس کے راوی کسی مرتبہ میں دو سے کم نہ ہوئے ہوں تیسری قسم غریب ہے جس کا کسی مرتبہ میں ایک راوی رہ گیا ہو ۱۲ نخبۃ الفکر۔

کرتا ہے جس کی پیروی اسنے اختیار کی ہے اور اُسی پر عمل کرتا ہے اور دوسروں پر جو ان مذاہب میں سے اپنے امام کے مذہب پر عمل
کرتے ہیں انکار نہیں کرتا پس چاروں مذہب کے اعتبار سے جو مسلمانوں میں شایع ہیں اُن کی مذکورہ حالت سے اور یہ ایسی بات ہے
کہ انکے اصول شریعت پر پورے طور سے منطبق ہو جاتی ہے جو اسبات کو نہ جانتا ہو وہ اب اسے خوب طرح جان لے۔
پھر جب شرائط سابق الذکر میں غور کیا جاتا ہے جنکا موجود ہونا کسی شخص کے مجتہد بننے اور مرتبہ اجتہاد پر پہونچ جانے کے لئے ضروری
ہے تاکہ وہ شرعی احکام کے استنباط کرنے کے لایق سمجھا جا سکے تو ہم کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ گو ان سب شرائط کا لوگوں میں
مجتمع ہو کر پایا جانا آج تک عقلاً ممکن رہا اور آیندہ زمانہ میں بھی رہیگا لیکن بعض علماء اعلام اسبات کے قائل ہو گئے ہیں جیسا کہ علما
حنفیہ سے منقول ہے کہ چار سو ہجری (علے صاحبہا الصلوۃ والتحیۃ) سے اجتہاد کا (یعنی اجتہاد مطلق کا) دروازہ بند ہو گیا۔
اور بسا اوقات بعض لوگوں کے خیال میں یہ آتا ہے کہ ان علماء کا یہ حکم لگانا درست نہیں ہے کیونکہ یوں کہا جا سکتا ہے کہ جب تک
یہ بات ہے کہ اجتہاد کی شرائط مذکورہ کا مجتمع ہو کر کسی شخص میں پایا جانا آج تک عقلاً ممکن رہا اور آیندہ بھی رہیگا تو اس امر سے کونسا
مانع ہو سکتا ہے کہ اس زمانہ کے بعد بھی کوئی مجتہد جامع شروط مذکورہ پایا جائے حتیٰ کہ زمانہ موجودہ میں بھی۔ لیکن اگر تدقیق نظر
سے دیکھا جائے تو یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ ان علماء کا یہ کہنا بالکل صواب کے موافق عین حکمت اور مقتضائے مصلحت دینی ہے
اور یہ قول اُن علماء کی باریک بینی، دقت نظری اور زمانہ اور انقلابات زمانہ کے احوال کی معرفت اور اس امت محمدیہ کی شان میں
جو خداوندی اسرار ہیں اُن کی واقفیت پر مبنی اور اسی سے ناشی ہے اور بیان اُسکا یہ ہے کہ یہ علماء جو چوتھی صدی ہجری سے
باب اجتہاد کے مسدود ہونے کے قائل ہیں اُنہوں نے قرون ثلٰثہ (یعنی تینوں زمانوں کے لوگوں کے حالات میں غور
کیا اور وہ زمانہ صحابہ۔ زمانہ تابعین۔ زمانہ تبع تابعین کے لوگ ہیں پس اُنہوں نے دیکھا کہ ازمنہ ثلٰثہ کے لوگ بتوفیق ایزدی
علوم شریعت کی تحصیل پر پورے طور سے جھک پڑے تھے اور مواد اجتہاد کے حاصل کرنے پر بڑے حریص تھے قرآن کریم
اور جو تفسیریں کہ رسول صلے اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں اُنسے اور احادیث نبویہ۔ آثار صحابہ اور فتاواے صحابہ وغیرہ سے
اُنہوں نے بخوبی واقفیت بہم پہونچائی تھی اور اُنکے احکام کے مستنبط کرنے میں وہ جان توڑ کر سعی کرتے تھے۔ علاوہ بریں اسی
قبیل کے اور امور میں بھی اُنہوں نے اپنی کوشش کو صرف کیا تھا جسکی وجہ سے اُس زمانہ کے علماء اس لایق ہو گئے کہ
اُن میں سے بہتیرے مرتبہ اجتہاد پر پہونچ جائیں خصوصاً جبکہ اُن کا زمانہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے بھی قریب تھا
بلکہ دیکھنے والوں کے یا اُنکے دیکھنے والوں کے [illegible] کے قریب ہو، اور یہ خدا تعالے کی بہت بڑی عنایت کا ظہور ہوا کہ اُسنے اس زمانہ کے
لوگوں کو اس قابل بنا دیا کیونکہ دین کے بارہ میں جتنی چیزوں کی حاجت ہو سکتی تھی سب کی سب اُسی زمانہ میں مکمل اور تمام ہو گئیں
چنانچہ قرآن شریف جمع کر لیا گیا اُسے بہتیرے لوگوں نے یاد کر لیا کسی قسم کی تبدیل و تغیر کی گنجایش باقی نہیں رکھی گئی تمام طریقوں
سے حفاظت کا پورا پورا سامان ہو گیا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں بڑی احتیاط سے جمع کی گئیں اور کتابوں میں
مدون کر دی گئیں اُنکی تحصیل میں دور دراز ممالک کے سفر اختیار کئے گئے علمائے امت میں سے جنھیں اجتہاد کی قابلیت
تھی وہ ان دونوں عظیم اصلوں (قرآن و حدیث) سے احکام استنباط کرنے پر ہمہ تن جھک پڑے یہاں تک کہ اس میں اُنہوں
نے اپنی پوری کوشش صرف کر دی اور دینی احکام کے اعتبار سے امت کی ضروریات میں سے سوائے ایک آدھ نادر امر کے

جسے وقوع کا اتفاق قوموں کی قوموں میں کہیں اتفاقی طور پر ہو سکتا ہے کوئی شے باقی نہیں رہی اور نہایت بہتر اور استوار طریق
پر دین کا کام پورا ہوگیا اور یہ ساری کارروائی قرون ثلثہ میں ہوئی۔ پس اسکے بعد کے لوگوں کے لئے صرف یہ کام رہگیا کہ وہ
انہیں احکام کو مدون کریں۔ انکو شایع کریں۔ اور امت کو یہی احکام پہونچاویں۔

پھر اس زمانہ کے بعد سے جو کچھ علوم دینیہ کی تحصیل کا ذوق وشوق اس سے پہلے عام طور پر پایا جاتا تھا اسمیں کمی شروع
ہوئی۔ اور اس بارہ میں لوگوں کی ہمتوں میں فتور آنا شروع ہوا اور دن بدن اس فتور میں زیادتی ہی ہوتی گئی یہاں تک کہ پچھلے
زمانوں میں یہ فتور اپنی انتہا کو پہونچگیا۔ اور یہ ایسا امر ہے کہ جو اسلامی تاریخ سے ادنیٰ درجہ کی بھی واقفیت رکھتا ہوگا وہ اس سے
ہرگز انکار نہیں کرسکتا چنانچہ آجکل کے بڑے سے بڑے علماء کو ہم دیکھتے ہیں کہ اگر ان علوم مذکورہ میں سے جو مجتہد کے
لئے مشروط ہیں انکو بعض میں کمال حاصل ہوتا بھی ہے تو اور دوسرے علموں میں وہ قاصر رہتے ہیں اور اگر نہیں تو پھر بتلائیے
کہ وہ علماء میں سے کون شخص ہے جسے ہم ان ایام میں قرآن کے تمام علوم پر حاوی خیال کرسکتے ہوں یعنی وہ قرآن کے معانی
نحویہ اور شرعیہ کی معرفت بھی رکھتا ہو علوم عربیہ نحو۔ صرف۔ معانی۔ بیان وغیرہ کا بھی ماہر ہو قرآن کے اقسام مذکورہ خاص عام وغیرہ
سے بھی واقف ہو اور یہ بھی جانتا ہو کہ قرآن شریف میں کونسا قول کونسی قسم میں داخل ہے اور باہم ایک دوسرے میں کیا فرق ہے
اور انہیں کون ناسخ کون منسوخ ہے اور وجوہ قیاس بھی اُسے معلوم ہوں اور جن مسائل پر کہ امت کا اجماع ہوچکا ہے انکی بھی اسے
خبر ہو اور احادیث نبویہ کے متعلق متن اور سند کے اعتبار سے جو علوم ضروری ہیں انکو بھی جانتا ہو جیسا کہ مجتہد کی شرطوں کے
بیان میں اسکا ذکر ہوچکا ہے اور اگر کوئی شخص ان تمام شرطوں پر حاوی ہونے کا مدعی ہو تو اُسے دلیل سے ثابت کرنا چاہئے ۵

کل من یدعی بما لیس فیہ + کذبتہ شواھد الامتحان

اور میرا خیال ہے کہ جو شخص اس امر سے واقف ہوگا کہ امام ابو حنیفہ کے اصحاب میں سے۔ ابو یوسف۔ محمد۔ زفر۔ حسن۔ رضی اللہ
عنہم۔ کے ایسے لوگوں نے جب اجتہاد مطلق کا دعوےٰ نہیں کیا تو وہ شخص ضرور اس مرتبہ کے دعوے کرنے سے شرمائیگا
خصوصاً جبکہ وہ اس زمانہ کے لوگوں میں سے ہو۔

اور اگر یہ کہا جائے کہ اس زمانہ میں قرآن وحدیث کی تفاسیر کی کتابیں اور انکی شروح اور کتب اسباب نزول اور ناسخ ومنسوخ
اور ایسے ہی اور علوم کی کتابیں جو مرتبہ اجتہاد کے لئے رکن اعظم ہیں بکثرت ملتی ہیں پس اس سے کونسا امر مانع ہے کہ اس زمانہ
میں بھی ان علوم سے جو مجتہد کے لئے مشروط ہیں کوئی ماہر ہوجائے اور انہیں کتب مذکورہ پر اعتماد کرلے اور یہی علوم جو
مرتبہ اجتہاد کے رکن اعظم ہیں اُنکے لئے یہ کتابیں پوری کفیل ہیں اور اس بنا پر تو ظاہرا یہی معلوم ہوتا ہے کہ صدر اسلام کی
بہ نسبت جبکہ یہ کتابیں مدون نہیں ہوئی تھیں اس زمانہ میں اجتہاد بہت آسان ہے تو میں کہوں گا کہ ہاں یہ سب کچھ پایا
جاتا ہے لیکن در سفینہ نہ در سینہ۔ اور مجتہد کے لئے اگرچہ یہ شرط نہیں ہے کہ ان علوم پر اتنا حاوی ہو کہ سب کچھ اُسکے
سینہ ہی میں موجود ہو لیکن اتنا تو ضرور ہے کہ ان میں سے ہر شے کے مرجع اور اصل میں سے اتنا ماہر ہو کہ کسی حکم کا مرجع اور
اسکی اصل اُسکے نزدیک مخفی نہ رہے یہاں تک کہ حاجت کے وقت بلا تکلف اُس کیجانب مراجعت کرسکے اور اگر انصاف سے

۵ ترجمہ۔ ہر وہ شخص جو اپنی نسبت کسی ایسے صفت کا دعوےٰ کرے جو اسمیں نہو تو شواہد امتحان اسکی تکذیب کرینگے ۱۲ مترجم

دیکھا جاوے تو اس زمانہ میں کوئی شخص ایسا ہی نہیں پایا جاتا ہے جو اس صفت کے ساتھ موصوف ہو۔ بھلا بتلائیے وہ کون شخص ہے جو اس زمانہ میں ان ساری شرطوں کو پورے طور سے حاصل کرکے ہر ہر حکم کے استنباط کرنے کے لئے مستند ہو اور ان کتابوں میں سے ہر ہر حکم کے مرجع کی جانب مراجعت کرنے پر قدرت رکھتا ہو اس طرح پر کہ اسکے ذریعہ سے اُسے ہر ناسخ ومنسوخ آیت اور ہر ناسخ ومنسوخ حدیث کی جو کسی آیت یا حدیث سے منسوخ ہوئی ہو معرفت تک رسائی حاصل ہو اور تواتر ومشہوریت اور آحاد وغیرہ مراتب حدیث سے پوری واقفیت رکھتا ہو اور تمام اجماعی مسائل کو بھی جانتا ہو اور اسکے علاوہ ان امور سے بھی واقف ہو جو پہلے گذر چکے خلاصہ یہ کہ جو لوگ چوتھی صدی ہجری سے باب اجتہاد کے مسدود ہو جانے کے قائل ہیں انکے قول کی صحت پر براہین قایم کرنا تو طوالت طلب ہے اسکے لئے اس باب میں ایک خاص تالیف کرنے کی ضرورت ہے۔ لیکن میں اس موقع پر علامہ ابن الحاج کا کلام جو میں نے مدخل میں دیکھا ہے نقل کروں گا جس سے اس مقام کی توضیح ہو جائیگی اور ہر منصف شخص کو جو عناد سے بری ہو تسکین حاصل ہوگی میں نے ان کی طویل تقریر کو دفع تشویش کی غرض سے کچھ مختصر کر لیا ہے علامۂ موصوف (رحمۃ اللہ تعالےٰ وارضاہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول (خیر القرون قرنی ثم الذین یلونہم ثم الذین یلونہم الحدیث) پر گفتگو کرتے ہوئے یہ کہا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ کلام تینوں ذکر کئے ہوئے زمانے کے لوگوں کے بارہ میں ہے یعنے اُنکے غالب حالات کے لحاظ سے کہا گیا ہے ورنہ اُن میں ایسے فرقہ کے لوگ بھی تھے جنکی پیروی نہیں کیجا سکتی اور آپ نے صرف اہل علم مراد لئے ہیں (پھر علامہ موصوف نے کہا ہے) اور شارع علیہ السلام کی حکمت کو دیکھو کہ اوروں کو نہیں صرف انہیں تین زمانوں کے لوگوں کو کیسے اپنے قول میں فضیلت کے ساتھ خاص کیا ہے اگرچہ اور زمانہ کے لوگوں میں سے بھی بہتیروں میں خیر وبرکت پائی جائے وجہ یہ ہے کہ ان زمانوں کے لوگوں میں ایسی فضیلت موجود ہے کہ انمیں اور زمانہ کے لوگ اُنکی برابری نہیں کر سکتے اور وہ یہ ہے کہ خدا نے انکو اعلاء کلمۃ اللہ اور اپنے دین کی اقامت کے ساتھ خاص کیا ہے پس اول قرن یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے لوگوں کے علم کا تو پوچھنا ہی کیا ہے اسکے علاوہ بھی خدا نے انہیں ایسی خصوصیت بخشی ہے اور ایسی فضیلت عنایت کی ہے کہ کوئی شخص اُنکی (صحابہ رضی اللہ عنہم) گرد کو بھی نہیں پہنچ سکتا کیونکہ اللہ تعالےٰ نے انکو یہ خصوصیت بخشی تہی کہ وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے دیکھنے والے تھے آپ کے حالات اور آپ کے اوپر قرآن شریف کے تازہ بتازہ نازل ہونے کا مشاہدہ کرتے تہے اور یہ کہ قرآن کی آیتیں جو تہوڑی تہوڑی نازل ہوا کرتی تہیں انکو برابر یاد کرتے جاتے تہے اس طور پر خدا نے انکو اس قابل کردیا تہا کہ انہوں نے قرآن کو پورا پورا یاد کر لیا۔ ایک حرف بہی اس سے ضائع نہیں ہونے پایا پس انہوں نے قرآن کو یکجا کردیا اور اپنے بعد والوں کے لئے آسانی کر گئے اور یہ کہ انہوں نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کو اپنے سینوں میں محفوظ رکھا اور جیسا کہ چاہئے تھا انہوں نے انکو خطا غلطی، سہو اور غفلت وغیرہ سے بچائے رکھا اور احادیث کی حفاظت میں یہاں تک کوشش کیگئی کہ امام مالک رح کو جب کسی حدیث میں شک ہو جاتا تہا تو وہ اُسکو قطعاً ترک کر دیتے تہے اور پہر کبہی بیان نہ کرتے تھے حالانکہ وہ قرن اول سے نہیں ہیں یعنی صحابی نہیں ہیں بلکہ تبع تابعی ہیں پہر جب انکی یہ حالت تہی تو قرن اول کے لوگوں (صحابہ

عہ تمام زمانوں کے لوگوں سے بہتر زمانہ کے لوگ بہتر ہیں پہر اُنکے بعد والے پہر انکے بعد والے ۱۲ مترجم عہ صحابی اُن مسلمانوں کا لقب ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دیکھنے والے ہیں اور صحابی کے دیکھنے والے مسلمان تابعی کہلاتے ہیں اور تابعی کے دیکھنے والے مسلمان تبع تابعی کہلاتے ہیں ۱۲ مترجم

کی نسبت آپ کیا خیال کرینگے حالانکہ دین میں سب سے بہتر یہی لوگ پائے جاتے ہیں اور ضبط وحفظ کے لحاظ سے تو اُن کی
تعریف کا احاطہ ہی ممکن نہیں اسکو کوئی پہنچ ہی نہیں سکتا خدا اپنے نبی کی امت کی جانب سے اُنکو جزائے خیر دے۔ اسمیں کوئی
شک نہیں کہ انہوں نے خلوص کے ساتھ دعوتِ اسلام کی اور دین میں جو نقص نکالے گئے اُنکو دلیل سے دفع کیا ابن مسعود
رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ تم میں سے جو شخص کسیکی پیروی کرنا چاہے اُسے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کی پیروی اختیار
کرنا چاہیئے کیونکہ اس امت کے لوگوں میں اُن کا دل سب سے زیادہ پاک تہا اُن کا علم سب سے زیادہ عمیق تہا اُن میں تکلف سب
سے کم تہا اُنکی خصلتیں نہایت استوار تہیں اُنکا حال سب سے بہتر تہا خدا نے اُنکو اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت
اور اپنے دین کی اقامت کے لئے انتخاب کیا ہے اُنکے فضل کو پہچانو اور اُنکے قدم بقدم چلو کیونکہ وہ راہ راست پر تہے انتہی۔
پس جب یہ پاک نفس لوگ اپنی راہ چلے گئے تو اُنکے جانشین تابعین (رضی اللہ عنہم) ہوئے اور جو حدیثیں متفرق تہیں
اُنکو انہوں نے جمع کیا اور بعض بعض نے ایک ایک حدیث اور ایک ایک مسئلہ کی طلب وتحقیق میں مہینہ دو مہینہ کی راہ
طے کی۔ اور شریعت کو نہایت کامل طور پر منضبط کر دیا احکام اور تفاسیر کو حضرت علی بن ابی طالب (رضی اللہ عنہ) اور حضرت ابن عباس
رضی اللہ عنہما کے ایسے صحابہ سے حاصل کیا حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ جب تک کہ میں تم لوگوں میں ہوں
مجھسے پوچھ لو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے بارہ میں فرمایا ہے کہ یہ ترجمان قرآن ہیں
پس جو شخص ایسے لوگوں سے ملا ہو سمجھ لیجئے کہ اُسکا علم وعمل کیسا کچھ ہو گا اُس کی حالت کیسی ہوگی پس اس دین کی
اقامت اور نیز اس اعتبار سے قرنِ ثانی والوں کو بھی فضیلت کا وافر حصہ ملا کہ اُنہوں نے صاحب شریعت محمد صلے اللہ علیہ وسلم
کے دیکھنے والوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا چنانچہ اسی لئے وہ اپنے بعد والوں سے بہتر ٹہرے پہر اُنکے جانشین اُنکے اتباع
کرنے والے ہوئے اور وہ لوگ تبع تابعین (رضی اللہ عنہم) کہلاتے ہیں اُن میں بڑے بڑے فقہاء پیدا ہوئے جنکی کہ لوگ
تقلید کیا کرتے تھے اور واقعات میں اُنہیں کیجانب رجوع کرتے تھے اور وہ تمام مشکلوں کو حل کر دیتے تہے پس انہوں نے قرآن
کو بحمد اللہ مجتمع پایا جس سے ہر طرح کی سہولت ہوئی اور حدیثیں بھی اُنکو منضبط اور محفوظ ملیں۔ پہر اُنہوں نے جو حدیثیں متفرق تہیں اُنکو
جمع کیا اور قواعد شرعیہ کے موافق قرآن اور احادیث میں احکام کی جستجو اور دیکھ بھال کرنے لگے قرآن واحادیث کے فوائد اُنہوں نے استخراج
کئے اور ایسے قواعد اور احکام کو مستنبط کیا اُنکو عقلی اور نقلی طور پر بیان کیا اُنہیں کتابوں میں مدون کر کے لوگوں کے لئے سہولت
کر دی۔ فروع کو اصول سے استخراج کر کے اور فرع کو اُسکی اصل کی طرف راجع کر کے تمام مشکلات کو بیان کر دیا اور اصل کو فرع سے
متمیز کر دکھایا۔ پس دینی حالت نہایت منتظم اور باقاعدہ ہو گئی اور اُنکے سبب سے امت محمدیہ کے لئے دین میں خیر عظیم نے
قرار پکڑا۔ پس اُن لوگوں کو بھی اقامت دین کی حیثیت سے یہ خصوصیت حاصل ہو گئی کہ وہ صاحب شریعت (محمد صلے اللہ
علیہ وسلم) کے دیکھنے والوں کے دیکھنے والوں سے ملاقی ہوئے اور باوجود اسکے اُن لوگوں نے یہ بھی کیا کہ اپنے بعد والوں
کے لئے دین میں کوئی ایسی شے نہیں چھوڑی جسمیں کسی کی اصلاح کی حاجت ہو یا وہ اسکی تکمیل میں مشغول ہوں پس جتنے لوگ
اُنکے بعد بنے گئے وہ باعتبار غالب اُنہیں کے مقلد اور تابع ہیں اگر اُنکے بعد والے لوگوں کے لئے کوئی فقہی امر یا کوئی
فائدہ اُنکے خلاف ظاہر ہوا ہو تو وہ سب کا سب قابل رد ہے اس سے میری مراد یہ ہے کہ جو احکام پہلے مقرر ہو چکے

باطل دعووں کی کثرت ہے آپ بہتیرے بیباک لوگوں کو دیکھتے جو اجتہاد کے بعض مواد کے حاصل ہو جانے سے اپنے دل میں
مغرور ہو رہے ہیں حالانکہ وہ بہت ہی کم اور اس درجہ پر پہونچنے کے لئے بالکل ناکافی ہے۔ کہ وہ لوگ اس جلیل الشان منصب
کے مدعی بنے ہوتے اور بعض سیدھے سادے آنکے پیرو بھی بنجاتے اور وہ دین میں احکام کے نام سے بہت کچھ ایجادیں
کرتے اور یہ سب بجز بدعتوں اور گمراہیوں کے اور کچھ نہ ہوتا اور جس طریق پر کہ سلف صالحین تھے جنھوں نے کہ امر دین کا
نہایت کامل طور پر استیفاء اور احاطہ کر لیا تھا یہ سب امور انکے مخالف ہوتے اور آپ دیکھتے کہ تھوڑے تھوڑے زمانہ میں دین
کا حال متغیر ہوا کرتا اور ہمیشہ ردو بدل لگا رہتا جیسا کہ سیاسات اور ملکی قوانین میں زمانہ کے اقتضا کے موافق ردو بدل
ہوا کرتا ہے (حالانکہ خدا تعالے نے اسلامی دین کو ایسا بنایا ہے جسکے احکام قیام قیامت تک ثابت رہنے والے ہیں)
پس نتیجہ اسکا یہ ہوتا کہ ایسی حالت تک نوبت جا پہونچتی کہ امت اسلامیہ اس طریقہ سے جسپر کہ آنکے پیغمبر محمد صلے اللہ علیہ وسلم
اور انکے اصحاب کرام۔ رضوان اللہ علیہم اجمعین تھے گمراہ ہو جاتے۔ نعوذ باللہ من ذالک۔

پس خدا تعالے علما اعلام کو اسکی جزائے خیر دے کہ انہوں نے اس امر کو واضح طور پر بیان کر دیا اور خدا تعالے وسبحانہ دولت
علیہ عثمانیہ کو دائم وقائم رکھے جسے اس دین کو اس کے گمراہ کرنے والے دشمنوں سے حفاظت کرنے کی خدا کیجانب
سے توفیق عنایت ہوئی آمین اللہم آمین۔

یہ تو ہو چکا اب اور سنئے کہ میں نے بعض لوگوں کو جو نظر کے قاصر اور کم فہم ہیں اور اپنے آپ کو علمار محققین کے زمرہ میں
شمار کرنے پر (بقول شخصے۔ ہم بھی ہیں پانچویں سواروں میں) فخر کیا کرتے ہیں یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ ہمارے لئے
بہتر یہ ہے کہ ہم اسی شئے کو لیں جسکی قرآن شریف میں تصریح موجود ہے اور اسکا مطلب یہ ہے کہ جو اشیاء احادیث
نبویہ میں واقع ہوئی ہیں وہ انکو نہیں لیتے اور نہیں مانتے اور یہ رائے محض فاسد اور اس امت کے علما اعلام کی نظر میں بالکل
باطل ہے کیونکہ نص قرآنی اور ان احادیث میں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں جس طرح کہ ہم کو یعنی امت
محمدیہ کے لوگوں کو یہ حکم ہے کہ قرآن شریف میں جو کچھ وارد ہوا ہے اسکے ساتھ تمسک کریں اسی طرح یہ بھی حکم ہے کہ رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم سے جو احادیث ثابت ہیں ان میں جو امور وارد ہوئے ہوں انکو بھی اپنا متمسک ٹھیرائیں اور اس بات
پر اجماع بھی منعقد ہو چکا ہے اور سنت مطہرہ کے متمسک کرنے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال وافعال کی پیروی
کرنے پر دلالت کرنیوالی بکثرت آیات قرآنی موجود ہیں چنانچہ خدا تعالے نے قرآن شریف میں ارشاد فرمایا ہے (اور میری
رحمت ہر شئے کو گھیرے ہوئے ہے سو اب میں اسکو ان لوگوں کے لئے لکھوں گا جو تقوے کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے
ہیں اور ان لوگوں کے لئے جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں۔ نبی امی کا اتباع کرتے ہیں جسے وہ توریت اور انجیل میں

ورحمتی وسعت کل شئ فسأکتبہا للذین یتقون ویؤتون الزکوٰۃ والذین ہم بآیاتنا یؤمنون الذین یتبعون الرسول النبی الامی الذی یجدونہ مکتوباً
عندہم فی التوراۃ والانجیل یامرہم بالمعروف وینہاہم عن المنکر ویحل لہم الطیبات ویحرم علیہم الخبائث ویضع عنہم اصرہم والاغلال التی
کانت علیہم فالذین آمنوا بہ وعزروہ ونصروہ واتبعوا النور الذی انزل معہ اولئک ہم المفلحون ۱۲

اپنے پاس لکھا ہوا پاتے ہیں وہ انہیں اچھے کاموں کا حکم کرتا ہے اور برے کاموں سے منع کرتا ہے اور انکے لئے پاک چیزوں کو حلال کرتا ہے اور اُنپر ناپاک اشیاء کو حرام کرتا ہے اور انکا بوجھ اور وہ بیڑیاں جو انکے اوپر تھیں انسے اتارتا ہے پس جو لوگ اُسپر ایمان لائے اور (جنھوں) نے کہ اُس کا ساتھ دیا اور اُسکی مدد کی اور نور کی پیروی اختیار کی جو اُسکے ساتھ اتارا گیا ہے (سو) وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت قرآن شریف میں موجود ہے (وما ینطق عن الھوٰے ان ھو الا وحی یوحیٰ)[1] پس اگر انکے علاوہ اور آیتیں قرآن شریف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال کے اتباع کے واجب ہونے پر دلالت کرنے والی نہ بھی ہوں تو یہ کیا کم ہیں یہی کافی وافی ہیں اچھا اور سب جانے دیجئے یہ تو بتائے کہ کیا ہم قرآن شریف کو سوائے احادیث کی مدد کے اور کسی طرح پر بھی کامل طور سے سمجھ سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔

اور نیز آیات کے علاوہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن احادیث میں جو آپ سے صحیح طور پر ثابت ہیں اس امر کی تصریح کردی ہے کہ ہمارے ذمہ جو احادیث آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) لائے ہیں اُنکا لینا ہی ضروری ہے اور صرف قرآن پر اقتصار کرنا اس بات کو مستلزم ہوگا کہ ہم اپنے دینی احکام میں قاصر ہو جائیں کیونکہ تمام احکام کو فقط قرآن شریف سے سمجھ لینے تک ہماری رسائی نہیں ہو سکتی چنانچہ جو احادیث اس بارہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں اُن میں سے بعض یہاں مذکور ہوتی ہیں۔ ابوداؤد میں عرباض بن ساریہ کی روایت سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم لوگوں کو نماز پڑھائی پھر آپ نے ہماری جانب رخ کیا اور ہمکو نہایت بلیغ نصیحت فرمائی کہ ہمیں آنکھیں بہ پڑیں اور ہم لوگوں کے دل ڈر گئے پھر ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ نصیحت تو ایسی ہے جیسے کوئی رخصت کرنے والا نصیحت کرتا ہے۔ پس آپ ہمیں کیا نصیحت کئے جاتے ہیں آپ نے فرمایا کہ میں تمہیں خدا سے ڈرنے اور اپنے حاکم کے احکام بسر و چشم ماننے کی وصیت کرتا ہوں چاہے وہ کوئی حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو کیونکہ جو تم میں سے زندہ رہیگا وہ عنقریب ایک بڑا اختلاف دیکھے گا پس تم لوگ میرے اور میرے خلفاء راشدین کے طریقہ کو جنھیں کہ خدا نے راہ راست دکھائی ہے اپنے اوپر لازم کر لو اُسکے ساتھ تمسک کرتے رہو اور اُسکو (نہایت مضبوطی سے) اپنی داڑھوں سے پکڑ لو اور نئے نئے امور سے بچتے رہو کیونکہ (دین میں) ہر نئی بات بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی دوزخ میں ہے[2]۔ اور ابوداؤد اور ترمذی میں بروایت مقداد رضی اللہ عنہ مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] وہ اپنی خواہش سے کچھ نہیں کہتا وہ تو صرف وحی سُنایا کرتا ہے جو اُسپر ہوا کرتی ہے ۱۲ [2] فی ابی داؤد عن العرباض بن ساریۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہ قال صلی بنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذات یوم ثم اقبل علینا بوجھہ فوعظنا موعظۃ بلیغۃ ذرفت منھا العیون ووجلت منھا القلوب فقال رجل یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان ھذہ موعظۃ مودع فما تعھد الینا قال اوصیکم بتقوی اللہ والسمع والطاعۃ وان کان عبدا حبشیا فانہ من یعش منکم فسیریٰ اختلافا کثیرا فعلیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین تمسکوا بھا وعضوا علیھا بالنواجذ وایاکم ومحدثات الامور فان کل محدثۃ بدعۃ وکل بدعۃ ضلالۃ وکل ضلالۃ فی النار ۱۲ [3] فی ابی داؤد والترمذی عن المقداد رضی اللہ عنہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الا انی اوتیت الکتاب ومثلہ معہ الا یوشک رجل شبعان علی اریکتہ یقول علیکم بھذا القرآن فما وجدتم فیہ من حلال فاحلوہ وما وجدتم فیہ من حرام فحرموہ وان ما حرم رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کما حرم اللہ الحدیث ۱۲

نے فرمایا سنتے ہو مجھے (خدا کی جانب) سے کتاب (قرآن شریف) دی گئی ہے اور اُسکے ساتھ اُسکے مثل (اور کچھ بھی ہے)
سنتے ہو عنقریب کوئی شکم سیر شخص (مغرور اور غافل سے کنایہ ہے جو اپنی خواہش نفسانی میں منہمک ہو پس شکم سیری
کے ساتھ اُسکا مقید کرنا اس امر کیطرف اشارہ ہے کہ اس قول مردود کا یہی باعث ہے اور اسمیں یہ تنبیہ ہے کہ شکم
سیر ہو کر کہانا حماقت اور غفلت کا سبب ہے اور اسیوجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شکم سیر ہو کر نہیں کہایا شفاء
میں عائشہ رضی اللہ عنہا اور اُنکے والد (ابو بکر رضی اللہ عنہ) کی روایت سے مروی ہے کہ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کا شکم مبارک کبھی پُر نہ ہوا) اپنی مسند پر بیٹھکر کہے گا کہ اس قرآن کو لو پس جو کچھ اسمیں تمہیں حلال ملے اُسکو حلال جانو اور جو کچھ
اسمیں تم حرام پاؤ اُسے حرام سمجھو اور بلا شک اللہ کے رسول کا حرام کرنا ویسا ہی ہے جیسا کہ اللہ کا حرام کرنا الحدیث اور
ابو داؤد میں بروایت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم لوگوں میں کہڑے ہوئے
پہر فرمانے لگے کیا تم میں سے کوئی شخص اپنی مسند پر تکیہ لگا کر یہ سمجھتا ہے - یہ گمان کرتا ہے کہ جو کچھ قرآن میں ہے سوائے
اسکے اللہ نے کچھ حرام نہیں کیا ۔ سُن لو کہ بیشک میں نے (اچھی باتوں کا) حکم کیا اور نصیحت کی اور بہت سی اشیاء پر آگاہ کردیا کہ
وہ قرآن کے مثل بلکہ اُس سے بھی زائد ہیں اور بلا شک اللہ تعالے نے تمہارے لئے یہ حلال نہیں کیا کہ بلا اذن اہل کتاب کے گھر میں
داخل ہو جاؤ اور نہ یہ کہ اُنکی عورتوں کو مارو اور نہ یہ کہ تم اُنکے پھل کہا جاؤ جبکہ وہ تمکو جو اُنکے ذمہ واجب ہے دیتے رہیں اور اسکے علاوہ اور
بہت سی حدیثیں اسبارہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں اگر ہم اُن سب کو نقل کریں تو بہت طوالت ہو جائے اور
جسقدر ہم نے نقل کردی ہیں (منصف کے لئے) اتنی ہی کافی ہیں۔

اور اگر ان ناصرین کو اس باطل حکم کے لگانے اور اس فاسد رائے کے یہ معنے ہیں کہ امت محمدیہ کو جو کچھ قرآن سے سمجھا جائے صرف
اسی پر اقتصار کرنا لازم ہے اور جو کچھ احادیث سے مفہوم ہو اُسے ترک کردینا ضروری ہے۔ یہ شبہ ہو کہ جو حدیثیں رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کیجانب منسوب کی گئی ہیں اُن میں بعض ضعیف حدیثیں بھی پائی جاتی ہیں جنکے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وارد
ہونیکا اس مرتبہ کا ثبوت نہیں ہے جو انکو احکام کے لئے معتبر ہو اسی طرح ان میں بعض موضوع حدیثیں بھی ہیں یعنی رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کیجانب انکی نسبت سچی نہیں ہے اور اس امر سے اُن لوگوں کے گمان کے موافق مطلقاً احادیث سے اعتماد اُٹھ جاتا ہو تو
اُسکے جواب میں ہم اُنسے کہتے ہیں کہ آپ کا یہ شبہ بالکل ساقط الاعتبار ہے اسلئے کہ یہ بات مخفی نہیں کہ دین محمدی کے محقق اور مدقق علماء
اعلام نے چونکہ احادیث کی روایت اور اُنکے راویوں کی سوانح عمریاں اور حالات سے واقفیت رکھنے کے بارہ میں جہد وسعی کیا جاسکتا ہے کہ
لئے ان احادیث میں سے کوئی ایسی حدیث نہیں چھوڑی جسکی نسبت یہ نہ بیان کردیا ہو کہ اس حدیث کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
سے وارد ہونیکا کس مرتبہ کا ثبوت موجود ہے اسی طرح جملہ احادیث کی صفات ۔ اقسام اور اُنکے راویوں کے احوال پر اتم اور کامل طور پر

ع۴ فی الشفاء عن عائشہ (رضی اللہ عنہا) وعن ابیہا (رضی اللہ عنہ) لم یمتلئ جوف النبی صلی اللہ علیہ وسلم قط ۱۲

ع۵ فی ابی داؤد عن العرباض بن ساریۃ رضی اللہ عنہ قام فینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال یحسب احدکم متکئاً علی اریکتہ یظن ان اللہ تعالے
لم یحرم شیئاً الا ما فی ہذا القرآن الا وانی قد امرت ووعظت ونہیت عن اشیاء انہا مثل القرآن او اکثر وان اللہ تعالے لم یحل لکم ان تدخلوا بیوت اہل الکتاب
الا باذن ولا ضرب نسائہم ولا اکل ثمارہم اذا اعطوکم الذی علیہم ۱۲

کرے اور انہیں (مانع خلایق) امور کی توفیق دے اور عین عنایت اور اپنی محافظت کے حرز سے انکی حفاظت کرے خدا ہی سے ہر وجود کا فیضان ہے۔ آمین یارب العالمین۔

ترجمہ خاتمہ کتاب مصنف علام

خداتعالےٰ نے مجھے یوم مبارک جمعہ کی صبح کو آفتاب نکلنے سے پہلے اس رسالہ کے تمام کرنے کی توفیق دی اور [illegible] سعید ایک ہزار تین سو چھ ۱۳۰۶ ہجری کے ماہ شوال کی پہلی تاریخ یعنے عید الفطر کا مبارک دن تہا جسے خدا نے فریضہ صیام کے ادا کرنے کے بعد اپنے مسلمان بندوں کے لیئے باعث راحت و فرحت اگردانا ہے اور جسے کہ سال حج کے مبارک عبادت کے مہینوں کی آمد پر سبب بہجت و مسرت قرار دیا ہے اس خدا کا ہزار ہزار شکر ہے جسکے فضل و احسان کی بدولت نیک کام انجام کو پہونچتے ہیں اور اسکے تمام انبیاء اور مرسلین خصوصاً افضل رسل محمد مصطفےٰ نبی امی پر جن کی بدولت ہمیں راہ ہدایت دیکھنا نصیب ہوئی اور ان سب کے آل و اصحاب پر ہزاروں درود اور لاکھوں سلام نازل ہوں۔ آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین فقط

شکر صد شکر ٹہکانے لگی محنت میری

طے ہوئی آج کی منزل میں مسافت میری

خاتمہ از مترجم

۲۰ رجمادی الثانی ۱۳۱۵ھ یوم شنبہ وقت ظہر مدرسہ جامع العلوم کانپور میں احقر خدام علماء کرام و فضلائے عظام عاجز اسحاق علی عفی عنہ مدرس سوم عربی مدرسہ مذکور کے ہاتھوں یہ ترجمہ بتائید خداوندی اور بتوجہ مولی و مولائی و استاذی و مخدومی دستدی جناب حافظ قاری شاہ مولوی محمد اشرف علی صاحب مدظلہ العالی ختم ہوا خدا اسکو قبول فرما وے اور اپنے بندوں کو اس سے نفع بخشے اور عاجز مترجم کو ریا و سمعہ سے محفوظ اور اسکی نیت کو شوائب نفسانی سے خالص رکھے آمین ثم آمین

تقریظ منشی بے بدل فاضل اجل جناب مولوی محمد انعام اللہ خانصاحب

مدرس فارسی مدرسہ جامع العلوم کانپور

بسم اللہ حامداً و مصلیاً

خرد گرچہ صد عقدہ واند کشود
خداوُ نبی را نیارد ستود

ہماں بہ کہ از دل بجا آورم
خدا را سجود و نبی را درود

اُسے جو معطل رہنے کا احتمال تھا اُس کا تدارک کرنا ممکن ہوگا -
اور یہ بات سب جانتے ہیں کہ بنظر اسکے کہ خدا نے بخلاف عورت کے مرد ہی کو کمانے کی قوت اور اُسکے شدائد کے تحمل
کی طاقت عنایت کی ہے اسلئے مرد ہی اہل و عیال کا خبرگیراں قرار دیا گیا ہے اور عورت کے نان و نفقہ کا سامان بھی اُسیکے
ذمہ ہے اور اُسکے مقابل میں عورت کے متعلق یہ کام کیا گیا ہے کہ وہ خانہ داری کا انتظام اور اولاد کی پرورش کرے
اور یہ بات انسان کے لئے ایک طبعی امر کی طرح ہو رہی ہے اور بعض جو اسکی مخالفت کرتے ہیں وہ نظام خداوندی اور
اُس طریق کے خلاف چلتے ہیں جسکے ساتھ عام طور پر طبیعتیں مالوف ہو رہی ہیں - اور یہ بھی معلوم ہے کہ محتاج اور ایسے
لوگ جو زوجہ کے نان و نفقہ کے بار اُٹھانے سے قاصر ہیں بہ نسبت مالداروں کے جو اسکی قدرت رکھتے ہیں اکثر ممالک
میں بکثرت ہیں اگرچہ بعض بعض ممالک میں سب قریب قریب درجہ کے مالدار بھی موجود ہیں -
پس جو ممالک پہلی قسم کے ہیں اُنمیں کوئی شک نہیں کہ وہاں کے بہتیرے محتاج آدمی عورت کے نان و نفقہ کے
بار اُٹھانے کے خوف سے شادی نہیں کرتے بلکہ عادل شریعت جب وہ اپنی نسبت یہ جانتے ہوں کہ نان و نفقہ سے
عاجز ہونے کے باعث سے وہ عورت کی حق تلفی کرینگے تو اُنکو شادی کرنے سے روکتی اور منع کرتی ہے اور بعض
ائمہ کے نزدیک تو جبکہ خاوند عورت کے نان و نفقہ سے عاجز ہو تو اُس ظلم کے دفع کرنے کے لئے جسکو عقلیں ناگوار
سمجھتی ہیں حاکم کو یہاں تک حق حاصل ہے کہ ان دونوں میں تفریق کر دے اور ان ایام میں ہم ایسے عاجز مردوں
کی زیادہ تعداد دیکھتے ہیں اور اگر اُنکے ساتھ فوجی آدمیوں کو بھی ہم ملالیں تو مجرد مردوں کی تعداد میں اور اضافہ ہو جاتا
ہے کیونکہ فوج میں نوکری کرنے والے اس خوف سے شادی کرنے سے باز رہا کرتے ہیں کہ فوجی کام کی انجام
دہی کے زمانہ میں اُنہیں اپنی زوجہ کو بلا کسی خبرگیراں کے چھوڑنا پڑیگا پس جب مرد کے لئے ایک عورت سے زیادہ عورتوں
سے شادی کرنا جائز نہ رکھا جائیگا تو وہ عورتیں جو ان مجرد مردوں کے مقابلہ میں بچیں گی توالد و تناسل سے معطل ہو جائیں
گی اور جو خداوندی حکمت نوع انسانی کی زیادتی اور اُسکے ازدیاد کے باقی رکھنے کے بارہ میں تھی وہ باطل ہو جائیگی -
لیکن جب مرد کے لئے یہ بات مباح کر دیجائے کہ ایک سے زیادہ عورتوں سے شادی کر سکے تو جو لوگ نان
و نفقہ پر قدرت رکھتے ہوں گے تو وہ عورتوں کی اُس تعداد میں سے جو نسل سے معطل ہونے کو تھیں ایک سے
زیادہ عورتوں سے شادی کر سکیں گے اور اسوقت ان بیچاریوں میں جو توالد و تناسل کی استعداد پائی جاتی تھی
وہ ضایع نہ جائیگی اور نظام خداوندی مختل ہونے سے محفوظ رہیگا اور بغیر اسکے ان مصیبت زدہ عورتوں کی اسی طرح
عمر گذر جائیگی اور نوع انسانی کو اُنسے ثمرہ حاصل نہو سکیگا جو کہ یادگار رہ سکے -
رہے دوسری قسم کے ممالک یعنی جہاں کے رہنے والے قریب قریب برابر درجہ کے مالدار ہیں ممکن ہے کہ وہاں ہر مرد
ایک ہی عورت سے شادی کرے اور وہاں کی عورتوں میں سے کوئی معطل نہ رہنے پائے اور ایسے مقامات میں
مرد خود ہی ایک سے زیادہ شادی نہ کر سکے گا اسلئے کہ جب وہ شادی کرنا چاہیگا تو اُسے فاضل عورت ملے ہی گی
نہیں کیونکہ حساب کی رو سے تعداد ختم ہو چکی - اور اگر کوئی کہے کہ اس تفصیل کا تو یہ مقتضا ہے کہ صرف پہلی قسم کے

کرتیں عار دلاتی ہیں اور انکو بیحیائی اور اپنی آبرو کی حفاظت نکرنے کی جانب منسوب کرتی ہیں اور اسکی وجہ سوا اسکے اور کچھ نہیں کہ وہ پردہ کی عادی ہو رہی ہیں اور اُسکے ساتھ مالوف ہو گئی ہیں اور بے پردگی کے ساتھ پھرنے سے پردہ کو انہوں نے اپنے حق میں بہتر پایا ہے پس جب یہ بات ٹھہری تو ظاہر ہو گیا کہ عورتوں پر پردہ کا حکم اُنکے حقوق کو تلف نہیں کرتا اور نہ ظلم و سنگدلی شمار کیا جا سکتا ہے اور اس مولف مذکور کا قول اسکے خلاف ہے جیسے کہ عادل شریعت کے اسرار سے ذرا بھی واقفیت نہیں اُسنے جو چاہا اٹکل پچو ہانک دیا۔

رہا مولف مذکور نے جو عورتوں کی تحقیر اور اُنپر ظلم کرنے اور انکو دوشت خواند سے محروم رکھنے کے بارہ میں کہا ہے تو یہ خود ایک ایسا امر ہے جسکو ہماری روشن شریعت جائز نہیں رکھتی اور اسکے خلاف کا حکم کرتی ہے اور اس تحقیر یا ظلم کے ارتکاب کو شرع کے مقدس احکام کی مخالفت شمار کرتی ہے۔ پس مولف مذکور نے اس امر کا جو اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے تو ہمارے خیالات کو اس سے کوئی واسطہ اور لگاؤ نہیں ورنہ اسبارہ میں ہمیں اُس سے گفتگو کرنیکی کوئی ضرورت ہے کیونکہ ایسی تحقیر و ستم سے خود ہماری شریعت منع کرتی ہے۔

رہا طلاق کا مسئلہ سو مجھے اب خبر پہونچی ہے کہ ایسے ہی لوگوں میں سے کسی شخص نے ایک کتاب کی تالیف شروع کی ہے جسکا نام اسنے "الطلاق" رکھا ہے بظاہر یہی ہے کہ اُس فرقہ پر جنکے مذہب میں طلاق جائز ہے اُسے رد کرنا مقصود ہے اور ہمیں نہیں معلوم کہ اسمیں وہ کیا دلیل پیش کریگا لیکن اب ہم ایسی تقریر بیان کرتے ہیں جس سے یہ امر مدلل اور مبرہن ہو جائے کہ طلاق کا جائز ہونا عقل کے موافق ہے اور اُس سے منع کرنا نظام خداوندی اور ترتیب طبعی کے منافی ہے سوائے اپنی بڑائی کے زعم میں ہٹ دھرمی کرنے والے کے اسکا کوئی مخالف نہیں ہو سکتا پس ہم کہتے ہیں کہ اس رسالہ کے شروع میں پیشتر یہ بات بیان ہو چکی ہے کہ حکمت الٰہی اس امر کو مقتضی ہے کہ نوع انسانی میں توالد و تناسل جاری رہے اور اسکی کثرت ہوتی رہے اور یہ کہ مرد میں سن احتلام سے لیکر مرتے دم تک تولید کی استعداد و قابلیت رہتی ہے اور عورت میں سن احتلام سے لیکر صرف سن ایاس ہی تک تولید کی قابلیت پائی جاتی ہے اُسکے بعد نہیں رہتی اور اس مدت کی کل مقدار پینتیس سال ہوتے ہیں۔ پس جب خاوند و زوجہ میں مفارقت ہو اور اُن دونوں میں توالد و تناسل نہ پایا جائے اور یہ بہت ہوتا ہے تو اس صورت میں اتنے احتمال ہوں گے کہ اس کا مانع یا تو خاوند کی جانب سے ہے۔ پس جس حالت میں کہ طلاق ممنوع ہو تو ان دونوں کی ساری عمر بلا نسل کے گذر جائیگی اور اگر ان دونوں میں سے کسی میں تولید کی استعداد موجود ہوگی تو اسے نسل سے ناحق معطل رہنا پڑیگا اور کبھی کبھی اس معطل رہنے کی مدت پچاسی برس تک متصور ہو سکتی ہے لیکن جب طلاق جائز ہوگی تو وہ کچھ دن صبر کرنے کے بعد اُس عورت کو طلاق دیکر دوسری عورت سے مفارقت کر سکیگا۔ اور اوس عورت کو بھی دوسرے مرد سے مفارقت کرنا ممکن ہوگا۔

پس ان دونوں میں سے جس میں تولید کی استعداد ہوگی اسوقت وہ نسل سے کامیاب ہو سکیگا اور معطل نہ رہیگا اور جسمیں استعداد نہو گی اُسپر اپنی حقیقت حال کے ظاہر ہو جانے سے اُسکے دلکو راحت نصیب ہو جائیگی اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے

کہ اُن دونوں میں تولید نسل کی استعداد موجود ہوتی ہے لیکن اُن دونوں کے آلہ تناسل متوافق نہیں ہوتے پس جب دونوں میں مفارقت ہوجائیگی تو اُن میں سے ہر ایک کو ممکن ہوگا کہ کسی دوسرے سے مقارنت کرکے نسل حاصل کر سکے اور اپنی تولید کی استعداد کے ثمرہ سے محروم نہ رہے۔ اور یہاں پھر ہم اُس امر کیطرف رجوع ہوتے ہیں جسکی بحث ہم پہلے کر رہے تھے چنانچہ ہم کہتے ہیں کہ ایسی صورت میں جب مرد اُس عورت کو طلاق دینے میں توقف کرنا چاہے جو کہ اُس سے حاملہ نہیں ہوئی تو اُسے (تعدد ازدواج کی بنا پر) ممکن ہوگا کہ اسباب کے ظاہر کرنے کی غرض سے کہ حمل کا مانع کسکی جانب سے ہے کسی دوسری عورت سے مقارنت کرے پس اگر وہ مانع زوجہ کیجانب سے ظاہر ہو تو اس صورت میں اگر وہ چاہیگا تو اُسے بدستور عقد میں باقی رہنے دے اور اُس فضل و احسان کو جو اُسکے اور زوجہ کے مابین محمنہ ہونے لسلئے کہ اب اُسکے طلاق دینے سے کیا فائدہ (کیونکہ وہ دوسرے سے مقارنت کرکے نسل تو حاصل کر ہی نہیں سکتی اسلئے کہ اُسمیں سبب مانع حمل موجود ہے اب اُسکے حق میں یہ خاوند اور دوسرا شخص دونوں برابر ہیں اسلئے اگر خاوند چاہے تو اُسے اپنے پاس رہنے دے) اور اگر یہ ظاہر ہو کہ حمل کا مانع خود اُسی خاوند ہی کیجانب سے ہے تو اُسے اس عورت کو اپنے پاس رکھنے کا اختیار ہے اور ہم قانون سابق کے مقتضا کے موافق یہ نہیں کہتے کہ اُسے اسوقت طلاق دینا واجب ہے تاکہ وہ عورت دوسرے سے مقارنت کر سکے کیونکہ اُس عورت میں استعداد تولید کا پایا جانا ہی متیقن نہیں ہے بلکہ اسمیں شک ہے کیونکہ ممکن ہے کہ عورت میں بھی تولید کی استعداد موجود نہ ہو اور احکام شک پر مبنی نہیں ہوا کرتے۔

پھر کبھی طلاق کے جائز کئے جانے کا ایک اور بڑا اہم اور ضروری سبب پایا جاتا ہے اور وہ یہ ہے کہ خاوند و زوجہ میں نفرت پیدا ہو جائے اور اُسکے بہت سے اسباب ہیں مثلاً یہ کہ کسی مزمن مرض کا لاحق ہونا۔ بدصورت ہو جانا۔ آلہ تناسل کا معطل ہونا۔ عورت کا اپنے خاوند کی اولاد کے نسب محفوظ رکھنے کے بارہ میں اس طرح اُس سے خیانت کرنا کہ اسکو خاوند ظاہر نہ کر سکتا ہو اور حاکم کے روبرو ثابت کرنا اُسے ممکن نہ ہو پس اگر طلاق ممنوع ہوگی تو اس حالت میں دونوں کی زندگی تلخ ہو جائیگی اور دونوں کے دونوں اپنی تمام عمر اس تلخی کا مزہ چکھتے رہیں گے اور اُن دونوں کی آنکھوں میں فساد اور بے حیائی کے دروازے کھل جائیں گے لیکن جب طلاق جائز ہوگی تو دونوں اس تنگی اور اس بے لطفی سے چھٹکارا پانیکا قصد کرینگے اور بیحیائی کے ارتکاب اور نیز دیوث بننے سے محفوظ اور پاک و صاف رہ سکیں گے۔

باقی رہا یہ امر کہ طلاق صرف خاوند ہی کے ہاتھ میں کیوں رکھی گئی عورت کے اختیار میں کیوں نہ ہوئی اسکی یہ وجہ ہے کہ یہ ثابت ہو چکا ہے کہ مرد کی عقل عورت سے زیادہ درست اور ثابت ہوا کرتی ہے اور عورت کے خیالات ذرا سی بات میں فوراً بدل جایا کرتے ہیں اور میرا خیال ہے کہ امر علی العموم مسلم ہے اور پہلے یہ گذر چکا ہے کہ عورت کے نان و نفقہ کی مرد ہی کو تکلیف دی گئی ہے پس جب عورت سے اُسے کسی قسم کی نفرت پیدا ہو جائیگی تو مرد کے نزدیک راجح یہی امر ہوگا کہ جہانتک ہو سکے اسکو برداشت کرے اس نظر سے کہ اُسکی عقل ثابت اور قوی ہے اور نیز اُسے یہ خوف بھی لگا ہوگا کہ جو کچھ اُسنے عورت پر خرچ کیا ہے کہیں ضائع اور برباد نہ ہو جائے پس اسوجہ سے اُسے طلاق دینے اور اُسکی مفارقت اختیار کرنے سے

دیباچہ

غلط نامہ اصل کتاب

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲	۱۲	الجر	الجسر
۴	۳	الجر	الجسر
۹	۱۲	آخرکار نہین	آخرکار نہین
۱۰	۵	ڈو	ڈرو
۱۲	۲۲	ایت قرآن	آپ قرآن
۱۴	۱۸	احکام مین	احکام ہین
۲۰	۲۰	بنی اسرائیل	بنی اسرائیل کے
۲۲	۲۲	سلع کیلئے والے (حاشیہ)	سلع کے بسنے والے
۲۹	۹	ازدن	اردن
۲۹	۱۰	الہجرت فی العرب (حاشیہ)	النبوۃ فی العرب
۳۰	۱۲	شہرون ہین	شہرون مین سے
۳۱	۲۷	ممبر	منبر
۳۳	۱	فقیری	فقیر ہی
۳۵	۱۳	اس شخص کے ساتھ برابر	اُسکے شخص کے برابر
۳۶	۲	مققضی	مقتضی
//	۲۰	اس کے جانب	اس کی جانب سے
//	۲۵	خلاط	اختلاط
//	۲۷	لاثمہ (حاشیہ)	لاثمتم
۳۷	۳	خداتھے	خدائے
//	۲۵	درع	ورع
۴۰	۱۵	حصوصیت	خصوصیت
//	۲۶	حزب ستم	حزب ششم

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۴۵	۱۷	غلست	غلبت
۴۸	۱۱	مقرہونا	مقرہوتا
//	۲۵	حسبحانہٗ	حق سبحانہٗ
۵۱	۲۶	امن وامان ہی	امن وامان بھی
۵۴	۱۱	واجب	فرض
۵۹	۱۳	اوراپنا	اور وہ اپنا
۶۳	۳	رعایت	غایت
۶۴	۳	سمجھنے	سمجھے
۷۰	۲۴	اجارت	اجازت
۷۱	۴	ایک عورت	ایک ایک عورت
۷۳	۲۶	حکمت ..	حکمت نظری
۷۷	۲	معلوم ہوتا	معلوم ہوتی
۸۰	۱۹	ایسا ہی سبب	ایسا ہی قوی سبب
۸۱	۱۴ و ۱۵	اگر محمد صلے اللہ علیہ وسلم سچے ہوتے تو یہ تمام مخالف عقلا جو بڑے متعصب تھے آپ کی تصدیق پر اتفاق نکرتے الخ	اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم سچے ہوتے تو یہ تمام مخالف عقلا …… اتفاق نکرتے …… ہوجاتین ان تمام …… جمع ہوگئین
//	۲۷	سائن لسٹ	سائن ٹسٹ
۹۱	۲۱	اُنفکاک	انفکاک
۹۲	۱۹	پرٹوبلاسما	پرٹوبلاسم
۹۴	۱۶	تعلیم	تسلیم
۹۶	//	آہکسیجن	آکسیجن مین

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۰۶	۳	جس کی وجہ	جس کی وجہ سے	۱۵۵	۵	منزا	منزہ
۱۰۷	۹	عقل بھی	عقل ہی	۱۵۶	۹	مثلاً آنکھ	مثلاً آنکھ پر
۱۱۲	۲۱	دونون خدا مرکب	دونون خدا ایک دوسرے کیساتھ مرکب	۱۵۷	۱۰	چھینک	چھینک
۱۱۶	۷	یا حادث	یا احداث	۱۵۸	۲۱	منافعے	منافع
۱۱۷	۱۳	ثبات	اثبات	〃	۲۶	منزا	منزہ
۱۱۸	۱۹	جم	جسم	۱۵۹	۳	اوران کے اوران کے منافع	اوران کے منافع
۱۱۹	۳	جم	جسم	〃	۶	غورفکر	غور وفکر
〃	۱۹	اسی	ایسی	〃	۱۹	نکر	بڑھکر
۱۲۰	۱۲	اوران اسباب	اوران اسباب	〃	۲۷	نکلتا ہی (حاشیہ)	نکلتا ہی جسکو لبلبہ کہتے ہین
〃	۳	ان کا یہ قول	ان کا بقول	۱۶۳	۲۳	اس سے قبل ہی	×
۱۲۳	۲۲	قادر	×	〃	۲۴	نہ پائیگا کہ اعلے	نہ پائیگا کہ اس سے قبل ہی اعلے
۱۲۵	۲۶	وبہ	وجہ	〃	۱۱	سیتحیر	متحیر
۱۲۶	۷	اکانوے میل	اکانوے میل تک	۱۶۴	۱۶	سہوا	یہ ہوا
۱۳۳	۱۶	مصترس	مفترس	〃	۱۸	سمجھ بھی	سمجھ ہی
۱۳۵	۶	گنگ	دریائے گنگ	〃	۲۵	منزا	منزہ
۱۳۷	۱	نہین	نہین گئی	۱۶۵	۴	مختاف	مختل
۱۴۱	۱۳	گلتا	لگتا	〃	۱۳	آراستہ ہوکر	آراستہ ہو اس کے
۱۴۶	۱۴	امابیل	ابابیل	۱۶۷	۱۰	پائی تی	پائی جاتی
۱۴۷	۲۵	اسے	ایسے	۱۶۸	۱۵	ہوسکتین	ہوسکین
۱۵۰	۱	ادہر کوئی	ادہر کی کوئی	〃	۲۶	ہٹ دہری	ہٹ دھرمی
〃	۵	قرینہ	قرنیہ	۱۷۰	۲۶	پالی	پانی
〃	۹	قرینہ	قرنیہ	۱۸۸	۷	چھونا جائز نہین	چھونا جائز نہین ہے ... الخ
۱۵۱	۲۰	قرینہ	قرنیہ	۱۸۹	۲۷	بدارا حاشیہ	بدا
〃	〃	جاما	جانا	۱۹۳	۲۶	سوجو	موجود
۱۵۴	۱۷	یہین	نہین	〃	〃	معتقد ہوجاین اور اسکے جن	معتقد ہوجائین جس پر کہ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۹۵	۹	تابود	نابود	۲۶۸	۱۲	ہین	ازہین
۱۹۸	۱۱	وجود نہوا	وجود ہوا	۲۶۹	۹	علم لغت کی	علم لغت ہو
۲۰۵	۱۹	جانور	نور	۔۔	۱۱	علم حرف کی	علم حرف ہو
۲۰۹	۲۲	ملائکہ اور جنگے	ملائکہ اور جنون کے	۲۷۰	۴	قدرت ہو	[illegible]
۲۱۰	۲۰	ہیئت والون	ہیئت دانون	۲۷۳	۱۰	موجود	موجودہ
۲۱۱	۸	ایجاد	ایجاد	۲۷۶	۷	راست	راہ مستقیم
۲۱۲	۱۷	حاشیہ امیر	حاشیہ امیر	۲۷۷	۸	مہدین	مجتہدین
۲۱۷	۹	سبات	اس بات	۲۷۹	۲۳	ذرفت فہما (حاشیہ)	ذرقت فہما
۲۲۱	۴	اس کی زوجہ	ان کی زوجہ	۔۔	۲۴	ہذا الموعظۃ (۔۔)	ہذہ الموعظۃ
۲۲۲	۸	جھکے آپ	جھکے کو آپ	۔۔	۲۵	المہدیلین (۔۔)	المہدیین
۲۲۲	۸	صیح	تصحیح				
۲۳۹	۱۰	قرآن شریعت	قرآن و شریعت	۔۔	۲۶	مشبان (۔۔)	شعبان
۲۴۵	۳	حاجز	عاجز	۔۔	۲۷	علیہم (۔۔)	علیکم
۲۴۶	۵	محادلہ	مجادلہ	۲۸۰	۲۱	رکھنے کے بارہ	رکھنے کے بارہ مین
۲۵۵	۹	تبین	تبیین	۲۸۱	۱۲	آحادیث	احادیث
۲۵۶	۱۷	غلام	غلامی	۲۸۴	۳	پایا	چلا
۲۶۲	۱۱	خوبہا	خونبہا	۲۸۸	۱۳		خاتمہ از مترجم شعر کے اوپر پڑھا جائے۔
۲۶۴	۱۹	مسلمانون	ایماندارون				
۔۔	۲۰	مسلمانون	ایماندارون	۲۹۱	۱۴	عقل حکمت	عقلی حکمت
۲۶۶	۹	محفوظ	محفوظ	۲۹۲	۱۷	استعداد قابلیت	استعداد و قابلیت